قصص الاولین لموعظۃ الآخرین

تذکرۃ الکرام

یعنی

تاریخ امروہہ کی جلد ثانی

مؤلفہ

محمود احمد عباسی

مؤلف تاریخ امروہہ جلد اوّل، تحقیق الانساب، مجموعہ تاریخ التعلیم وغیرہ

مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

قیمت قسم خاص مجلد صہ
قسم اول عصہ قسم دوم ۱۲

طبع اول ۵۰۰ جلد

نذرِ عقیدت

میں اس حقیر تالیف کو وطن عزیز کی پانچ برگزیدہ غیر فانی اور مایہ صد نازش افتخار ہستیوں کی ارواح مقدسہ سے منسوب معنون کرنیکا شرف حاصل کرتا ہوں یعنی

شاہ شرف الدین حسن شاہ ولایت

حضرت شاہ ابن بدر چشتی

مولٰنا سید محمد میر عدل

مولٰنا سید احمد حسن محدث

نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی مشتاق حسین خاں انتصار جنگ بہادر

مقدم الذکر تین بزرگ بلحاظ تقدس و عظمت، ارشاد و ہدایت، علم و فضل، صلاح و تقویٰ، شہرت و ناموری تذکرۃ الکرام کا فاتحۃ الباب اور موخر الذکر دو حضرات اس کا خاتمۃ الکتاب ہیں۔ قدس اللہ اسرارھم وابقی الی طول الدھر آثارھم

دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر اس مقدس انتساب کی برکت سے اس ناچیز تالیف کو قبول عام و بقائے دوام نیز مجھے اور میرے ابنائے وطن کو ان نفوس قدسیہ کے آثار قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

بندۂ عاجز و گنہگار امیدوار رحمت پروردگار

محمود احمد ابن مولوی سید علی محمد عباسی مرحوم

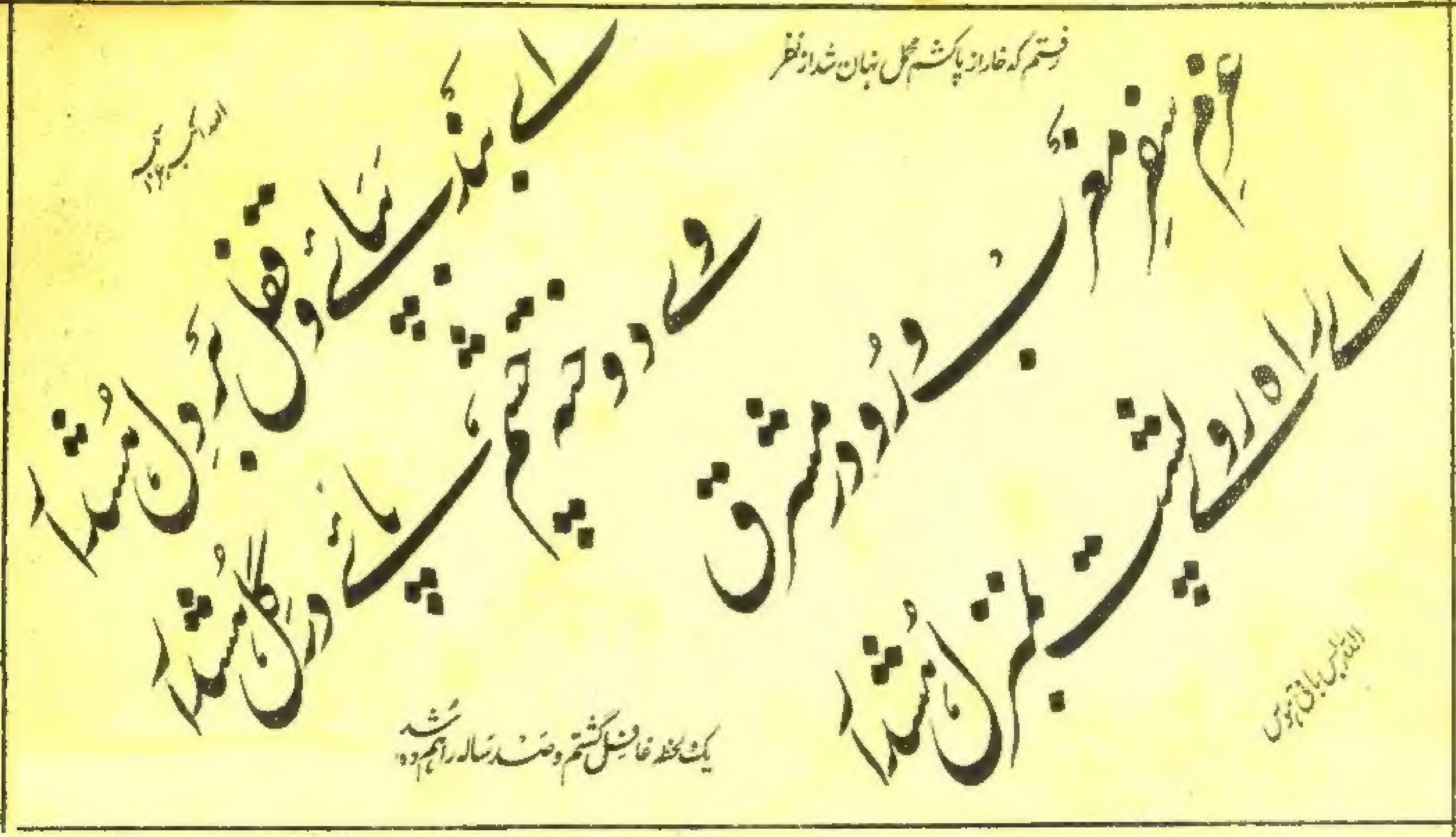
رفتم که خار از پا کشم محمل نهان شد از نظر
یک لحظه غافل گشتم و صد ساله راهم دور شد

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ نظم "یادِ ایام"	۱-۵۲	۱۸	شاہ قطب الدین	۵۲
۲	مشایخ دانقیا	۱	۱۹	شاہ صدرالدین	۵۴
۳	شیخ الصوفیہ سید احمد گنج رواں	۱	۲۰	شاہ ابوالقاسم	۵۵
۴	سید اعزالدین سہروردی	۲	۲۱	شیخ عمر حسین	۵۷
۵	سید عبدالعزیز حاجی حرمین	۳	۲۲	شاہ محمد قادری	۵۹
۶	سید شرف الدین حسن شاہ ولایت	۴	۲۳	سید محمود نقشبندی	۶۰
۷	شیخ معین الدین صدیق	۲۱	۲۴	شاہ عبداللہ جوگ	۶۱
۸	قاضی عبداللطیف سہروردی	۲۲	۲۵	سید الہ یار نقشبندی	۶۲
۹	سید محمد ابدال دودھ داری	۲۲	۲۶	مولانا فتح اللہ غازی	۶۳
۱۰	سید اشرف جہانگیر	۲۳	۲۷	شیخ عبدالمجید علوی	۶۵
۱۱	شیخ نصیرالدین چشتی	۲۸	۲۸	شاہ شکراللہ قادری	۶۸
۱۲	شیخ جیا سلدہ قدرتی	۳۱	۲۹	شیخ طیب قریشی	۷۰
۱۳	حضرت شاہ ابن بدر چشتی	۳۷	۳۰	شیخ الہداد نقشبندی	۷۱
۱۴	شیخ پیرک چشتی	۴۶	۳۱	شاہ مخدوم عالم	۷۲
۱۵	شاہ محمد	۴۷	۳۲	سید فتح محمد	۷۳
۱۶	شاہ احمد	۴۸	۳۳	میاں شیخ محمود	۷۵
۱۷	شاہ نورالدین	۴۹	۳۴	سید عبدالحکیم	۷۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۵	شاہ غوث عالم	۸۱	۵۵	شاہ غضنفر الدین محمد جعفری	۱۲۱
۳۶	شیخ جان محمد	۸۵	۵۶	شاہ رحمت اللہ	۱۲۶
۳۷	سید عصمت اللہ	۸۵	۵۷	شاہ عبدالہادی صدیقی	۱۲۷
۳۸	سید حاجی محمد	۸۷	۵۸	شاہ عبدالرسول قادری	۱۴۱
۳۹	شاہ مسکین	۸۸	۵۹	شاہ جعفر	۱۴۶
۴۰	منتہو شاہ	۸۸	۶۰	سید عبدالغنی شاہ	۱۴۷
۴۱	منعم شاہ	۸۹	۶۱	میر غلام نبی	۱۴۸
۴۲	شیخ فیض اللہ علوی	۸۹	۶۲	شاہ معز الدین معروف میاں نوح	۱۴۹
۴۳	شیخ محمد فاضل	۹۱	۶۳	میاں پیر بخش	۱۵۰
۴۴	شاہ علاؤل چشتی	۹۲	۶۴	مولوی سید عزیز اللہ عرف پیر جیون	۱۵۶
۴۵	شاہ گھاسی	۹۴	۶۵	شاہ دوست محمد	۱۵۸
۴۶	میاں ولی محمد نخشبی	۹۶	۶۶	شاہ عبدالباری چشتی	۱۶۲
۴۷	مولانا عبدالرشید عباسی	۹۸	۶۷	خلیفہ غلام غوث عرف حیران شاہ	۱۶۹
۴۸	سید غلام محمد نقشبندی	۹۹	۶۸	میران حاتم علی چشتی	۱۷۱
۴۹	شاہ محمد فیاض جعفری	۱۰۰	۶۹	مولانا سید عبدالحی	۱۷۳
۵۰	شاہ یوسف	۱۱۰	۷۰	شاہ بدہ قادری	۱۷۴
۵۱	شاہ نظام الدین سہروردی	۱۱۱	۷۱	حاجی غلام علی شاہ	۱۷۴
۵۲	شاہ قیام الدین محمد	۱۱۲	۷۲	شاہ امین اللہ نقشبندی	۱۷۵
۵۳	شیخ عبداللطیف بہجہ کی	۱۱۳	۷۳	شاہ رحمن بخش چشتی	۱۷۶
۵۴	شاہ یتیم صحرائی	۱۲۰	۷۴	محبوب علی شاہ	۱۷۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۵	حاجی سید سعادت علی	۱۸۶	۹۵	قاضی نظام الدین قریشی	۲۳۳
۷۶	صوفی خدا بخش عباسی	۱۸۷	۹۶	قاضی سید امیر علی	۲۳۶
۷۷	مولانا سید امانت علی چشتی	۱۸۸	۹۷	مفتی محمود بخشبی	۲۳۷
۷۸	حاجی عبد اللہ شاہ	۱۹۱	۹۸	مولانا رکن الدین عباسی	۲۳۸
۷۹	مولانا سید احمد علی شاہ عباسی	۱۹۲	۹۹	مولانا سید میر علی	۲۴۱
۸۰	شاہ محمد امین غازی	۱۹۹	۱۰۰	میر سید محمد میر عدل	۲۴۲
۸۱	میاں نبی بخش	۲۰۱	۱۰۱	مولانا الہ داد عباسی	۲۵۱
۸۲	شاہ غلام حیدر خان	۲۰۲	۱۰۲	مولانا ابن عباسی	۲۵۲
۸۳	شاہ غلام مصطفےٰ چشتی	۲۰۶	۱۰۳	اخوند سید سعید	۲۵۳
۸۴	حافظ سید یوسف علی چشتی	۲۱۱	۱۰۴	ملا امان اللہ	۲۵۳
۸۵	شاہ قیام الدین جعفری	۲۱۲	۱۰۵	قاضی سید کبیر	۲۵۴
۸۶	شاہ بہار الدین نقشبندی	۲۱۸	۱۰۶	مولنا علاؤ الدین محمد نادری	۲۵۵
۸۷	حافظ عباس علی خان	۲۲۱	۱۰۷	مولنا سید قطب الدین	۲۵۶
۸۸	شاہ عبد الحلیم عباسی	۲۲۲	۱۰۸	مولنا دل عباسی	۲۵۷
۸۹	قاضی محمد ابن عباس عباسی	۲۲۳	۱۰۹	مولنا محمد عباسی	۲۵۹
۹۰	شاہ ممتاز الرحمٰن صدیقی	۲۲۴	۱۱۰	مولانا محمد قاسم خطیب	۲۶۲
۹۱	مجاذیب	۲۲۷	۱۱۱	مولانا سید اشرف دانشمند	۲۶۳
۹۲	صالحات	۲۲۸	۱۱۲	ملا فیضی	۲۶۳
۹۳	حاجی شاہ محمد ابراہیم	۲۲۹	۱۱۳	شیخ عبد الحکیم	۲۶۴
۹۴	علما و فضلا	۲۳۳	۱۱۴	ملا صدر الدین عباسی	۲۶۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۵	مولوی سید محمد اشرف	۲۶۷	۱۳۵	مولوی سید فضل اللہ خاں	۲۸۳
۱۱۶	شیخ نور محمد قریشی	۲۶۶	۱۳۶	حافظ سید مہربان علی	۲۸۴
۱۱۷	سید غلام محمد	۲۶۷	۱۳۷	مولوی سید حسن بخش	۲۸۴
۱۱۸	مولنا نور محمد عباسی	۲۶۸	۱۳۸	مولوی سید بہادر حسین	۲۸۵
۱۱۹	قاضی سید محمد فیاض	۲۶۸	۱۳۹	مولوی سید محمد عسکری	۲۸۶
۱۲۰	مولنا عبد الواحد عباسی	۲۶۹	۱۴۰	مولوی سید محمد حسین جعفری	۲۸۷
۱۲۱	مولانا عبد الکریم انصاری	۲۶۹	۱۴۱	مولوی امداد العلی	۲۸۸
۱۲۲	مولوی خان محمد عباسی	۲۶۹	۱۴۲	مولنا عبد العزیز	۲۸۸
۱۲۳	مولنا سلطان الدین محمد	۲۷۰	۱۴۳	مولوی سید فضل حسین	۲۹۰
۱۲۴	مولوی محمد اکرم	۲۷۰	۱۴۴	مولوی کریم بخش نخشبی	۲۹۱
۱۲۵	قاضی امانت علی	۲۷۱	۱۴۵	مولوی سید سبحان بخش عباسی	۲۹۲
۱۲۶	مولوی عزیز اللہ	۲۷۱	۱۴۶	مولوی سید داد علی عباسی	۲۹۳
۱۲۷	مولنا شاہ ضیف اللہ	۲۷۲	۱۴۷	مولوی سید علی حسین	۲۹۵
۱۲۸	مولنا امام الدین نخشبی	۲۷۳	۱۴۸	مولوی محمد حسن	۲۹۵
۱۲۹	ملا پہلوان	۲۷۷	۱۴۹	مولوی سید اکبر علی شاہ	۲۹۶
۱۳۰	مولوی سید رمضان علی	۲۷۷	۱۵۰	مولانا سید فرزند علی	۲۹۷
۱۳۱	مولوی کریم اللہ صدیقی	۲۷۷	۱۵۱	مولوی سید عبد القیوم	۲۹۸
۱۳۲	مولوی سید محمد سیادت	۲۷۸	۱۵۲	مولوی حاجی سید رافت علی	۲۹۹
۱۳۳	مولوی سید سعادت علی عباسی	۲۸۰	۱۵۳	مولوی بشیر علی	۳۰۱
۱۳۴	مولوی سید بشیر علی	۲۸۱	۱۵۴	مولنا حکیم محمد حسن	۳۰۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۵	مولوی سید احمد حسین	۳۰۶	۱۷۵	مولوی سید ابوالقاسم	۳۳۹
۱۵۶	مولوی سید سعید حسن	۳۰۷	۱۷۶	مولوی فیاض علی	۳۴۱
۱۵۷	مولوی سید محمد احسن	۳۰۸	۱۷۷	مولوی حاجی سید مرتضیٰ حسین	۳۴۱
۱۵۸	مولوی سید سخاوت حسین	۳۰۹	۱۷۸	مولوی احمد حسین خان	۳۴۲
۱۵۹	مولوی محمد حسین صدیقی نابینا	۳۱۲	۱۷۹	مولوی شوکت حسین	۳۴۳
۱۶۰	مولوی آل حسن نخشبی	۳۱۳	۱۸۰	مولوی محمد امین الدین خان	۳۴۴
۱۶۱	مولوی محمد امانت اللہ	۳۱۴	۱۸۱	مولوی حافظ عبدالغنی انصاری	۳۴۴
۱۶۲	مولوی سید باقر حسین	۳۱۵	۱۸۲	مولوی سید علی زینبی	۳۴۵
۱۶۳	مولوی سید اعجاز حسن	۳۱۶	۱۸۳	مولوی انوار الحق عباسی	۳۴۶
۱۶۴	سید العلماء مولوی سید محمد حسن محدث	۳۱۷	۱۸۴	مولوی سید رضا حسن رضوی	۳۴۵
۱۶۵	مولانا سید اولاد حسن سلیم	۳۲۳	۱۸۵	مولوی سید جواد حسین	۳۴۹
۱۶۶	مولوی حکیم خلیل الرحمن	۳۲۷	۱۸۶	مولوی محمد اختر شاہ خان	۳۵۰
۱۶۷	مولوی قطب الدین صدیقی	۳۲۸	۱۸۷	مولانا حافظ محمد اعزاز علی	۳۵۱
۱۶۸	مولوی شیخ خادم حسین	۳۲۸	۱۸۸	مولوی سید احمد امین	۳۵۴
۱۶۹	مولوی سید عبدالعزیز	۳۲۹	۱۸۹	مولوی سید یوسف حسین مجتہد	۳۵۶
۱۷۰	مولوی میر عبداللہ فرحتی عباسی	۳۳۰	۱۹۰	مولوی سید محمد مجتہد	۳۵۶
۱۷۱	مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی	۳۳۲	۱۹۱	مولوی سید حبیب اللہ اتقی کاظمی	۳۵۷
۱۷۲	شمس العلماء مولانا سید نجم الحسن مجتہد	۳۳۴	۱۹۲	مولوی سراج احمد خان	۳۵۹
۱۷۳	مولوی قطب الدین خوشنویس	۳۳۵	۱۹۳	مولوی انوار الحق	۳۶۰
۱۷۴	مولوی تسلیم احمد کنبوہ	۳۳۸	۱۹۴	مولوی سید اظہار الحق عباسی	۳۶۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	خلیفہ الٰہی بخش	۳۶۱	۲۰۰	قطعات تاریخ	۳۹۸-۴۱۶
۱۹۶	مولوی حاجی سید معظم حسنین	۳۶۳	۲۰۱	صحت نامہ تاریخ امروہہ (جلد اول)	۴۱۷ / ۴۲۷
۱۹۷	مولوی سید محبوب الحسن	۳۶۳			
۱۹۸	نظم در وصف امروہہ	۳۶۴ / ۳۷۱	۲۰۲	صحت نامہ تذکرۃ الکرام	۴۳۱
۱۹۹	وجہ تالیف و حالات مؤلف	۳۷۲-۳۹۷	۲۰۳	ماخذ تالیف	۴۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً

دیباچہ

چندش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

دیباچے ہی جن میں موضوعِ کتاب، سببِ تالیف اور تالیف کی غایۃ و غرض کا اظہار ہوتا ہے آج کل کتاب کا اہم اور ضروری جزو سمجھے جاتے ہیں۔ مگر پیشِ نظر کتاب کا مقصد و منشاء محتاج تصریح نہیں، موضوعِ کتاب اور تالیف کی غرض و غایۃ نام ہی سے ظاہر ہے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ۔ ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ یہ کتاب نہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق کی ہے اور نہ شاید وقت کا یہ اقتضاء ہے کہ "نئے زمانے" میں "پرانی باتیں" سنائی جائیں۔ طرزِ لباس اور طریقِ معاشرت کی طرح جو آئے دن تبدیل ہوتے رہتے ہیں خیالات کا بھی ایک فیشن ہوتا ہے یعنی اکثر افراد قوم کی ذہنیت ہر زمانہ میں خاص رنگ اختیار کر لیتی ہے ہندوستان آج کل جس دور سے گذر رہا ہے ایک خاص خیال اور خاص جذبہ کی لہر آبادی کے ہر طبقہ میں سرایت کئے ہوئے ہے **آزادی** کا لفظ ہر خاص و عام، پیر و جوان، مرد و عورت، عالم و جاہل، ہوشمند ہر کس و ناکس کی زبان پر ہے اور اس کا ولولہ جو بعض حالات میں جنون کے درجہ تک پہونچ چکا ہے، سیاسی معاملات حکومت وقت کے آئین و قوانین کی خلاف ورزیوں ہی تک

محدود نہیں رہا بلکہ دین و مذہب کی پابندیوں، اسلامی سوسائٹی کی بندشوں اور مشرقی تمدن و معاشرت کی قیود سے آزادی حاصل کرنا بھی روشن خیالی کی روشن دلیل سمجھا جاتا ہے۔ مذہبیات کا نام تاریک خیالی رکھ لیا ہے، بزرگانِ دین کی تضحیک فیشن میں داخل ہے انتہا یہ ہے کہ بعض لامذہب قوموں کی تقلید میں "مجالسِ مخالفِ خدا" **Anti God Leagues** بھی قائم ہونے لگی ہیں۔ ایسی مسموم فضا اور ناموافق زمانہ میں مقبولانِ خدا کے تذکروں کی ترتیب و تدوین اور اشاعت ناموزوں اور غیر ضروری ہونے کے بجائے اور بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے ؎

نوا را تلخ تر میزن چو ذوقِ نغمہ کم یابی　　　حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

میرا یہ پختہ خیال ہے کہ دین و مذہب سے نفرت و بیگانگی کی موجودہ حالت ایک عارضی کیفیت ہے جو مادی علوم کے سحر کارانہ اثرات، مغربی تمدن کی ظاہری دلآویزیوں اور بمصداق النّاس علیٰ دینِ ملوکہم حکمراں قوم کی تہذیب و شائستگی کی کورانہ تقلید سے پیدا ہوئی ہے۔ اس افسوسناک حالت کا جو زہریلا اثر اسلامی سیرت اور قومی کیرکٹر پر پڑا ہے اہلِ بینش سے پوشیدہ نہیں ؎

من درونِ شیشہ ہائے عصرِ حاضر دیدہ ام　　　آنچناں زہرے کہ از وے مارہا در پیچ و تاب

انگریزی زبان کا مشہور مقولہ **East is East, & West is West**

And never the twain shall meet

یعنی مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب، ان دونوں کا اتصال ممکن الوقوع نہیں، معناً بالکل صحیح ہے۔ **مشرق** ہمیشہ سے یعنی کم از کم اس وقت سے جب سے کہ نوعِ انسانی کے تاریخی حالات کا پتہ چلتا ہے، مذہبیات اور روحانیات کا گہوارہ رہا ہے۔ بانیانِ مذاہب، ہادیانِ دین، انبیاء و رُسل یہیں پیدا ہوئے اور اسی مشرق سے دنیا کے ہر ملت و مذہب کا آفتاب طلوع ہوا جس کی ضیا پاشی نے دنیائے معلومہ کے تاریک سے تاریک گوشوں کو روحانیات کے نور سے منور کر دیا۔ برخلاف اس کے **مغرب** جس کے تہذیب و تمدن کی مدت کے آمدی وکے پیرشدی، تین چار صدی سے زیادہ قدیم نہیں، روحانیات سے بیگانہ، مادیت کے بھنور میں پھنسا ہوا ہے۔ کہنے کو تو اکثر بلادِ مغرب

کے باشندے عیسوی مذہب کے نام لیوا ہیں مگر بقول جناب اکبر الہ آبادی ؎

بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو　　بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو

برق گر جائیگی اک دن اور اڑ جائیگی بھاپ　　دیکھنا اکبر بچائے رکھنا اپنے آپ کو

یورپ و امریکہ کو مشرقی اقوام کے مقابلہ میں جو تفوق و امتیاز، اثر و نفوذ، رعب و دبدبہ، قوت و شوکت، جبروت و سطوت دو ڈھائی صدی سے حاصل ہے وہ تمامتر مادی علوم اور صنعتی و اقتصادی فوقیت کی وجہ سے ہے۔ دیگر علوم و سائنس میں بھی ان کا درجہ کمال مسلم ہے۔ اقوام مغرب کی صنعتی و حرفتی برتری و مادیت سے ہرگز انکار نہیں، مادی علوم میں ان کی ترقی ضرور محیر العقول ہے لیکن مادیت کو فنا ہے بقا نہیں۔ مادر گیتی نے علوم و فنون کی ایسی ترقیوں کے بہت سے منظر دیکھے ہیں۔ امم قدیمہ کی مثالیں ذرا چشم تصور کے سامنے لائیے اور دیکھئے کہ اس خاکدان ارضی، اس طلسم کدۂ ہستی اور اس خرابۂ عالم کی اسٹیج پر یکے بعد دیگرے کتنی اور کیسی کیسی ملتیں آئیں اور اپنے اپنے تہذیب و تمدن، علوم و فنون، جاہ و حشمت، قوت و شوکت کے تماشے دکھا کر گمنامی اور فنا کے تاریک پردے میں روپوش ہوگئیں۔ مصر و یونان، بابل و نینوا کے کھنڈرات ہی زبان حال سے عہد عتیق کے تمدن کی عجیب و غریب داستانیں سناتے ہیں، دور کیوں جائیے، ہندوستان کا چپہ چپہ گذرے ہوئے قافلوں کے نقوش پا اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ کچھ عرصہ ہوا صوبہ سندھ کی سیاحت کے دوران میں راقم الحروف کو موہن جو ڈارو کے آثار قدیمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ نہایت قدیم تاریخی مقام دریائے انڈس کے کنارے آباد تھا۔ دریا اب اس مقام سے میلوں دور ہٹ گیا ہے۔ محکمۂ آثار قدیمہ نے ریت اور مٹی کے ٹیلوں کو جو ہزارہا برس سے اس ویرانہ میں موجود اور عوام الناس کے نزدیک بھوتوں اور ارواح خبیثہ کا مامن و مسکن سمجھے جاتے تھے، کھود کھود کر ویران بستیوں کے کھنڈر نکالے ہیں۔ اثری تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ یہ تین بستیاں یکے بعد دیگرے اس جگہ آباد ہوئیں تقریباً چار ہزار برس پیشتر کسی نہایت درجہ متمدن قوم کا گہوارہ تھیں۔ مکانوں کی صاف اور اونچی اینٹیں

سانچہ میں ڈھلی ہوئی آجکل کے ٹائلس Tiles کے مشابہ سڑکیں سیدھی باقاعدہ Drainage System کے اصول کے مطابق نالیاں زمانہ حال کے Town Planning کے موافق اسی طرح اور بہت سی چیزیں ان کھنڈروں میں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جن سے بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جن قوموں کے یہ چند آثار شکستہ باقی رہ گئے ہیں وہ تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت اور دستکاری میں معاصر اقوام کے مقابلہ میں تفوق اور امتیاز رکھتی تھیں لیکن قرنہا قرن سے اُنکے حالات پر گمنامی کا تاریک پردہ پڑا ہوا ہے، اور آج دُنیا میں ان کھنڈرات کے سوا نہ اُنکے کچھ آثار باقی ہیں اور نہ اُنکے تمدن و معاشرت اور ایجادات کا کوئی نشان۔ یہ حشر ہوتا ہے مادّی ترقی کا!

برخلاف اسکے وہ روحانیت جو مذہبی تعلیمات نے پیدا کی وہ معتقدات جن کی تعلیم انبیاء و رسل نے دی وہ حکمت جو پیغمبروں نے سکھائی، وہ تمدن جس کی بنیاد و اساس دین نے ڈالی باوجود حوادث و انقلابات کے آج تک باقی ہے اور الی یوم القیامۃ باقی رہے گی اسکے ثبوت میں صدہا شہادتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اب سے ٹھیک پانچہزار دو سو پچہتر برس پہلے اسی مشرقی دنیا کے ایک گوشہ میں ایک خشک اور بے سبزہ و گیاہ سرزمین، ایک بیابان ریگ زار ایک "وادی غیر ذی زرع" میں جس کی سطح ناہموار اور بے نوبر آبادی کا نام و نشان نہ تھا خدائے قدوس کے دو مخلص بندوں مقدس باپ بیٹوں یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے جس روحانیت مذہب اور جس تہذیب و تمدن کی بنیاد قایم کی وہ حوادث و انقلاب اور فنا و زوال کے اثرات سے اب تک محفوظ و مصئون ہے۔ چند پتھروں سے چنی ہوئی وہ متبرک و مقدس چار دیواری جو ان پیغمبروں کے ہاتھوں تعمیر ہوئی اب تک چالیس کروڑ فرزندان توحید کی سمت قبلہ و کعبۂ مقصود بنی ہوئی ہے حالانکہ دُنیا کے بڑے بڑے کشورستانوں دارا و سکندر جیسے عظیم الشان بحری خشکیوں اور سمندروں پر حکمرانی کرنے والی قوموں کی ان محکم اور عظیم الشان یادگاروں کی ایک اینٹ بھی دُنیا میں باقی نہیں جو اس متبرک چار دیواری کے صدہا برس بعد بنی تھیں

کوئی کھنڈر باقی بھی ہے تو ان کا نہ کوئی نام لیوا ہے اور نہ اُن کے بنائے ہوئے آئین و قوانین کا کچھ پتہ و نشان! لیکن اُن متبرک ہستیوں کی سنگ و خشت کی یادگاروں سے کہیں زیادہ ان کی تعلیمات قرنہا قرن گزر جانے کے باوجود اب تک کروڑوں انسانوں کی عملی زندگیوں میں موجود ہیں، بحالیکہ اب نہ نوشیرواں عادل کے آئین قوانین کا کہیں پتہ ہے اور نہ حکیم سولن کے نظام جمہوریت کا۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زبان سے جو صدائے لبیک! لبیک! اللھم لبیک آج سے پانچہزار برس پیشتر نکلی تھی۔ اب بھی وہ ہی صدا کرہ ہوا میں گونجتی اور ہر سال میدان حج میں لاکھوں پیروان توحید کی زبان سے نکلتی ہے۔ خدا کے اس محبوب بندے نے کعبہ کی چار دیواری چنتے وقت جو دعا مانگی تھی یہی:-

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا — یارب ہم سے قبول کر بیشک تو سننے والا اور جاننے والا ہے

واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ — اے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل کو اپنی فرمانبردار

مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا — قوم بنا۔ اور ہمیں ہماری عبادتگاہیں دکھا اور ہماری توبہ

انک انت التواب الرحیم ربنا وابعث — قبول کر بیشک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا

فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک — اے رب ان ہی میں سے ایک رسول بھیج جو تیری نشانیاں

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک — ان کو پڑھکر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور

انت العزیز الحکیم — ان کو پاک کرے بیشک تو غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

یہ دعا جس درجہ مقبول ہوئی وہ پیغمبر اسلام صلعم اور دین اسلام کے ظہور و ترقی سے بیارو(؟) عالم میں روشن ہے۔ جس برگزیدہ رسول کی آمد کی علم و حکمت کے جس معلم شفیق انسانوں کے نفوس و قلوب کے جس مصلح اعظم دنیا کے ظلمت کدوں کو نور و ہدایت سے معمور کرنے والے جس خاتم النبیین کے تشریف لانے [illegible] علیہ السلام نے [illegible] کی دعا کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ حضور سرور کائنات کی بعثت آپ کے روحانی فیض و برکات سے دنیا کا چپہ چپہ مستفیض ہوا گذشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ ان روحانی تعلیمات کی اشاعت

و تبلیغ کا کام علمائے ربانی اور مشائخ وصوفیائے کرام کی جماعتوں نے انجام دیا ہے اور یہ سلسلہ خیراب تک برابر جاری ہے اور یوم قیامت تک جاری رہیگا ؎

کسیکہ محرم باد صباست می داند
کہ با وجود خزاں بوئے یاسمن باقی ست

مشائخ وعلماء ان حاملان تعلیمات نبوی یعنی علماء ومشائخ کے عہد رسالت سے تقریباً ایک صدی بعد دو گروہ ہونے شروع ہوگئے تھے اس تفریق کے متعلق مختصر تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے علم وعمل کا نور براہ راست مشکوٰۃ نبوۃ سے ماخوذ ومقتبس تھا۔ اصحاب نبی کی ہی جماعت وہ مقدس جماعت تھی جو تعلیمات نبوی سے کامل طور پر بہرہ ور ہوئی۔ جسے قرآن حکیم نے تمدیقیت کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ تزکیہ وتطہیر اور استعداد اثر پذیری کے لیے انکے قلوب گویا مصفا ومجلی آئینے تھے کہ جمال نبوت اور حسن حقیقت پوری طرح پر توفگن ہوا ان کا عکس دوسروں پر پڑا یعنی صحابہ کے بعد تابعین انکے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے اور اس طرح انکے بعد آنے والے جنہیں اصطلاحاً تبع تابعین کہا جاتا ہے۔ فیضیاب ہوئے اس زمانہ میں سب سے پہلی مرتبہ علم ظاہر وعلم باطن کی تفریق شروع ہوئی۔ اول تو خود صحابہ کی جماعت میں بعض حضرات بہ نسبت دوسروں کے زہد وعبادت زیادہ کرتے مثلاً اصحاب صفہ۔ تابعین میں حضرت حسن بصریؒ اور بشر حافی زہد وطاعت میں امتیاز خصوصی رکھتے تھے، دوسرے لوگ ان سے اخلاق وآداب واعتقادیات وروحانیات کی تعلیم حاصل کرتے اسکے بعد جب علوم وفنون کی تدوین شروع ہوئی۔ اور جہان چار دانگ عالم میں پھیلے تو اس وقت تقسیم عمل کے اصول پر جماعتوں کا فرق ظاہر ہونے لگا۔ ایک جماعت جمع احادیث میں مشغول ہوئی۔ جو **محدثین** کے نام سے موسوم ہوئی، دوسری نے آیات واحادیث سے احکام

سلہ حضرت حسن بصریؒ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی، ان کی ماں حضرت ام سلمہ کی موالی سے تھیں اور حضرت ام سلمہ نے اپنا دودھ انکے منہ میں دیا۔ ایام طفلی میں حضرت عمر [illegible] صحابہ کی زیارت سے جن میں اصحاب بدر بھی شامل تھے مشرف [illegible] ہوئے [illegible] فیض حضرت علیؓ سے پایا۔ نوے برس کی عمر پاکر ۱۱۰ھ میں انتقال کیا۔ اکثر سلاسل مشائخ آپ سے منسوب ہیں۔

فقہ کا استنباط اپنے ذمہ لیا جو فقہا و مجتہدین کے لقب سے ملقب ہوئی۔ تیسرا گروہ معانی قرآن کی جانب متوجہ ہوا جو خطاب **مفسر** سے مشہور ہوا۔ ان کا مدار روایت زیادہ تر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ پر ہے جنکو بدعائے جناب رسالتمآب فہم معانی قرآن میں خدا داد ملکہ تھا۔ چوتھی جماعت نے اپنی تمامتر توجہ اصلاح باطن، تہذیب اخلاق اور تزکیۂ نفس میں مصروف رکھی جو معرفت الٰہی اور حصولِ سعادتِ حقیقی کا خاص ذریعہ ہے۔ یہ لوگ **صُوفی** کہلانے لگے۔

صُوفی

لفظ **صوفی** ابتدائے اسلام میں موجود نہ تھا۔ لفظ **مولوی** کی طرح یہ لفظ بھی بہت مدّت بعد پیدا ہوا۔ بعض اشخاص کہتے ہیں کہ صُوفی صُوف (بالضم) سے مشتق ہے۔ صوف ایک قسم کا جامہ تھا چونکہ یہ حضرات ظاہری زیب و زینت سے مبرا موٹے موٹے کپڑے پہنتے تھے اسلیے صوفی کہلائے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ لفظ صَوف (بالفتح) سے ماخوذ ہے جسکے معنی یکسو ہونے ماسوائے اللہ سے روگردانی کرنے کے ہیں۔ التصوف تصفیۃ الخیالات عما سوی اللہ یعنی اپنے خیالات کو غیر اللہ سے پاک و صاف رکھنے کا نام تصوف ہے اور جو اس پر عامل ہیں وہ صُوفی کہلاتے ہیں۔ کچھ لوگ اصحاب صفہ یعنی صحابہ کرام کی اس جماعت سے جنھوں نے امور دنیاوی سے یکسر قطع تعلق کرکے صرف زہد و طاعت الٰہی کو اپنا مطمح نظر بنا لیا تھا۔ لفظ صوفی کو مشتق بتاتے ہیں۔

بہرکیف صُوفی کی وجہ تسمیہ خواہ کچھ بھی ہو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صُوفیہ کا فرقہ کوئی نیا فرقہ ہے جس کو عہد رسالت کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ بعینہ یہی کیفیت لفظ مولوی کی ہے۔ یہ لفظ بھی ابتدائے اسلام میں موجود نہ تھا اور نہ اس زمانہ میں درس و تدریس اور افتا کا یہ طریقہ تھا جو اب تک رائج ہے۔ مشائخ اور علما حقیقتاً ایک ہی شجر نبوت کی دو مختلف شاخیں ہیں جو اصل سے نکلنے کے بعد تقسیم عمل کے طور پر جدا ہوگئی ہیں۔ مقصد دونوں کا ایک ہے جس طرح علما علم ظاہر کے عامل اور مبلغ شریعت ہیں۔ مشائخ و صُوفیہ علم باطن کے عامل اور مروج طریقت ہیں۔ علما دلائل ظاہرہ احکام شریعت کی تعلیم دیتے ہیں۔ مشائخ بفیض باطن تہذیب نفس صفائے قلب حاصل کرنے کے بعد احکام شریعت کی حقیقت بتاتے اور مقصد اصلی سے آگاہ کرتے ہیں۔ دونوں کی تعلیم کا سرچشمہ

ذات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایک گروہ کا دار و مدار علوم عقلیہ و نقلیہ حدیث و تفسیر فقہ و علم کلام معانی منطق اور ہیئت و فلسفہ وغیرہ پر ہے اور دوسرا گو علم متداولہ سے بہرہ وافر حاصل کرنے کے خلاف نہیں لیکن اس کا دار و مدار تزکیۂ نفس صفائے قلب اور عشق حقیقی پر ہے۔ دونوں کی منزل مقصود ایک ہے ؎

عقل کیلہ می برد عشق برد کشاں کشاں
ہر دو بمنزلے رواں ہر دو امیر کارواں

صوفی اور جوگی

بعض ناواقفوں کا خیال ہے کہ صوفیانہ خیالات اور عقائد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ہندوستان کے بعد ہندوؤں کے میل جول سے مسلمانوں میں ان مسائل کی اشاعت ہوئی۔ لیکن یہ خیال خیال باطل ہے۔ اسلامی سلطنت کے قائم ہونے کے بعد بلکہ بعض حالات میں خود فاتحین کے ہمراہ جو مشائخ و صوفیہ وارد ہند ہوئے وہ اپنے طریقہ اور سلسلے کی تعلیمات کے بہت پہلے سے پابند تھے۔ مریدین کی خاصی تعداد انکے ساتھ ہوتی تھی جو ان بزرگوں سے تعلیم باطنی حاصل کرکے دوسروں کو فیض پہنچاتی تھی سچ پوچھیے تو ہندوستان میں اشاعت اسلام کا باعث یہی مقدس نفوس تھے انکے نورانی چہرے، عجائب و غرائب واقعات زندگی، دُنیا اور کاروبارِ دُنیا سے بے تعلقی اور خدائے پاک کی طاعت میں انہماک کو دیکھکر غیر مسلموں اور اجنبیوں کے دلوں میں ان کی عظمت و محبت پیدا ہوتی جو بے اختیار قبول اسلام پر انہیں مائل کرتی۔ یہ نومسلم برکات صحبت سے مستفید ہو کر خود بھی مبلغین اسلام کا ہاتھ بٹاتے۔ اسکے ثبوت میں واقعات نقل کیے جائیں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے گی۔ مشائخ کے تذکرے، ہندوستان کی کتب تاریخ اور بعض دوسری تصانیف "پریچنگ آف اسلام" (اشاعت اسلام مصنفہ سر ٹی ڈبلیو آرنلڈ) ملاحظہ ہوں +

مذہب ہنود اور تصوف

جس طرح عام مذہبی اصول اکثر مذاہب میں مشترک پائے جاتے ہیں اسی طرح مسائل تصوف میں مشترک ہیں۔ ہندوؤں میں بھی علم تصوف بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے جس طرح مشائخ اسلام ذکر، شغل مراقبہ اور توجہ باطنی کے ذریعہ تعلیم دیتے اور

مریدین سے مجاہدات و ریاضات شاقہ طلب کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندو فقرا اور جوگی بھی ریاضت اور محنت کرتے، حبسِ دم، و نفس کشی وغیرہ کے ذریعہ صفائے قلب حاصل کرتے تھے۔ صاحب کتاب محیط معرفت لکھتے ہیں کہ:۔

"حق سبحانہ و تقدس در روز ازل نود و دو صد لک انفاس بانسان کہ اشرف المخلوقات است در دور کلجگ کہ عبارت از زمان آخرین باشد عطا فرمودہ و نسخہ عمر او را بہ تسلسل ایں رشتہ با شیرازہ دوام در آوردہ از یں موجب اگر انسان در حب ایں چنیں نعمت عظمیٰ یعنی انفاس خود را مصروف بعبادت صمد نماید روا ست و تمامی وسیلۂ عمر عزیز خویش را مقسوم شکر و سپاس گرداند بجا بلکہ اگر بازا ایں نعمت کبریٰ نقد جان را نثار گرداند لایق و جواہر زندہ را فدا سازد موافق و ہر انسانے کہ در روز و شب عنان انفاس را در قبضۂ اختیار خود کشیدہ از روئے شمار بست و یکہزار و ششصد دم صرف نماید بکمال عمر طبعی کہ یکصد و بست سال پنج روز است در عالم ظہور زندہ و قایم ماند۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حبسِ نفس کا طریقہ ہندو فقرا میں قدیم سے رائج تھا۔ وحدۃ وجود کا مسئلہ بھی قریب قریب مشترک پایا جاتا ہے۔ مشائخ اسلام کے کلام میں تو اس مسئلہ کا ذکر نہایت بہتات سے کیا گیا ہے۔ سنسکرت اور بھاشا کی کتب تصوف (جوگ) میں وحدۃ وجود کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس موقع پر کتاب محیط معرفت[1] سے چند اشعار نقل کرنے مناسب ہیں ؎

در بغل طفل و منادی بہر آں	مادرش در شہر نالد ازگماں
مشک در نافست و آہو بہر او	درمیانِ دشت گرداں سو بہ سو
اختراعِ شیشہ خانہ در جہاں	ہست از بہر برائے سرِّ وراں
سگ چو عکس خویش را بیند در آں	جاں ز غفلت می کند عوعو کناں
شیر در چہ عکس خود دیدہ در آب	می فتد از ابلہی گردد خراب

---

[1] کتاب محیط معرفت ترجمہ پنڈت رائے سینداس ترجمہ فارسی یوگ سرودی مصنفہ پنڈت سری ہما۔ ج پچوندہس جی دہلوی (نسخہ قلمی)

هم چنیں ایں آدمی از روئے سہو | خویش را دور از طلبی کردست تو
در تلاشش دست و پائے خود بزن | من طلبی وجدانی را یاد کن
رمز فی یسمع و بی یبصر بخواں | ہرچہ می بینی و شنوی حق بداں

اس طرح بعض مسائل تصوف کے اشتراک سے ناواقفوں کو یہ دھوکہ ہوا اور انہوں نے غلطی سے یہ خیال کر لیا کہ اسلامی تصوف ہندوؤں کے میل جول کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ جس طرح علم ظاہر اور احکام شریعت سرچشمۂ نبوت سے ماخوذ ہیں۔ اسی طرح علم تصوف بھی سینہ بسینہ اسی عہد سے متوارث چلا آتا ہے جس طرح شریعت کی اس لیے تکذیب نہیں کی جا سکتی کہ ہزاروں لاکھوں علماء دین نے مختلف بلاد و امصار میں اس کو بطریق تواتر نقل کیا ہے۔ اسی طرح تصوف کی بھی اس لیے تردید نہیں ہو سکتی کہ تقریباً اسی تعداد کے ساتھ اطراف عالم میں اس کے نقل کرنے والے ہر عہد اور ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں۔

اسلامی تصوف اب یہ بحث باقی رہتی ہے کہ آخر تصوف کیا چیز ہے جس کو ظاہر شریعت سے ممتاز کر کے علیحدہ بیان کیا جاتا ہے اور اس کا نام **طریقت** رکھا گیا ہے؟ اس کا صحیح جواب تو خود صوفیہ کی زبان سے سننا چاہیے جن کی کتابوں کی عبارتیں ہم آئندہ نقل کریں گے لیکن ان کے کلام سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیر کامل کی صحبت اور توجہ باطنی کی برکت سے قلب میں صفائی اور نور پیدا ہو کر ادراک کا ایسا راستہ کھل جاتا ہے جو مدارک عادیہ یعنی حواس و عقل سے ماوراء ہے جس میں نقلی دلائل وغیرہ میں سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں۔ پھر ظاہری احکام شریعت نماز، روزہ حج و زکوٰۃ نیز دیگر اخلاق فاضلہ جیسے صبر و توکل و قناعت و سخاوت وغیرہ ایک خاص رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ یقین حق الیقین بلکہ عین الیقین سے مبدل ہو جاتا ہے، ہر چیز کی حقیقت منکشف ہونے لگتی ہے اور بندہ کا تعلق ماسواء سے منقطع ہو کر ذات احدیت سے قائم ہو جاتا ہے۔ گو پہلے بھی احکام شریعت ادا کرنے کی صورت میں یہ باتیں موجود تھیں مگر دونوں میں تاریکی اور روشنی کا فرق ہے۔ دنیا سے حقیقی تنفر اور خداوند عالم کی جانب اصلی توجہ پیدا ہو جاتی ہے جو

انسان کی زندگی کا اعلیٰ مقصد اور حقیقی سعادت ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے اور بالکل صحیح طور پر کہا جاتا ہے کہ طریقت شریعت سے جدا نہیں بلکہ شریعت کا رنگ حقیقت ظاہر ہونا طریقت ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ فاروقی سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ :-

درمیان علماء و ایں بزرگواراں ہمیں قدر تفاوت است کہ علماء استدلالاً و علماً می دانند و ایشاں کشفاً و ذوقاً می یابند[1]	علماء اور ان بزرگواروں میں اسی قدر فرق ہے کہ علماء علم ظاہری اور دلائل سے معلوم کرتے ہیں اور صوفیہ کشف و ذوق کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ :-

طریقت و حقیقت کہ صوفیہ بآں ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است پس مقصود از تحصیل آں ہر دو تکمیل شریعت است نہ امر دیگر ورائے شریعت احوال و مواجید و علوم و معارف کہ صوفیہ را اثنائے راہ دست می دہند از مقاصد نیند بل اوہام و خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ از ہمہ اینہا گذشتہ بمقام رضا باید رسید کہ نہایت مقامات سلوک و جذبہ است[2]	طریقت و حقیقت جس سے گروہ صوفیہ ممتاز ہے یہ دونوں جزو ثالث کی تکمیل میں جس کو اخلاص کہتے ہیں شریعت کی خادم ہیں پس ان دونوں یعنی طریقت و حقیقت کی تحصیل کا مقصد شریعت کی تکمیل کے سوا کوئی امر دیگر نہیں ہے۔ شریعت کے ماوراء جو بھی حالات و وجدانیات اور علوم و معارف جو صوفیوں کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں وہ اصل مقاصد نہیں ہیں بلکہ ایسے اوہام و خیالات ہیں جن سے مکتب طریقت کے اطفال کی تعلیم و تربیت کی جاتی ہے ان سب سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیئے جو مقامات سلوک و جذبہ کی انتہا ہے

ایک اور مکتوب میں اتباع شریعت کے سات درجے قائم کیے ہیں فرماتے ہیں کہ :-

متابعت آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ سرمایۂ سعادات دینیہ و دنیویہ است درجات متعدد دارد درجۂ اولیٰ مر عوام اہل اسلام را است از اتیان احکام شرعیہ متابعت سنت سنیہ بعد از تصدیق قلب و پیش از اطمینان نفس کہ بدرجہ ولایت مربوط است و علمائے ظاہر و عباد و

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب سیزدہم [2] مکتوب سی و ششم (دفتر اول)

زیرا کہ معاملۂ ایشاں با طمینانِ نفس پیوستہ است ہمہ دریں درجہ متابعت شریک۔ و در حصولِ صورتِ اتباع برابرند وچوں نفس دریں مقام از کفر و انکار خود نرستہ است لاجرم ایں درجہ مخصوص بصورت متابعت باشد۔ ایں صورت متابعت در رنگ حقیقت متابعت موجب فلاح و رستگاری آخرت است و نجی از عذاب نار است و مبشر بدخول جنت از کمال کرم انکار نفس را اعتبار نانمودہ بتصدیق قلب کفایت فرمودہ است ونجات را مربوط بآں تصدیق ساختہ[1]

می توانی کہ دہی اشک مرا حسنِ قبول　　　　ایکہ در ساختۂ قطرۂ بارانی را

درجہ دویم از متابعت اقوال و اعمال اوست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ بباطن تعلق دارد از تہذیبِ اخلاق و دفع رذائل صفات وازالۂ امراض باطنیہ وعلل معنویہ کہ بمقام طریقت متعلق اند۔ ایں درجہ اتباع مخصوص بارباب سلوک است کہ طریقۂ صوفیہ را از شیخ و مقتدا اخذ نمودہ بودی و مفاوز سیرالی اللہ را قطع می نمایند۔ درجہ سیوم از متابعت اتباع احوال و اذواق و مواجید آں سرور است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ بمقام ولایت خاصہ تعلق دارند الخ

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں بسلسلہ ترجمہ شیخ عبدالوہاب متقی رقمطراز ہیں کہ:۔

روزے درویشے از خدمت ایشاں پرسید کہ نماز گذاردن بہتر است یا ذکر دن۔ فرمودند نماز گذاردن ہم کارے بزرگ است ولیکن بکثرت ذکر تعالے و اعتقادے حاصل می شود کہ آخر بفنائے وحدت می کشد۔ عرض کردہ شد کہ فنا، وحدۃ چہ می باشد۔ فرمودند آں لذتے ست بچشیدن تعلق دارد۔ مطلوب حقیقی طالبان ایں راہ ادراک ہماں لذت است وہر کس کہ در عمر خود یکبار آں لذت چشید وگر تا زندہ است ذوق آں باقی است

غرضیکہ مشائخ کرام کی تحریرات اور کتب تصوف کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ تصوف کیا چیز ہے اور طریقت و شریعت میں کیا تعلق ہے یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ظاہر شریعت کا

---

[1] مکتوبات دفتر دوم مکتوب پنجاہ و چہارم ۱۲

عالم متبحر ہو لیکن علم باطن اور طریقت سے اُسے متعلق لگاؤ نہ ہو اسی طرح ایک شخص علم باطن اور طریقت سے بخوبی آگاہ ہو مگر ظاہر شریعت کا علم نہ رکھتا ہو جیسے کہ متعدد بزرگان دین ایسے گذرے ہیں کہ طریقت میں بلند پایہ رکھتے تھے اور اُمّی تھے۔ لیکن مشائخ کرام میں اکثر بزرگ دونوں علوم کے جامع ہوئے ہیں۔ ہر شیخ کے تذکرہ میں یہ امر موجود ہے کہ ابتدا ءً علم ظاہر کی تحصیل کی درسیات ختم کیں پھر کسی پیر طریقت کی صحبت اختیار کی اسکے بعد جو رنگ غالب ہوا اسی فریق میں ان کا شمار ہونے لگا۔ اگر علم ظاہر زیادہ قوی ہوا تو علماء کی صف میں کھڑے ہوگئے اور اگر تصوف غالب آیا تو مشائخ کے زمرہ میں شامل ہوئے بحض ایک علم والے اسی فریق میں رہے جس میں انہیں رہنا چاہیے تھا مشائخ امروہہ میں سید اشرف جہانگیر، شاہ ابن بدرچشتی، شاہ عبدالمجید علوی، شیخ عبداللطیف رضوی مولانا عبدالرشید عباسی، شاہ عضدالدین محمد جعفری اور متاخرین میں مولانا شاہ ضیف اللہ کاظمی نقشبندی مولانا شاہ امانت علی چشتی وغیرہم علوم شریعت و طریقت کے جامع تھے۔

پیری مریدی ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب طریقت شریعت ہی کا نام ہے تو اسکے لئے ظاہر شریعت سے واقف ہونا کافی ہے پیری مریدی بیعت اور سلسلہ کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح علم شریعت میں اُستاد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح علم طریقت میں ایک معلّم کی حاجت ہے۔ علم طریقت دریائے ناپیداکنار ہے بلا امداد مرشد کامل رسائی ناممکن ہے

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد ۔۔۔ دست در پائے کبوتر زد و آساں برسید

سلاسل مشائخ حصول نسبت اور وصول الی اللہ کے طریقے جنکا تسلسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہوتا ہے **خانوادے** کہلاتے ہیں۔ ان خانوادوں کا سلسلہ صحابہ کرام اور صحبت یافتگان نبوی سے چلتا ہے سلسلہ نقشبندیہ جو اتباع شریعت میں بہ نسبت دیگر سلاسل مشائخ امتیاز خاص رکھتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی علم احسان یعنی تصوف کی اشاعت بہت ہوئی اور آپ کی ذریّت طاہرہ میں کثرت سے صاحب کشف و کرامت بزرگ بڑے بڑے ولی اللہ صاحب سلسلہ مشائخ ہر زمانہ اور ہر عہد میں ہوتے

رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے تصوف فاروق اعظمؓ میں مبسوط رسالہ لکھا ہے جو ان کی بے مثل کتاب ازالۃ الخفا کا ایک جزو ہے مشائخ کے بہت کم سلسلے حضرت فاروق اعظمؓ سے منسوب ہیں البتہ آپ کے کشف و الہام اور فراست ایمانی کے اکثر واقعات کتب سیر و رجال میں مذکور ہیں۔ ۲۳ھ میں بعہد خلافت فاروقی ممالک محروسہ پر مسلمانوں نے فوج کشی کی ایک دستہ فوج کے افسر حضرت ساریہ بن زنیم صحابی تھے جنھوں نے دیار بکر کا محاصرہ کیا ایرانیوں نے کردوں سے مدد طلب کی سخت رن پڑا غنیم نے ایک پہاڑی کی آڑ لیکر پشت کی جانب سے اسلامی فوج پر حملہ آور ہونا چاہا مسلمانوں کے لیے یہ موقع سخت خطرہ کا تھا جس وقت یہ واقعہ میدان جنگ میں رونما ہو رہا تھا حضرت فاروق اعظمؓ مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ یکایک ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے آپ کی آنکھوں کے سامنے میدان جنگ کا نقشہ آجاتا ہے مسلمانوں کو خطرہ کی حالت میں دیکھ کر آپ اسلامی فوج کے افسر کو للکارتے ہیں اور فرماتے ہیں یا ساریۃ الجبل الجبل یعنی اے ساریہ پہاڑ کی جانب پھر پڑو۔ حضرت ساریہ نے کچھ عرصہ بعد میدان جنگ سے واپس آکے مدینہ میں بیان کیا کہ تم لوگ تو مسجد نبویؐ میں امیر المومنینؓ کا یہ کلام سن رہے تھے اور میں نے میدان جنگ میں سنا کہ حضرت امیر المومنینؓ سامنے کھڑے ہوئے مجھے للکار کر فرما رہے ہیں یا ساریۃ الجبل الجبل میں خلافت پناہی کی آواز[1] پہچان کر پہاڑ کی طرف پھر پڑا اور تھوڑی دیر میں مسلمانوں کو دشمنان دین پر فتح حاصل ہو گئی۔

---

[1] آج کے مادہ پرست شاید معترض ہوں کہ ایک انسان کی آواز ہزاروں کوس کے فاصلہ پر کیسے سنائی دے سکتی ہے۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ ٹیلیفون، ٹیلگراف، وائرلیس کے ذریعہ گھر بیٹھے ہزاروں میل کے فاصلہ پر گفت و شنود ہوتی ہے۔ Radia کی ایجاد نے تو انسان کو اس پر قادر کر دیا ہے کہ کرہ ہوا اور فضائے آسمانی میں آوازوں کی جو لہریں متحرک ہیں ان کو سن سکے۔ پیرس و لندن کی تقریریں آپ دہلی اور بمبئی میں بیٹھے سن لیتے ہیں۔ میں اکثر جب دہلی جاتا ہوں تو برادر عزیز سید مسعود محمد صاحب عباسی کے یہاں جنھوں نے Radio کی مشین بڑی توقیر اور خوشنما کوٹھی میں لگا رکھی ہے لنکا مصر کی روزانہ خبریں اور تقریریں نغمہ و سرود کی آوازیں سنتا ہوں۔ ہاتھ کی ذرا سی حرکت سے آپکا

حضرت ابوبکر صدیق و حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر سلاسل منسوب ہیں جو آپ کے شاگرد و فیض یافتہ خواجہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کے ذریعہ آپ تک منتہی ہوتے ہیں۔ خواجہ موصوف چودہ خانوادوں کے پیر ہیں اس لیے کہ خواجہ حبیب عجمی متوفی ۱۲۰ھ اور خواجہ عبدالواحد بن زید یہ دونوں بزرگ آپ ہی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ نو خانوادے خواجہ حبیب عجمی سے متوسل ہیں اور چار خواجہ عبدالواحد بن زید سے +

امروہہ کے مشائخ میں زیادہ تر سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ خانوادوں کے بزرگ ہوئے اس موقع پر ان خانوادوں کا مختصر تذکرہ نامناسب ہوگا:۔

سہروردیہ | یہ سلسلہ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقادر سہروردی مولف کتاب آداب المریدین سے منسوب ہے۔ شیخ موصوف کا وصال ۵۶۳ھ میں ہوا۔ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی آپکے بھتیجے اور مرید تھے۔ ہندوستان میں طریقہ سہروردیہ مخدوم بہاء الدین ذکریا ملتانی متوفی ۶۶۶ھ سے جاری ہوا۔ شاہ شرف الدین حسن شاہ ولایت امروہہ اسی خانوادہ مشائخ ملتان کے فیض یافتہ تھے۔ بہ نسبت دیگر سلاسل کے ہندوستان میں سہروردیہ سلسلہ بہت کم رائج ہوا۔

قادریہ | یہ سلسلہ شیخ الاسلام شیخ ابو محمد عبدالقادر جیلانی حسنیؒ کی طرف منسوب ہے۔ اسکے بہت سے شعبے ہیں ان میں شعبہ کبریہ شیخ محی الدین اکبر ابن عربی سے منسوب ہیں امروہہ میں شاہ گدا قادریؒ و شاہ سیف اللہ کاظمی قادریؒ اور بعض دیگر بزرگ اس سلسلہ کے فیض یافتہ تھے۔

نقشبندیہ مجددیہ | اس سلسلہ کا ظہور خواجہ بہاء الدین نقشبند محمد بخاری خلیفہ محمد بابا سماسیؒ متوفی ۷۹۱ھ سے ہوا۔ سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اس سلسلہ کا اجراء خواجہ باقی باللہ دہلوی متوفی ۱۰۱۲ھ اور آپکے

بقیہ حاشیہ۔ کان بل تاشقند وغیرہ کے نغمہ وسرود کی آواز بھی آ جائیگی جب انسان کی بنائی ہوئی ایک ادنیٰ شئی کی یہ کیفیت ہو تو قادر مطلق اگر اپنے اس بندے کی آواز کو جو ایشیاء سے ... میل کے فاصلہ پر ہو پہنچا دے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے ؟

بزرگ ترین خلیفہ امام ربانی مجدد الف[1] ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ متوفی سنہ ۱۰۳۴ھ سے ہوا امیر ابو العلی اکبر آبادی بھی اسی سلسلہ کے مشائخ میں سے تھے طریقہ نقشبندیہ میں ظاہر شریعت کے اتباع کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔ مشائخ امروہہ میں شیخ الہداد سید محمود نقشبندی اور آنکے فرزند سید عصمت اللہ مولانا شاہ نفیف اللہ نقشبندی مجددی اور متاخرین میں شاہ بہاء الدین اور حافظ عباس علی خاں وغیرہم اس سلسلہ کے بزرگ ہوئے۔

چشتیہ اس سلسلہ کا انتساب خواجہ ابو اسحٰق شامی سے ہے جو اپنے پیر خواجہ ممشاد علو دینوری کے حسب ہدایت قصبہ چشت میں قیام پذیر ہوئے۔ چھ واسطوں سے اتصال نسب خواجہ حسن بصری سے ہوتا ہے ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کا اجرا خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیریؒ متوفی سنہ ۶۳۳ھ سے ہوا۔ خواجہ صاحب کے اعاظم خلفا میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلویؒ تھے انکے خلیفہ شیخ الاسلام شیخ فرید الدین گنجشکر فاروقیؒ ہوئے۔ بابا فرید کے دو نامور خلفا شیخ المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی اور مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری سے اجرا سلسلہ زیادہ ہوا اور ہندوستان میں بہ نسبت دیگر سلاسل کے سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ امروہہ میں بھی اس سلسلہ کے بزرگوں کی تعداد زیادہ رہی۔ عہد اکبری میں حضرت شاہ آبن بدر چشتیؒ چشتیوں کے بدر کامل ہوئے دوسرے دور میں شاہ عضد الدین محمد جعفری، شاہ عبد الہادی وغیرہم متاخرین میں مولانا سید امانت علی اور خاکسار مؤلف کے جد امجد حضرت شاہ احمد علی عباسی، شاہ قیام الدین سلسلہ چشتیہ کے قوی النسبۃ بزرگوں میں سے تھے۔ حضرت شاہ آبن بدر چشتیؒ اور حضرت جدیؒ کا شجرہ بیعت حسب ذیل طریقہ سے حضرت شیخ فرید الدین گنجشکرؒ سے متصل ہوتا ہے۔

---

[1] آخر عہد اکبری اور ابتدائے عہد جہانگیری میں جبکہ علماء سو اور مشائخ دنیا پرست کی کثرت تھی اور تصوف کا جوہر پاک جہل و بدعت کی آمیزش سے مکدر ہو چکا تھا حضرت مجدد الف ثانی ہی کی ذات گرامی تھی کہ رد بدعات جہال صوفیہ و تحقیق معارف تصوف و علوم وحدۃ الشہودی کے ساتھ تصوف صالح کی تجدید فرمائی۔ آپ کے خانوادے کو مجددیہ و مجددیہ سے موسوم کرتے ہیں۔

شجرہ بیعت سلسلہ چشتیہ فریدیہ

ا۔ شیخ الاسلام شیخ فریدالدین فاروقی گنج شکرؒ

شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی
شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی

۲۔ مخدوم علاءالدین علی احمد صابر کلیری
۳۔ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی
۴۔ شیخ جلال الدین شاہ ولایت پانی پت
۵۔ شیخ عبدالحق رودولوی
۶۔ شیخ محمد عارف
۷۔ شیخ درویش محمد قاسم اودھی
۸۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی
۹۔ شیخ جلال الدین تھانیسری
۱۰۔ شیخ نظام الدین بلخی
۱۱۔ شیخ ابوسعید گنگوہی
۱۲۔ شیخ محمد صادق گنگوہی
۱۳۔ شیخ داؤد گنگوہی
۱۴۔ شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی
۱۵۔ میراں شاہ بھیک
۱۶۔ شاہ محمد سالم
۱۷۔ شاہ محمد اعظم
۱۸۔ حافظ موسیٰ مانک پوری

۲۔ شیخ بدرالدین سلیمان
۳۔ شیخ علاءالحق یوسف
۴۔ شیخ معزالدین سلیمان
۵۔ شاہ فضل
۶۔ شاہ منور
۷۔ شیخ عبدالصمد
۸۔ شیخ تاج الدین
۹۔ شاہ علاءالدین فیل مست
۱۰۔ شاہ ابن بدیعیؒ

۱۹۔ شاہ احمد علی عباسیؒ
۱۹ مولانا سید امانت علیؒ

علماء و مشائخ اور قومی سیرت

شریعت اور طریقت باب میں یہ بحث ہم نے اس لیے اور بھی پیچ کی
ہے تاکہ اسلاف کرام کے حالات اس کتاب میں پڑھکر ناظرین کو بھی

کا بخوبی احساس ہو سکے کہ مسلم قوم کے اصلی کیرکٹر اور اسلامی تہذیب کی بقا کے لیے ہر زمانہ اور بالخصوص زمانہ موجودہ میں علوم شریعت و طریقت کے صحیح نمونوں کی کس قدر ضرورت ہے۔

دَورِ گذشتہ کے بزرگانِ دین، مشائخ اور علماء کی ذرا چشم تصور سے زیارت کیجیے۔ ؎

یک زماں با رفتگاں صحبت گزیں ؎ صفتِ آزاد مرداں ہم ببیں

دیکھیے اُنکے نورانی چہرے، متین و مہذب گفتگو، علوم میں اعلیٰ دستگاہ، ہمتوں کی بلندی، حوصلوں کی فراخی، استغنا اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ حضرات شریف خاندانوں کے افراد ہیں۔ انکا ظاہر باطن کا رہنما ہے۔ مشائخ ہیں تو صبر و توکل کے سجادہ پر تمکن کسی امیر یا بادشاہ کو دھیان میں نہیں لاتے۔ دُنیا ان کی نظروں میں حبہ بھر وقعت نہیں رکھتی۔ امراء و اغنیا حتیٰ کہ بادشاہ وقت قدمبوسی کی آرزو کرتے ہیں مگر یہ اسے پسند نہیں کرتے، اپنے بوریائے فقر پر قانع ہیں۔ دُنیائے فانی کی دلفریبیاں ان کی جمعیت خاطر کو کسی طرح پراگندہ نہیں کر سکتیں۔ متاعِ عجز و شکستگی اور سرمایہ نامرادی و خود فراموشی کے سوا ان کی جھولی میں اگر کوئی سرمایہ ہے تو وہ حق و صداقت کے انمول موتی ہیں جو دُنیا کے خزانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ حق بات کہنے میں نہ رعب شاہی مانع ہوتا ہے اور نہ نفع و ضرر کا خیال۔ شاہ نورالدین ابن حضرت شاہ آتن چشتی کو شہنشاہ اکبر دربار میں طلب کر کے سماع کی خواہش کرتا ہے۔ آپ منظور نہیں کرتے، بے جھجک کہدیتے ہیں کہ فقرا کا سماع تو فقیروں کے زاویہ میں ہوتا ہے نہ کہ بادشاہ کے دربار میں۔ بادشاہ ناراض ہو کر کشمیر میں نظر بند رکھنے کا حکم صادر کرتا ہے مگر آپ کو اس قید و بند کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ شاہ محمدی فیاض جعفری کے حالات میں آپ پڑھینگے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر انار اللہ برہانہ [illegible] شاہ صاحب کے پیر طریقت شاہ محب اللہ الہ آبادی کے مصنف رسالہ تسویہ کے بابت میں نازیبا فرمائش کی جاتی ہے تو آپ درویشانہ بیباکی سے کیسا مسکت جواب دیتے ہیں۔ اکثر بزرگوں کے حالات پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ زن و فرزند خویش و بیگانہ، خانہ و وطن دنیا کی کسی چیز سے لگاؤ نہیں۔ فاقے پر فاقے کرتے ہیں لیکن دلوں کی بے فکری اور چہروں کی خوشحالی

میں بسر ہو فرق نہیں آتا۔ اور اگر متاعِ دُنیا سے کچھ پاس ہوتا ہے تو دشمن تک سے بھی دریغ نہیں کرتے شیخ فیض اللہ علوی تو چور اور ڈاکوؤں کے ساتھ بھی تواضع پیش آتے ہیں۔ مشائخ کے علاوہ اگر عہدِ ماضی کے علمار کے حالات پر نظر کیجئے تو شرعی لباس زیب تن کئے تمکین و وقار کے ساتھ تدریس میں مشغول ہیں طلبہ کا گروہ حلقہ باندھے بیٹھا ہے، علم کا دریا بہا رہے ہیں تشنگان علم سیراب فیض ہو رہے ہیں۔ درس و تدریس کے سوا انہیں دُنیا کی کسی بات سے کچھ مطلب نہیں؛ وہ اپنے مدرسوں یا حجروں کی کھڑکیوں سے باہر جھانک کر بھی نہیں دیکھتے کہ دُنیا میں کیا ہو رہا ہے انہیں اس کی فکر نہیں کہ ملک کی سیاسیات میں کیا انقلاب رونما ہوا ہے۔ اور اس کی بھی پرواہ نہیں کہ گھر میں کھانے کو آج کہاں سے آئیگا آجکل کے علمار سو کی طرح نہ انکو دُنیا کی طلب ہے اور نہ فروعی مسائل کے اختلاف پر کفر کے فتووں کی بھرمار کرتے ہیں۔

ان بزرگانِ دین کے سوانح حیات پڑھنے اور اپنے زمانہ کے مُدعیانِ علم و فضل اور دعویدارانِ مشیخت کے حالات پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ انسان نہ تھے بلکہ انسان کے بھیس میں ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے تھے۔ جنکو خدا تعالیٰ نے اپنی زمین کی طہارت کے لیے انسانی آبادیوں میں بھیج دیا تھا۔ اُن کی زندہ مثالوں فیوض و برکاتِ صحبت کا نتیجہ تھا کہ عام افرادِ قوم میں وہ اخلاقِ فاضلہ پائے جاتے تھے جو آج خواص میں بھی ڈھونڈے نہیں ملتے۔

یوں تو پچھلے زمانہ میں بھی مشائخ اور علمار کے زمرہ میں ایک طائفہ عبد الدنیا رہا ہے شیخ سعدی مشائخ کے باب میں لکھتے ہیں کہ:-

یکے را از مشائخ پرسیدند کہ حقیقت تصوف چیست؟ گفت از یں پیش طائفہ بودند در جہاں بصورت پراگندہ و بمعنی جمع۔ اکنوں خلقے اند بظاہر جمع و بدل پراگندہ۔

یہ حال جب سات سو برس پہلے کا ہے کہ اُن کا ظاہر جمع تھا اگرچہ دل پراگندہ تھا تو ہم اپنے زمانہ کو کیا کہیں۔ اس وقت تو علمار اور مشائخ باطن کی طرح ظاہر میں بھی پراگندہ نظر آتے ہیں حضرات جو مسلمانوں کے دینی پیشوا ہیں دُنیا طلبی اور نفس پرستی میں مبتلا ہو کر اگر اپنے عادات و خصائل و

اخلاق کا بڑا نمونہ قوم کے سامنے پیش کریں تو اس ہیئت کا جو اثر عام افرادِ قوم کے کیرکٹر پر پڑے وہ تھوڑا ہے۔ مسلمانوں میں آج فرقہ بندیوں کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اُس کی تمام تر ذمہ داری اسی طبقہ پر ہے۔ کیا یہ حیرت بلکہ حسرت کا مقام نہیں کہ رندانِ سبوکش تو خرابات میں بھائی بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کا جامِ صحت نوش کر سکیں، قزاق اور رہزن بھی مل جل کر ڈاکہ زنی کریں۔ انسان تو انسان حیوان بلکہ سانپ اور بچھو بھی ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں لیکن مل کر نہ بیٹھیں تو علماء اکٹھے نہ ہوں تو صوفیہ! میکدوں میں پیار اور محبت کے ترانے گائے جائیں مگر مسجدوں کے منبر پر خانقاہ کے خلوت کدوں میں ہادیانِ دین آپس میں لڑیں، ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں اور اہل قبلہ کی تکفیر کریں! واحسرتا!

علماء کی ناگفتہ بہ حالت کے اسباب اس وقت علماء کی جو ناگفتہ بہ حالت ہے اُسکے چند اسباب ہیں:۔

اولاً:۔ یہ کہ علم دو قسم کا ہے، کتابی اور مجلسی۔ کتابی علم استاد سے کتاب پڑھکر حاصل ہوتا ہے، اور مجلسی علم اخیار اور ارباب فضل کی صحبت سے آتا ہے۔ عہد ماضی میں اکثر شریف خاندانوں کے افراد تحصیل علم کرتے، کتابیں استاد سے پڑھتے اور فضائل اخلاق درستی اعمال اپنے خاندان کے شریف النفس بزرگوں کی صحبت میں سیکھتے جو وراثتاً انکو حاصل ہوتے۔ تقریباً ایک صدی سے زمانہ کی ایسی ہوا پلٹی کہ یہ حالت باقی نہ رہی۔ ایسے اشخاص بھی اب تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے جو فضائل خاندانی سے عاری، ذمائم اخلاق اور خبث نفس ان کی سرشت میں داخل۔ علم حاصل کرنے کے بعد انکی فطرت میں اور چار چاند لگ گئے اس جوہر نفیس کا ناجائز طریقوں سے استعمال کرنے لگے۔ رشک، بغض، عناد، دنائت، وپست خیالی اُن کی طبیعت ہو گئی۔ مثلاً ایک شخص جو کسی ادنی پیشہ ور قوم جولاہہ وغیرہ کا فرد ہے۔ عربی کی درسیات ختم کرکے کسی مدرسہ کا معلم بنگیا، علمی استعداد تو اسے ضرور حاصل ہو گئی مگر فضائل اخلاق، وسیع الخیالی، استغنا، وروشن ضمیری و دیگر صفات حسنہ کہاں سے لاتا، کیونکہ جن رذائل سے اس کا ضمیر بنا ہے وہ تو ظاہر ہوئے نہیں رہ سکتے ؎

ثانیاً:۔ یہ کہ زمانہ سابق میں دنیاوی و دینی علوم کی تفریق نہ تھی، ایک ہی نصاب تعلیم تھا۔

جسکا پڑھنے والا جس طرح مسجد کا ملّا اور مدرّس ہو سکتا تھا اسی طرح عدالتہائے دیوانی و فوجداری کا جج و وکیل، قاضی و میر عدل بھی ہو سکتا تھا۔ اس زمانہ میں دنیاوی اور دینی علوم میں تفریق ہو گئی۔ علماء کو جب دنیوی امور سے کچھ سروکار نہ رہا تو انھوں نے اپنے لیے نئے نئے مشاغل نکال لیے۔

ثالثاً۔ اکثر ذہین و فطین اشخاص کو حکومت نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ زیادہ تر نا قابل اور ناقص افراد علم دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ زمانہ حال کا تجربہ شاہد ہے کہ جو لڑکا انگریزی تعلیم کا اہل نہیں سمجھا جاتا اور امتحانات میں بار بار فیل ہوتا ہے اسکے والدین بدرجہ مجبوری عربی مدرسے میں بھیج دیتے ہیں ایسے اشخاص سے خدمت دین کی جو توقع ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔

رابعاً۔ قرن سابق میں تحصیل علم اور جملہ کاروبار کا دار و مدار اس مذہبی خیال پر مبنی تھا کہ دنیا دار العمل ہے اور عقبیٰ دار الجزا ہے، محنت اور کام یہاں کرنا ہے آرام و راحت کے لیے دوسری زندگی ہے۔ اس عہد میں دہریت اور الحاد کی مسموم ہوا پھیلتی جاتی ہے اور یہ خیال روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے کہ یہی دنیا محنت کی جگہ ہے یہی آرام کی جگہ ہے اسکے آگے کچھ بھی نہیں حکومت کے تمام کاروبار کا مدار اسی خیال پر ہے جس کا اثر علماء کی جماعت تک بھی مخفی طریقوں سے آہستہ آہستہ پہنچ رہا ہے۔ اس خیال کے راسخ ہو جانے سے جو کچھ بھی مفاسد پیدا نہ ہوں کم ہیں۔

مجھے اس سے ہرگز انکار نہیں کہ موجودہ زمانہ میں بھی بعض مقدس اور پاکباز ہستیاں ایسی موجود ہیں جن کی ذات پر قوم اور مذہب کو ناز ہے اور جو درحقیقت علمائے ربانی کہلانے کی مستحق ہیں مگر شکایت ان افراد سے ہے جنکے حیا سوز افعال و اعمال سے قوم کو عار ہے عوام سے زیادہ ان علمائے سوء کی حالت اصلاح کی محتاج ہے۔

مذہب شیعہ اور فرقۂ صوفیہ

"تذکرۃ الکرام" مناظرہ شیعہ و سنی کی کتاب ہے جس میں علمائے اہل سنت والجماعت کے حالات میں [illegible] شیعہ علماء کے تذکرے بھی موجود ہیں۔ ماسوا اس کے میں اس سے نتیجہ بحث کو نظر انداز کیا چاہتا ہوں [illegible] رکھتا ہوں اور نہ اہمیت۔

البتہ امروہہ کے بعض شیعہ حضرات اپنے ان مورثوں کو جو مذہباً سنی مسلکاً صوفی اور شیخ وقت وپیر طریقت تھے کچھ عرصہ سے شیعی مذہب ظاہر کرنے لگے ہیں، خاندانی تذکروں اور دیگر مطبوعات میں اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ سوال تاریخی حیثیت سے ضرور غور طلب ہے کہ آیا کوئی صوفی اور شیخ طریقت شیعہ ہوسکتا ہے؟ یا کوئی شیعہ فرقہ صوفیہ میں تقیۃً ہی شامل ہوکر وہ درجہ کمال اور مقام ولایت وقطبیت حاصل کرسکتا ہے جو امروہہ کے موجودہ شیعوں کے ان مورثوں کو حاصل تھا جنہیں آج شیعہ بتایا جاتا ہے؟

شمس العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب کے پدر بزرگوار سید اکبر حسین مولف رسالہ زیدیہ نے اپنے جد اعلیٰ سید عصمت اللہ نقشبندیؒ کے مذہبی معتقدات کے متعلق یہی دعویٰ کیا ہے، اور انکے تذکرہ میں کتاب اسرار یہ کے حوالہ سے ایک خواب بھی نقل کیا ہے جسکے ذریعہ موصوف کو صحیفہ کاملہ نام ایک کتاب جو وظائف واوراد اور دعاؤں کا مجموعہ بتائی جاتی ہے اور جسے امام زین العابدینؒ کی تالیف بھی بیان کیا جاتا ہے بحکم تعزیتاً ن شیعی مذہب سے حاصل ہوئی۔ اس خواب کے متعلق مولف مذکور نے ایک حاشیہ بھی لکھا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سید عصمت اللہ موصوف جو صوفی مشرب اور سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے مذہباً شیعہ بظاہر سنی تقیہ میں تھے، اور اسی طرح انکے باپ دادا بھی۔ مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ:۔

چونکہ قضات وعلما متعصب عہد سلاطین ہند ہر کہ از مذہب شیعہ خبری یافتند مباختہ حکم قتل وغارت او باعلان می نمودند بنابر آں اشرف الاقوام قوم سادات وشیعیان ومحبان اہلبیت علیہم الصلوٰۃ چوں فرقہ صوفیہ را دیدند کہ باعلان تمام از صحابہ وغیر صحابہ بر حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کسے را افضل ندارند بلکہ ہمرتبہ آنجناب ہم نمی شمارند واز ہزار مراتب آنجناب یک مرتبہ را نیز

چونکہ سلاطین ہند کے زمانہ میں متعصب علماء اور قاضیوں کو جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ وہ مذہب شیعہ رکھتا ہے بیباقانہ اسکے قتل وغارت کے حکم کا اعلان کردیتے تھے اس بنا پر اشرف الاقوام قوم سادات اور شیعیان ومحبین اہلبیت نے فرقہ صوفیہ کو ایک ایسا گروہ پایا جو باعلان تمام حضرت علی بن ابی طالب پر کسی صحابی وغیر صحابی کو فضیلت نہیں دیتے، انکے ہمرتبہ بھی کسی کو نہیں سمجھتے بلکہ آپ کے ہزارہا مراتب میں سے کسی اور کو ایک مرتبہ بھی نہیں

علاوہ سرفرو نمی آرند و قصائد بسیار و اشعار بے حد احصا بر ہمیں بنا در منقبت و فضائل آنحضرت و ائمہ ہداۃ الابرار تصنیف می نمایند و بصوت جلی در محافل و مجالس می سرایند و کسے مانع و مزاحم آنہا نمی شود در پردہ فرقہ مذکورہ امن خود یافتہ از روئے تقیہ خود را دراں مستتر ساختہ تا سائی بہ راشدین جان و مال و آبروئے خود را حفاظت می نمودند و با اظہار مناقب فضائل آبائے کرام خود از مخالفت و مزاحمت و اضرار مخالفین خود را مصئون و محفوظ دیدند پس خود را سنی ظاہر کردن سید عصمت اللہ موصوف بخوبی محقق گشتہ کہ از روئے تقیہ بودہ نہ از روئے حقیقت (الی آخرہ)

دیتے اور اسی وجہ سے ہزارہا قصائد اور بے شمار اشعار آپ کی اور ائمہ کی شان و منقبت میں تصنیف کرتے اور با علی الاعلان مجالس و محافل میں پڑھتے ہیں اور کوئی ان کا مانع و مزاحم نہیں ہوتا چنانچہ در پردہ اس فرقہ کو انہوں نے اپنا امن پاکر خود کو بطور تقیہ اسی میں چھپالیا اور باقتدائے ائمہ راشدین اپنے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کی اور اسی طرح اپنے آباء کرام کے فضائل و مناقب کے اظہار کرنے میں مخالفین کی ضرر رسانی مخالفت و مزاحمت سے بے خوف و محفوظ ہو گئے پس سید عصمت اللہ کا اپنے آپ کو سنی ظاہر کرنا بخوبی محقق ہو گیا کہ از روئے تقیہ نہ بر بنائے حقیقت۔

سید عصمت اللہ نقشبندی کے شیعہ مذہب ہونے کی مؤلف مذکور نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ صحیفۂ کاملہ کے حصول کی غرض سے جیسا کہ اسراریہ میں بیان کیا گیا ہے عالم رویا میں دربار امام جعفر صادق میں باریاب ہونا امام موصوف کا ان کے ساتھ تفقد و تلطف، استرضا، و مہربانی سے پیش آنا کسی ایسے شخص کے ساتھ نہیں ہو سکتا جو حضرت علیؓ کے دشمنوں کا دوست ہو خواہ وہ ان کی اولاد ہی سے کیوں نہ ہو۔ مؤلف مذکور کے نزدیک امام جعفر صادق کا صحیفۂ کاملہ عطا کیے جانے کی بشارت دینا اور حکیم تقرب خاں کو جن کے پاس یہ نسخہ تھا اسی عالم رویا میں بلوانا اور اس سے یہ فرمانا کہ تیرے پاس دو نسخے ہیں ایک نسخہ میرے اس فرزند کو دیدے اس امر کی دلیل ہے کہ سید عصمت اللہ شیعہ تھے اور بوجہ خوف ولاۃ و قضاۃ و علماء متعصبین تقیہ میں تھے۔

لیکن مؤلف مذکور نے خواب کے جو حالات اثبات دعوی کی غرض سے تحریر کیے ہیں ان ہی سے ان کے دعوی کی پوری تردید ہوتی ہے۔ خواب دو ہیں۔ پہلے میں سید عصمت اللہ کو صحیفۂ کاملہ کا

علم ہوتا ہے، وہ اس کی تلاش شروع کرتے ہیں، پتہ چلتا ہے کہ اس کا نسخہ حکیم تقرب خاں کے پاس ہے جو عہد عالمگیری کے طبیب مذہباً غالی اور کھلے ہوئے شیعہ تھے۔ سید عصمت اللہ نے انکو رقعہ لکھا کہ میں سید ہوں ائمہ کی اولاد ہوں ان ہی کے حکم سے صحیفہ کی نقل مانگتا ہوں اگر یقین آجائے تو بہتر ورنہ جو کچھ مجھ سے کہا گیا ہے وہ تم سے بھی کہدینگے چنانچہ جب ایک ہفتہ کے بعد سید موصوف حکیم تقرب خاں کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ آپکا خواب سچا تھا صحیفہ نقل کرنے کو دیدیا اسکے بعد سید موصوف نے ائمہ کی روحانیت سے اصل نسخہ عطا ہونے کی خواہش کی، دوبارہ خواب دیکھا جس میں امام جعفر صادق رضی نے تقرب خاں کو بلوایا اور اصل نسخہ دیدینے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے وہ اصل نسخہ بھی دیدیا۔

یہ سب ہے خلاصہ خواب کے حالات کا۔ اسکے متعلق چند امور غور طلب ہیں۔ اولاً یہ کہ سید عصمت اللہ کا زمانہ شاہجہانی و عالمگیری عہد تھا، اس زمانہ میں ہزارہا شیعہ جو علانیتاً اپنی شیعیت کا اظہار کرتے تھے نہ صرف ہندوستان بلکہ دربار شاہی میں موجود اور مناصب جلیلہ پر فائز تھے چنانچہ خود حکیم تقرب خاں شاہی طبیب کھلے ہوئے شیعہ تھے۔ ایسی حالت میں سید عصمت اللہ نقشبندی کو جبکہ بقول صاحب رسالہ زبدیہ حقیقۃً وہ شیعہ تھے، اظہار مذہب میں کون امر مانع تھا۔ خوفِ قضات و علماء متعصبین انکے لیے اگر مانع اظہار تھا تو ان ہزاروں شیعوں کے لیے کیوں نہ تھا جو سلطنت کے مناصب پر بھی فائز تھے۔ اور اگر ایک بزرگ طریقت کو اپنے اصلی معتقدات مذہبی کے اظہار میں کسی قسم کا خوف بھی ہو سکتا تھا جو قرین قیاس نہیں تو ایک شیعہ کے سامنے کیوں تقیہ میں رہے اور کیوں نہ حکیم تقرب خاں سے جو بقول رسالہ زبدیہ کھلے ہوئے شیعہ تھے، اپنی شیعیت کا اظہار کرکے نسخہ کی نقل حاصل کر لی جو ائمہ کی روحانیت سے مدد لینی پڑی۔ علاوہ ازیں یہ کہاں سے ثابت ہے کہ خود امام جعفر صادق رضی بھی شیعہ تھے کیونکہ تمام اہلبیت متفقہ اہلسنت تسلیم کرتے ہیں اور خود شیعہ بھی اسکے قائل ہیں کہ نہ صرف وہ بلکہ تمام ائمہ اثنا عشر بلا ستثنیٰ تقیہ میں تھے۔ ایسی صورت میں امام موصوف کا کسی سید کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ شیعہ تھا بلکہ جیسا کہ مندرجہ بالا خواب میں بیان کیا گیا ہے کہ پیران ہمہ عقیدہ پیش باشد جہانے بزرگ ..... کلاں خاموش نشستہ بود نہ اسکا ثبوت ہے کہ

عالمِ روحانیت میں امام موصوف کی خدمت میں جو اصحاب حاضر تھے وہ اولیاء و صلحائے اُمت متمسک بسنت نبویہ تھے نہ کہ حضراتِ شیعہ۔ علاوہ ازیں حکیم تقرب خاں شیعی کی باریابی کے وقت امام موصوف نے مطلقاً التفات و مہربانی کا برتاؤ نہیں فرمایا۔ مولف کے الفاظ ہیں کہ "شے را عاضر کردند بجائے ایکہ سید عصمت اللہ سے امام کا بالتفات پیش آنا سوائے اسکے اور کس وجہ سے ہوسکتا تھا کہ سید موصوف اپنے آبارکرام کے اصل مذہب اہلسنت والجماعت پر پختگی سے قائم تھے۔ مولف مذکور نے یہ خواب تو اپنے دعویٰ کی تائید میں نقل کیے تھے لیکن انہی کے خلاف نتیجہ برآمد ہوا اور یہ ثابت ہوا کہ خود امام جعفر صادقؓ کی طرح سید عصمت اللہ بھی سُنی تھے جمیعۃ کاملہ کا تقرب خاں جیسے غالی شیعہ سے سید عصمت اللہ جیسے خوش عقیدہ سُنی صوفی مشرب کو دلوانے کا مقصد محض یہی ہوسکتا تھا کہ وہ کتاب ایک نااہل شیعہ کے ہاتھوں سے نکلکر صحابہ کرام اور اہلبیت کے مقتدی و متبع راسخ العقیدہ سُنی کے پاس جو اس کا اہل تھا پہنچ جائے!

اسکے علاوہ مولف مذکور کا یہ لکھنا کہ "قضاۃ وعلماء متعصبین" جس کسی کو مذہب شیعہ کا متبع پاتے بیباختہ اُسکے قتل وغارت کا حکم دیتے محض بے بنیاد ہے۔ سلطان محمود غزنوی و سلطان فیروز شاہ تغلق نے البتہ فرقہ روافض میں سے قرامطہ و ملاحدہ کے استیصال کے متعلق ضروری کارروائی کی جو زیادہ تر سیاسی ضرورت کی بنا پر عمل میں لائی گئی تھی۔ اس زمانہ میں فرقہ شیعہ اثناعشریہ کا تو ہندوستان میں وجود بھی نہ تھا نیز سید عصمت اللہ نقشبندی کے زمانہ میں جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے ہزارہا شیعہ اس ملک میں موجود تھے جو اپنی حفاظت کے لیے تقیہ کی سپر بھی استعمال کرنا پسند نہ کرتے تھے پس اگر مولف مذکور کے بیان کو باور کرلیا جائے تو سوال یہ ہے کہ "قتل وغارت" کے "بیباختہ" حکم کے باوجود یہ اتنے شیعہ سُنی حکومت میں کیسے باقی بچ سکے؟

ہندوستان میں مذہب شیعہ کی اشاعت

اس سلسلہ میں یہ سوال قدرتاً پیدا ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ ہندوستان میں کب سے رائج ہوا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں فرقہ روافض میں سے قرامطہ کا ایک گروہ جنکو ملاحدہ بھی کہتے ہیں سیاسی وجوہ

کی بنا پر حجاج عرب وغیرہ سے خارج البلد ہو کر سندھ آیا جہاں انہوں نے رفتہ رفتہ ایک حصہ ملک پر حاکمانہ قبضہ اور تسلط بھی حاصل کر لیا۔ سلطان محمود غزنوی نے بہ تعمیل احکام امیر المومنین خلیفہ عباسی اس فرقہ ضالہ کے استیصال کی غرض سے ان پر فوج کشی کی، چنانچہ ابو الفتح لودی حاکم منصورہ مارا گیا۔ اس کے بعد دیگر سلاطین ہند بالخصوص سلطانہ رضیہ و سلطان فیروز شاہ تغلق وقتاً فوقتاً ان کی تادیب و سرزنش کرتے رہے۔ [illegible] فیروز شاہ تغلق نے [illegible] مذہب کی غرض سے جو کارروائی کی اس کا ذکر [illegible] کیا جا چکا ہے۔ سلطان موصوف کو خاندان سادات اہلبیت [illegible] سے جو [illegible] عقیدت تھی اسکا اندازہ ایک ہمعصر مورخ ضیاء الدین برنی [illegible] فیروز شاہی کے بیانات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اس بادشاہ کی دودمان نبوت [illegible] موقع پر تفصیلاً درج کئے گئے ہیں۔ سادات فاطمی سے جو عقیدت تھی اسکا حال مورخ مذکور کے الفاظ میں سنئے:-

از آنکہ سلطان [illegible] فیروز شاہ [illegible] معتقدین و مخلص اہل بیت رسول رب العالمین [illegible] گشتہ مثل از بادشاہ ہیچ سکون ربوده [illegible] جقد نهایت و رعایت ترقی کرده [illegible] در حق سادات فاطمیہ انواع عواطف و مراحم مبذول می فرماید (ص [illegible])

اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں سادات [illegible] کے جتنے بھی خاندان ہندوستان میں موجود تھے ان سے یہ راسخ العقیدہ سنی بادشاہ لطف و مہربانی سے پیش آتا تھا [illegible] ان ہی میں شاہ ولایت امروہہ [illegible] افسوس ہے کہ اس عہد کی تاریخ میں نہیں ملتا [illegible] کا کوئی [illegible] ہندوستان [illegible] متعلق [illegible]

۹۰۵ھ مطابق ۱۴۹۹ء میں شاہ عباس صفوی بانی سلطنت صفویہ دایران نے مذہب شیعہ اختیار کرکے اس کو قومی مذہب ایرانیوں کا بنا دیا اور اس وقت سے آج تک ایران میں یہی مذہب جاری چلا آتا ہے حالانکہ اشرف خان افغان اور نادر شاہ درانی نے بہت کوشش کی کہ سنی مذہب اس ملک میں جاری ہو جائے۔ جب تک ہمایوں ۹۵۰ھ میں ایران سے واپس آیا اس وقت تک مذہب شیعہ ہندوستان میں ریاست بیجاپور گولکنڈہ پر محدود تھا سلاطین بہمنی اور عادل شاہیہ شیعہ تھے اور ہم کے مذہب کے ساتھ شائستگی بھی انہوں نے عجم ہی سے سیکھی تھی۔ جب شیر شاہ سوری کے مرنے کے بعد ہمایوں ہندوستان میں پھر واپس آیا تو کچھ ہی کہ اس کی نیت میں یہ تھا کہ اس امداد کے معاوضہ میں جو ایرانیوں سے اس کو ملی تھی مذہب شیعہ اس ملک میں جاری کرے نہیں معلوم یہ خبر صحیح ہے یا نہیں مگر اس میں شک نہیں کہ بہت سے علماء ہمایوں کے ساتھ ایران سے آئے تھے اور اس ملک میں انہوں نے اپنا رنگ جمایا تھا اور مذہب شیعہ شائع ہونے لگا تھا گو بادشاہ وقت کا مذہب سنی رہا۔ شاہجہاں کا ... [illegible] ... شیعہ تھا ۱۸۵۰ء میں امجد علی شاہ بادشاہ اودھ ... [illegible] ... میں بہت رونق دی +

غرضیکہ عہد مغلیہ سے قبل مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا ہندوستان میں وجود نہ تھا خود شیعہ مؤرخین کی تحریرات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عہد ہمایوں سے پہلے شمالی ہندوستان میں یہ مذہب رائج نہیں ہوا تھا البتہ قرامطہ و ملاحدہ کا گروہ ضرور اس سے قبل موجود تھا۔ لیکن کیا شاہ شرف الدین حسن شاہ ولایت کی نسل میں سے وہ شیعہ حضرات جو اپنے جد اعلیٰ کی شیعیت ثابت کرنے کے لیے لغو و مضحکہ انگیز توجیہات پیش کرنے میں شاہ ولایت کو قرامطی، سمعیلی اور حسن بن صباح کا معتقد و پیرو کہنے کے لیے تیار ہیں؟

شیعیت اور تصوف اہل تشیع کے نزدیک ولایت حضرت علیؓ پر ختم ہو گئی جن کے بعد ولی کا پیدا ہونا محال ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک حضرت علیؓ سے جو اکثر سلاسل مشائخ

کے شیخ ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے جن پر سلسلۂ نقشبندیہ منتہی ہوتا ہے نیز دیگر صحابۂ کرام ؓ سے بواسطہ بزرگان سلسلہ اکتساب فیض جاری ہوا اور کوئی زمانہ اولیاء و اقطاب سے خالی نہیں۔ صوفیہ کرام میں حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابن العربی، امام ربانی شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی مشاہیر مشائخ میں سے ہیں، ان بزرگانِ دین کے متعلق شیعوں کے جو اعتقادات ہیں ان کو خاص و عام سب جانتے ہیں۔ خود ان بزرگوں نے اپنی تصانیف میں شیعوں کے رد میں جو کچھ لکھا ہے اس سے وہ حضرات بخوبی واقف ہونگے جنھوں نے غنیۃ الطالبین، فتوحاتِ مکیہ، الفصوص الحکم اور مکتوباتِ مجدد الف ثانی کا مطالعہ کیا ہے۔ خصوصاً مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ کا جو اعتقادات اور اعمال میں سنت کے زیادہ متبع ہیں اور آداب طریقت میں حضرت مجدد الف ثانی کے پیرو شیعوں سے کوئی دُور کا لگاؤ بھی نہیں ہو سکتا۔ سادات امروہہ میں سید کمال مصنف اسراریہ اور دوسرے حضرات جنکا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے اس سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں، انکے نیز دیگر مشائخ و صوفیہ کے حق میں یہ کہنا کہ وہ در اصل شیعہ تھے۔ تقیہ میں رہ کر صوفیت کو اختیار کیا تھا کس قدر واقعات کا خون کرتا ہے۔ صوفیہ کرام میں درستی اعتقادات در اصل پہلا زینہ ہے انکے اعتقادات اور شیعوں کے اعتقادات میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔

صوفیہ کے بعض دوسرے سلاسل جو حضرت علی ؓ پر منتہی ہوتے ہیں وہ بواسطہ حضرت خواجہ حسن بصری ؒ ہیں۔ خواجہ موصوف ایک جلیل القدر تابعی اور حضرت علی ؓ کے صحبت یافتہ تھے مگر انکے حق میں نعمت اللہ جزائری شیعی نے جو کچھ انوار النعمانیہ میں لکھا ہے اس کو حضرات شیعہ مطالعہ فرمائیں اور پھر غور کریں کہ کیا صوفیہ کی یہی جماعت ہے جنکو انکے شیعہ بزرگوں نے براہ تقیہ اپنا دامن قرار دیا تھا۔ کیا آجتک کسی نے دیکھا ہے کہ شیعوں میں بھی تعلیم باطنی کا طریقہ رائج ہو وہ پیری مریدی کرتے ہوں یا مشائخ و صوفیہ کی طرح ذکر و اشغال میں مصروف ہوں؟ پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ بہ نسبت عوام اہل سنت کے شیعوں کو صوفیہ سے زیادہ تعلق تھا اس لیے انہوں نے اپنے لیے اس گروہ کو پسند کیا۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس موقع پر غوث صمدانی حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی ؒ کی بے مثل کتاب غنیۃ الطالبین

سے وہ عبارت نقل کر دی جائے جس میں حضرت پیر دستگیر موصوف نے فرقہ روافض کے عقائد کو یہودیوں کے عقائد سے مشابہ و مماثل بتایا ہے :-

قالت اليهود

فقد شبهت مذاهب الروافض باليهودية قال الشعبي محبة الروافض محبة اليهودية لا تصلح الامامة الا لرجل من آل داؤد وقالت الرافضة لا تصلح الامامة الا لرجل من ولد علي بن ابي طالب قالت اليهود لا جهاد في سبيل الله حتى يخرج المسيح الدجال وينزل عيسى بسبب من السماء وقالت الرافضة لا جهاد في سبيل الله حتى يخرج المهدي وينادي منادٍ من السماء وتؤخر اليهود صلوة المغرب حتى تشتبك النجوم وكذالك الروافض يؤخرون وكذا اليهود تزولون عن القبلة شيئاً وكذالك الرافضة واليهود تنودي الصلوة وكذالك الروافض واليهود تستحل دم كل مسلم وكذالك الروافض واليهود لا ترى على النساء عدة وكذالك الرافضة واليهود لا ترى في الطلاق الثلث شيئاً وكذالك الرافضة واليهود حرفت التوراة وكذالك الرافضة حرفوا القرآن لانهم قالوا القرآن غير وبدل وخولف بين نظمه وترتيبه واحيل عما انزل عليه وقرئ على وجوه

روافض کا مذہب یہودیت سے مشابہ ہے شعبی نے کہا ہے کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے یہودی کہتے ہیں کہ امامت صرف آل داؤد میں سے کسی شخص کے لئے درست ہو سکتی ہے روافض کہتے ہیں کہ امامت صرف علی بن ابی طالب کی اولاد کے لئے درست ہے یہودی کہتے ہیں کہ خدا کی راہ میں جہاد درست نہیں جب تک کہ مسیح دجال نہ نکلے اور عیسیٰ آسمان سے نہ اتریں رافضی کہتے ہیں کہ جہاد جائز نہیں جب تک کہ مہدی نہ نکلیں اور آسمان سے پکارنے والا نہ پکارے یہودی مغرب کی نماز دیر سے پڑھتے ہیں یہاں تک کہ ستارے ظاہر ہو جائیں ایسے ہی رافضی بھی دیر کرتے ہیں یہودی قبلہ سے کچھ قدر ہٹ کر نماز پڑھتے ہیں ایسے ہی رافضی بھی یہودی ہر مسلمان کا خون حلال سمجھتے ہیں ایسے ہی رافضی یہودی عورتوں پر عدت واجب نہیں جانتے ایسے ہی رافضی بھی یہودی تین طلاق کو کچھ نہیں سمجھتے ایسے ہی رافضی یہودیوں نے توریت میں تحریف کی رافضیوں نے بھی قرآن کو تحریف

علم اليهود [illegible] الروافض

غيرنا نبه عن الرسول وانه قد نقص منه وزيد فيه [illegible] وبعضهم يبغض جبرئيل عليه السلام ويقولون هو عدونا من الملائكة وكذالك صنف من الرافضة يقولون غلط جبرئيل عليه السلام بالوحى الى محمد صلى الله عليه وسلم وانما بعث الى على كذبوا تبا لهم الى آخر الدهر۔

بتایا کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر و تبدل ہو گیا اور نظم و ترتیب میں خلاف کیا گیا اور جس طرح نازل ہوا تھا اس سے خلاف کر دیا گیا اور ایسے طریقوں پر پڑھا گیا جو رسول سے ثابت نہیں اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بعض حضرت جبرئیل سے بغض رکھتے ہیں کہ وہ فرشتوں میں ہمارے دشمن ہیں اسی طرح رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ جبرئیل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لانے میں غلطی کی درحقیقت وہ علی کی طرف بھیجے گئے تھے انہوں نے جھوٹ کہا ان کے لئے آخر زمانہ تک ہلاکت ہو۔

پس جبکہ مذہب شیعہ کے بارے میں مشاہیر مشائخ کے خیالات یہ ہوں جس کا اظہار حضرت غوث پاک کی [illegible] سے ہوتا ہے اور بعض اہل تحقیق کی طرح یہ حضرات بھی عبداللہ بن سبا یہودی کو اس کا بانی سمجھتے ہوں تو ظاہر ہے کہ کوئی صوفی نہ شیعہ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی شیعہ صوفیائے کرام کے زمرہ میں شامل ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں مذہب شیعہ کے بعض اصول مثلاً تقیہ، تبرا اور متعہ وغیرہ ایسے اصول ہیں جو صوفیائے [illegible] معتقدات اور طرز زندگی سے کوئی دور کا واسطہ و تعلق بھی نہیں رکھتے۔ اولیاء اللہ کی شان ہے لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یعنی اولیاء اللہ کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ جب ایک [illegible] ولی کی صفت ہے [illegible] اس حالت میں تقیہ کی نسبت ان کی جانب کرنا [illegible] ان کے پاک اور صاف دلوں میں تو خدا اور مخلوق خدا کی محبت اس درجہ بھری ہوتی ہے کہ کسی کی برائی اور دشمنی کے لئے ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں ہوتی اور نہ وہ [illegible] زبان کو [illegible] سے کبھی آلودہ کر سکتے ہیں جو خباثت شہوانی اور حظ نفس کی آلائشوں سے [illegible] نہیں ہوسکتے جنہوں نے تجرد میں زندگی بسر کی ہو۔ ان کو تبرا اور متعہ سے متہم نہیں کیا

جا سکتا پس ان تمام حالات کے لحاظ سے یہ کس طرح قابل قیاس ہو سکتا ہے کہ کوئی صوفی شیعہ ہو سکے یا کوئی شیعہ اس زمرہ میں شامل ہو کر وہ درجۂ ولایت و قطبیت حاصل کر سکے جو ان بزرگان دین کو حاصل تھا جن کی نسل میں سے بعض لوگ ڈیڑھ سو برس پیشتر بعض اسباب کی بنا پر اپنے مسلک سے جدا ہو گئے تھے اور اب اُن کی اولاد شیعہ ہے ۔

نوابانِ اودھ اور شیعیت

تاریخ امروہہ (جلد اوّل) میں بیان ہو چکا ہے کہ صوبجات متحدہ بالخصوص روہیلکھنڈ وغیرہ میں شیعہ مذہب کی اشاعت نوابانِ اودھ کے حاکمانہ اقتدار اور مبلغانہ جد وجہد کی بنا پر ہوئی۔ اودھ کی شیعہ سلطنت نے مذہبی لحاظ سے خاص اثر ڈالا جن لوگوں نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا ان کی املاک مدد معاش وجاگیریں تو بحال رکھی گئیں جو اپنے قدیم مذہب اہلسنت پر قائم رہے اُن کی جائیدادیں ضبط ہوئیں ۔

حضرت مولانا شاہ اجمل الہ آبادی (جو بارہویں صدی ہجری کے عالم متبحر اور شیخ طریقت تھے۔ آپکے دودمان والا شان کو جس میں کابرًا عن کابر نامور علما و ارباب معرفت ہوتے رہے شاہ جہان عالمگیر اور فرخ سیر وغیرہ شاہانِ مغلیہ نے جاگیرات معافی عطا کی تھیں شاہ عالم بادشاہ نے جسکو حضرت شاہ صاحب سے خاص عقیدت تھی مزید معافیات پیش کیں مجموعی تعداد ۳۲ مواضعات کی تھی حضرت شاہ اجمل کے بزرگوں کی خانقاہ کو جو بعد میں دائرہ شاہ اجمل سے مشہور ہوئی بڑی رونق دی تشنگانِ علوم کے لیے مدرسہ کا فیض جاری تھا آستانہ مبارک پر صبح سے شام تک اہل حاجت کا انبوہ کثیر رہتا ہندوستان کے علاوہ عرب وعجم سے طالبان علم ہوتے [illegible] علما و فضلا رسیاح اور زائرین الہ آباد آتے اور مہینوں آپکے مہمان رہتے نوابانِ اودھ کے زیر تسلط جب یہ علاقہ آیا نواب شجاع الدولہ نے مشائخ و علما کی یہ جاگیریں ضبط کر لی تھیں [illegible] کے وابستگان اور ان خاندان کو سخت تکالیف پہنچیں [illegible] [illegible] [illegible] جائیداد ضبط کی [illegible]

[illegible] ذیل [illegible] مذکور کیا [illegible]

اے ضبط نمودہ تو دیہات مرا ۔۔ ہم ضبط شود دولت از قہر خدا

زیں شیوہ ناصواب باز آ باز آ ۔۔ ورنہ تو سزائے خویش یابی بخدا

چند ہی روز بعد شجاع الدولہ کا یکایک انتقال ہو گیا اُسکے جانشین نے جاگیر واگذاشت کی۔ بابن ہمہ آصف الدولہ کے عہد میں مذہب کی تبدیلی کا بازار گرم تھا ضبطی جائیداد کا خوف دلا دلا کر لوگوں کو مذہب شیعہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا اور اودھ کے بہت سے سُنّی خاندان شیعہ ہو گئے انہیں جاگیریں ملیں۔ صاحب عماد السعادت شیعی مذہب خواجہ موسیٰ خاں کے حالات میں جو ابتداءً سُنّی مذہب سلسلہ نقشبندیہ کے پیر طریقت حضرت سید امیر کُلال کی نسل سے تھے لکھتے ہیں کہ:۔

خواجہ موصوف در ابتدا از جہت تولد در توران و صحبت بزرگان خود سُنّی بود چوں صحبت نواب برہان الملک دریافت مذہب اثنا عشری میل نمود لیکن بخیال اعتقاد مدار الدولہ دیر تر شد۔ م، ہرگز اخفائے مذہب کرد و از اثنا عشریاں تقیہ بحیثیت بجا طرز و با علان تمام تعزیہ داری می کرد و می کند حالا در لکھنؤ جاگیر مقدار ہزار روپیہ از سرکار دولت مدار جناب عالی نواب وزیر الممالک یمین الدولہ بہادر برائے او مقرر است (ص ۱۴۲)

سلسلہ نقشبندیہ کے پیر طریقت کی اولاد کا جب یہ حال ہوا کہ دنیا طلبی کی ہوس میں سُنّی سے شیعہ ہو گئے اساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر کے عوض آبائی مذہب ترک کر دیا تو دوسروں پر جو اثر نہ پڑتا تھوڑا تھا۔ شیعہ سلطنت کے اثرات اور جاگیروں کے لالچ سے لوگ آبائی مذہب ترک کر رہے تھے۔ ان حالات کو حضرت مولانا شاہ آجل نے ایک نظم میں بیان فرمایا ہے جسکے چند شعر یہاں نقل کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ:۔

دورے رسیدہ است کہ ابنائے روزگار ۔۔ دارند از طریقۂ آبائے خویش عار

کردہ ہمہ طریقۂ اسلاف خویش گم ۔۔ ہر یک نمودہ است دگر مذہب اختیار

یاران گذاشتند ہمہ رہ دنا سبق ۔۔ بیجا روند راہ ندارند ننگ و عار

دین ... [illegible] ۔۔ [illegible] ... استوار

از اہل جاہ ہر کہ بیک مذہبے رسید — کردند خویش را بہماں مذہبے شکار

ایں ناکساں حمیت غیرت ز خود تمام — یکبارہ دادہ از پئے دنیا امید وار

افتادہ اند بہرِ دونان دوں مزاج — ہیہات اگروہ اند ہمہ ننگ دی شعار

گوید کسے کہ سید عالی نسب منم — گوید کسے کہ منم از اجل روزگار

کس گوید اینکہ شیعہ شیک ریب ما — سنیم ولی کنیم تبرا ہزار بار

زیں نوع ہر کدام فروشند دین خویش — در پیش ہر کدام بہر شہر و ہر دیار

بیچارگاں ذلیل شدند و خیانت شد — دیں ہم فروختند و گر ہیچ اعتبار

بیہودہ دیں فروشی خود می کنند — حاصل نمی شود سخنے غیر ننگ و عار

اے دوستاں از صحبت ایں مردمان حذر — خواہیم تا شویم ازیں خلق در کنار

ایں جا چو مردماں ہمہ گشتند شیعیان — اظہار می کنند تشیع چوں بے شمار

چوں زیں جماعت ہست ہمہ طور بن طلب — گویم ازاں ز صدق ولی من بیار یار

چارند چوں بہ پیش خدا حاملان عرش — دین رسول گشتہ ازیں چار استوار

بوبکرؓ یار غار رسول کریمؐ بود — **فاروقؓ** بود یکہ بمیدان کارزار

عثمانؓ کہ بود کان حیا منبع سخا — چارم امام ہر دو جہاں **شاہ ذوالفقار**

یہ اشعار اس جلیل القدر سنی عالم اور شیخ طریقت کے ہیں جنہوں نے تبدیلی مذہب کے یہ واقعات بچشم خود ملاحظہ فرمائے تھے۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت اس امر کا ہو سکتا ہے کہ شیعہ سلطنت نے جور و ظلم کی کارروائیوں سے مذہب کی اشاعت کی۔ اس زمانہ کے حالات چشم تصور کے سامنے لائیے اور دیکھئے کہ حکومت کی جانب سے اتنا دباؤ ڈالا جا رہا ہے، دنیا کے لالچ میں لوگ دین بیچ رہے ہیں، خلفائے راشدینؓ کی منقبت بھی دشوار ہے۔ حضرت شاہ صاحب ممدوح کی حمیت دینی جوش میں آتی ہے اور آپ بہ اعلان مدح چار یارؓ میں اشعار نظم فرماتے ہیں۔

امروہہ میں شیعیت کا آغاز | ایسے حالات میں کون اس سے انکار کر سکتا ہے۔ دیکھئے

کا علاقہ جب کچھ مدت کے لیے اودھ کی متعصب شیعہ حکومت کے زیر اقتدار آیا تو یہاں بھی مذہبی تعصبات وہی اثر نہ ڈالا گیا ہوگا جو دوسرے مقامات پر ڈالا گیا چونکہ نوابان اودھ کا تسلط زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا اور یہ علاقہ بھی مستقر حکومت سے دور تھا اس لیے بہ نسبت اودھ کے اثر کم پڑا تاہم روہیلکھنڈ اور خصوصاً امروہہ میں اسی زمانہ سے شیعیت کا آغاز ہوا۔ اس سلسلہ میں یہ سوال البتہ ضرور حل طلب ہے کہ جو خاندان شیعہ حکومت کے زمانہ میں اپنے قدیم مذہب اہلسنت والجماعت پر قائم رہے [illegible] اور [illegible] حکومت برطانوی میں بھی سنی رہے وہ بعد میں کیوں شیعہ ہو گئے۔ اس تحقیق ہونے کی بہت زیادہ تعجب کی حاجت نہیں۔ سادات امروہہ کے صرف وہی سنی افراد یا خاندان شیعہ ہوئے جن کی شادیاں [illegible] میں شیعوں سے ہوتی رہیں شیعہ عورتوں کے بطن سے جو اولاد ہوئی وہ اکثر و بیشتر ماں کے مذہبی [illegible] کے اثرات سے ضرور متاثر ہوئی ابتداءً نیم شیعہ رہے دو ایک پشتوں کے بعد غالی ہو گئے۔

صوفیاء اور مشائخ کے خاندانوں میں سادات [illegible] کا [illegible] جس کے اب تقریباً سب افراد شیعہ ہیں شاہ صاحب ممدوح کے زمانہ کو ڈیڑھ سو برس سے زیادہ مدت نہیں ہوئی آپ کے بعد کم از کم دو پشت تک [illegible] رہے [illegible] ایک شیعی مذہب مؤلف [illegible] صاحب [illegible] انساب جو اس خاندان کے [illegible] تعلق رکھتے ہیں کہ:

"[illegible] صاحب [illegible] بہت [illegible]
[illegible] قدموسی ان کی کے [illegible] اور [illegible]
[illegible] اور [illegible] اکثر [illegible]
[illegible] تک ہم پہنچاتے تھے جو کچھ
[illegible] صاحب [illegible] ت [illegible]
[illegible] کا توکل علی اللہ [illegible]
[illegible] شاہ صابر علی صاحب [illegible] رسالہ [illegible]

کہ وہ بھی [illegible] قدم بقدم [illegible] گو [illegible] کے ہوتے ہیں

شاہ جعفرؒ کی اولاد میں اب سب اشخاص شیعہ ہیں وہ بھی گو عام شیعوں کی طرح یہ کہنے لگیں کہ ہمارے مورث بھی بظاہر سنی عقیدتاً شیعہ تقیہ میں تھے تو سوال یہ ہے کہ ان کا زمانہ تو اودھ کی شیعہ سلطنت کا زمانہ تھا کسی سنی سلطنت کا زمانہ نہ تھا پھر انہیں تقیہ میں رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ درویش تھے صوفی تھے [illegible] ظاہر و باطن ان کا ایک تھا، وہ نہ تقیہ میں تھے اور نہ انہیں شیعیت متہم کیا جا سکتا ہے۔ ان کی اولاد میں البتہ جو لوگ شیعہ ہوئے وہ محض اسی اثر سے ہوئے کہ شیعوں سے ان کی [illegible] قرابتیں ہوتی رہیں۔

مشائخ کے علاوہ رؤسا و امراء میں سید علی غضنفر خاں [illegible] اودھ کی شیعہ حکومت کا زمانہ تھا [illegible] مذہبی [illegible] کیا [illegible] خاندان میں شیعیت نے [illegible] سلسلہ میں کیا جا سکتا ہے [illegible] سید محمد علی خاں علوم دینیہ [illegible] صوفی [illegible] مملوکہ کل جائداد وقف فی سبیل اللہ کر کے اپنے برادرزادگان کو متولی بنایا وقف نامہ میں جس کی نقل جلد اوّل میں درج ہو چکی ہے مساکین و محتاجین کے علاوہ خرچ سادات علماء و فقراء و صلحاء و ذوی الاعزا عزام و اکرام کی جو تصریح کی گئی ہے ان میں علماء و فقراء سے مراد علمائے اہلسنت و الجماعت و صوفیہ و مشائخ سے [illegible] سادات و شرفائے اہلسنت و الجماعت و دوستان اہلبیت و دوستان خاندان کی [illegible] شیعہ [illegible] حقیقت تھی کہ [illegible] سنی و باطنی [illegible] کی نقل پیش کرتے ہوئے [illegible] سے انکے عقائد مذہبی کا [illegible] بخوبی ہو سکتا ہے۔

[illegible] سید محمد علی خاں [illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب مرحوم و مغفور [illegible]

مرحوم بقضائے الٰہی بواصل حق شد دازیں مبلغ دو صد پنجاہ روپیہ منجملہ مبلغ مرقوم الصدر بسبب

سی باطنی وحق دعاگوئی بسید مولوی اسد اللہ صاحب ذمہ خود دادنی قبول نمودم لہذا

اقراری نامہ نوشتہ سپردم کہ بعد حصول معاملات مرقوم الصدر حسب دلخواہ مبلغ مذکور بموجب

تفصیل ذیل بمولوی صاحب مذکور الکلام پشان سازم ہیچ حیلہ وتکرار بیچ نوع بیان نیارم۔۔

تاریخ دوم شہر شعبان المعظم ۱۲۲۲ھ

سید علی اعظم خاں کے بنی اعمام میں میر اسد اللہ خاں عرف میر کلو بھی راسخ العقیدہ سنی صوفیہ کے عقیدتمند تھے۔ اُس زمانہ تک اس خاندان میں شیعیت کا رواج نہیں پایا تھا۔ صاحب خلاصۃ الانساب شیعی میر صاحب کے وقف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

مصارف مدرسہ ومسجد میر صاحب یعنی میر کلو۔ کہ مصارف موصوف میں واسطے طلبا و حفاظ اور سازی استفادہ کے آمدنی موضع کیرار تبہ ومنفعت موضع جبرن کے دوام وقف ہے خدا کے فضل

سے اب تک جاری ہے۔۔ دونوں دیہات اسکے لیے گاؤں میر صاحب اور خان صاحب نے مد خرچ

شاہ اعظم صاحب پھپراؤں والے میں بطور نذر دنیا کے تھے۔ لکھے ہیں ص"

یہ وقف عدالت میں بھی سنی وقف ثابت ہوچکا ہے اور ہمیشہ سے علماء اہلسنت والجماعت کا افادہ درس مدرسہ واقع مسجد متروکہ میر موصوف میں جاری رہا ہے اور اب بھی اہلسنت والجماعت کا مدرسہ وہاں موجود ہے میر اسد اللہ خاں اور سید عطا محی الدین یہ دونوں بھائی حضرت شاہ اعظم[1] پھپراؤنی کے عقیدتمند اور مرید تھے۔ صاحب نخبۃ التواریخ مولانا سید محمد میر عدل سید مبارک اور آنکی اولاد امجاد کے سنی مذہب اور خانوادہ قادریہ سہروردیہ اور نقشبندیہ میں بیعت ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے میر کلو موصوف کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

---

[1] حضرت شاہ اعظم پھپراؤنی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حاجی محمد افضل کے مرید وخلیفہ صاحب حال قوی نسبت شیخ وقت تھے آپ کے اخلاف میں مولوی عبد الواحد صاحب رئیس، مولوی عبد الاحد بی اے (علیگ) و مولوی عبد الباقی ایم اے (علیگ) وغیرہم ساکنان پھپراؤں ہیں

ودر آخر در نقشبندیہ مصنفے از حضرت شاہ جعفر بہ بدی استفاضہ باطن نمودند چنانچہ میرانشہ

عزت میر کلو از ایشان حضرت ارادت آوردہ و نسبت درست کردہ و معتقد وقت بودہ اص)

شاہ صاحب کا مزار بھی چھچھروؤں میں زیارت گاہ خلایق ہے۔ میر کلو نے اپنے صرف سے تعمیر کرایا تھا اور اپنی جاگیر سے دو موضعے رام پور و ابراہیم پور شاہ صاحب کے فرزندان شیخ بو علی و شیخ صاحب علی کے حق میں واگذاشت کیے جو ابتک اُن کی اولاد کے مقبوضہ و مملوکہ ہیں اس واگذاشت[1] کے متعلق بادشاہ عزیز الدین عالمگیر ثانی کا فرمان مجریہ بست ششم صفر ۱۱۷۳ھ اہل خاندان کے پاس موجود ہے۔ فرمان مذکور کی نقل ذیل میں درج کرتا ہوں +

نقـــــــــل

فرمان عزیز الدین عالمگیر ثانی بادشاہ غازی

درینوقت میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ ہفتاد و ہشت ہزار دو صد و ششش دام از مواضع رام پور وغیرہ متعلقہ پرگنہ ... صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد کہ سہ صد و پنجاہ و یک روپیہ و کسرے حاصل است از گذاشت سید محمد اسد اللہ وغیرہ وجہ انعام شیخ بو علی و صاحب علی پسران شیخ محمد اعظم درویش و فرزندان و متعلقان بطریق التمغا نسلا بعد نسل و بطنا بعد بطن لاقیدا ساای قسمت سالی توقیر از نصف حریف و نقصان خیل حسب الضمن مقرر باشد . . . .

صفر المظفر سال ششم از جلوس والا ساتق ۱۱۷۳ھ

کیا کوئی شیعہ بزرگان دین، مشایخ و صوفیہ کا ریہ اور اس درجہ عقیدتمند ہو سکتا ہے جیسے میر کلو اور ان کے اعزا تھے؟

[1] پشت فرمان پر گذاشت بن سید علاء الدین کا نام بھی ہے تفصیل حصہ جاگیر میں ہے ؞

میر بلاو جیسے، اسی طرح شیخ شیدہ کی اولاد میں اب تقریباً سب اثنی عشری شیعہ ہیں بعض ان میں حد درجہ غالی بھی ہیں، اس خاندان میں بھی شیعیت کا آغاز ان ہی اسباب سے ہوا جن کا اشارہ اوپر کیا جا چکا ہے۔

غرضیکہ مندرجہ بالا تصریحات اور حقائق و شواہد تاریخی کی روشنی میں یہ امر پوری طرح ثابت و متحقق ہے کہ اولیائے کرام و مشائخ و صوفیائے عظام میں فرد واحد بھی مذہباً و عقیدۃً شیعہ نہ تھا نیز کوئی شیعہ اپنے مخصوص عقائد کے اعتبار سے اس پاک و مقدس گروہ میں کبھی شامل ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔

امروہہ کے اولیاء و مشائخ بھی سب کے سب اہلسنت والجماعت کے صاحب عرفان بزرگ تھے۔ ان میں سے دو ایک بزرگوں کی نسل کے کچھ اشخاص نے البتہ نوابانِ اودھ کے زمانہ تسلط میں خارجی اثرات کی بنا پر شیعی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ان ہی کی اولاد اور قرابت داران قریہ میں جیسا کہ دوسری جگہ ثابت کیا گیا ہے، تقریباً ڈیڑھ صدی سے اس مذہب نے رواج پایا۔

تذکرۃ الکرام کی تدوین: مجھے اس کا پورا احساس بلکہ اعتراف ہے کہ تذکرۃ الکرام کی تالیف کا حق مجھ سے بحسن و خوبی ادا نہ ہو سکا، نہ بزرگانِ دین کے تذکرے اس معیار پر مرتب و مدون ہوئے جو پیش نظر تھا۔ مشائخ و علماء کے اسماء و انساب اور خاندانی حالات، سلاسل بیعت، تحصیل علوم و معارف اور کسب کمالات کا محض تفصیلی بیان ہی اس تالیف کی غرض و غایت نہ تھی بلکہ مقصود اصلی یہ تھا کہ ان نفوس قدسیہ کی تعلیمات، ان کے احوال و اقوال، ان کی مناقب و عابدانہ زندگی کے سبق آموز حالات و واقعات کو ایسے پیرایہ میں نئی موجودہ نسل کے سامنے پیش کیا جائے کہ بزرگانِ دین کی زندگیوں کے آئینہ خانہ میں اپنے اعمال، طور طریق اور طرز زندگی کے خدوخال کو دیکھ سکیں۔ ممکن ہے کہ [illegible] بھی ہوں اور اس تاثر سے اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرنے پر مائل ہو جائیں کہ موجودہ دور مذہبیت اور مادہ پرستی میں ایک مومن مسلم کا بہتر نمونہ بن سکیں اور ان کی زندگی پر قوت سے اسلامی تعلیمات کی پیروی کا لازمی نتیجہ [illegible] ممتاز ہیں متمتع و بہرہ اندوز ہوں۔ مگر حیف کہ سالہا سال کے تجسس و تلاش سے جو ذخیرہ [illegible] نہایت مجمل اور ناکافی تھا۔ اپنی شومی طالع پر حسرت کے آنسو بہانے [illegible] پچھلی [illegible] قتل و غارت [illegible] کے ساتھ ان کے حالات بھی ضائع ہو گئے کسی زندگی

کا محض عرف معلوم ہے۔ لیکن حالات تو درکنار، نام و نسب کا بھی پتہ نہ چلا۔ بعض کے حالات اگرچہ مختصر ملے جو نہ ملنے کے برابر ہیں۔ شاید آئندہ کوئی محقق مرد حسب ترغیب "برون آید و کارے بکند" کا مصداق ان میں سے کسی بزرگ کے تفصیلی حالات دریافت کرنے میں کامیاب ہو۔ اسلئے ان نامورانِ گمشدہ گمنامی کے نام بھی درج کر دیئے ہیں۔

مشائخ و اولیائے قدیم میں سے بعض کے نام و نسب کا ذکر تو کتب تذکرہ میں درج ہے لیکن بُعد زمانی کی وجہ سے مزید حالات معلوم ہونیکا بجز [illegible] کوئی ذریعہ موجود نہ تھا۔ اسلئے تائید غیبی سمجھئے یا ان بزرگوں کے تصرفات کہ لیجئے طریقہ پر اور ان حالات میں جن کو مرور زمانہ کے نقش [illegible] اور ضعیف الاعتقادی سے تعبیر کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ بعض نہایت کہنہ کاغذات دستیاب ہوئے جن سے ان بزرگوں کے حالات پر کافی روشنی پڑی۔ گویا ان مقدس آسودگانِ خاک عدم نے بہ نفس نفیس دنیائے فانی خوابیدہ سمجھتے ہیں اپنے حالات خود ہی بتا دیئے۔ سچ ہے

سوتا نہ سمجھ ان کو ذرا آنکھیں کھول　　　ان سوتوں سے ہیں فیض کے دریا جاری

دور آخر کے بعض بزرگوں کا تذکرہ بھی زمرۂ مشائخ میں کیا گیا ہے۔ علماء میں زیادہ تر ان اصحاب کا تذکرہ ہے جو صاحب درس و صاحب تصانیف ہیں۔ زمانہ حال کے بعض فضلا کا ذکر بھی ذیل میں کر دیا گیا ہے حتی الوسع اسکی کوشش کی گئی کہ زمانہ حال کے جملہ فضلاء کا ذکر تذکرہ میں ہو جائے اگر کسی صاحب کا تذکرہ درج ہونے سے رہ گیا تو یہ کوتاہی خود ان کی یا ان کے احباب کی ہے کہ مؤلف کو اپنے حالات سے مطلع نہ فرمایا۔

اس جلد میں صرف مشائخ اور علماء کا تذکرہ ہے۔ دیگر ارباب کمال [illegible] حصہ زیر ترتیب ہے۔

تحقیق الانساب

ابتداءً یہ خیال تھا کہ اسی کتاب کے ساتھ [illegible] کو بھی بطور ضمیمہ شامل کر دیا جائے چنانچہ آئندہ اوراق میں [illegible] بعض خاندانوں کے نسب کے متعلق طویل بحثوں کی وجہ سے اتنا ضخیم ہو گیا کہ بجائے خود ایک مستقل کتاب بن گیا۔ اسلئے

مجبوراً جداگانہ شائع کرنا پڑا۔ کتابت ختم ہو چکی ہے طباعت باقی ہے انشاءاللہ العزیز یہ حصہ بھی عنقریب زیور طبع سے مزین ہو جائیگا۔

شکریہ

جناب مولنا سید علی زینبی صاحب نے بعض علماء کے حالات فراہم کرنے میں جو امداد فرمائی اُسکا شکریہ مجھپر واجب ہے۔ اسی طرح شاہ محمد مخدوم صاحب صدیقی نے اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات میں جو مبسوط اور ضرورت سے زیادہ مطول تحریرات ارسال فرمائیں اخذ مطالب میں ان سے کافی مدد ملی وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ برادر عزیز سید احمد عباسی نے طباعت کی نگرانی اور پروف کی تصحیح میں اور عزیزی سید علی تجمل خان نقوی نے بعض مسودات کے خوشخط نقل کرنے میں جو زحمت گوارا کی وہ لایق شکریہ ہے سب سے آخر لیکن جذبات ممنونیت کے اعتبار سے سب سے اول اُن حضرات شعراء کا شکریہ واجب ہے جنہوں نے وطن عزیز کی داستان بہار و خزاں کے بیان کے لئے نظم کا پیرایہ اختیار کیا۔ جناب مولانا محمد اختر شاہ خان صاحب اختر امروہوی نے فارسی میں اور محبی مولوی سید محب احمد صاحب کاظمی آفاق امروہوی اور جناب صوفی نور اللہ صاحب صدیقی عیش امروہوی نے اردو میں خاص توجہ اور قابلیت کیساتھ قصائد لکھے جو خاتمہ کتاب پر درج ہیں۔ عزیزی سید انیس الدین احمد صاحب رضوی ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی نے "یاد ایام" کے عنوان سے فارسی میں جو ترکیب بند لکھا ہے وہ جذبات تشکر کیساتھ اسی دیباچہ کیساتھ درج ہے پڑھئے اور سوز و گداز کے ان جواہر پاروں کو جن سے "یاد ایام" کے لایق مصنف نے اپنے کلام کو آراستہ کیا ہے نہانخانۂ دل میں جگہ دیجئے اور اس "فردوسی امروہہ" کے لئے دعا کیجئے ؎

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

خاکسار

محمود احمد عباسی

امروہہ۔ داؤد منزل
یکم مئی ۱۹۳۲ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یادِ ایام

بیارا اے ساقی خوش خو بہ گردش جام عرفان را
کہ از دل محو کردم یک قلم اندوہ خسیاں را

زہے بادہ کہ در وے بادۂ لا تقنطوا باشد
چہ بادہ بادۂ پیغمبرے لطف رحماں را

سبوئے جامے دگر دہ نشۂ شب وصل پیہ
چو نشۂ تقویتے اجزاے ایماں را

بہار آمد کہ از فردوس پیغام وصل آمد
کہ آورد بہ رقص اندر نواسنجان بستاں را

ببیں رندان میکش کیں آراستہ امشب
کہ تا یثرب آید صحن بزم انجمستاں را

بہ وصف رحمۃ للعالمین لولاک لما گفتہ
کہ گفتہ قادر کل خالق ارض و سما گفتہ

ببیں چشم نگاہم جلوۂ جاں وشم دارم
دم از انفاس پاک مسیح تسلیم دارم

دلِ من گشته آئینه بیانِ عصرِ رفته را
درونِ سینه ام از فضلِ ربی جامِ جم دارم
رواقِ چشمِ من تصویرگاهِ عهدِ ماضی شد
ببیں چوں رهبران و مرشدانِ محترم دارم
به آغازِ ولایت سیّد گنج رواں[1] آمد
که از فیضانِ عرفانش تمنائے کرم دارم
به زیرِ سایهٔ دیوارِ او چوں بادب آیم
تو گوئی صد فرادیسِ بریں زیرِ قدم دارم
به ظلمت خانهٔ امروهه آمد نورِ سبحانی
کلیدِ گنجِ عرفان مطلعِ خورشیدِ ایمانی
خوش آں روزے که شهرم رشکِ گلزارِ عدن می بود
که زینت بخشِ محفل شاه شرف الدین حسن[2] می بود
قدومِ پاکِ او امروهه را مخزنِ ارم کرده
به بزمِ معرفت گویا که شمعِ انجمن می بود
نصیر الدین شه[3] صد سال بعدش رونق افزوده
زمینِ گلشنِ ما همسرِ صد نارون می بود

---

[1] حضرت سید احمد نظام گنج رواں قدس سرهٔ که مزار پاکش در محله نوبت خانه واقع است ۱۲

[2] حضرت شاه سید شرف الدین حسن قدس سرهٔ یکے از شاهان ولایت امروهه ۱۲

[3] حضرت شاه سید نصیر الدین قدس سرهٔ

گل باغ علی شد زینت بستان امروهه
به هر برگش هزاران آرزو رنگ چمن می بود
زمانه بعد ازان آورده چاندا[1] منور را
به علم دین فرید عصر و یکتائے زمن می بود
علوم عقلیه و نقلیه را هم چراغ آمد
برائے تشنگان از کوثر عرفان ایاغ آمد
فزون شد هم به رزم و بزم عز و شان امروهه
که از ایوان گردون سر کشید ایوان امروهه
زمان میمنت مانوس خلجی را به یاد آور
ولی عهد دلی[2] گشته از سکان امروهه
هزبر الدین ظفرخان[3] زور بازوئے علاء الدین
سپه سالار اعظم بُد ز فرزندان امروهه
سریر آرائی ملک دکن را در حسن گنگو[4]
مهیا کرده شاهے حاشیه بوستان امروهه
عنان مملکت اقلیم عرفان قدرت خامه
همه بودند در دست خردمندان امروهه

[1] حضرت شیخ چانده بن نور المعروف به شیخ چاندا [illegible] فرید شکر گنج فاروقی قدس سره
[2] شهزاده خضرخان ولی عهد سلطان علاء الدین خلجی در امروهه قیام می داشت
[3] ملک هزبر الدین ظفرخان یکے از چهار ارکین سلطنت سلطان علاء الدین خلجی و سپه سالار عساکر شاهی بود
[4] حسن گنگو بهمنی که در عهد سلطان محمد بن تغلق سلطنت بهمنیه دکن را بنا نهاد

ز مشرق تا بہ مغرب سکۂ خود را رواں کردیم
بہ ہر جائے کہ رفتیم آں زمیں را آسماں کردیم

نسیمِ صبحِ عرفاں بوئے گلزارِ جناں آورد
نعیمِ کارسازِ دو جہاں را ہم عناں آورد

زمانِ معدلت آثارِ بابر شاہِ ہندوستاں
نویدِ مقدمِ انوارِ بدرِ چشتیاں آورد

بہ ذاتِ سید ابن ابوالفتح[۵] مخدومِ کرمانی
ولایت بر سریرِ خود رئیسِ جاوداں آورد

ز فرطِ رحمتِ خود داد ہم دنیائے امکانی
غریقانِ معاصی را کرانِ سیلے کراں آورد

بہ پیشِ تربتش چوں دست بستہ آدم حاضر
نگاہِ آرزو جان و دلم را ارمغاں آورد

بر آں نازم کہ از اخلافِ آں عالی گہر ہستم
کہ در وصفش وفائے[۶] مدح گستر نذرِ جاں آورد

خجستہ گوہرے از دودمانِ نوعِ انسانی
"چہ گوہر، گوہرِ رخشانی چہ گوہر، گوہرِ کانی"

---

۵ بندگی حضرت مخدوم ابوالفتح سید عبد اللہ الرضوی المعروف بہ حضرت شاہ ابن بہ چشتی کرمانی قدس سرہٗ یکے از شاہان ولایت امروہہ ۱۲

۶ جد استاذی جناب سید محمد حسین رضوی امروہوی مرحوم متخلص بہ وفا و محامد

به عصر بدیع‌تش گشت دنیای دگر پیدا
سپهر علم و حکمت را شده شمس و قمر پیدا
سریرآرای علم و فضل رکن الدین عباسی[٥٠]
به دنیای معارف شد ز فیض او سحر پیدا
دگر سید محمد[٥١] میر عدل اکبر غازی
ز انوارش کلید معرفت را شد خبر پیدا
بیاد آور جناب مفتی محمود محتشب[٥٢] را
که شد اهل تمنا را به او ذوق نظر پیدا
ز کیفیات فیضان علوم شان همی بود
به هر گوشه هزاران قرطبا و اصطخر پیدا
ابوالفضل[٥٣] و معالی[٥٤] عبدوارث[٥٥] قاسم[٥٦] و هادی[٥٧]
بس از دست این معموره ما نامور پیدا

---

٥٠ مولانا رکن الدین عباسی بودند. حلقهٔ درس [illegible] که شبستان [illegible] و مورث خاندان عباسیه [illegible]

٥١ مولانا سید محمد تقوی که به عهد اکبری میر عدل بود ۱۲

٥٢ مفتی محمود بخشی مورث خاندان مفتیان امروهه [illegible] اکبری

٥٣ سید [illegible] منصب [illegible] میر عدل

٥٤ سید ابوالمعالی برادر سید ابوالفضل موصوف است. منصب [illegible] عهد اکبری

٥٥ سید عبدالوارث بن سید عبدالواحد منصب دار [illegible] عهد جهانگیری [illegible]

٥٦ سید ابوالقاسم [illegible] میر عدل موصوف [illegible] منصب [illegible] عهد اکبری

٥٧ سید عبدالهادی [illegible] منصب [illegible] عهد اکبری

هرآں گوہر کہ آمد گوہرِ والا صدف آمد
ہرآں ساقی کہ آمد بہرِ ما صد خم بکف آمد

تلطف کرد ابرِ رحمتِ ربِّ غفور ایں جا
ز امطارش نہ ماندہ ذرۂ گردِ قصور ایں جا

ظہورِ فیضِ ربی شاہ نور الملۃ والدین [۵۱]
کہ در عہدِ جہانگیر آمدہ صدر الصدور ایں جا

جہانِ معرفت گشت آشکار از پرتوِ نورش
مشرح شد حدیثِ قدسی آیاتِ نور ایں جا

شہ عبد المجید [۵۲] آں ساقیِ عرفاں کہ آوردہ
ز رافت جامہائے بادۂ کیف و سرور ایں جا

شہِ فیاض [۵۳] را زاں بعد آں خلاقِ حسنِ دل
فرستادہ پئے تالیفِ قلبِ ناصبور ایں جا

بذاتِ عضدِ دین [۵۴] و عبدِ ہادی [۵۵] رحمتِ باری
پئے دل دادگانِ معرفت کردہ ظہور ایں جا

---

۵۱ حضرت شاہ نور الدین رسولی ابن حضرت بدھ چشتی قدس اللہ سرہما بعہدۂ صدر الصدور در سرکار جہانگیر فائز بود

۵۲ حضرت شاہ عبد المجید علوی قدس سرہ

۵۳ حضرت شاہ محمد فیاض جعفری قدس سرہ ۵۴ حضرت شاہ عضد الدین جعفری قدس سرہ

۵۵ حضرت شاہ عبد الہادی صدیقی قدس سرہ

بہ دورِ آخری از پرتوِ شاہ قیام الدین[1]
ہویدا شد تجلّاتِ نشر از کوہِ طور این جا

بہ رہ گم کردہ پیر مسلکِ صدق و صفا بودند
حبیبِ کبریا محبوبِ محبوبِ خدا بودند

بہ شعر و شاعری ہم پایۂ امروبہ افزوں شد
ز استادانِ فن بزمِ سخن بزمِ ہمایوں شد

سعادت[2] آں سخن سنج و سخن فہم و سخن گستر
ز لطفش قطرۂ معنی رقیبِ موجِ جیحوں شد

بہ ایں شانِ والا شان بودہ ناصیہ فرسا
کہ میرِ ناخدائے فن زعجمِ طبعِ موزوں شد

بہ شیخ مصحفی[3] امروہہ تا امروز می نازد
کلامِ حسنِ او وجہِ قرارِ قلبِ محزوں شد

واستاذی محامد ہمسرِ سعدی و خاقانی
کنوں ہم در جوارِ رحمتِ غفاریے چوں شد

بہ دلہا یادگارش یاد ماندہ حسرتا اے دل
ہماں بزمِ سخن بخچیہ گردشہائے گردوں شد

---

[1] حضرت شاہ قیام الدین چشتی

[2] سعادت علی سعادت استاذ ہای اے کن میر تقی میر رہ

[3] شیخ غلام ہمدانی مصحفی از شاہیرات مذہ سخن شد ... وفات ...

ز تاب ماه صداے حسرت هل من مزید آید
خوشا قسمت چو باز آن گردشِ روزِ سعید آید

بیا ساقی ببین نظارهٔ اخترِ نورانی
که از دل محو گردیده کشاکش هاے پنهانی

حدیثِ اَلعِلمُ عِلمَان آمده بهرِ تلاشِ حق
یکے زان علمِ دینی دیگر زان علمِ ابدانی

به ذکرِ حاذقینِ علمِ ابدان زندگی یابم
ز احسانات حق بودند بهر نوعِ انسانی

طبیبے بود فیض الله[۵۳] که از فیضِ علوم خود
بعهد شاه عالمگیر بُد او ساز سلطانی

دگر بود حسام الدین[۵۴] که تشخیصِ قوا دیدن
طبیبان را بتشخیصِ مرض شیخ است همه فانی

دگر سید محمد عسکری[۵۵] سقراطِ هندوستان
بعلمِ طب یگانه بود و هست یکتا نی

کفایت[۵۶] علی طبیب نامور آن حاذق دانا
شفا یابد ازو بیمار بس معجز افشانی

---

۵۳ حکیم فیض الله صاحب خسروی مشهد و رنگ زیب عالمگیر بودند
۵۴ حکیم حسام الدین جری معروف از روشن خیالان زمانه که در تشخیص مرض علوی شان ۱۱
۵۵ حکیم سید محمد عسکری ابن حکیم سید مجلس منصور ... حکیم ... پدر زادگان ۱۲
۵۶ حکیم کفایت الله صاحب مورث خاندان حکیمان ... دهلی

بیامد بعد از ان بہرِ مریضانِ زجاں رفتہ
بہ ذاتِ سیدِ احمد سعیدؔ[1] انعامِ ربانی
ارسطوئے زمانہ ہمسرِ سینا و فارابی
اطبائے دکن را افسرے بودست لاثانی
ز تصنیفاتِ او "تلخیص" و "معیارؔ"[2] آمدہ افضل
کہ فکرِ اجتہادی داشت اندر طبِ یونانی
چنیں بودست حالِ شہرِ پُر انوارِ امروہہ
زمانہ ہم بنازد بر در و دیوارِ امروہہ
جنابِ سیدِ احمد حسنؔ[3] آں قاسمِ ثانی
مسیحائے زمانہ از پئے امراضِ روحانی
بہ زیرِ پائے او از برکتِ دیں جنۃ الماویٰ
بہ بالائے سرش می تافت اکلیلِ سلیمانی
بہ علمِ دیں مثیلِ انبیائے عہدِ اسرائیل
بہ فقرش جانشینِ بدرِ چشتی "پیرِ کرمانی"
لویدِ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ تکیہ گلکِ عشقی را
حدیثِ اَلۡفَقۡرُ فَخۡرِیۡ آسرائے عالمِ فانی

---

[1] جناب سید احمد سعید رضوی مرحوم سابق افسر الاطبا ریاست حیدرآباد دکن والد بزرگوار خاکسار امین رضوی
[2] "تلخیص کامل" و "معیار سعیدیہ" از جملہ تصنیفات او
[3] حضرت مولانا سید احمد حسن رضوی محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ کہ از تلامذۂ حضرت شاہ محمد قاسم نانوتوی بودہ

علم بردارِ عقل و فہم نوابِ وقار الملکؒ

بجا بوده اگر بوده به او رنگِ جہانبانی
علی گڑھ نقشہائے زندگیش مرتسم دارد
به ہم عصراں ز فیضِ او فلک پیما علم دارد

ز تاریخِ سلف ہر صفحہ را گوہر فشاں بینی
ولے اکنوں چو بینی عالمے دیگر عیاں بینی
ز ہر کو داستانِ گردشِ گردونِ دوں پیداست
به ہر سو نقشہائے انقلابِ آسماں بینی
به آں شہرے کہ قانونِ اُخوّت را حکومت بود
نفاق و بغض و تفریقِ نسب را حکمراں بینی
دراں بزمے کہ نغمہ ریزیِ کیفِ محبت بود
ز ہر گوشہ صدائے حسرت و آہ و فغاں بینی
به گلزارے کہ بر ہر شاخِ گل بانگِ عنادل بود
تباہیِ خزاں را بر سرش ماتم کناں بینی
ز فیضِ خود پرستی ہائے گل چیناں ایں گلشن
ریاضِ ما اسیرِ پنجۂ فصلِ خزاں بینی

سه نواب انتصار جنگ وقار الدوله وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین سابق آنریری سکرٹری ایم اے او کالج علی گڑھ و فنانس ممبر ریاست حیدرآباد دکن۔

حسد در فطرتِ امرو هیاں چوں کار فرما شد
یکے را بر ترقیٔ دگر آتش بہ جاں بینی
تعصب خیمہ اش انداخت در قلبِ مسلماناں
حقیقت ہم صداقت را ہزاراں منکراں بینی
اجانب را بہ تحصیلِ نسب سعی است لاحاصل
بہ دور افتادہ از راہِ حقیقت کارواں بینی
یکے سُنّی دگر شیعہ یکے سیّد دگر افغاں
ہوائے فرقہ بندی در سرِ اسلامیاں بینی
تفاخر فی النسب اوصافِ اصلی را فرو بُردہ
شکستِ قوّتِ حبلُ المتین از مُسلماں بینی!
غبارِ نسل و خوں تاریک کردہ شیشۂ دل را
خلیل پاک باطن زاں کہ می نامند قاتل را
بالآخر دستِ قدرت چاک کردہ صفحۂ خالی
مطابق تا کند اوراقِ عصرِ ماضی و حالی
خدائے لم یزل محمود و احمد را فرستادہ
کہ مسعودیٔ امرو بہ شود از ہمتِ عالی
بہ کارِ من شدہ تقدیرِ فردوسیٔ امروہہ
بہ سلکِ نظم کردم گوہرِ تاریخِ اجمالی

ولے نیرنگئ عالم بہ حالم ایں چنیں کردست
نشاطِ زندگی دارد نشاطِ بے پر و بالی

بہ پیشِ قاضئ حاجات رودادِ غم آوردم
الٰہی اشرح صدری واغفر لی واعمالی

وبعد از حق زبدرِ چشت استمداد کردم من
معینی مرشدی انصرنی ویسر لی اشکالی

بہ فضلِ کردگارم و فیضِ بدرِ چشتیاں ساقی
انیسِ خستہ جاں اتمام کردہ نذرِ جاں ساقی

سید انیس رضوی
ایم۔ اے ایل ایل۔ بی
(علیگ)

نبی جان منزل، امروہہ
۱۲ اپریل ۳۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشائخ و اتقیا

(۱) شیخ الصوفیہ سید احمد گنج رواں قدس سرہٗ

بن سید عبداللہ فضل مشائخ امروہہ میں قدیم ترین اور قوی النسبۃ بزرگ سمجھے جاتے ہیں ابتدائے عہد اسلامی میں امروہہ آئے، دل تشنگان حقانیت کو روحانی فیوض و برکات سے سیراب کیا ایک اہل دل کے بیان کے مطابق حضرت ابوالحسن[1] خرقانی قدس سرہٗ سے آپکو انتساب بیعت حاصل ہے اور یہ بیعت نسبت بزرگی متقدمین سے ملتی ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ خاکسار مولف تحقیق مدارج مد نظر رکھنے سے قاصر ہے۔

سیدہ چاند جن کا مزار امروہہ سے متصل موضع عثمان پور میں ہے آپکے اخلاف میں باکمال بزرگ

---

[1] حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ چوتھی صدی ہجری کے اکابر مشائخ میں سے تھے صوبہ جرجان کے ایک دیہہ خرقان کو آپ کی ولادت کا شرف حاصل ہو۔ حضرت بایزید بسطامی کی روحانیت سے فیض باطنی حاصل کیا آپکے مریدوں میں حضرت ابوالقاسم گرگانی اور حضرت عبداللہ انصاری جو حضرت ابوایوب انصاری مشہور صحابی سے ساتویں پشت

تھے۔ جد امجد کی طرح سید چاندؒ نے بھی الشهرة آفة والخمول راحة پر نظر کر کے شہرت ناموری کے مقابلہ میں گمنامی کی نیک نامی پسند فرمائی۔ موضع عثمان پور کے بعض لوگ اپنے آپ کو سید چاندؒ کی اولاد میں بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم لیکن امروہہ میں ان بزرگوں کی نسل سے کوئی خاندان موجود نہیں۔٭

حضرت سید محمد گنج رواں قدس سرہٗ کا مرقد منور محلہ نوبت خانہ میں عقب مسجد سرراہ واقع ہے۔٭

(۲) سید اعزّالدّین سہروردی قدس سرہٗ

مشائخ متقدمین سے ہیں۔ خاندان کا حال کچھ معلوم نہیں نسباً سید مشہور ہیں شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا آپ کو مرید و خلیفہ بتایا جاتا ہے۔ درویشانہ سیر و سیاحت اور تبلیغ اسلام کے جذبہ نے وطن آبائی چھڑایا عراق عرب سے ہندوستان آئے بہت لوگ آپ کی تلقین و ہدایت سے مشرف باسلام ہوئے۔ امروہہ میں بڑہئی ٹولے والے کا لیتھ خاندان کو آجتک آپ سے عقیدت چلی آتی ہے آپ کے بعض خوارق و کرامات بھی مشہور ہیں۔ صاحب مقاصد العارفین نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایتؒ جب ابتداءً امروہہ میں وارد ہوئے اور بیرون شہر ریت کے ٹیلے کے قریب سے گزر ہوا اس وقت آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ اس جگہ کچھ بوئے یگانگت آتی ہے۔ ریت کے تودے اس مقام سے ہٹائے گئے تو ایک کہنہ قبر نمودار ہوئی شاہ ولایتؒ مراقب ہوئے۔ حالت استغراق سے فارغ ہونے پر فرمایا کہ یہ قبر سید اعزّالدین کی ہے جو شیخ الشیوخؒ کے خلفا میں صاحب مقامات عالیہ بزرگ تھے۔ بطریق سیاحت یہاں آئے اور بقضائے الٰہی فوت ہوئے۔ اس روایت کی صحت و عدم صحت سے یہاں بحث نہیں لیکن اس سے کم از کم یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے زمانوں میں اتنا فصل وبُعد تھا کہ

(بقیہ حاشیہ) میں ہوتے ہیں۔ کامل اور نامور مشائخ میں ہوئے۔ سنہ رحلت ۷۲۵ھ مدفن حسن تانی

اس مدت مدید کے انقلابات نے مزار کو تودہ ریگ سے ڈھانپ دیا تھا۔

حضرت شاہ ولایتؒ کا یہ قول بھی بعض تذکروں میں منقول ہے کہ جویائے حق کو میرے یہاں جو بات دو مہینے میں حاصل ہوگی وہ سید اعز الدین کے یہاں صرف چالیس دن میں حاصل ہوسکے گی۔ احاطہ درگاہ کے بچھوؤں کے متعلق صاحب نخبۃ التواریخ نے اپنا چشم دید واقعہ لکھا ہے:

ایک دن میں چند دوستوں کی معیت میں درگاہ عالی پر حاضر ہوا۔ دیوار احاطہ کی اینٹوں کے نیچے چند بچھو نظر پڑے۔ ہم نے ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا مگر ان بچھوؤں نے ہمیں مطلق ضرر نہ پہونچایا۔[۵۱]

۹۰۰ھ میں شیخ حسن نام ایک شخص نے آپ کے مزار کی مرمت کرائی اسکے متعلق صاحب ثمرات القدس[۵۲] نے ایک روایت بھی نقل کی ہے بعد میں وزیر سنگھ امیر سنگھ کائستھ نے مزار کو از سر نو درست کرایا چہار دیواری بھی تعمیر کی[۵۳] ۲۹، ۳۰ رمضان المبارک کو عرس ہوتا ہے جسکا اہتمام اب تک بڑھ تلے والے کائستھ صاحبان کا خاندان کرتا ہے ۔:

(۲) سید عبدالعزیز حاجی حرمینؒ

خاندان کا حال کچھ تحقیق نہ ہوسکا۔ سید اعز الدین سہروردیؒ کا مرید و خلیفہ بیان کیا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ آپنے سات حج پاپیادہ کیے آپ کی والدہ محترمہ بھی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں مادر شفقہ کی خدمت بہت کرتے۔ الجنۃ تحت اقدام الامھات (ترجمہ۔ جنت تہ پائے

---

۵۱ نخبۃ التواریخ صفحہ ۱۱

۵۲ صاحب ثمرات القدس نے آپ کو حضرت شاہ ولایتؒ کا معاصر اور آپکے ہر بیوں میں جھبت سکیں دیگر روایات و قرائن سے صاحب مقاصد العارفین کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۵۳ کائستھ صاحبان نے مزار کو از سر نو درست کراتے وقت قبر پر تعویذ نہیں بنوایا ۔:

مادراں است) کے مطابق محض اس اندیشہ سے کہ مبادا میری زوجہ والدہ معظمہ کی خدمت و اطاعت پوری طرح نہ کرسکے عمر بھر شادی نہ کی۔ حج و زیارت حرمین کے لیئے سفر پر جاتے تو مادر مشفقہ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ وضعیفہ جب پیدل چلتے چلتے تنگ جاتیں تو یہ انھیں اپنے کندھوں چڑھالیتے۔ پیرو مرشد کے وصال کے وقت حرم مکہ معظمہ میں تھے۔ وفات کی خبر پاکر بے تابانہ امروہہ چلے آئے اور پھر یہاں سے باہر نہ نکلے۔ چند سال بعد مرشد سے جاملے اور ان ہی کی درگاہ کے محاذ میں جانب شرق مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی والدہ کی قبر بھی پہلو میں ہے۔ مرقد منور پر سنگین کتبہ ہے جو بوجہ کہنگی عبارت پڑھنے میں نہیں آتا۔ امروہہ میں کوئی خاندان آپ سے منسوب نہیں البتہ "داڑھی رنگے" شیوخ کے مورث شیخ عبدالحکیم جو امروہہ میں مدفون ہیں اور اس خاندان کا قبرستان بھی یہیں ہے ؎

(۴) سید العارفین سید شرف الدین حسن شاہ ولایت قدس سرہ

اسم گرامی سید حسن[۵۱] لقب شرف الدین مشہور شاہ ولایت[۵۲]۔ سلسلہ نسب بچند واسطہ امام علی نقی رض سے متصل ہوتا ہے۔ بایں طریق سید شرف الدین حسن بن سید علی بن سید محمد غنی بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل[۵۳] واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن سید جعفر بن امام علی النقی رضی اللہ عنہم اجمعین ؎

آپ کے پدر بزرگوار سید علی جو اپنے بنیرۂ قاضی آصبہ علی سے انتہائی حاظر خاندان

---

۵۱ شرف الدین آپ کا اصلی نام نہیں بلکہ سلسلۂ بیعت کا لقب ہے یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ اصل نام کے بجائے مستعمل ہونے لگا۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ جات ۱۲

۵۲ ثمرات القدس نے صاحب ولایت تحریر کیا ہے ۱۲

۵۳ تاریخ اصغری اور واسطیہ میں ابوالفرح واسطی ہے اور قدیم شجرہ ہائے مولف میں ابوالفرش تحریر ہے ۱۲

ہیں سید علی بزرگ مشہور ہوئے عراق سے ہندوستان آئے۔ اینکے جد القبیلہ جعفر بن امام علی النقیؑ [1] کا قیام عراق ہی میں رہا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کی اولاد میں کچھ لوگ مقام سید [2] آپ چلے گئے تھے جو ملک شام میں واقع

[1] حضرات شیعہ ان کو "کذاب" کے لقب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ یہ اپنے بھتیجے محمد بن امام حسن عسکریؑ کی "مہدویت" کے قائل نہ تھے، جو سات سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے بھتیجے کے انتقال کے بعد وہ اپنے بھائی کے ترکہ کے وارث ہوئے علامہ شرف الدین مشہور نساب کا بیان ہے کہ "جعفر در نسب کاذب نیست بلکہ بو سطہ طعن کہ در صحت محمد مہدی بن حسن عسکری گروہ امامیہ او را کذاب مشہور کردند مارکہ وے در طعن صدیق بست زیرا کہ مہدویت محمد مہدی بر ایشان ثابت نشدہ پس جعفر در این طعن صادق و مخالف او کاذب باشد (العرج الماء صفحہ)" ان کی نسل والے امامیہ مذہب کا ذب کے اب تو اب کہنے لگے ہیں۔

[2] امام علی النقیؑ اور ان کی اولاد کی سکونت زیادہ تر عراق میں رہی۔ خلفائے عباسیہ کے حکمران خاندان سے علوی نجدی اور بنی عبدالمطلب ہونے کے قریبی تعلق تھی امیر المومنین ابو اسحٰق [illegible] المامون العباسیؒ کی دختر ام حبیبہ کا عقد امام علی [illegible] سے ہوا اور [illegible] شہزادی سیدہ ام الفضل [illegible] تاریخ کامل ابن اثیر چونکہ علویوں اور عباسیوں میں [illegible] امام [illegible] عام طور سے [illegible] اس رشتہ کو پسند کرتے تھے اسلئے خلیفہ [illegible] شہزادی اور داماد [illegible] [illegible] ان کا قیام رہا [illegible] امام علی نقیؑ [illegible] بعض سے بیان کیا جاتا ہے لیکن بعض [illegible] مستشرق ڈاکٹر [illegible] وغیرہ [illegible] [illegible] کا نام سیدہ ام الفضل [illegible] علم [illegible] شہید [illegible] امام محمد الجواد اور امام علی النقیؑ [illegible] دیگر علویوں [illegible] حضرت عباسیہ کے [illegible] خاندان کے ساتھ ہمیشہ [illegible] [illegible] عباسیہ [illegible] امیر المومنین الامام المعتصم باللہ عباسی [illegible] [illegible] اور امام علی نقیؑ کو زہر دینے کی روایت بھی سیاسی پروپیگنڈے سے [illegible] کے تو خود متقدمین علمائے شیعہ بھی قائل نہیں، علامہ [illegible] علی بن عیسیٰ [illegible] [illegible]

[illegible]

[3] ومن ولد ہارون بن جعفر الکذاب من [illegible] روئی ابناء الحسن والحسین [illegible]

ہے وہاں سے سید ابو الفضل پھر واسط[۵۱] (عراق) میں چلے آئے اسی وجہ سے واسطی مشہور ہیں لیکن اس خاندان کو واسط میں آباد ہوئے ابھی پوری ایک صدی بھی نہ گزری تھی کہ فتنۂ تتار کے قیامت خیز طوفان نے اسلامی ممالک کو تہ و بالا کر ڈالا چنگیز خانی خونخواروں کا ٹڈی دل منگولیا کے پہاڑوں سے نکلا اور ترکستان و بخارا وغیرہ اسلامی ممالک کو زیر و زبر کرتا ہوا عراق تک پھیل گیا اسلامی سلطنت کا چراغ گل ہوا. بغداد تباہ ہوا ساداتِ بنی ہاشم کے ہزاروں افراد قتل ہوئے جو زندہ بچے وہ اپنی جانوں کی سلامتی کے لیے دوسرے ممالک کو نکل کھڑے ہوئے ان میں سے اکثر بعہد سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ م) یا اس سے کچھ قبل ہندوستان آئے "چنانکہ از سادات کہ بزرگتر بزرگان امت اند قطب الدین شیخ الاسلام شہر (دہلی) جد بزرگوار قاضیان بداؤں و سید منتجب الدین و سید جلال الدین پسر سید مبارک و سید عزیز و سید معین سامانہ و سادات گردیز جدان سید جھجو و سادات عظام کیتھل و سادات جھجر و سادات بیانہ و سادات بداؤں و چندیں سادات دیگر کہ از حادثہ چنگیز خاں ملعون دریں دیار (یعنی ہندوستان) آمدہ بودند۔"[۵۲]

انھیں حضرات میں شاہ ولایتؒ کے والد ماجد سید علی بھی یقیناً شامل ہونگے جو بروایت مشہور ابتدائے عہد سلطان غیاث الدین بلبن یا اس سے چند سال قبل ہندوستان آئے اور قصبہ سودھرہ[۵۳]

---

[۵۱] کوفہ اور بصرہ کے درمیان کا مشہور شہر. قلم واسطی اسی سے منسوب ہے۔

[۵۲] تاریخ فیروز شاہی مطبوعہ صفحہ (۱۱۱)

[۵۳] دریائے چناب کے مشرقی کنارے پر قدیم بستی ہے پہلے یہ دریا اسی بستی کے نام سے دریائے سودھرہ مشہور تھا یہاں تاریخی گذرگاہ تھا سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۶ھ میں اپنے چوتھے حملہ ہندوستان کے وقت یہاں قیام کیا تھا. عہد شاہجہانی میں امیر الامرا علی مردان خاں نے پرانی بستی کو از سر نو آباد کیا اور اپنے بیٹے کے نام پر ابراہیم آباد نام رکھا۔ دس لاکھ روپیہ کے صرف سے عالیشان عمارتیں بنوائیں دریا سے نہر نکالی اور شالامار باغ نصب کیا۔

میں مقیم ہوئے اسی قصبہ سودہرہ کی سرزمین کو حضرت شاہ ولایتؒ کی ولادت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے ایک حقیقی بھائی بھی تھے جنکا یا جن کی اولاد کا حال خاکسار مؤلف کو کچھ تحقیق نہ ہوسکا۔

سنہ ولادت و عنفوان شباب افسوس کہ آپکا سنہ ولادت صحیح طور پر معلوم نہیں۔ غالب قیاس یہ ہے کہ سنہ ۶۶۳ھ یا ۶۶۶ھ میں ولادت ہوئی بچپن آغاز شباب کا زمانہ پدر بزرگوار کے سایہ عاطفت میں بسر ہوا۔ مگر حیف کہ اس زمانہ کا حال بھی کچھ معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم کہ ابتدائی تعلیم و تربیت

لہ شجرہ کہنہ نزد مؤلف ۔ ۵۲ شاہ ولایتؒ کا سنہ ولادت عام طور پر ۵۸۲ھ بیان کیا جاتا ہے لیکن مندرجہ ذیل وجوہ سے یہ سنہ ولادت ہرگز صحیح نہیں :-

اولاً یہ کہ مقاصد العارفین وغیرہ کی روایت کے مطابق آپ کی پیدائش قصبہ سودہرہ میں ہوئی جہاں آپکے والد ماجد بعہد سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶ء-۱۲۸۶ء) یا اس سے کچھ قبل عراق سے آکر متوطن ہوئے اس لیے آپ کی ولادت کا زمانہ آپکے والد ماجد کی آمد ہند کے زمانہ سے بھی ایک صدی قبل قرار دینا محض لغو اور مہمل ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر سنہ ولادت ۵۸۲ھ ہی فرض کیا جائے تو آپکے تولد بمقام سودہرہ کی روایت کے مطابق ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ آپکے والد ماجد ۵۸۲ھ یا اس سے بھی چند سال قبل ہندوستان آکر سودہرہ میں مقیم ہوئے تھے لیکن یہ اس وجہ سے ممکن الوقوع نہیں کہ ان ایام میں کوئی اسلامی سلطنت دریائے چناب سے اس طرف اس خطہ ملک میں جہاں سودہرہ واقع ہے موجود تھی اور نہ مسلمانوں کی وہاں کوئی آبادی تھی۔ ہندوستان کے مشائخ میں حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیریؒ کا زمانہ بہت قدیم زمانہ ہے مگر وہ بھی ۵۸۲ھ سے تقریباً نصف صدی بعد بعہد سلطان شہاب الدین غوری ہندوستان تشریف لاکر اجمیر میں مقیم ہوئے تھے۔ صاحب کشف المحجوب سید علی ہجویری داتا گنج بخش کا زمانہ مزید اس سے پہلے کا ہے مگر وہ غزنویوں کے حدود سلطنت سے آگے بڑھکر دریائے چناب سے اس طرف تشریف نہیں لائے۔

ثالثاً یہ کہ شاہ ولایتؒ کا سنہ وفات بھی ان تذکرہ نویسوں کی روایت کے مطابق ۷۸۵ھ بتایا جاتا ہے پس اگر آپکی ولادت ۵۸۲ھ میں تسلیم کی جائے تو مدت عمر دو سو تین برس قرار پاتی ہے اور یہ ایک ایسی طویل عمر ہے جو نوع انسانی کی طبعی عمر سے بدرجہا زائد ہے۔

رابعاً یہ کہ حضرت شاہ ولایتؒ و قدجس وہاں میں یقیناً شامل نہ تھے اور نہ آپکے ہم عصر مشائخ و اقطاب و اولیا و فقرا میں کسی کی مدت عمر اس قدر طویل ہوئی۔ طوالت عمر کا یہ واقعہ ایک ایسا عجیب و غریب واقعہ تھا کہ اور کسی بنا پر نہیں تو محض اسی ایک واقعہ کی وجہ سے آپ کا ذکر خیر کسی معتبر تاریخ یا تذکرہ مشائخ میں ضرور درج ہونا چاہئے تھا لیکن آپکے ذکر سے تمام مشہور و معتبر تذکرات مشائخ و کتب تاریخ یکسر خالی ہیں۔ صاحب ثمرات القدس میں بھی جو آخر عہد اکبری کی تالیف ہے بھی آپکے زمانہ سے تقریباً تین سو برس بعد کی اور تذکرات مشائخ میں صرف یہی اولین کتاب ہے جس میں آپکا اجمالاً ذکر

کس طرح ہوئی۔ علوم ظاہری و باطنی کا سرمایہ کس سے حاصل کیا، کہاں حاصل کیا، کب حاصل کیا، کس بزرگ سے بیعت تھے، کس سے خرقۂ خلافت پایا۔ آپ کے حالات میں ان امور پر کوئی روشنی نہیں پڑتی صرف اتنا البتہ معلوم ہے کہ آپ سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ کبار سے تھے[۵]

ہے لیکن اس میں بھی سنہ ولادت تحریر نہیں ۔

خامساً اگر یہ فرض کیا جائے کہ ولادت تو ضرور [illegible] میں ہوئی لیکن سودہرہ میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ عراق یا ملک عرب میں پیدا ہوئے اور پدر بزرگوار کے ساتھ بعہد سلطان غیاث الدین [illegible] یا [illegible] میں ہندوستان آئے رجال کے بعض روایتوں کے مطابق آپ کی آمد کا زمانہ سلطان فیروز شاہ تغلق کا عہد بتایا جاتا ہے جو اس سے بھی ایک صدی بعد کا زمانہ ہے تب بھی [illegible] میں آپ کی عمر ایک سو بیس برس کی اور آپ کے والد ماجد کی عمر کم از کم ڈیڑھ سو برس کی ہو گی پس لامحالہ یہ ضرور ہے کہ آپ کے دونوں فرزند سید میر علی اور سید عبد العزیز بھی اس وقت جوان ہوں گے اور باپ دادا کے ساتھ ہندوستان آئے ہوں گے لیکن یہ واقعہ غیر ضروری ہے اور کوئی فرد واحد بھی اس کا قائل نہیں۔ علاوہ ازیں یہ ثابت ہے کہ قاضی سید میر علی پسر اکبر شاہ ولایت بعہد محمد شاہ تغلق امروہہ میں عہدۂ قضا پر مامور تھے شاہ ولایت کے تولد [illegible] کی رو سے ان کے فرزند اکبر کی عمر [illegible] میں تقریباً ڈیڑھ سو برس کی ہونی چاہئے تو اس عمر کے کسی شخص کا سلطنت کے کسی عہدہ پر مامور ہونا بھی خلاف قیاس ہے اسی طرح شیخ ابن بطوطہ جو اس عہد میں امروہہ آئے ان سے ملاقات اور ان کا ذکر اپنے سفرنامہ میں تصریح کے ساتھ کیا ہے وہ ضرور ان کی طوالت عمر کے واقعہ کو اپنے تذکرہ میں ظاہر کرتا کہ باوجود اس قدر سن رسیدہ ہو چکے جس پر شاذ و نادر ہی کوئی انسان پہنچتا ہے وہ عہدہ قضا پر مامور تھے ۔

سادساً حضرت شاہ ولایت کی مناکحت کے متعلق یہ روایت ہے کہ سید جلال الدین اعظم میر سرخ بخاری المتوفی [illegible] کی دختر سے آپ کی شادی ہوئی سید جلال الدین [illegible] میں وارد ہند ہوئے ہندوستان آکر حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے مرید اور خلیفہ ہوئے پھر اوچھ میں خانقاہ بنا کر رہنے لگے اس کے بعد سید بدرالدین بھکری کی صاحبزادی سے زہرا سے نکاح کیا جن سے صرف ایک فرزند محمد غوث متولد ہوئے زوجہ موصوفہ کے انتقال کے بعد اپنی سالی بی بی فاطمہ کو حبالۂ عقد میں لائے ان کے بطن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے ان کی یہی بیٹی شاہ ولایت کے عقد میں آئیں پس آپ کے ولادت [illegible] کی روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ نے کم از کم ایک سو پچاس سال کی عمر میں یعنی بعد زمانہ کہولت و شیخوخت نکاح کیا ہے اگرچہ یہ محض لغو ہے کہ ایک شخص زمانہ شباب میں تو کد خدائی اختیار نہ کرے بڑھاپے میں بھی اس طرف متوجہ ہو ہی نہ سکتا تاہم بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سنت مناکحت پر عامل ہوئے اور بالخصوص وہ شخص جو زہد و عبادت میں داخل ہو جائے اس کا خلق سنت و کرامات سے ہی ملک نعمت بشری ہے جو اور ان البشریت سے دوری و ان سے منقطع نہ ہو ورنہ کوئی چیز نہیں ۔

پس ان تمام وجوہ سے حضرت شاہ ولایت کی ولادت کا زمانہ [illegible] قرار دینا ہرگز صحیح نہیں غالب گمان یہ ہے کہ تذکرہ نویسوں نے کتابت کی غلطی کی بجائے [illegible] کو [illegible] قرار دیا اور یہی خبر ہے کہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کی پیدائش ہوئی ہے۔ حضرت سہروردی کے خلفاء میں آپ کا شمار ہے تو آپ کی ولادت سے قبل یا اس وقت پیدا ہوئے ہوں گے ۔

حالانکہ جیسا کہ اوپر ظاہر کیا گیا حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے سلسلہ کے نام کتب تذکرات میں ملتے ہیں ان میں کہیں بھی آپ کا نام درج نہیں ۱۲

[۵] حضرت شاہ ولایت کے حالات جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کسی مشہور معتبر تاریخ یا تذکرہ میں نہیں ملتے۔ مشائخ ہند کے حالات میں جتنی بھی مشہور و معتبر تصانیف ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی آپ کا کوئی ذکر نہیں اور غالباً یہی اس بنا پر ہے کہ آپ صاحب سلسلہ نہیں ہیں البتہ صرف ایک کتاب تذکرات مقدس موسومہ شجرۃ الاتقیاء میں جو دیگر کتب تذکرہ کے مقابلہ میں کتاب غیر معروف ہے

آپکے مرشد طریقت تذکرہ نویسوں نے آپ کو شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی[۵]
کا مرید و خلیفہ لکھا ہے لیکن یہ قرین قیاس نہیں حضرت سہروردی کو ۶۳۲ھ میں وصال ہو چکا
تھا۔ اور یہ یقیناً وہ زمانہ ہے جب شاہ ولایتؒ ممدوح کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ غالب

(بقیہ حاشیہ) بعض حالات اور خوارق و کرامات کا اجمالاً ذکر ہے۔ اس کتاب کا مولف لال بیگ دور عہد اکبری کا منصب دار تھا ابتداً شہزادہ مراد کے یہاں بخشی گری کی خدمت پر مامور تھا۔ پھر شاہی خدمت پر مقرر ہوا۔ لال بیگ نے یہ کتاب تقریباً ۱۰۰۳ھ میں جبکہ مولف کی عمر [illegible] برس کی تھی تالیف کرنا شروع کی جو اس کی وفات کے بعد اسکے ایک دوست خواجہ خان نے ۱۰۱۳ھ میں ترتیب دیکر شائع کی۔ اس کتاب میں مشائخ متقدمین و متوسطین اور مولف کے معاصرین کے تذکرے ہیں اور اس زمانہ کے اکثر مولفین تذکرہ مشائخ کی طرح مولف مذکور نے بھی رطب و یابس ہر قسم کی روایتیں درج کر دی ہیں۔ روایت سے مطلق کام نہیں لیا۔ اور نہ متن کی تحقیق و تنقید سے کچھ سروکار رکھا ہے۔ شاہ ولایتؒ کا تذکرہ جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے ۱۰۰۸ھ میں قلمبند کیا تھا یعنی شاہ ولایت ممدوح کی وفات سے تقریباً تین سو برس بعد۔ ثمرات القدس کے علاوہ خود حضرت ممدوح کی اولاد میں سید کمال ولد سید لال ساکن سنبھل نے بھی [illegible] تالیف میں جو عبارات اپنے جد اعلیٰ کے درج کی ہیں ان میں بھی اپنی ذاتی معلومات یا تحقیقات سے ایک لفظ کا اضافہ نہیں کیا بلکہ صرف ثمرات القدس کی عبارت نقل کر دی ہے۔ اور نہ قلمیہ مولفین رسالہ [illegible] صاحب رسالہ سراج الدین احمد، صاحب تاریخ اصغری، و اسکے بعد کے [illegible] شاہ ولایتؒ کے حالات کا ماخذ جو کچھ ہے وہ صرف لال بیگ مولف ثمرات القدس کا بیان ہے اور یہ بیان بھی ایک ایسے شخص کا ہے جو کوئی تعلق معاصری اور [illegible] کا حضرت ممدوح سے نہیں رکھتا۔ وہ خود بھی اقرار کرتا ہے کہ آپ کے زمانے سے تقریباً تین سو برس بعد حالات قلمبند کرتا ہے [illegible] روایتیں جو [illegible] کسی شخص سے سنی ہیں اس نے لکھی ہیں۔ یہ روایتیں بہ اعتبار راویوں کی غیر مستند و غیر مسلسل اور محض [illegible] مولف مذکور نے اس کا اظہار کیا ہے کہ میں نے یہ روایتیں [illegible] سنی ہیں ان میں سے مجھے جو [illegible] قرین قیاس معلوم ہوئیں انہیں اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے چنانچہ یہ روایتیں درج کرنے کے بعد وہ حضرت شاہ ولایتؒ کا تذکرہ ان ہی الفاظ پر ختم کر دیتا ہے "[illegible] علم عند اللہ" اس سلسلہ میں مولوی سید محمد حسن صاحب نے جو پچھلے زمانہ میں [illegible] سیرت کے ایک ذکی اور [illegible] رسالہ [illegible] اپنی بیاض میں تحریر کیا ہے اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

"اما صاحب ثمرات القدس و تتبع او صاحب اسرار [illegible] و [illegible] بر خوارق [illegible] ایشان [illegible] بلکہ بعض [illegible] ایشان از جملہ خوارق و کرامات ہم [illegible] و [illegible] و [illegible] اوقات [illegible] قید [illegible] ثمرات القدس وغیرہ [illegible] نوشتہ اند [illegible] واقعہ [illegible] تا [illegible] وثبات [illegible]"

[۵] شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی ولادت ۵۳۹ھ میں ہوئی اپنے چچا ابو نجیب ضیاء الدین سہروردی سے [illegible] فیض پاتے تھے۔ کتاب عوارف جو معارف میں مشہور کتاب ہے آپکی تصنیف ہے ۶۳۲ھ میں رحلت فرمائی اور بغداد میں مدفون ہوئے آپکے خلفاء کے نام جن سے بعض ہندوستان بھی آئے یہ ہیں: شیخ احمد دمشقی، شیخ رشید الدین، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، شیخ شمس الدین ترکمان، شیخ علی نجیب الدین، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ شرف الدین صاحب سلسلہ، سید شرف الدین بن سید حسن مخدوم یحییٰ منیری، مخدوم شہاب الدین [illegible] رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان میں کہیں بھی حضرت شاہ ولایتؒ یا آپکے پدر بزرگوار کا نام نہیں معلوم ہوتا ہے کہ سید شرف الدین بن سید حسن سے مماثلت اسمی کی بنا پر تذکرہ نویسوں کو مغالطہ ہوا۔ ولدیت پر توجہ نہ کی اور شاہ ولایتؒ ممدوح کو حضرت سہروردیؒ کا مرید و خلیفہ قرار دیدیا۔

قیاس یہ ہے کہ آپ خانوادۂ مشائخ ملتان کے مرید اور فیض یافتہ تھے۔ سید جلال اعظم بخاری بھی جنہیں آپ کا خسر بتایا جاتا ہے، اسی خاندان کے مرید تھے اور خود شاہ ولایتؒ کا قیام بھی ملتان ہی رہا۔ وہیں سے آپ امروہہ تشریف لائے۔ آپکے خلیفہ باکمال شیخ نظام الدین عباسیؒ بھی ملتان ہی کے باشندے تھے جو بعد کسب کمالات ملتان ہی کو واپس تشریف لے گئے اور وہیں سلسلۂ بیعت کا اجرا فرمایا۔ شاہ ولایتؒ کے ابتدائی زمانہ میں حضرت شیخ بہاؤالدین[51] زکریا ملتانی مرید و خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ سہروردی کے فرزند اکبر و جانشین شیخ صدرالدین[52] عارف سہروردیؒ سے ملتان میں سلسلہ سہروردیہ کا فیض جاری تھا۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ آپ انہیں کے مرید و فیض یافتہ تھے مولانا ناصح الدین سہروردی فرزند قاضی حمیدالدین[53] ناگوریؒ سے غالباً آپ کو اکتساب فیض حاصل تھا۔ شاید اسی تعلق سے شیخ معین الدین ناگوری خلف مولانا ناصح الدین موصوف کو اپنے آغوش تربیت میں رکھکر خرقہ خلافت سے ممتاز فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نویسوں نے عدم مبالاۃ کی بنا پر سلسلہ بیعت کے دو واسطوں کو ترک کرکے آپکو شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا مرید و خلیفہ قرار دیدیا۔

امروہہ میں تشریف آوری ثمرات القدس کی روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ بزمانہ سلطان فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ - ۷۹۰ھ) اپنے پدر بزرگوار سید علی بزرگ کی معیت میں امروہہ تشریف لائے

[51] حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی بن شیخ وجیہ الدین قریشی ۵۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ نسباً قریشی اسدی تھے ۶۶۱ھ میں رحلت کی

[52] شیخ صدرالدین عارف سہروردی بن شیخ زکریا ملتانی پدر بزرگوار کے خلیفہ و جانشین ہوئے ۶۸۴ھ میں رحلت کی انکے فرزند شیخ رکن الدین ابوالفتح جانشین ہوئے۔

[53] قاضی حمیدالدین ناگوری بن محمد عطاء اللہ محمود صدیقی مصنف بحر عشق ابتداءً ناگور کے قاضی تھے۔ عہدہ قضا ترک کرکے بغداد گئے اور شیخ الشیوخ سہروردیؒ کے مرید ہوئے ۶۴۳ھ میں رحلت کی مولانا ناصح الدین ان کے فرزند جانشین ہوئے ۱۲۔

اور اہل خاندان کو یہاں چھوڑ کر دامن کوہ میں عبادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس روایت کی صحت میں کلام ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ۷۴۲ھ میں جب مشہور سیاح ابن بطوطہ امروہہ آیا ہے آپ کے فرزند اکبر قاضی سید امیر علی یہاں کے قاضی تھے پس آپکا اس زمانہ سے بھی دس پندرہ برس بعد مع اپنے والد ماجد اور خاندان کے امروہہ آنا ہرگز قرین قیاس نہیں۔ اسی طرح یہ روایت بھی صحیح نہیں کہ آپ سلطان فیروز شاہ خلجی کے عہد سلطنت میں یہاں تشریف لائے کیونکہ روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ مع اپنے اعزہ اور خلفا یہاں وارد ہوئے فیروز شاہ خلجی کے عہد (۶۸۹-۶۹۵ھ) میں آپ کا سن شریف کم و بیش تیس سال کا شمار میں آتا ہے۔ اس عمر میں چند خلفا کی بیعت بھی قرین قیاس نہیں۔ زیادہ قرین صحت یہ ہے کہ آپ سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت (۷۲۱-۷۲۵ھ) میں جبکہ آپ کی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی امروہہ تشریف لائے[۱]۔

۱؎ آپ کی اولاد اور قرابتداروں میں آپ کی تشریف آوری امروہہ کے متعلق عجیب و غریب روایتیں مشہور ہیں بعض اشخاص مثلاً ذکرالکاملین کے مصنف سید ناصر علی بن سید حسین بخش ساکن محلہ چاہ غدہ نے بیان کیا ہے کہ جب آپ امروہہ آئے تو سرائے میں ٹھہرے بھٹیارے نے فقیر اور سائل سمجھ کر روٹی بھی دی اور آرام سے توضع کی اس پر آپ نے اس بستی کا نام امروہہ رکھا۔ یہ کتاب منظوم ہے فرماتے ہیں:۔

تھا سرائے خانہ بھی یہاں ایک جا ۔ گھر بھی اس میں ایک بھٹیارے کا تھا ۔ اس کے دروازے کے آگے ایک جا ۔ بیٹھے حضرت واں
مصلے کو بچھا ۔ آپ جس جا پھر ہوئے رونق فزا ۔ ہو گئی وہ جا بڑی زور خدا ۔ تھا وہ دن جو تھا آخر ہوا ۔ شام کو گھر اپنے بھٹیارہ گیا ۔
دیکھتا کیا ہے وہاں وہ مرد پیر ۔ بیٹھا ہے دروازہ کے آگے فقیر ۔

اس کے برخلاف دوسرے اشخاص مثلاً صاحب تاریخ اصغری نے ایک جماعت اور سامان امارت کے ساتھ آنا اور ایک جدا بستی بنا کر بود و باش اختیار کرنا تحریر کیا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ یہ سب روایتیں مبالغہ آمیز بے بنیاد اور بعید از حقیقت ہیں۔ آپ نہ فقیر اور سائل کے بھیس میں آئے اور نہ امیر اور فاتح کی حیثیت سے۔ درویش اور ولی کامل کو سامان امارت سے کیا واسطہ و تعلق؟ جس طرح اور صدہا شرفا و سادات مشائخ و علما اس زمانہ میں ہندوستان آتے اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوتے اور سکونت اختیار کرتے رہے آپ بھی یہاں آئے آپ کی اولاد میں البتہ کچھ مدت تک عہدۂ قضا جو شہر کی حکومت کے مرادف تھا قائم رہا۔ عہد اکبری میں مناصب شاہی پر ممتاز ہوئے اس وقت سے بعض خاندانوں میں جاگیریں آئیں رفتہ رفتہ شان امارت پیدا ہوئی ورنہ عہد اکبری سے قبل امارت کا ثبوت جس کو تاریخی حیثیت حاصل ہو اس قول کی تائید میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

آپکا قیام یہ محقق نہیں کہ امروہہ آکر آپنے کہاں قیام فرمایا البتہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحرا اور جنگل کا قیام پسند خاطر اور درویشانہ سیر و سیاحت مرغوب طبع تھی۔ آخر عمر میں اہل خاندان نے امروہہ میں قیام فرمانے کی درخواست کی جسکو آپنے قبول منظور کیا۔

می آرند کہ در آخر عمر شریفش در قبائل وے کارے در میان آمد کس را بسر فرستادند والتماس مقدم شریف وے نمودند اجابت فرمود[1]۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی آخر عمر میں خاندان میں کوئی ضرورت پیش آئی کسی کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا اور تشریف آوری کی درخواست کی گئی آپنے قبول فرمایا۔

امروہہ آکر بھی آبادی کے اندر رہنا پسند نہ ہوا جنگل میں مناظر قدرت کے درمیان عبادت الٰہی میں مشغول رہنا پسند کیا ؎

صوفی بصومعہ بگو خیمہ بزن در گلزار وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بیکار
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

شہر سے جانب غرب غالباً وہ مقام جہاں مزار پُر انوار واقع ہے عبادت کے لیے پسند فرمایا[2]۔ اس زمانہ میں یہ مقام یقیناً لق و دق جنگل ہوگا اور صحرا کی طرح یہاں بھی عبادت کے لیے درختوں کی شاخوں پر ٹانڈہ بنایا ہوگا۔

از تختہ چوب بر شاخہائے درخت از برائے عبادت راست نمودہ[2]۔

درختوں کی شاخوں پر لکڑی کے تختے عبادت کے لیے پاٹ لیے گئے۔

رفتہ رفتہ یہاں خلفاء و مریدین کی آبادی ہوگئی اور خانقاہ بھی بن گئی جسکے آثار اب باقی نہیں آپ کے مزار کے پاس جو دیوار اور درخت آپکے زمانہ کے بتائے جاتے ہیں جنکے متعلق عوام میں عجیب غریب روایتیں مشہور ہیں وہ اسی ٹانڈہ کی یادگار سمجھیے۔

---

[1] ثمرات القدس ۵۲ و ڈسٹرکٹ گزیٹیر ضلع مرادآباد۔

[2] ثمرات القدس ۵۴ مقاصد العارفین ۱۲

خصوصیات وخوارق وکرامات مقاصد العارفین میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شاہ ولایتؒ باعتبار علوم ظاہری و باطنی درجہ امتیاز رکھتے تھے اکثر اوقات آپ پر عالم استغراق طاری رہتا لیکن باوجود اس حالت کے اتباع شریعت میں سرگرم و ثابت قدم تھے کوئی سنت فروگذاشت نہ ہوتی ٭

مخدوم قدس سرہٗ در علوم ظاہری و باطنی کمال داشت در شریعت محمدی قدم ثابت داشت و ہیچ سنت فروگذاشت نشدے[۱]

مخدوم قدس سرہٗ کو علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا شریعت محمدی میں ثابت قدم تھے اور کوئی سنت فروگذاشت نہ ہوتی ٭

مخلوق سے بیگانہ عزلت گزین اور تنہائی پسند تھے روئے مبارک سے نور عبادتؒ جلال الٰہی ہویدا تھا۔

واز احوال خویش بہ کسے اطلاع ندادے جلال کمال الٰہی بر جبین جمال آنحضرت می تافت ہر کہ دیدار پر انوار دیدے ہیبت کمال بر دلش مستولی شدے[۲]

آپ اپنے حالات سے کسی کو اطلاع نہ دیتے جلال کمال الٰہی سے آپکے چہرہ منور تھا جو شخص دیدار پر انوار دیکھتا اسکے دل پر ہیبت کامل طاری ہوتی ٭

آپ کے خوارق وکرامات عوام الناس میں مشہور ہیں تذکرہ نویسوں نے بھی بعض کا تذکرہ کیا ہے[۳]

---

[۳] مقاصد العارفین ص۵ روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت شاہ ولایتؒ دامن کوہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ پانی پتی بطریق طے الارض ملاقات کو آئے۔ اس روایت میں بو علی قلندرؒ کا شاہ ولایتؒ سے کھانے کی فرمائش کرنا اور خود دہنہ بڑھا کر ہرا میں تپنے لینا شاہ ولایتؒ کے خادم کا لپ آپ کے حکم سے ہرنوں کے ایک باڑہ کو بلانا ہرنوں کا بے تکلف چلے آنا ایک ہرن کا باڑہ میں سے نکل کر خادم کے پاس آجانا خادم کا اس ہرن کو ذبح کرکے گوشت پکانا بعد فراغت طعام شاہ ولایتؒ کا باقی ماندہ گوشت و پوست کا خادم سے طلب فرمانا ہرن کی جو ہڈی خادم کی غلطی سے ٹوٹ گئی تھی شاہ ولایتؒ کا اس میں پیوند چوب لگانا پھر اپنے کوزہ سے گوشت و پوست کے اس ڈھیر پر پانی چھڑک کر قم باذن اللہ کہنا ہرن کا زندہ ہوکر اٹھ بیٹھنا جنگل میں چوکڑی بھرتے پھرنا اس کے کچھ عرصہ بعد سلطان فیروز شاہ کا اتفاقاً اسی جنگل میں شکار کھیلنا اور اسی ہرن کو شکار کرنا ہرن کے جسم سے پیوند چوبیں کا برآمد ہونا بادشاہ کا تعجب ہوکر اس عقدہ کے حل کرنے کی کوشش کرنا حضور ... سے ... کرنا بادشاہ کی درویشوں سے سارا قصہ سننا اور پھر بہرائی بو علی قلندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہونے کی درخواست کرنا آپکے قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ بزرگ

وفات۔ آپ کا سنہ وفات عام طور سے تذکرہ نویسوں نے ۷۳۳ھ لکھا ہے اور "قدم مردانہ فوق لامکاں" زد مصرعہ تاریخ بتایا جاتا ہے لیکن زیادہ قرین صحت یہ ہے کہ آپ کی وفات اس سے تقریباً نصف صدی قبل واقع ہو چکی تھی ۷۳۳ھ آپ کا سنہ وفات نہیں بلکہ آپ کے پوتے سید اشرف جہانگیر چشتی کا سنہ وفات ہے جو شرف الدین کے لقب سے ملقب اور اپنے زمانہ کے شاہ ولایت تھے اسی مماثلت اسمی کی بنا پر غالباً تذکرہ نویسوں کو مغالطہ ہوا اور بجائے پوتے کے دادا کا سنہ وفات ۷۳۳ھ قرار دیدیا گیا [۵]

(بقیہ حاشیہ) مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرید ہونا وغیرہ وغیرہ خوارق وکرامات بیان کیے گئے ہیں عقلی طور سے یہ افسانہ قابل قبول ہو یا نہیں لیکن کم از کم تاریخی شہادت اسکے سراسر خلاف ہے حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ کا وصال ۱۳ رمضان المبارک ۷۲۴ھ کو ہو گیا تھا اور سلطان فیروز شاہ تغلق جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا عقیدتمند اور مرید تھا حضرت بو علی قلندر کے زمانہ وصال سے پورے ۲۸ برس بعد ۷۵۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس لیے سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ سلطنت میں ان دونوں بزرگوں کا موجود ہونا تاریخ سے ثابت نہیں کیونکہ جیسا کہ دوسری جگہ بیان کیا گیا خود حضرت شاہ ولایتؒ بادشاہ مذکور کی آغاز سلطنت سے پہلے رحلت فرما چکے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۵] حضرت شاہ ولایتؒ کا سنہ وفات حسب ذیل وجوہ سے ۷۳۳ھ قرین قیاس نہیں:۔

اولاً:۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت ممدوح کے فرزند اکبر قاضی سید امیر علی امروہہ کے قاضی تھے اور یہ وہی شخص ہیں جن کا تذکرہ شیخ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں کیا ہے ابن بطوطہ ۷۴۲ھ میں امروہہ آیا۔ یہاں دو مہینہ تک مقیم رہا امروہہ کے سفر کے حالات اس نے تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں قاضی موصوف کی ضیافت کا تذکرہ خاص طور سے کیا ہے خانقاہ کے شیخ سے ملاقات کا بھی ذکر ہے۔ لیکن حضرت شاہ ولایتؒ جیسی با عظمت ہستی کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ کی آمد سے پہلے حضرت ممدوح کا وصال ہو چکا تھا کیونکہ اس زمانہ میں اگر آپ امروہہ میں موجود ہوتے تو ابن بطوطہ جو جہاں گشت کا عقیدتمند تھا ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپکے ذکر خیر سے اپنے سفرنامہ کو زینت دیتا۔

ثانیاً اگر یہ کہا جائے کہ خانقاہ کے جس شیخ کی ملاقات کا ابن بطوطہ نے ذکر کیا ہے اس سے مراد آپ ہی کی ذات بابرکات ہے تو یہ قرین قیاس نہیں کہ آپکے فرزند کا ذکر آپکا ذکر بہت قبل تصریح نام کرے اور آپ جیسے ولی اللہ کا تذکرہ آپکے فرزند کے

درگاہ شریف اور درگاہ کے بچھو

مولف ڈسٹرکٹ گزیٹر ضلع مرادآباد درگاہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :۔
"یہ درگاہ بڑی دلچسپ جگہ ہے یہاں ایک پتھر موجود ہے جسپر قدم شریف کا نشان ہے اور مزار پر ایک درخت سایہ فگن ہے جسکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اس کوڑے سے اُگا ہے جو آپکے قریب مدفون ہے۔ دوسرے اولیاء اللہ کے مزاروں کی طرح یہیں جیسے کہ قصبہ تسولی ضلع بریلی کی درگاہ کی کیفیت ہے یہاں بھی ایسے بچھو بکثرت پائے جاتے ہیں جنکے متعلق یہ شہرت ہے کہ وہ نیش زن نہیں ہوتے ہیں"

صاحب گزیٹر نے اسکے بعد وہ افسانہ لکھا ہے جو عوام میں مشہور ہے جسے صاحب اصغری صفحہ ۱۹۰ پر اس طرح لکھتے ہیں کہ :۔

(بقیہ حاشیہ) ذکر کے بعد محض "خانقاہ کا شیخ" لکھکر ختم کر دے۔

ثالثاً اور اگر یہ کہا جائے کہ ابن بطوطہ کی آمد کے زمانہ میں آپ بقید حیات تھے لیکن قیام امروہہ میں نہ تھا بلکہ سالہا کوس کے فاصلہ پر کسی دامن کوہ میں آپ طاعت حق میں مشغول تھے۔ تب بھی زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ آپکے فضائل و کمالات کی شہرت کسی اور سے نہیں تو آپکے فرزند اکبر سے سنکر وہ آپ کی ملاقات کو جاتا یہاں وہ دو مدت تک مقیم رہا قرب جوار کے علاقہ میں بار بار اس کا گذر ہوا نیز بجنور کے اس پہاڑی علاقہ میں جہاں اس زمانہ میں حضرت ممدوح کا مقیم ہونا بیان کیا جاتا ہے ابن بطوطہ کا گذر ہوا ہے وہ طبعاً اہل اللہ کی ملاقات کا شائق تھا اپنے سفر میں جہاں کہیں کسی ولی اللہ کا نام سنتا ہے خواہ کیسی ہی دشوار گذار منزل ہو اس کی خدمت میں پہنچتا ہے اور اپنے سفرنامہ میں جابجا ان ملاقاتوں کا تذکرہ کرتا ہے پس ضرور ہے کہ اگر اس زمانہ میں حضرت ممدوح حیات ہوتے اور آپ خواہ کسی جنگل اور بیابان میں مقیم ہوتے تو یہ مشائخ کا عقیدتمند سیاح عالم جس کی راہ میں دریائے سندھ اور پہاڑ اور لق و دق صحرا بھی مانع و مزاحم نہ ہوتے تھے ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپکے ذکر خیر سے اپنے سفرنامہ کو رونق دیتا۔

رابعاً :۔ آپکے پسر اکبر قاضی سید امیر علی کی وفات [illegible] سے جو آپکا سنہ وفات بیان کیا جاتا ہے بہت پہلے سلطان فیروز شاہ کے ابتدائے عہد سلطنت میں ہو چکی تھی جیسا کہ اس روایت سے بھی ثابت ہے جو سید اشرف جہانگیر کے عہدہ قضا پر مامور کیے جانے کے متعلق صاحب لطائف القدس نے بیان کی ہے۔ قاضی مذکور کی قبر اپنے بزرگوار کے پائیں مزار ہے اس لیے ناممکن ہے کہ آپکا وصال قاضی موصوف کے انتقال سے بہت پہلے یعنی عہد فیروز شاہ تغلق سے قبل واقع ہو چکا تھا الغرض مندرجہ بالا وجوہ سے آپکا سنہ رحلت [illegible] قرار دینا ہرگز صحیح نہیں۔ مولوی سید اعجاز حسن نے [illegible] تحقیق کیا ہے جو زیادہ قرین صحت ہے ۱۲

کہتے ہیں کہ جب حضرت سید شرف الدین شاہ ولایت امروہہ میں تشریف لائے تو شاہ نصیر الدین صاحب موصوف نے ایک پیالہ پانی سے بھر کر پاس حضرت کے بھیجا، رمز بھیجا کہ یہ خطہ اہل کمال اور صاحب حال فقیروں سے اس جام آب کی طرح بھرا ہوا ہے تمہاری گنجائش نہیں رہی آپ نے اس کے جواب میں ایک پھول گلاب کا اس پانی پیاس کنایہ سے رکھ دیا کہ ہماری جگہ اس سرزمین دلنشین پر برنگ گل بالائے آب خالی ہے تب شاہ نصیر الدین صاحب نے فرمایا کہ خیر آپ یہاں رہیں مگر آپ کے مقام مزار میں بچھو پیدا ہونگے۔ مخدوم شاہ ولایتؒ نے ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ عقارب احباب اور اقارب کو آزار نہیں پہنچانے کے مگر جب کسی کمہار کا گدھا گم ہوگا وہ تمہارے ہی مزار پر ملے گا چنانچہ اب تک مشاہدہ ہے کہ مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایت کی درگاہ میں بچھو بکثرت پیدا ہوتے ہیں مگر نیش زنی نہیں کرتے اور کھویا ہوا گدھا شاہ نصیر الدین صاحب کی درگاہ میں پایا جاتا ہے"۔

صاحب ثمرات القدس درگاہ کے بچھوؤں اور دوسرے گزندگان کے متعلق وہ روایت جو اب سے تقریباً تین سو برس پہلے انہوں نے امروہہ کے کسی شخص سے دہلی میں سنی تھی' ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-

مجھے امروہہ کے ثقہ اشخاص کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ کے رضی سید شرف الدین حسنؒ، کے روضہ متبرکہ میں سیاہ قسم کے بچھو بکثرت ہیں مگر کسی کو آزار نہیں پہنچاتے' وہاں کے لوگ جو روضہ کی زیارت کو جاتے ہیں' ان بچھوؤں کو ہتھیلیوں پر اٹھا لیتے ہیں اور جیبوں میں بھر لیتے ہیں لیکن روضہ سے باہر کسی کو ان پر قابو حاصل نہیں یہی حال سانپوں اور دوسرے گزندگان کا ہے میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ہر شب جمعہ کو شیر آپ کی قبر متبرکہ کے طواف کو آتا ہے۔ باقی العلم عند اللہ

صاحب ثمرات القدس کا یہ بیان تو مطابق واقعہ ہے کہ درگاہ عالیجاہ کے بچھو نیش زن نہیں ہوتے لیکن یہ صحیح نہیں کہ درگاہ کے باہر جاکر ان کی اس حالت غیر نیش زنی میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے

سید کمال خلف سید لال مولف اسراریہ نے جو شاہ ولایتؒ کی اولاد میں خوش عقیدہ اور صوفی مشرب بزرگ تھے تقریباً اسی زمانہ میں ان بچھوؤں کے متعلق جو تجربہ بذات خود کیا تھا وہ یہ ہے فرماتے ہیں کہ:-

"راقم الحروف (یعنی مولف اسراریہ) وہاں کے (یعنی درگاہ شاہ ولایت کے) بچھوؤں کو سنبھل تک لے آیا مگر یہاں بھی وہ کسی کو ڈنک نہیں مارتے لوگ جا بجا لئے پھرتے ہیں مگر کسیکو نہیں کاٹتے۔"

خاکسار مولف کی طرح بعض احباب نے اس کا تجربہ کیا بچھوؤں کو احاطہ درگاہ سے ہی باہر نہیں بلکہ امروہہ سے بھی باہر لے جایا گیا لیکن اُن کی حالت غیر نیش زنی بدستور قائم رہی بچھوؤں کے علاوہ سانپوں اور دوسرے گزندگان کے متعلق امروہہ میں اب کوئی شہرت نہیں اور نہ امروہہ کے اشخاص نے شب جمعہ میں کسی شیر کو مزار متبرک کا طواف کرتے دیکھا ہے اس قسم کے غیر نیش زن بچھو قدیم قبرستانوں میں اکثر پائے جاتے ہیں صاحب سٹرکٹ گزیٹر نے بستوی ضلع بریلی کی درگاہ کا ذکر کیا ہے صاحب تحفۃ التواریخ نے سید اعز الدین سہروردی کی درگاہ میں اسی قسم کے غیر نیش زن بچھوؤں کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ خاکسار مولف نے اسی جنگل میں دوسرے مقام پر غیر نیش زن بچھو دیکھے ہیں پس درگاہ عالیجاہ کو ہی صرف یہ خصوصیت حاصل نہیں علاوہ ازیں مندرجہ بالا روایت میں جو واقعہ جس طرح مذکور ہے وہ جس قدر مہمل ہے اسی قدر دور از قیاس بھی ہے

اوّلاً:- یہ کہ حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چشتیؒ کا زمانہ حضرت سید شرف الدین حسین شاہ ولایتؒ کے زمانہ سے قبل کا نہیں ہے بلکہ بہت بعد کا زمانہ ہے مخدوم صاحبؒ کے پردادا خواجہ محمد امام شاہ ولایتؒ کے معصر تھے لہذا کسی شخص کا اپنے پردادا سے بھی پہلے موجود ہونا جیسا کہ مخدوم صاحبؒ کے متعلق اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پردادا کے معصر شاہ ولایتؒ سے پہلے یہاں موجود تھے محض لغو اور مہمل ہے۔

ثانیاً:- یہ کہ یہ دونوں بزرگ جنکے درمیان تقریباً ایک صدی کا فصل ہے بغرض محال اگر معصر بھی ہوں تو واقعہ جس طرح بیان کیا گیا ہے وہ ہرگز قرین قیاس نہیں۔ مسافر و نو وارد کی مہمان نوازی کسی شخص

ملت میں بھی ممنوع نہیں بلکہ لازمہ انسانیت ہے یہ دونوں جلیل القدر ہستیاں تو یقیناً عام انسانی کمزوریوں اور رشک و حسد جیسے ذمائم سے قطعاً مبرا ہونی چاہئیں پھر اس مہمل روایت کو ان خدا رسیدہ بزرگوں کی جانب منسوب کرنا کیا انکے اخلاق اور فضائل پر بدنما دھبہ لگانے کا مرادف نہیں ہے دنیوی بادشاہوں کے لیئے یہ صحیح ہو کہ "دو پادشاہ در اقلیمے نہ گنجند" مگر اللہ والوں کی تو یہ شان ہونی چاہیئے کہ "دہ درویش در گلیمے بخسپند" بقول صاحب اقتباس الانوار جو اسی قسم کی ایک مہمل اور وضعی روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

آں حکایت خالی از غرابت و ضعیفے نیست چہ بموجب الفقراء کنفس واحد اہل اللہ یک ذات یک رنگ اند و از گفتگو و جدال منزہ و پاک[۱۵]۔	یہ روایت غرابت و ضعف سے خالی نہیں کیونکہ "الفقراء کنفس واحد" اہل اللہ ایک ذات و ایک رنگ ہیں اور گفتگو اور جدال سے پاک منزہ ہیں۔

ثالثاً:۔ یہ روایت حضرت شاہ ولایت کے رحلت کے زمانے سے مشہور نہیں ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں اگر اس روایت کا کوئی وجود ہوتا یا آپ کی درگاہ کے بچھوؤں کے غیر نیش زن ہونے کی شہرت ہوتی تو ابن بطوطہ اس عجیب و غریب واقعہ کا یا آپ کی اس کرامت ہی کے سلسلہ میں آپکا ذکر خیر ضرور کرتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی صرف اسی زمانہ سے مشہور ہوئی جب سے بوجہ امتداد زمانہ احاطہ درگاہ اور اس نواح کے دوسرے قبرستانوں میں غیر نیش زن بچھو پائے جانے لگے اور یہ زمانہ ابتدائے عہد مغلیہ کا زمانہ ہے۔ بچھوؤں کے ساتھ سانپ اور دوسرے گزندگان اور شیر کے طواف کرنے کی حکایت بھی پہلے کبھی مشہور ہوگی مگر اب تو کوئی شہرت نہیں مجھے شاہ ولایتؒ جیسے ولی کامل کی کرامت سے ہرگز انکار نہیں آپ کی کرامت کیا کم ہے کہ مخلوق کے دلوں اور سینوں میں معاصی اور بدعات کے جو سانپ اور بچھو بھرے رہتے تھے انکے ڈنک و زہر کو اپنے روحانی اثرات سے آپ دور فرماتے تھے جو اس قسم کی وضعی اور بعید از قیاس افسانوں کو کرامات کا درجہ دیا جائے۔

خلفا اور سلسلہ بیعت | آپکے صرف چار خلفا باکمال اور صاحب حال تھے ایک آپکے پوتے

---

۱۵ اقتباس الانوار ۱۲

سید محمد ابدال دو دو بار باری دوسرے قاضی عبداللطیف واسطی تیسرے شیخ معین الدین ناگوری اور چوتھے شیخ نظام الدین عباسی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اول الذکر تینوں حضرات امروہہ میں ہے اور یہیں آسودہ ہیں ان حضرات سے سلسلہ بیعت جاری نہ ہوا۔

چوتھے خلیفہ حضرت شیخ نظام الدین عباسیؒ بعد اکتساب کمالات ملتان چلے گئے وہیں سلسلہ بیعت بھی جاری کیا مجاوران درگاہ میں سے چند لوگ جو محلہ نوگزہ میں ساکن ہیں وہ آپکے خادم شیخ نظام کی اولاد میں ہیں۔ انکو حضرت شیخ نظام الدین عباسی علیہ الرحمہ کے خاندان سے جنکا کوئی فرد کبھی امروہہ میں سکونت گزین نہیں رہا دور کا واسطہ و تعلق بھی نہیں۔

عُرس انیسویں سے اکیسویں رجب تک تین دن آپکا عرس ہوتا ہے ہمیشہ سے عرس کا اہتمام آپکی اولاد کی جانب سے ہوتا تھا بڑھئی تلے والے کالیتھ صاحبان بھی موروثی عقیدت کی بنا پر عرس میں حصہ لیتے ہیں صاحب ڈسٹرکٹ گزیٹر اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

> آپ کی درگاہ وسیع احاطہ میں ہے جس میں کثرت سے آپ کی اولاد کی قبور ہیں عجیب بات ہے کہ آپکا عرس صرف سادات ہی نہیں کرتے بلکہ بڑھئی تلے والے کالیتھ بھی کرتے ہیں جو یہاں کے قدیم ساکن ہیں اور پہلے زمانہ میں اسلامی ارکان اور اسلامی رسوم کی زیادہ پابندی کرتے تھے۔

انکے علاوہ شہر کے عوام الناس بالخصوص آپکے خاندانی پروردہ متوسلین اور رعایا کے لوگ پلاؤ پکاکر تقسیم کرتے ہیں۔ عہد اسلامی میں عرس کے اخراجات کے لیے کچھ املاک عطیہ شاہی اور بعض دیگر اشخاص[۱] کی پیش کردہ وقف تھیں جب آپ کی اولاد میں تشیع کا رواج ہوا رفتہ رفتہ عرس کے اہتمام سے بھی بے پرواہی ہوگئی۔ موقوفہ املاک بھی باقی نہ رہیں اب مجاوران درگاہ اور بعض دوسرے عقیدتمند البتہ روشنی کا انتظام کرتے ہیں اور شہر کے عوام الناس تیلی تنبولی

۱؎ سید محمود خاں دانشمند نے ۱۰۶۱ھ میں اپنے نواں جو گھر سے نعلق نہ درگاہ کے اخراجات کے لیے وقف کیا تھا (پروانہ نزد مولف)

اور قسائی وغیرہ پلاؤ پکا کر تقسیم کرتے ہیں ❊

اولاد امجاد حضرت شاہ ولایت کے دو فرزند قاضی سید امیر علی اور سید عبدالعزیز (جو عزیز اللہ اور عزیزال بن سے بھی موسوم ہیں) اور ایک دختر مسماۃ بختوتی ہوئیں ❊ شجرہ اولاد

حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایت

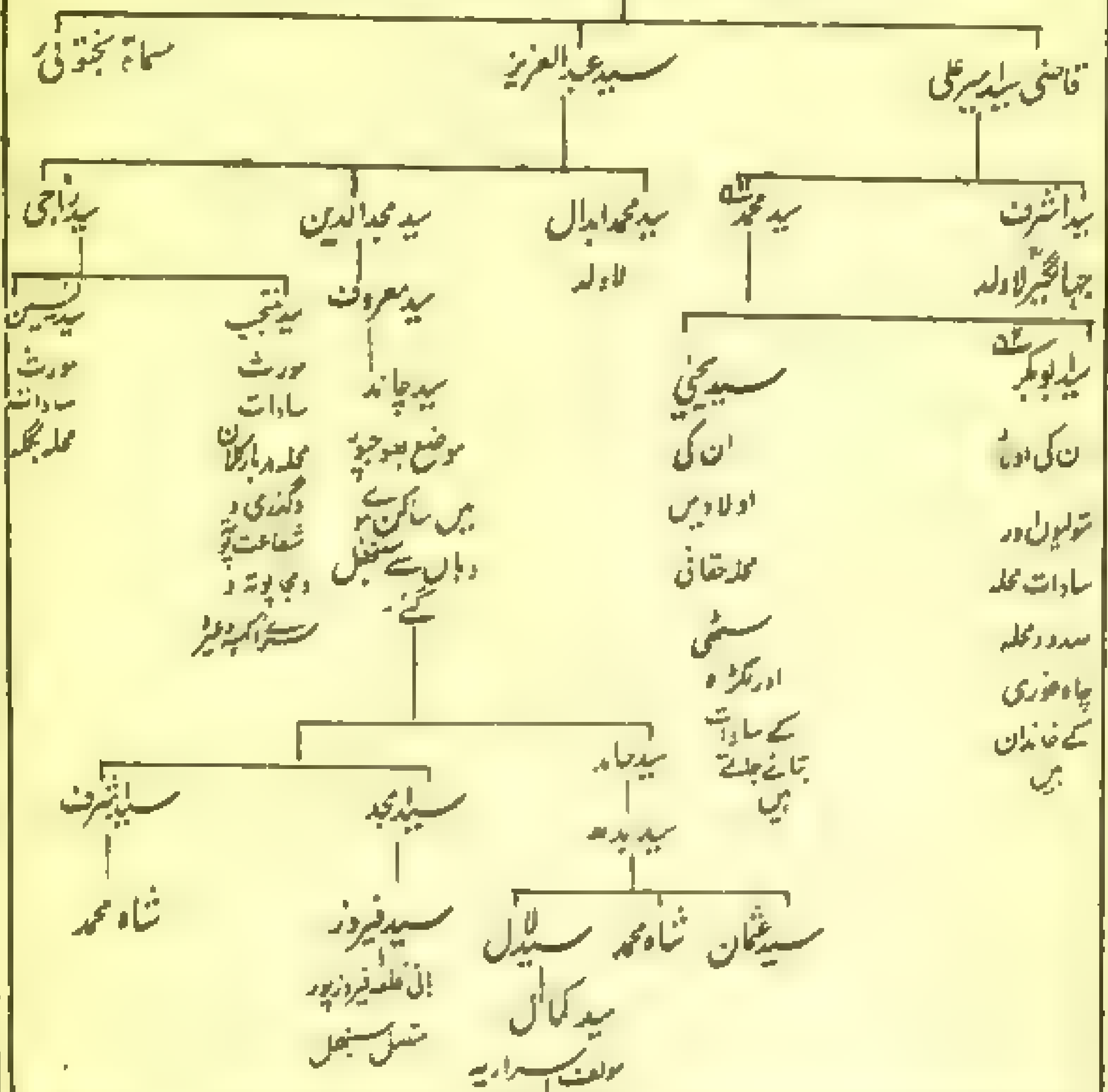

---

[1] مطبوعہ شجروں میں ان کا نام تاج الدین لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے ۱۲

[2] مطبوعہ شجروں میں ان کا نام بدرالدین ہے جو از روئے تحقیق غلط ہے ۱۲

(۵) شیخ معین الدین صدیقی قدس سرہٗ

مولانا ناصح الدین سہروردی کے بیٹے قدوۃ العارفین قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے پوتے فضائل صوری و معنوی سے بہرہ ور مشائخ متقدمین سے ہیں۔ باپ دادا باعتبار علم و فضل زہد و ورع اور علوم مرتبت درجہ اقیاز رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ آپکے والد مولانا ناصح الدین سہروردیؒ نے حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایتؒ سے اکتساب فیض کیا تھا شاید اسی تعلق سے حضرت ممدوح نے اپنے مرشد زادہ کو فیض تربیت سے بہرہ ور کیا مدۃ العمر ساتھ رکھا اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت شاہ ولایتؒ کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد امروہہ سے باہر چلے گئے لیکن اپنے انتقال سے قبل اس خیال سے مع اپنی اولاد کے امروہہ تشریف لے آئے کہ موت کے بعد بھی پیر و مرشد کا قرب حاصل رہے۔

"چوں ایام وصال قریب رسید گفت قرار من در امروہہ بہتر کہ مزار مراد ار قدام اکرام مخدوم رضوان اللہ علیہ الاکرام در آنجا حاصل است دوری او ہر چند موجب اختیار زیارت دوفور وفد دراست لیکن قرب او سراپا نور و حضور است۔۔۔۔۔۔۔۔ قبر وے پائین مخدوم است"[۱]

ابن بطوطہ کی آمد کے زمانہ میں آپکا قیام امروہہ میں تھا۔ سیاح موصوفؒ اپنے سفرنامہ میں خانقاہ کے جس شیخ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے مراد آپ ہی کی ذات مستجمع الصفات ہے[۲]۔ آپکے بارہ فرزند تھے انہی کی وجہ سے اُن کا قیام سکونت محلہ بارہ پوتیاںؒ سے مشہور ہوا۔ اب اس خاندان میں معدودے چند حضرت منشی محمد راغب تحسین علی و راحت علی وغیرہ ہیں۔

سلہ مقاصد العارفین ۱۲ سلہ آپکا مرقد منور شاہ ولایتؒ کے پائیں مزار جانب جنوب اور اس خاندان کے قبرستان بیرون احاطہ درگاہ جانب جنوب ہیں جہاں سلیا پتھروں کا ایک قدیم چبوترہ موجود ہے ۱۲

(۶) قاضی عبداللطیف سہروردیؒ

عالم فاضل اور درویش کامل تھے۔ خاندان کا حال کچھ تحقیق نہ ہو سکا حضرت سید شرف الدین حسن شاہ دولاؒ کے فیضیافتہ اور خلیفہ مجاز تھے ۔

عوام میں ایک روایت مشہور ہے کہ اپنے انتقال سے پہلے قاضی عبداللطیفؒ امروہہ کے کسی کفن چور کو جو اپنی نالائق حرکت کی وجہ سے اس زمانہ میں خاص شہرت رکھتا تھا اپنے پاس بلایا اور پارچہ کفن کے بقدر نقد دام دیکر فرمایا کہ جاؤ یہ دام تو لیجاؤ مگر ہماری قبر کے پاس آنے یا کفن چرانے کی نازیبا حرکت کبھی مت کرنا۔ کفن چور دام لیکر اور کفن نہ چرانے کا عہد و پیمان کر کے چلا گیا۔ لیکن قاضی صاحب کی وفات اور تدفین کے بعد حرص و طمع بطرح دامنگیر ہوئی۔ رات کو قبر پر جا پہنچا تختے الگ کئے اور ہاتھ بڑھا کر چاہتا تھا کہ بیت پر سے کفن کی چادر گھسیٹ لے کہ قاضی صاحب نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ مردے کے اس طرح ہاتھ پکڑ لینے سے اس سیاہ دل کفن چور کے قلب پر وہ ہیبت طاری ہوئی کہ فوراً دم نکل گیا۔ صبح کو لوگوں نے یہ حالت دیکھکر ہر چند چاہا کہ اس کی لاش کو علیحدہ کریں مگر قاضی صاحب کی گرفت ڈھیلی نہ ہوئی شدہ شدہ یہ خبر سید اشرف جہانگیرؒ کے سمع مبارک تک پہنچی آپ تشریف لائے اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا "قاضی را نہ باید کہ بایں ہمہ خود را ظاہر سازد کہ شرط ایں راہ نیست دست وے را بگذار" کہتے ہیں کہ اس پر قاضی صاحب نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور خواب میں فرمایا کہ اسے ہماری قبر کے پاس دفن کر دیا جائے ۔

اس روایت کی حقیقت خواہ کچھ ہو لیکن ایک قبر آپ کے پائیں مزار موجود ہے مرقد منور متصل کوچہ چنگی محلہ گزری

(۷) سید محمد ابدال دودھ دھاری

خلف سید عبدالعزیز بن سید شرف الدین حسن شاہ دولاؒ جد بزرگوار کے خلیفہ و جانشین صاحب کشف و کرامات

اور قطب وقت سے صحرانوردی اور درویشانہ سیر و سیاحت سے رغبت اور تبلیغ و ہدایت محبوب شغل تھا۔ مدۃ العمر غذات سے پرہیز رہا بلحت الجسم فی قلۃ الطعام تھوڑا کھانا بدن کی آسائش ہی پر آپکا عمل تھا۔ قوت لایموت کے لیے تھوڑے سے دودھ پر اکتفا فرماتے اسی بنا پر "دودھ دھاری" کے لقب سے مشہور رہیں صاحب مقاصد العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ولایت نے نور باطن سے معلوم کر لیا تھا کہ آپ سے سلسلہ بیعت آئندہ جاری نہ رہیگا۔ اسی لیے اپنے خلفاء کو بھی اسکے اجراسے منع فرمایا چنانچہ سید محمد اعظم نے باوجود مبلغانہ جد وجہد اور ارشاد وہدایت کی مصروفیت کے لوگوں کو سلسلہ بیعت میں داخل کرنا ترک کر دیا تھا اور آخر وقت جد بزرگوار کے تبرکات جبّہ و دستار و نعلین کو بھی کسی کے سپرد نہیں کیا۔ انتقال کے وقت احباب و اعزا کو وصیت کی کہ تبرکات کو ہماری نعش کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے[1] آپ سے کوئی عقب نہیں صرف نام نیک باقی ہے ؎

برلوح نقشے بماند ولیک | جزائے عمل ماند و نام نیک

سترہویں ربیع الاول کو رحلت کی سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا درگاہ حضرت شاہ ولایت کے شمال مغربی گوشے کے اندر جسکا احاطہ سید علی مظفر خاں بن سید امان علیخاں دگھڑیال والے نے تعمیر کرایا تھا آپکا مزار پر انوار ہے۔

قطب الاولیاء سید شرف جہانگیر
شاہ ولایت ثانی قدس سرہٗ

نام و نسب آپ ملک ولایت کے سرتاج اسرار حقیقت کے رازدار علوم میں یگانہ عصر زہد و تقوی میں ممتاز اور عبادت و ریاضت میں شہرہ آفاق تھے۔ قاضی سید امیر علی کے فرزند ارجمند اور حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایت کے پوتے آٹھویں صدی ہجری کے اولیاء عظام اور خانوادہ چشتیہ

---

[1] غالباً اسی وجہ سے حضرت شاہ ولایت کے تبرکات میں سے کوئی شی آپ کی اولاد کے پاس باقی نہیں رہی ۱۲

کے مشائخ کرام میں سے ہیں۔ سید اشرف نام جہانگیر لقب امروہہ کے شاہ ولایتؒ شرف الدین کے نام سے موسوم ہیں۔

ولادت سلطان محمد تغلق عادل کے ابتدائے عہد میں ولادت ہوئی[ف۱] حضرت شاہ ولایتؒ نے قاضی سید امیر علی کو تولد فرزند کی بشارت دی اور اس مولود مسعود کا نام جو اپنے خصائل وکمالات کی بدولت اسم بامسمیٰ ہونیوالا تھا اشرف یا شرف الدین تجویز فرمایا۔

تحصیل علوم واکتساب کمالات ابتدائی زمانہ جد امجد اور پدر بزرگوار کے آغوش تربیت میں بسر ہوا۔ بعد وفات جد بزرگوار تحصیل علم کے شوق نے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ دہلی پہونچے اور کسب علوم میں مصروف ہوئے بزمانہ طالب علمی تحصیل علم میں جو انہماک تھا مطالعہ کتب میں جس قدر محنت شاقہ برداشت کرتے وہ آج کے حالات کے لحاظ سے ایک فسانہ سمجھا جائیگا۔ علم کے اس شیدائی نے کھانے پینے طرز ماند وبود اور طالب علمانہ زندگی کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ موجودہ یونیورسیٹیوں کے نظام تعلیم اور ہوسٹلوں کے طرز بود وباش کے مقابلہ میں یقیناً انوکھا اور عجیب غریب تھا مسجد کا حجرہ اقامت گاہ تھا وہاں نہ ڈائننگ ہال (کمرہ طعام) تھا اور نہ کچن (باورچی خانہ) جمعہ کی تعطیل میں ہفتہ بھر کے لئے ایک نمکین موٹی روٹی جس کو اس زمانہ میں کعک کہتے تھے اپنے ہاتھ سے پکاتے اور چاقو سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے برتن میں رکھ لیتے صبح اٹھکر ان میں سے چند ٹکڑے کھاتے اور اوپر سے پانی پی لیتے یہی ان کا بریکفاسٹ (ناشتہ) سمجھئے اور یہی لنچ (دوپہر کا کھانا) طلب علم کے شوق وولولہ کی یہ کیفیت تھی کہ سوائے مطالعہ کتب کے اور کسی طرف توجہ نہ کرتے۔ نہ سیر وتفریح

[ف۱] قرات القدس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بعد وفات حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ متولد ہوئے لیکن یہ قرین قیاس نہیں کیونکہ آپ کی ولادت اگر ۸۲۲ھ کے بعد کی قرار دی جائے تو آپ کی عمر صرف ۳۴ سال کی ہوتی ہے حالانکہ آپنے طویل عرصہ تک علوم ظاہری کا اکتساب کیا اسکے بعد علوم باطنی کے حصول میں عمر کا کافی حصہ صرف کیا اور بعد تحصیل کمالات عرصہ تک مسند ارشاد وہدایت پر متمکن رہے ۱۲

کا خیال آتا اور نہ گھیس (ورزشی کھیلوں) کا حتیٰ کہ والدین اعزاء، اقارب کے جو خطوط پہنچتے اُن کو بھی کھول کر نہ پڑھتے بلکہ آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ ایک برتن میں ڈالتے جاتے۔ باپ کا انتقال ہوا مگر اُن کو خبر تک نہ ہوئی کہ خاندان میں کیا حادثہ پیش آیا اس انہماک اور محنت شاقہ کا ثمرہ بھی بہت جلد مل گیا جملہ علوم و فنون میں اپنے ہمعصروں سے فایق ہو گئے

دہلی کے قیام میں باطنی علوم کی تحصیل کا بھی شوق پیدا ہوا جد بزرگوار کے وصال کے بعد خاندانی سلسلۂ بیعت کا انقطاع ہو چکا تھا اس لیۓ سلسلۂ چشتیہ کے ایک بزرگ سے نسبت بیعت درست کی۔[۱] اسی اثنا میں آپ کے والد ماجد قاضی سید امیر علی کا جو امروہہ کے قاضی تھے انتقال ہو گیا۔ روایت ہے کہ آپ کی استعداد اور علمی قابلیت کا حال عمّال حکومت کو پہلے سے معلوم تھا عہدۂ قضا کے لیۓ علم و فضل لازمی تھا بادشاہ وقت نے منصب پدری پر تقرر منظور کیا۔ لیکن آپ کے دل پر جذبات الٰہی کا ایک قوی جذبہ طاری ہو چکا تھا۔ عہدہ قضا کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اُدھر سے ہر چند اصرار تھا اِدھر سے برابر انکار بالآخر اولوالامر کے اتباع حکم میں سکوت فرمایا۔ فرمان تقرر اور خلعت جو عمال حکومت کی جانب سے عطا ہوا تھا اپنے خادم کے حوالہ کیا اور امروہہ کی طرف روانہ ہو گئے یہاں سے انکے بڑے بھائی[۲] حصول فرمان کی غرض سے دہلی جا رہے تھے۔ راستہ میں کسی مقام پر دونوں

[۱] جن لوگوں نے ان کو "قاضی القضات" لکھا ہے اس پر نظر نہیں کی کہ امروہہ کے عہدہ قضا پر جو شخص مامور ہو وہ قاضی القضات کیسے ہو سکتا ہے [۲] سید اشرف جہانگیرؒ کے صرف ایک بھائی اور تھے جن کا نام سید محمد تھا خاندانی تذکرہ میں جو زمانہ حال میں مرتب کیا گیا ہے سید تاج الدین لکھا ہے ممکن ہو یہ انکا عرف ہو۔ نسبت و فرمان کی روایت ثمرات القدس میں بالتفصیل درج ہے۔ اس کی حرف بحرف نقل [illegible] روایت کی ہے لیکن اس روایت میں سید اشرفؒ کے بھائی کا نام نہ صاحب ثمرات القدس نے لکھا ہے ورنہ صاحب [illegible] روایت میں صرف "برادر" کا لفظ ہے۔ مولف واسطیہ نے بھی بحوالہ ثمرات القدس و اسرار یہ روایت اپنی کتاب میں حرف بحرف نقل کی ہے لیکن نقل کرتے [illegible] سرزد ہوئی ہے کہ لفظ برادر سے پہلے "سید محمود" کا فرضی نام اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے گویا اس طرح بجاۓ دو کے تین بھائی سید اشرف جہانگیرؒ سید تاج الدین اور سید محمود قایم کر کے اس سید محمود کی اولاد میں قاضی زادگان کو جس میں خود مولف واسطیہ کا خاندان بھی شامل ہے ظاہر کر کے دیا سلسلہ نسب حضرت شاہ ولایتؒ سے جوڑ دیا ہے جو ہرگز صحیح نہیں تفصیل کے لیۓ ملاحظہ ہو تنقیح الانساب ۱۲

بھائیوں کی ملاقات ہوئی۔ جب اپنے بھائی کے سفر کی غرض و غایت کا علم ہوا آپنے وہ خلعت و فرمان خادم سے لیکر انکے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ بھائی جان! مجھے نہ عہدۂ قضا کی تمنا ہے اور نہ باغ و املاک کی خواہش۔ آپ اگر اسی غرض سے دہلی جاتے ہیں تو یہ خلعت و فرمان حاضر ہے۔ آپ ہی کے واسطے لایا ہوں مگر آپکے بھائی کے مزاج میں سختی تھی۔ کہنے لگے مجھے تمہارے لائے ہوئے فرمان کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں خود جاکر لاؤنگا۔

برادر جاہل و نااہل بود از دیدن آن سخت در تاب	انکے بھائی جاہل و نااہل شخص تھے انکے دیکھتے ہی فرمان اور خلعت
افتاد و گفت من بفرمان خلعت آوردۂ شما احتیاج	دیکھتے ہی انکے آگ لگ گئی کہنے لگے مجھے تمہارے لائے ہوئے فرمان
ندارم تا خود نروم و فرمان و خلعت نیارم [۵۱]	اور خلعت کی ضرورت نہیں خود جاکر فرمان و خلعت لاؤں گا۔

آپنے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ ہوسکے گا۔ آگے آپ کی مرضی۔ یہ کہکر بھائی صاحب سے رخصت ہوئے اور امروہہ تشریف لائے۔ چند روز یہاں قیام فرمایا۔ فرمان و خلعت کو عزیزوں میں سے کسی کے سپرد کیا اور یہ فرمایا کہ بھائی صاحب جب دہلی سے ناکام واپس آئیں تو انہیں دیدینا۔ درویشانہ سیر و سیاحت کے لیئے نکل کھڑے ہوئے۔

دہلی کے قیام میں آپنے حضرت شیخ علاء الحق والدین چشتی [۵۲] رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا ان ہی سے نسبت بیعت درست کی [۵۳]۔

روایت ہے کہ چالیس برس تک خدمت شیخ میں حاضر رہ کر کسب کمالات کیے کچھ عرصہ بعد سیر و سیاحت کی پھر امروہہ آکر مسند آبائی پر متمکن ہوئے اور یہاں کے شاہ ولایت کہلائے۔ آپ اپنے زمانہ کے اکابر مشائخ سے تھے۔ ہزارہا بندگان خدا کو آپکے ارشاد و ہدایت سے فیض پہنچا۔ اسی بنا پر جہانگیر کے لقب سے ملقب ہوئے

[۵۱] ثمرات القدس [۵۲] شیخ علاء الحق والدین چشتی آٹھویں صدی ہجری میں مشائخ چشتیہ میں درجہ امتیاز رکھتے تھے۔ صاحب تحفۃ ان کو مولانا بدرالدین اسحٰق دہلوی کی نسل میں بتاتے ہیں [۵۳] حضرت میر قوام الدین جونپوری سے بھی آپ کو اکتساب فیض تھا۔ شیخ عبدالملک [۵۴] میر محمد ؒ کے جس مرید کا ذکر کیا ہے کہ "از امروہہ طالب علمے بخدمت وے رسیدہ و مرید گردید و بعد از چندگاہ بجانب امروہہ رفت" اس سے آپ ہی کی ذات مراد کا تعین ہوا۔ [۵۴] مقاصد العارفین۔

خوارق و کرامات تذکرہ نویسوں نے آپ کے بعض خوارق و کرامات کا مجملاً ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جن ایام میں آپ صحرا میں چلہ کشی اور عبادت حق سبحانہ میں مشغول تھے۔ ایک خادم آپ کے پاس تھا۔ عید سے ایک دن پہلے خادم اپنے دل میں خیال کرنے لگا کہ کاش میں امروہہ میں ہوتا۔ کل عید ہے لوگ جوق جوق عیدگاہ جا رہے ہونگے خوش و خرم یکدوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہونگے آپ نے بنور باطن خادم کی اس خواہش کا حال معلوم کر لیا فرمایا کہ آج شب کو تم ہماری کٹیا میں سو رہنا تاکہ صبح عید عیدگاہ کی سیر تم کو ہو جائے۔ خادم نے تعمیل ارشاد کی صبح اٹھکر کیا دیکھتا ہے کہ امروہہ میں موجود ہے۔ لوگ عیدگاہ جا رہے ہیں یہ بھی اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش و خرم عیدگاہ جاکر نماز دوگانہ میں شریک ہوا اور واپس ہو کر اپنے گھر پہنچا۔ شب کو امروہہ میں نیند بھر کر سویا صبح کو جب بیدار ہوا بدستور اپنے آقا کی خدمت میں موجود تھا۔

چھٹی ربیع الاول ۷۷۴ھ میں رحلت کی۔ وفات سے پہلے اپنے سب عزیز و اقارب و اپنے مریدوں کو اپنے پاس بلاکر فرمایا کہ اب ہم اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کرتے ہیں ہماری نعش کو تجہیز و تکفین کے بعد جد بزرگوار حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایتؒ اور والد ماجد قاضی سید امیر علیؒ کے پہلو میں دفن کرنا عمدہ لباس زیب تن کیا سر تکیہ پر رکھا۔ اور دست مبارک آنکھوں پر رکھکر اللہ اللہ کہتے ہوئے واصل بحق ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

قطعہ تاریخ وفات سید اشرف جہانگیر شاہ ولایتؒ

شہ من سکہ بر نقد روان زد	علم بر قبہ نہ آسمان زد
چو ماہ چاردہ تابندہ بر فلک	طبر در بردہ ہوش جہان زد
سر شاہان عالم کار فرمائے	خیال اندیشس راہ رایگان زد
چراغ خانہ نور نبوت	فروغ دیدہ در دیدگان زد

خوشے سرچشمۂ جود و فیوضات ضیاء بر مطلع امن و اماں زد
سواد کلک عالی ہمت او رقم بر لوح مشق کن فکاں زد
مقامش منزل قرب الٰہی است خیال او مثال این و آں زد
سر اہل صفا را اوست سردار جمالش جلوہ اندر قدسیاں زد
نبیرہ شاہ ولی قطب الاقطاب کہ رایش و ملک جنبش بجاں زد
نگنجد در قلم وصف کمالش کہ ہر یک ذرہ وصفش بر زباں زد
سفر کردہ چو او بالائے افلاک جہاں را دل شکست و بر فغاں زد
چو جستم سال تاریخ وصالش بدم این مصرع ہاتف بر زباں زد

کہ سال نقل آں شاہ ولایت

قدم مردانہ فوق لامکاں زد

(۹) مخدوم شیخ نصیر الدین چشتی قدس سرہٗ

نویں صدی ہجری کے یہ صاحب تقویٰ بزرگ مولانا بدر الدین[1] اسحٰق الدہلوی کی اولاد امجاد

---

[1] مولانا بدر الدین اسحٰق اولیائے کبار سے ہیں حضرت شیخ الاسلام زہد الملۃ والدین مسعود گنج شکر فاروقی اجودہنی کے مرید و خلیفہ اور داماد تھے۔ شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی دہلوی جب بغرض حصول سرمایہ علوم باطنی اجودہن گئے تو حضرت شیخ الاسلام نے مولانا بدر الدین اسحٰق کے پاس ٹھہرایا اور مولانا نے حضرت ممدوح کی روحانی تربیت میں حصہ لیا۔ اسی تعلق سے مولانا کے انتقال کے بعد حضرت ممدوح نے آپکے دونوں صاحبزادوں یعنی خواجہ محمد امام اور خواجہ موسیٰ کو جو صغیر سن تھے مع ان کی والدہ مخدومہ بی بی فاطمہ بنت حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر فاروقی کو اپنے پاس دہلی بلا بھیجا اور بطور متبنّٰی اور فرزندان معنوی کے پرورش کیا۔

سے تھے جن سے سلسلہ نسب اس طرح متصل ہوتا ہے :۔ مخدوم شیخ نصیرالدین بن خواجہ سیف الدین بن خواجہ فخرالدین بن خواجہ محمد امام[۵۱] بن مولانا بدرالدین اسحٰق بن علی بن اسحٰق الدہلوی[۵۲]

مخدوم شیخ نصیرالدینؒ کے جد اعلیٰ خواجہ فخرالدین جنکا سلسلہ نسب بواسطہ مولانا بدرالدین اسحٰق عمر الاشرف[۵۳] بن امام زین العابدین سے متصل کیا جاتا ہے بعطائے مواضعات مددمعاش سلطان محمد تغلق عادل

---

۵۱ مؤلف تاریخ واسطیہ نے مخدوم شیخ نصیرالدینؒ کا جو شجرۂ نسب صفحہ ۴۰ پر درج کیا ہے اس میں فاحش غلطیاں کی ہیں مولانا بدرالدین اسحٰقؒ کے فرزند کا نام سید روپ مرد لکھا ہے جن سے اس خاندان کا سلسلہ نسب بھی متصل کیا ہے مولانا کے کسی فرزند کا نام روپ مراد نہیں ہے آپکے صرف دو فرزند تھے۔ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ بڑے صاحبزادے خواجہ محمد حافظ قرآن اور خوش آواز تھے حضرت محبوب الٰہی نے امامت ان کو عطا فرمائی اسی وجہ سے امام کا لفظ آپکے نام کا جزو ہوگیا شاید مولف واسطیہ نے اسی لفظ امام کی بنا پر آپ کا نام "روپ مراد" سے تبدیل کیا ہے خواجہ محمد امام نے حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات میں انوار المجالس نام ایک کتاب مرتب کی تھی [illegible]ھ میں تقریباً ۷۰ برس کی عمر میں انتقال کیا آپ کی نسل سے امروہہ، گنگوہ اور دہلی میں چند خاندان ہیں مشہور حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کا خاندان بھی آپ ہی کی نسل سے ہے درگاہ حضرت محبوب الٰہی کی تربیت و مجاورت کا سلسلہ بھی اسی وقت سے خواجہ محمد امام کی نسل میں قائم ہے۔

۵۲ سلسلہ نسب کے متعلق ملاحظہ ہو صحیفہ انساب

۵۳ مولف واسطیہ نے صفحہ ۲۲۴ پر امام زین العابدین کے مشہور فرزند عمر الاشرف کا نام سید محمد اشرف لکھ کر یہ تحریر کیا ہے کہ "مولانا بدرالدین اسحٰق بڑے عالم و فاضل و درویش کامل تھے جو بعد چودہ واسطوں کے پوتے سید محمد اشرف ولد امام زین العابدین علیہ السلام کے تھے" آپ کا نام نامی عمر ہے۔ اور اشرف لقب۔ نام کی تبدیلی اگر کتابت کی غلطی سے نہیں ہے بلکہ عمداً ہے تو بہت افسوسناک ہے مولف مذکور کے مذہبی تعصب نے بجائے اصلی نام "عمر" کے "محمد" لکھنے پر اگر انہیں مجبور کیا تو اہلبیت اور سادات کے ان صدہا اشخاص کے اسماء کو جو "عمر" نام سے موسوم ہیں اور جن سے تاریخ اور علم الانساب کی کتابیں بھری پڑی ہیں مولف تاریخ واسطیہ جیسے کٹر مذہبی متعصب کہاں تک تبدیل کرینگے قدما اور ائمہ اہل بیت کو اس نام سے جو انس تھا اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ حضرت علیؑ سے لیکر ان کی نسل میں دور دراز تک بلکہ سادات صحیح النسب میں اب تک یہ مبارک نام بکثرت پایا جاتا ہے۔

فاعتبروا ان کنتم علی ہدی وبصیرۃ

کے عہد (۷۲۵-۷۵۲ھ) میں دہلی سے امروہہ چلے آئے، عرصہ تک یہ خاندان یہاں رہا بعد میں کچھ افراد نوگانوہ وغیرہ مواضعات میں متوطن ہوگئے[1]۔

مخدوم صاحب کا سال پیدائش معلوم نہ ہوسکا تاہم یہ امر یقینی ہے کہ آپ کا زمانہ ولادت حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایتؒ کے زمانہ سے تقریباً ایک صدی بعد کا ہے، جو روایت عام طور سے مشہور ہے کہ حضرت شاہ ولایتؒ کی تشریف آوری سے قبل آپ امروہہ کے شاہ ولایت تھے وہ تاریخی حیثیت سے قطعاً بے بنیاد اور بے اصل ہے[2]۔ آپ نے بزرگان سلسلہ چشتیہ سے علوم باطنی کا شرف حاصل کیا، محلہ نوگیاں میں جہاں اب ماہ بازہ ہے آپ کی خانقاہ تھی آپ کے اخلاف میں شیخ یوسف چشتی، شیخ فتح اللہ چشتی، شیخ حسین چشتی اور شیخ سیف الدین چشتی یکے بعد دیگرے صاحب سجادہ ہوئے، سنہ وفات بھی تحقیق نہ ہوسکا مزار فائض الانوار متصل تالاب بانسدیو ہے۔

---

[1] مخدوم شیخ نصیر الدینؒ کی اولاد سے کچھ افراد نوگانوہ چلے گئے تھے عہد جہانگیری میں سید خواجہ جو مخدومؒ سے پانچویں پشت میں ہوتے ہیں نوگانوہ سے پھر امروہہ چلے آئے متعدد قدیم دستاویزات پر سید خواجہ کے دستخط "سید خواجہ ساکن نوگانوہ" کی تصریح کے ساتھ ثبت ہیں، اسی وجہ سے ان کا خاندان نوگیاں مشہور ہوا، یہ روایت کہ سید عبد الرسول عرف میراں خاں منصبدار چہار ہزاری عہد فرخ سیری کو نو گاؤں جاگیر میں ملے تھے اس لئے یہ خاندان نوگیاں مشہور ہوا قرین قیاس نہیں کیونکہ اس عہد سے پیشتر یہ خاندان اسی لقب سے مشہور تھا، نیز میراں خاں مذکور کی اولاد کے علاوہ خاندان کی دوسری شاخوں پر اسی لقب کا اطلاق ہوتا ہے، علاوہ ازیں سادات امروہہ میں متعدد اشخاص کو نو دس بلکہ اس سے زیادہ مواضعات اور گاؤں جاگیر میں ملے لیکن کوئی خاندان مواضعات کی نسبت سے "دس گیاں" یا "پچاس گیاں" مشہور و معروف نہ ہوا۔

[2] تاریخ سے ثابت ہے کہ خواجہ محمد امام المتوفی سنہ ۸۳۲ھ جو مخدوم شیخ نصیر الدین چشتیؒ کے جد ہیں چار پشت اوپر ہوتے ہیں حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایتؒ کے معاصر تھے پس کسی شخص کا اپنے پردادا کے معاصر سے بھی پہلے موجود ہونا جیسا کہ مخدوم صاحب کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت شاہ ولایتؒ سے قبل امروہہ کے شاہ ولایت تھے محض غلط اور مہمل ہے، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ (تذکرہ حضرت شاہ ولایت)

(شجرہ اولاد)

مخدوم شیخ نصیر الدین چشتی

شیخ یوسف چشتی
شیخ فتح اللہ چشتی
شیخ حسین چشتی
شیخ سیف الدین چشتی
صاحب سجادہ وقت
تالیف جواہر فریدی

خواجہ محمد
خواجہ عبداللہ
خواجہ داؤد
خواجہ محمود
سید خواجہ
مورث خاندان
توکلیان

(۱۰) شیخ المشائخ شیخ چاتلدہ فاروقی قدس سرہ

آپ وارث ولایت فریدی ثمر شجرۂ فاروقی جامع فضائل معنوی وصوری تقوی وطہارت میں بے نظیر اور عہد سلاطین تودی میں امروہہ کے مدینہ تھے سلسلۂ نسب آٹھ واسطوں سے حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود گنجشکر فاروقیؒ سے متصل ہوتا ہے بایں طریق شیخ عیسیٰ المعروف بہ شیخ چاتلدہ بن شیخ ستو بن شیخ موسیٰ حاجی بن شیخ ضیاء الدین بن شیخ بہاء الدین رجب پوری بن شیخ فخر الدین سادہ معروف بہ شیخ سالار بن شیخ علی شیر بن شیخ نظام الدین شہید تھہوری بن شیخ الاسلام فرید الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپکے جد ہشتمین شیخ نظام الدین شہید حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین کے محبوب فرزند سلطان غیاث الدین بلبن کے نواسہ دیگر

۱؎ حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود گنجشکر ۵۶۹ھ میں پیدا ہوئے ۶۶۳ھ میں رحلت کی۔ دو بطنوں سے آپکے آٹھ اور بروایت دیگر سات فرزند اور تین دختر تھیں۔ زوجۂ اول مسماۃ ہزیرہ بنت سلطان غیاث الدین بلبن سے جنکا عقد سلطان مذکور کی تخت نشینی سے قبل ہوا تھا پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں متولد ہوئیں اور زوجہ بی بی کلثوم سے صرف تین فرزند تھے (جواہر فریدی ملخصاً)

فضائل وکمالات کے ساتھ شجاعت وشہامت سے متصف غازی دین متین تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی کی مہم رنتھبور میں جلادت فاروقی کے جوہر دکہائے اور کفار کے ساتھ جدال وقتال کے بعد شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر منہ سے لگایا[۱] شیخ شہید کے پوتے شیخ ساؤ معروف بہ شیخ سا آلار ابتدائے عہد سلطان فیروز شاہ تغلق میں بعطائے جاگیر امروہہ آئے۔ شیخ موصوف اسرار حقیقت کے رازدار اپنے بزرگوں کے فیض یافتہ اور خانوادۂ چشتیہ کے سربرآوردوں میں تھے۔ اپنے جداعلیٰ شیخ الاسلام فریدالحق والدین مسعود گنج شکرؒ اور حضرت کے مرشد طریقت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نام تبرکات بھی اپنے ساتھ لائے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد کا ایک فرمان مرقومہ ۲۰ ربیع الآخر ۷۷۲ھ سنہ اثنین وسبعین وسبعمائہ حسن اتفاق سے خاکسار مولف کو دستیاب ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مبلغ تین[۲] سو تنکہ شیخ موصوف کے اخراجات کے لیے امروہہ کے علاقہ سے مقرر تھا۔ فرمان کو میں نام نامی ان الفاظ کے ساتھ تحریر ہے شیخ سادہ نبیرہ شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز۔ بعض قدیم تحریرات اور شجرۂ نسب میں شیخ سادن بھی درج ہے۔ غالباً نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک یہ خاندان امروہہ میں باعزاز واکرام متوطن رہا۔ شیخ سادہ کے نبیرہ شیخ بہاء الدین بعطائے جاگیر رجب پور میں سکونت پذیر ہوئے۔ شیخ موصوف فضائل وکمالات سے متصف مقتدائے وقت تھے۔ صاحب تکملہ جواہر فریدی لکھتے ہیں کہ:

حضرت خواجہ قطب الاخیار بندگی شیخ بہاء الدین بن شیخ مجیرالدین داعی فخرالدین بن شیخ سادہ

---

[۱] ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام موصوف کے وصال کے بعد جب کفار اجودھن کی طرف آئے شیخ نظام الدین ان کے مقابلہ میں لڑکر شہید ہوئے اور باوجود تلاش کے آپ کی لاش کا پتہ نہ چلا (سیرالاولیا) سلطان علاء الدین خلجی نے ۶۹۹ھ ۱۲۹۹ء میں رنتھبور پر فوج کشی کی تقریباً ایک سال محاصرہ کرنے اور صعب ترین معرکہ ہائے جنگ کے بعد ۷۰۰ھ میں قلعہ فتح ہوا۔

[۲] غالباً طلائی جو اشرفی کے مساوی سمجھیے ۱۲

مذکور) قدس اللہ سرہٗ العزیز در علوم شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت کامل بودند ولی

اکمل وصاحب معرفت . . . . . خرقہ ارادت از پدر بزرگوار خود پوشیدیک پسر چند خلیفہ داشتند۔

حضرت شیخ بہاء الدین کے صاحب سجادہ آپکے فرزند شیخ ضیاء الدینؒ اور شیخ ضیاء الدین کے سجادہ

نشین انکے فرزند شیخ موسیٰ حاجیؒ ہوئے تینوں بزرگوں کے مزارات رجب پور میں زیارت گاہ

خلایق ہیں ۱۳ ربیع الاول ۱۵ صفر کو عرس ہوتا ہے اس خانوادۂ مشائخ کی مدد معاش میں ۲۲ مواضعات

کی جاگیر عہد تغلقیہ میں عطا ہوئی تھی۔ مدت مدید تک یہ جاگیر مشترک رہی بعد میں شیخ موسیٰ حاجی کے

تینوں بیٹوں یعنی شیخ منور شیخ طاہر اور شیخ لہورہ کی اولاد میں باہم تقسیم ہوکر آٹھ آٹھ موضعات کے

تین قرعے قایم ہوئے مواضعات جاگیر کے علاوہ مختلف سلاطین کے عہد میں عہدہ چودھرائی و

مقدمی و قانون گوئی بھی اس خاندان کے بعض افراد کو تفویض ہوا جس کی وجہ سے بعض خاندان

اب تک چودھری کے لقب سے مشہور ومعروف ہیں۔

شیخ منور بن شیخ موسیٰ حاجی کے دو فرزند ہوئے شیخ المشائخ شیخ جانلدہ اور شیخ اسمٰعیل۔

آخرالذکر کی سکونت رجب پور ہی میں رہی ان کی اولاد میں شیخزادگان رجب پور ہیں جن میں حافظ

وحید الدین ولد چودھری رفیع الدین اور چودھری سلیم الدین وچودھری عبدالرشید وغیرہ ساکنان

رجب پور ہیں شیخ المشائخ موصوف بعہد سلطان بہلول لودھی امروہہ تشریف لائے تقریباً اسی عہد

میں آپکے برادر عمزاد حاجی عبدالغفور بن شیخ طاہر شیخ موسیٰ حاجی مذکور بھی امروہہ آئے۔ حاجی

مذکور کی اولاد میں منشی ارشاد علی اور ڈپٹی بشیر احمد وغیرہ کا خاندان ہے جس مقام پر شیخ المشائخ

سلہ تکملہ جواہر فریدی سلہ صاحب تحفۃ التواریخ نے قلت ساد و عدم تجسس حالات کی وجہ اس خاندان کے حالات تحریر

کرنے وقت فاش غلطیاں کی ہیں شیخ موسیٰ حاجی کے صرف دو فرزند شیخ طاہر اور شیخ جانس بیان کیے ہیں حالانکہ آپکے

تین فرزند تھے اور شیخ جانس جن کا صحیح لقب شیخ جانلدہ ہے شیخ موسیٰ حاجی کے فرزند نہیں بلکہ نبیرہ تھے۔

سلہ قسمت نامہ مرقومہ سنہ نزد مولف ۱۲

موصوف اور انکے برادر عمزاد حاجی عبد الغفور کی سکونت رہی وہ محلہ شیخ زادگان محلہ فرزندان حضرت فرید گنج شکر" سے معروف و موسوم ہوا اور اب محلہ جھنڈا شہید سے مشہور ہے۔ کہنہ دستاویزات سے ثابت ہے کہ کوچہ گھاٹ متصل مکانات شاہ ابو القاسم بن حضرت شاہ ابن محمد چشتی سے کوچہ حجامان متصل چاہ ملا امان تک یہ سب قطعات اسی خاندان کے مملوکہ و مقبوضہ تھے ؎

حضرت شیخ المشائخ موصوف کا اسم گرامی شیخ عیسیٰ ہے اور لقب شیخ چاندلدہ اپنے عرف ہی کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ چاندلدہ ترکی زبان میں شہزادہ کے ہم معنی ہے۔ خاندانی شجرہ بیعت میں بھی چاندلدہ کے بجائے شہزادہ تحریر ہے۔ مختلف سنین کی دستاویزات و تحریرات دیرینہ میں آپکا عرف مختلف طریقہ پر لکھا ہوا ملتا ہے۔ چاندلدہ سے چاندنیہ ہوا اور چاندنیہ سے چاندنین اور چاندنی سے چاندن اور اب عوام میں شیخ چاندنیاں مشہور ہیں ؎

آپکے جملہ آبا و اجداد صلحا و اتقیا و اولیا تھے' پدر بزرگوار سے علوم باطنی کا سرمایہ حاصل کیا۔ اُنکے ہی سجادہ نشین ہوئے عہد سلاطین لودی میں سلسلہ چشتیہ کا فیض آپ کی ذات بابرکات سے امروہہ میں جاری رہا۔ سلطان سکندر لودی کے فرمان مرقومہ ۹۰۰ھ میں جس کا عکس بھی جداگانہ شائع کیا جاتا ہے۔ نام نامی ان الفاظ کے ساتھ تحریر ہے "شیخ المشائخ شیخ چاندلدہ منور ہنیرہ قطب العالم بندگی شیخ فرید گنجشکر" اسی کے قریب عہد کی دوسری تحریرات میں "قدوۃ العارفین برہان الکاملین بندگی شیخ چاندنیہ" کے الفاظ ملتے ہیں۔ جن سے آپکے مرتبہ فضل بندگی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ فرمان مذکور کے ذریعہ دو موضع "قصبہ نندرو مضافات خطہ سنبھل" سلطان سکندر لودی نے مدد معاش میں مقرر کیے انکے علاوہ پرگنہ کالپی میں بھی مواضعات جاگیر عطا ہوئے۔ سنہ وفات تحقیق نہ ہوسکا۔ مزار فایض الانوار جس مقام پر ہے عہد ہنود میں وہاں کوئی بُت خانہ تھا' اب یہ مقام آپ ہی کے عرف سے "محلہ شیخ چاندنیاں" مشہور ہے صاحب تحفۃ الکرام تاریخ لکھتے ہیں کہ:۔

در قرون سابقہ شاخ بزرگ از درخت تمر ہندی کہ پایٔں مزار حضرت شیخ جا بن است
شکستہ نزد مزار افتادہ بملاحظہ جلال آں حضرت کسے ہمت برداشتن آں نکردہ ہنوز
تازہ است و بارہا آوردہ[51]

آپ کے دو فرزند شیخ عبدالقادر اور شیخ لطف اللہ عرف شیخ بھیکن ہوئے۔ دونوں بیٹوں پر آپ نے اپنے حین حیات مواضعات جاگیر کو تقسیم کیا[52]۔ پرگنہ کالپی کے مواضعات جاگیر شیخ عبدالقادر کے حصہ میں آئے۔ اس تعلق سے وہ کالپی میں سکونت پذیر ہوئے۔ پرگنہ رجب پور وغیرہ کے مواضعات اور اراضیات قصبہ امروہہ شیخ لطف اللہ عرف شیخ بھیکن کے قبض تصرف میں رہے اور وہ ہی آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ شیخ بھیکن فضائل وکمالات سے متصف بزرگ عہد تھے۔ دیرینہ تحریرات میں شیخ المشائخ کے الفاظ آپ کے نام نامی کے ساتھ بھی درج ہیں۔ میر سید محمد میر عدل کے ایک پروانہ موسومہ حاکم امروہہ کا یہاں نقل کرنا تاریخی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس میں میر عدل موصوف آپکا نام نامی "شیخ المشائخ" "شیخ بھیکن" تحریر کرتے ہیں:-

هو

زبدۃ الاماثل والاقران تاتار خاں را اعلام آنکہ چوں یک منزل خانہ شیخ المشائخ مرحومی
شیخ بھیکن از قاضی و قاضی طاہر بسند در قبض خود آوردہ بودند بعد آں سماۃ بی بی صندل
با شیخ بدرالدین برائے آں خانہ دعوی کرد شیخ مذکور بحضور ایں جانب ثبوت شرعی رسانند
کہ آں خانہ بما بسند و بیع مرحومی است الحال اگر کسے دعوی نماید باید کہ او را مانع سازند
خانہ مذکور چنانچہ در قبض و تصرف شیخ بدرالدین مذکور ست در قبض و تصرف شیخ مذکور باشد

تحریر فی شہر رمضان المبارک ۹۴۳ھ

---

[51] تحفۃ التواریخ صفحہ ۹۳ ۱۲

[52] دستاویز صورتحال موقومہ ۱۲۴۵ھ نزد مولف جس میں تقسیم نامہ مذکور کا حوالہ درج ہے ۱۲

شیخ المشائخ شیخ بھیکن کے فرزند شیخ بدرالدین بھی وارث علوم اجداد تقویٰ شعار صالحین وقت سے تھے دیرینہ تحریرات میں "شیخت مآب تقوی شعار" وغیرہ الفاظ آپ کے نام نامی کیساتھ درج ہیں۔ مواضعات متروکہ پدری کے علاوہ چار سو بیگہ اراضی معافی پرگنہ رجب پور میں حسب فرمان عہد اکبری مرقومہ ۴ جمادی الثانی ۹۸۳ھ مدد معاش میں عطا ہوئی جو بعد وضع قصور آپ کے ورثہ کے نام بحال و برقرار رہی فرمان مذکور کے نقلیجات موجود ہیں شیخ موصوف کے مملوکہ متعدد قطعات اراضیات سکنائی تھے، حجامان محلہ چاہ ملاں ان قطعات میں بطور عاریت ساکن تھے[۵] شیخ بدرالدین مذکور کے شیخ نذر محمد عبدالحکیم و عبدالحمید تین فرزند ہوئے۔ اول الذکر نسل میں تقریباً ۱۲۰۰ھ تک سجادگی کا سلسلہ قائم رہا شیخ نذر محمد کے محمد صادق ہوئے اور انکے شیخ علاء الدین موخر الذکر کو بھی اراضیات معافی عطا ہوئیں یہ اپنے وقت کے صاحب نسبت بزرگ تھے مشائخ مرہرہ کے بعض دستاویزات مرقومہ ۱۱۹۸ھ پر ان الفاظ میں ملتے ہیں "شیخ علاء الدین بن شیخ محمد صادق نبیرہ حضرت شاہ جاجن" اس خاندان کے آخری سجادہ نشین شیخ جان محمد بن شیخ نور محمد بن شیخ ایزد بخش بن شیخ علاء الدین مذکور تھے شیخ جان محمد مذکور کے اخلاف میں شیخ محمد صادق و منشی محمد حسنین ہیں تبرکات بزرگان سب انکے ہی یہاں محفوظ چلے آتے ہیں۔ عیدالفطر کے دن ان تبرکات کی زیارت ہوتی ہے۔ تبرکات کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

۱۔ کلاہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی ایک عدد

۲۔ پیراہن حضرت قطب الدین بختیار کاکی "

۳۔ تسبیح " " "

۴۔ گدڑی " " " "

---

۵ دستاویز مرقومہ ۱۲۵۵ھ نزد مولف ۱۲

(۵) لنگی حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ایک عدد

انکے علاوہ پیران چشت کی چند پگڑیاں اور حضرت شیخ المشائخ شیخ جاتلدہؒ کی ایک کلاہ اور ایک پیراہن بھی ہیں ۔

۱۱۔ قدوۃ العارفین قطب الاقطاب حضرت شاہ ابن بد چشتی

قدس اللہ سرہ العزیز

نام نامی ابتدائے عہد مغلیہ میں سرزمین ہرسہ کے آفتاب خانوادہ مشائخ چشتیہ کے ماہتاب ہندوستان کے اولیائے عالی مقام اور مشائخ ذوی الاحترام سے تھے بعنوان حدیث ان احب الاسماء الی اللہ عبداللہ وعبدالرحمن حضرت کا نام گرامی عبداللہ کنیت ابوالفتح عرف ابن اور لقب بد چشتی تھا

نسب آپ سالک مجذوب اور ولی کامل تھے ارباب عرفان و یقین کی نظروں میں نسب و مفاخر نسبی ہیچ ہیں ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　　　کاندریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

آپ کی اولاد امجاد نے بھی ہمیشہ حال کو قال پر ترجیح دی دو ڈھائی صدی کی طویل مدت تک طریقت و شیخت اور ارشاد و ہدایت کا چرچا اس خانوادہ مشائخ میں زور شور کے ساتھ جاری رہا اسی بنا کی بنا پر اس خاندان کے افراد نے اظہار نسب میں مثل دوسروں کے نہ غلو کیا نہ مفاخر نسبی کو مقصود اصلی سمجھا یہی وجہ ہے کہ آپکے نسب و سیادت کے متعلق ان افراد میں جن کا تمام سرمایہ نازش و افتخار محض نسب اور تفاخر علی النسب ہے اور جو اسی چیز کو اپنا مقصود اصلی سمجھتے ہیں اختلاف ہوا لیکن آزادانہ اور قطعاً غیر جانبدارانہ تحقیق و تفحص کے پیش نظر حضرت کی سیادت و فاطمیت کی روایت ضرور قابل ترجیح ہے اور آپ خاندان سادات فاطمی سے ہیں ؎[1]

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ انساب ۱۲

ولادت یہ امر کہ آپ نے اپنے وجود باجود سے کب کس سنہ میں عالم موجودات کو شرف فرمایا صحیح طور سے معلوم نہیں' آپکا سال رحلت ۹۸۶ھ اور عمر شریف تقریباً سو سال یا اس سے کچھ کم وبیش اس لیے زمانۂ ولادت سلطان بہلول لودی کا آخری عہد حکومت زیادہ قریب قیاس وصحت ہے ۔

مولد ومنشاء جیسا کہ آپکے خاندان میں مشہور ہو آپ کی ولادت موضع گٹھا ولی ضلع بلند شہر میں ہوئی جو آپکے اور آپکے آبا واجداد کا مسکن تھا اور جہاں ابتک آپکے آثار پائے جاتے ہیں' نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ وہیں سے امروہہ تشریف لائے لیکن کب اور کس تعلق کی بنا پر تشریف لائے، اس کا حال تحقیق نہیں مشہور یہ ہے کہ آپ کسب کمالات کے بعد امروہہ تشریف لائے' لیکن بعض جگہ قرائن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس سے پہلے یہاں آ چکے تھے' چنانچہ صاحب اسرار یہ جو آپکے خاندان کے عقیدتمند اور آپکے بزرگان باکمال حضرت شاہ مخدوم عالم اور شاہ غوث عالم کے معاصر اور آخر الذکر کے ہم جلیس بھی تھے لکھتے ہیں کہ :-

گویند شیخ عبداللہ معروف بہ شیخ ابن بردہ اول از امروہ بعزیمت سفر حجاز برآمدہ الی آخرہ	کہتے ہیں کہ ابتدائے حال میں شیخ عبداللہ معروف شیخ ابن بردہ سفر حجاز کا قصد کرکے روانہ ہوئے ۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداءً تلاش حق اکتساب علوم باطنی وکمالات روحانی کی غرض سے آپ بہ نیت سفر حجاز امروہہ سے تشریف لے گئے' اور اسی سلسلہ میں پیرو مرشد کی خدمت میں پہنچکر اکتساب فیض وکمالات باطنی فرمایا' اور پھر امروہہ واپس تشریف لائے ۔

تحصیل علوم وکسب کمال آپ کے حالات کے استقصاء سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو علوم باطنی کی طرح علوم ظاہری سے بھی بہرہ وافر حاصل تھا۔ آیات کلام پاک کی تفسیر اور معارف ونکات قرآنیہ کے بیان پر پوری قدرت تھی علماء ظاہر حصول فیض کی غرض سے خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے' علوم ظاہری کا اکتساب آپ نے کب کیا' کہاں کیا' کون کون علمائے دین آپکے اساتذہ میں شامل تھے' افسوس کہ

اس کی تفصیلات آج معلوم نہیں البتہ کمالات باطنی کے اکتساب کے متعلق جیسا کہ صاحب سیر الاولیا نے لکھا ہے، آپ سفر حجاز کی نیت کر کے امروہہ سے روانہ ہوئے بندرگاہ کنبایچ (کنبہات علاقہ گجرات) پہنچے جہاں سے اس زمانہ میں حجاز کے قافلے دریائی سفر اختیار کرتے تھے، اس مقام پر شیخ احمد[1] نام ایک مجذوب صاحب کمال سے ملاقات ہوئی، مرشد کامل کی تلاش اور اکتساب علوم باطنی کا شوق دامنگیر تھا، کچھ روز شیخ موصوف کی صحبت سے استفادہ کیا، ایک دن شیخ احمد نے فرمایا کہ دربار رسالت سے بشارت ہوئی ہے کہ تم دہلی جاؤ، خود آپ کو بھی اسیطرح کی بشارت ہو چکی تھی، بالآخر آپ نے دہلی کی واپسی کا قصد کیا، راہ میں جس مقام پر قیام فرماتے احمد نام کسی نہ کسی مجذوب سے ضرور ملاقات ہوتی دہلی پہنچکر بھی اسی نام کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور انہیں کے ذریعہ سے حضرت شیخ علاء الدین[2] چشتی نیل مست کی خدمت میں حاضر ہوئے" نسبت بیعت درست کی اور آپ کی خدمت میں رہکر فضائل و کمالات کا ذخیرہ فراہم کیا[3]۔

---

[1] غالباً شیخ احمد مجذوب سے مراد ہیں جو بولقہ (علاقہ گجرات) کے ساکن تھے اس زمانہ میں بندر کہنات میں تشریف فرما تھے جہاں وصال ۹۱۱ھ میں ہوا۔

[2] شیخ علاء الدین چشتی بن شیخ نور الدین بن شیخ تاج الدین محمد دہلوی بن شیخ عبد الصمد بن شیخ منور نبیرہ شیخ الاسلام حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر اجودہنی قدس سرہ العزیز ۸۰۰ھ میں پیدا ہوئے اپنے جد امجد شیخ تاج الدین محمد کے مرید و خلیفہ اور "نیل مست" کے لقب سے یگانہ عصر و یکتائے روزگار بزرگ تھے، انکے اوصاف و کمالات کی بنا پر لوگ فریدِ ثانی (گنجشکر وقت) کہتے ۸۸۳ھ (بروایت گلزار ابرار ۸۸۴ھ) میں رحلت کی دہلی کے قریب اپنی سرائے میں جو انکے نام سے مشہور تھی مدفون ہوئے، گیارہویں صدی ہجری کے شروع تک ان کی اولاد کی سکونت اس مقبرہ کے قریب میں تھی

[3] سلسلہ بیعت اس طرح ہے: قدوۃ العارفین حضرت شاہ داؤد چشتی عن شیخ علاء الدین نیل مست عن جدہ شیخ تاج الدین محمد عن شیخ عبد الصمد عن شیخ منور عن شاہ فضیل معز الدین شہید عن شاہ سلیمان عن شیخ علاء الحق یوسف عن الشیخ بدر الحق والدین سلیمان عن ابیہ شیخ الاسلام فرید الحق والملۃ والدین مسعود گنجشکر قدس سرہ الخ ۱۲

اکبر آباد کا سفر مرشد طریقت شیخ علاء الدین چشتیؒ کو جب آپکے کمال و استحقاق خلافت کا پورا اطمینان ہوگیا تو آپسے ارشاد فرمایا کہ اب یہاں سے اکبر آباد (آگرہ) جاؤ وہیں قیام کرو اور اپنے بزرگان سلسلہ کے طریق پر مخلوق الٰہی کے ارشاد و ہدایت میں مصروف رہو۔ اولاً شیخ کی مفارقت کے خیال سے آپنے تامل فرمایا لیکن مکرر ارشاد پر تعمیل حکم پیر و مرشد تقریباً سنہ ۹۴۳ھ میں دہلی سے آگرہ تشریف لے گئے وہاں اس زمانہ میں سید علاء الدین[1] مجذوب جو شیخ علاؤل بلاول کے لقب سے مشہور تھے آگرہ کے صاحب مسند صاحب ولایت تھے آپ جب اُنکے حضور میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپکو امروہہ جانے اور وہاں فیض جاری کرنے کی ہدایت فرمائی۔ تذکرہ نویسوں نے شیخ علاؤل بلاول کیطرف اس گفتگو میں جو الفاظ منسوب کیے ہیں وہ صالحین کی شان سے بعید معلوم ہوتے ہیں مثلاً شیخ کا یہ فرمانا کہ "دو تیغ در یک نیام نمی گنجند" یا صاحب گلزار ابرار کا یہ تحریر کرنا کہ:۔

[1] سید علاء الدین مجذوب الملقب الشیخ علاؤل بلاول بن سید سلیمان بن سید حسن الحسینی المدنی آپکے جد امجد سید حسن بغرض سیاحت مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے اور قصبہ رودلی (ضلع بارہ بنکی) میں متاہل ہوکر وہیں متوطن ہوگئے جوان کی وفات کے بعد اُنکے صاحبزادہ سید سلیمان درویشی سے امارت کے درجہ پر پہنچے جب اُن کا انتقال ہوا تو نقد و جنس اور دیہات وغیرہ بہت کچھ متروکہ چھوڑا تقسیم پر بیٹوں میں باہم نزاع ہوا شیخ علاؤل بلاول نجیب الطرفین سب بھائیوں میں خورد سال تھے بھائیوں نے برادران یوسف کی طرح اُنکے مار ڈالنے کا قصد کیا انکی والدہ کو کسی طرح اس رشک و حسد کا حال معلوم ہوگیا وہ مال و دولت کو چھوڑ اپنے فرزند عزیز کو لے مخفی قصبہ سے نکل کھڑی ہوئیں سفر حجاز کا ارادہ کرکے مشکلات و صعوبات برداشت کرتے ہوئے حرمین شریفین پہنچیں وہاں شب و روز اپنے بچے کی سلامتی کی دعائیں مانگتی چند سال کے بعد مادر شفقت کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا مدت تک عرب و دیگر بلاد اسلامیہ میں رہکر علوم رسمیہ کی تحصیل کی پھر مختلف ممالک میں پھر کر بزرگان طریقت سے فیوض حاصل کیے۔ ہندوستان آکر چندے سامانہ میں قیام فرمایا پھر دہلی پہنچکر مہاں ناڈن کمبوہ مفتی دہلی سے تفسیر کا درس لیا حضرت خواجہ بختیار کاکی کی روحانیت سے مستفیض ہوئے اور آگرہ میں قیام فرمایا وہیں سنہ ۹۵۳ھ میں واصل بحق ہوئے رحمۃ اللہ علیہ بڑے بڑے صاحب کمال اکابر مثلاً شیخ مبارک پدر بزرگوار علامہ ابوالفضل میاں حاتم سنبھلی اور شیخ نظام نارنولی کو آپسے ارادت تھی[2] اسرار یہ قلمی"

پیر او داعی شیخ ابن، بدارالخلافہ آگرہ بجہت اجرائے سلسلہ
خود بآہنگ رہبونی مردم فرستاد چوں بملازمت سید علاء الدینؒ
مجذوب در آگرہ آمد فرمود ترا پیر تو برائے شیخی این شہر فرستاد؟
است این کوچہ عمرہ خانہ خالہ نیست بودن اینجا با شیران
وہزبران سرپنجہ شدن است مانند تو گوسفند چہ گونہ
تواند بود دوسہ روز نیامد کہ بدرد شکم او مبتلا گردید علاج
سرمایۂ افزائش بیماری شد پئے علاج بخدمت مجذوب آمی
رسید فرمود غم مخور صحت خواہد شد و جائے رونق افزائے تو
نصیبا امروہہ است و کمبلے کہ برآں نشستہ بود بوسہ داد
او بر سر خود بست اجازت امروہہ گرفت آنجا رونق شیخی او
بکمال پذیرفت[۵]

یعنی حضرت شاہ ابن کے) پیر نے اجرائے سلسلہ و بیعت
خلق کے لئے انہیں آگرہ بھیجا جب وہ آگرہ پہنچے سید علاء الدینؒ
مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ تیرے
پیر نے تجھے اس شہر کی ولایت کیوں بھیجا ہے یہ تو بڑی خالہ کا گھر نہیں
یہاں رہنا شیروں سے پنجہ بازی کرنا ہے تم جیسے گوسفند کب رہ سکتے
ہیں دو تین روز نہ گذرے تھے کہ درد شکم میں مبتلا ہوئے
علاج اور افزائش مرض کا باعث ہوا آپ مجذوب
آہی کی خدمت میں بغرض علاج حاضر ہوئے فرمایا
کہ غم نہ کرو صحت ہو جائیگی تیری شہرت و ولایت کی جگہ امروہہ
ہے اور وہ کمبل جس پر وہ بیٹھے تھے انکو عنایت کیا آپ نے وہ
سر پر باندھ لیا اور امروہہ کی اجازت لی جہاں آپ کی
شہرت و ولایت نے کمال حاصل کیا۔

امروہہ میں تشریف آوری | حسب الارشاد سید علاء الدین مجذوب آپ اسی زمانہ میں امروہہ تشریف لائے اور اپنے فیوض و انوار سے اس خطہ کو مشرف فرمایا اور چونکہ علما و صلحا کا قرب اپنا مطمح نظر تھا بسبب الجنس الی الجنس یمیل اس مقام پر جو علماء کے محلہ سے متصل ہے سکونت فرمائی اور وہیں اپنے خانقاہ کی بنیاد رکھی جو اب محلہ خانقاہ کے نام سے مشہور ہے صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں:-

وے از آنجا (آگرہ) بامروہہ آمد، سلوک طریقت ورزید
در اشغال سی چند در جذبات الٰہیہ دیر در گذشت[۵]

وہ آگرہ سے امروہہ تشریف لائے اور سلوک طریقت اختیار کیا
تمام زندگی پراگندگی جذبات میں بسر کی

[۴] گلزار ابرار مؤلفہ محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاری

[۵] منتخب التواریخ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی صفحہ ۲۹

بدرچشتی کا لقب | امروہہ میں کر آپکا آوازہ شہرت بہت بلند ہوا دور و نزدیک سے ہزارہا تشنگان معرفت آپ کی خدمت میں اکتساب کمالات کی غرض سے حاضر ہوتے اور آپ انہیں بیعت فرماتے طاعتِ حق اور ارشاد و ہدایت خلق آپکا محبوب مشغلہ تھا اپنے پیر و مرشد کے اکابر خلفا میں سے تھے آپ ہی کو انہوں نے وہ امانت جو قرناً بعد قرنٍ بزرگان سلسلہ سے ان تک پہنچی تھی تفویض کی آپ سلسلۂ مشائخ چشتیہ کے ماہتاب بنکر چمکے اور اپنے انوار و فیوض اور برکات روحانی سے کفر و بدعات کی تیرگی کو دور کیا' آپکے حق میں آپکے پیر و مرشد کی یہ پیشین گوئی کہ " تو بدرچشتیان خواہی شد" حرف بحرف پوری ہوئی شہرت کے فرشتے نے "بدرچشتی" کہکر پکارا اور دنیا میں اسی لقب سے مشہور ہوئے ٭

خصوصیات و کرامات | آپ عالم باعمل مرتاض و مجاہد اور نہایت متبع شریعت بزرگ تھے' دوران سلوک میں گاہ گاہ آپ پر کیفیت جذب طاری ہوجاتی لیکن باوجود اس حالت کے کبھی جادۂ شریعت سے ایک قدم باہر نہ نکالا ملا عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ جنہیں آپکی خدمت بابرکت میں حاضری کا موقع ملا ہے لکھتے ہیں :-

سالک مجذوب بود دقیقہ از دقائق شریعت مطہرہ باوجود آں حالت از و فوت نہ شدے
و خوارق بسیار از و نقل می کنند بے تکلف بیعت و مرید گرفتے ٭

چنانچہ آپکے کشف و خرق عادت کا ایک واقعہ جسکا تعلق خود ملا صاحب کی ذات سے ہے یوں بیان کرتے ہیں :-

زمانیکہ فقیر از ملازمت میاں شیخ داؤد قدس اللہ سرہ	جس زمانہ میں کہ فقیر میاں شیخ داؤد کی خدمت سے بداؤں
العزیز متوجہ بدایوں بود در ملازمت سید مشار الیہ	جارہا تھا سید مشار الیہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے کلام مجید
راقم حضرت شاہ این رفت آیتے از کلام مجید	کی ایک آیت تلاوت فرمائی اور بلا تعیین خطاب کرنا شروع
خواندہ و خطاب لا علی التعیین کردہ بجانب من ملتفت	کیا کبھی میری جانب متوجہ ہوتے اور فضیلت جزا و اجر صابرین
نمودہ اشارات در باب فضیلت جزا و اجر صابران	سے متعلق اشارات فرماتے آخر والباقیات الصالحات پوری

می فرمود کہ یہ والباقیات الصالحات آیہ بر زبان راند
بعد از آں ظاہر شد کہ آں تلمیحے بود بوقوع مصیبتے کہ را رو دے
داد مجملاً اینکہ صبیہ داشتم کہ دل ما با آں خیلے تعلق بود در ہیں
سفر بودم او در بدایوں از عالم پر فریب در گذشت غالباً
ایں ہمہ مقدمات تسلی بخش بجہت خاطر من بود واللہ اعلم [۱]

پڑھی۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سب ارشادات
اس مصیبت کی طرف جو مجھ پر اس زمانہ میں واقع ہوئے
ایک اشارہ تھا مختصر یہ کہ میری ایک بچی تھی جس سے
مجھے بہت انس تھا وہ اس سفر کے دوران میں بداؤں میں
انتقال کر گئی۔ غالباً یہ تمام مقدمات تسلی بخش اسی
سلسلہ میں میرے لئے ارشاد ہوئے تھے واللہ اعلم

صاحب اسراریہ نے آپ کی دعا سے آپ کے نبیرگان شاہ مخدوم عالم و شاہ غوث عالم کے پیدا ہونے کا
یہ واقعہ تحریر کیا ہے :۔

شیخ عالم کرانی سنبھلی کہ از خلفائے شیخ ابن بود صاحب حال
عظیم و خوارق ظاہرہ بود روزے بشیخ ابن گفت کہ بجناب شیخ نور پسر
ہیچ پسرے نیست توجہے نمائی کہ خدا تعالےٰ ویرا اولاد نصیب
فرماید شیخ گفت در طالع فرزند بنظر در نمی آید گفت ایں مطلب
از توجہ شما بظہور آید گفت بظہور آید اما عوض جانے گفت عوض
من گو بظہور آید شیخ گفت در عوض من ہم پسرے دیگر آید و
در آں وقت نام آں ہر دو مخدوم عالم و غوث عالم مقرر شد
پس آں ہر دو پسر بخانہ شیخ نور متولد شدند و شیخ در آں
نزدیکے برفت از دنیا الخ

حضرت شیخ کے خلفاء میں سے شیخ عالم کرانی ایک زبردست
صاحب حال و کشف و کرامت بزرگ تھے ایک روز انہوں نے شیخ
شیخ ابن سے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادہ شیخ نور کے
کوئی لڑکا نہیں ہے توجہ فرمائیے کہ خدا تعالیٰ انہیں اولاد
روزی فرمائے شیخ نے فرمایا ہے اسے کوئی اولاد ہوتی
ہوئی نظر نہیں آتی شیخ عالم نے کہا کہ یہ مقصد آپ
کی توجہ سے پورا ہو سکتا ہے شیخ نے فرمایا کہ ہاں پورا ہو سکتا
ہے لیکن ایک جان کے بدلے میں شیخ عالم نے کہا۔
میری جان کے بدلے شیخ نے فرمایا کہ اچھا میرے بدلے ایک دوسرا
لڑکا بھی ہوگا اس وقت دونوں کے نام مخدوم عالم اور
غوث عالم رکھے گئے اس کے بعد یہ دونوں لڑکے شیخ نور کے
یہاں پیدا ہوئے اور شیخ اس کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں رحلت فرما گئے

حاشیہ

[۱] منتخب التواریخ بدایونی صفحہ

لوگوں کا خیال ہے کہ آپکا روحانی فیض ابتک برابر جاری ہے آپکے تصرفات کے متعلق بہت سی روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک انگریزی تعلیم یافتہ ثقہ بزرگ علی گڑھ کے دو دادیں کے گریجوئیٹ اور ریٹائرڈ کلکٹر نے جن سے راقم مولف کے دیرینہ تعلقات یگانگت ہیں ایکدن برسبیل تذکرہ بیان کیا کہ ایک عزیز امروہہ میں سخت علیل تھے ان کی علالت کی خبر پاکر میں یو۔پی سے امروہہ روانہ ہوا خواتین بھی ساتھ تھیں جنکے پاس قیمتی زیور تھا۔ روانگی کے وقت کلکٹری کے ایک ملازم کی تحریک پر جو حضرت شاہ آتن کے خاندان سے تھے۔ میں نے حاضری کی نیت کر لی تھی۔ گاڑی نصف شب گذرنے پر امروہہ پہنچی تھی۔ اسٹیشن پر سواری موجود تھی۔ تانگہ والوں کا اصرار تھا مگر مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی بزرگ اس وقت شہر جانے سے روکتے ہیں چنانچہ ہم لوگ اس وقت شہر نہ گئے بقیہ شب اسٹیشن پر بسر کرنیکا ارادہ کیا دوسرے تانگے مسافروں کو لیکر شہر کی سمت روانہ ہوگئے تھوڑی دیر میں شور و غل کی آوازیں آنی شروع ہوئیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ڈاکوؤں نے چھاپا مارا اور مسافروں کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ موصوف کا بیان ہے کہ میں نے اسکو حضرت شاہ آتن کے روحانی تصرفات سے تعبیر کیا کہ ہمیں اس فساد سے نجات ملی۔

خلفائے نامدار | آپکے متعدد خلفاء ہوئے جن میں سے شیخ عالم کرمانی سنبھلی اور شاہ دانا بریلوی کے نام معلوم ہیں۔ اول الذکر نے آپکے ملفوظات مرتب کیے تھے ۹۲۹ھ میں انتقال کیا۔ آپکا مزار سنبھل میں زیارتگاہ خلائق ہے عالم سرائے آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔

تبرکات | حضرت کے خاندان میں سلسلہ مشائخ چشتیہ کے اکثر بزرگوں کے تبرکات موجود ہیں جن کو حفیدوں نے اسوقت تک نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا ہے۔ تبرکات کی تفصیل جن کی زیارت کا شرف اس عاجز کو بھی حاصل ہے حسب ذیل ہے:-

(۱) دستار حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیریؒ (۲) دستار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (۳) حضرت بابا فریدالدین فاروقی اجودھنی گنجشکرؒ (۴) دستار حضرت سید محمود مارال کرمانیؒ (۵)

دستار حضرت خواجگان چشت رہ، کھڑاؤں کا سر چوبی حضرت بابا فرید الدین فاروقی گنجشکرؒ (۷)
دگلا رومی دا حضرت شاہ ابنؒ (۸) پیراہن حضرت شاہ نورؒ (۹) تسبیح حضرت شاہ ابنؒ انکے علاوہ
ایک داڑھی جو حضرت شاہ ابنؒ کی بیان کی جاتی ہے +

وفات | ۹۹۰ھ کو آپ نے ... سال کی ہوکر ... ماثر الکرام نے سنہ وفات ۹۷۰ھ تحریر کیا اور سبحۃ المرجان نے ۹۹۰ھ چنانچہ ... نقل کیا ہے ... لیکن صحیح سنہ وفات ۹۹۰ھ ہے چنانچہ یہی سنہ صاحب منتخب التواریخ نے بھی تحریر کیا ہے ۹۷۰ھ غلطی کاتب ہے بجائے سبعہ و تسعین کے سبعہ و سبعین لکھا گیا نیز اس وجہ سے بھی قابل لحاظ نہیں کہ ۹۸۳ھ میں شہنشاہ اکبر نے ... کے لئے ایک مدد معاش بخش کی تھی جس فرمان کے ذریعہ مدد معاش دی گئی اسکے ... [illegible] پنج دستہ فرمان موجود ہیں +

اور مزار آپ کی تین بیویوں سے اور دو باقی ہیں جو تینوں آپ کے پہلو میں روضہ منورہ میں مدفون ہیں

اولاد امجاد | زوجہ اولیٰ سے صرف ایک فرزند شاہ محمد ہوئے زوجہ ثانیہ سے شاہ احمد و شاہ صدرالدین اور تیسری زوجہ سے تین فرزند شاہ نورالدین شاہ قطب الدین اور شاہ ابوالقاسم ان میں سے شاہ صدرالدین کی نسل چند پشت کے بعد منقطع ہوگئی باقی صاحبزادوں کی نسل سے خاندان پیرزادگان ہے کہا جاتا ہے کہ آپکی ایک شادی تھانولی میں ہوئی تھی جنکے بطن سے ایک صاحبزادہ سید سیف الدین پیدا ہوئے اور انکی اولاد وہیں سکونت گزیں ہے +

حضرت شاہ ابن چشتی

شاہ محمد	شاہ احمد	شاہ صدرالدین	شاہ نورالدین	شاہ قطب الدین	شاہ ابوالقاسم
آپ کی اولاد میں منشی عبدالمجید کا خاندان ہے	آپ کی اولاد میں خاندان میر بہادر علی حکیم سید ابن عسکری و مولوی جان علی ہے	دستعر من النسل	آپ کی اولاد میں خاندان منشی سید محمد حسین و میر پیاں جی فیض الحسن و میر [illegible] مدح اللہ وغیرہ	آپ کی اولاد میں خاندان مولوی سید عابد حسین و پیر سید غازی الدین وغیرہ	آپکی اولاد میں سے محدث امروہوی و میر سید محمد علی خاں کا خاندان ہے

۱۲۰- شیخ پیرک چشتی رح

شیخ رکن الدین نام شیخ پیرک عرف عہد اکبری کے صالحین سے تھے خوابگاہ محلہ نیازیاں میں واقع ہے جو "تکیہ شاہ پیرک" سے مشہور و معروف ہے عہد اکبری میں بموجب فرمان مورخہ ۲۹ ذیقعد سنہ ۹۰۳ھ ہشتاد و پنج بیگہ اراضی مدد معاش میں عطا ہوئی۔ موضع پیرک[1] سرائے آپ ہی کے عرف سے موسوم ہے نسب کا حال کچھ تحقیق نہ ہو سکا اور نہ سنہ وفات معلوم ہوا شیخ عمر حسین بن شیخ محمد حسین ابن شیخ عبدالوہاب چار فرزند اور مسماۃ راجی ایک دختر تھیں بعض قدیم دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اولاد میں قرابتیں نیازی پٹھانوں سے ہوتی رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک دستاویز مرقومہ سنہ ۱۱۰۶ھ کی نقل یہاں درج کرنا بے محل نہ ہوگا:-

نقل

دستاویز ہبہ نامہ بمہر گواہی سید بہاء الدین ولد سید محمود حیات خان بن خضر خان وغیرہ ہبکہ ستی خان بن دلیل خان بن اسحٰق و بہادر خان بن فتح خان بن حسن خان وغیرہ متوطن امروہہ تابع سرکار سنبھل ہبہ نامہ مسماۃ راجی بنت شیخ پیرک ایم اقراری نمائیم بریں وجہ بحضور میاں عنایت خان بن سعید خان بن حبیب خان شروانی و محمد شریف بن شیخ حبیب بن شیخ عزیز اللہ بن شیخ محمد بن شیخ نظام بن شیخ جمال وانچہ از ترکہ شیخ مسطور بماۃ راجی رسیدہ از انجملہ از قرار سیوم حصہ با شرکت برضا و رغبت خود بہ بہلول خان ولد عیدخان بن شیر خان ہبہ نمودہ ایم و متصرف گردانیدیم و موہوب الیہ متصرف گشت بنا براں چند کلمہ بطریق سند نوشتہ دادہ .... الخ

تحریر فی التاریخ بست و ہفتم شہر جمادی الاول سنہ ۳۰ جلوس والا مطابق سنہ ۱۱۰۶ھ

---

[1] عرف عام میں پیلاک سرائے مشہور ہے ۱۲

اس گروہ میں مولوی نادر شاہ خاں وکیل اور نور شاہ خاں کے خاندان ہیں جن میں منشی حامد شاہ خاں و منشی محمود خاں ابنائے مولوی نادر شاہ خاں مرحوم ہیں۔

۱۲۔ حضرت شاہ محمدؒ

خلف اکبر قدوۃ العارفین حضرت شاہ ابن بدر چشتی قدست اسرارہما گرامی باپ کے گرامی فرزند فضائل و کمالات سے بہرہ ور ۱۱۲۰ھ میں بقید حیات تھے سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کے چار صاحبزادے شاہ عبد الحق شاہ عبد المجید عرف مجھو شاہ عبد الفتاح[۱] اور شاہ عبد النبی تھے موخر الذکر کے ایک دختر تھیں جو شاہ مخدوم عالم فرزند حضرت شاہ نور الدین کے عقد میں آئیں شاہ عبد الفتاح لاولد فوت ہوئے شاہ عبد المجید کے دو لڑکے تھے لیکن دونوں کے اولاد ذکور نہ تھی انکے بیٹے شاہ محمد مراد کے متعلقین کو دو سو بیگہ آراضی بخشہ بموجب فرمان عہد فرخ سیر مورخہ ۲۰ رجب سنہ ۴ جلوس مطابق ۱۱۲۷ھ عطا ہوئی تھی شاہ عبد الحق کے تین بیٹے شاہ عبد الرزاق شاہ عبد الرسول اور شاہ عبد الفتاح تھے موخر الذکر بعد دو واسطوں کے منقطع النسل ہو گئے۔ شاہ عبد الرسول کی اولاد اب تک باقی تھی لیکن اب کوئی نہیں رہا، شاہ عبد الرزاق کی اولاد میں پیر اسد علی بن پیر آل علی بن شاہ عبد الحفیظ بن شاہ عبد الرشید بن شاہ عبد الرزاق موصوف اپنے زمانہ میں درویش صفت اور صاحب باطن بزرگ تھے صاحب نخبۃ التواریخ لکھتے ہیں:

"پیر اسد علی درویشے بود نیک پاک"

اب شاہ محمد کی اولاد میں صرف پیر عبد المجید اور انکے بھائی عبد الرشید پیرگان پیر اسد علی موصوف کا خاندان ہے۔

۱؎ ان کا نام مطبوعہ شجرہ میں فتح اللہ تحریر ہے لیکن صحیح عبد الفتاح ہے ۱۲

۱۴۔ حضرت شاہ احمدؒ

قدوۃ العارفین حضرت شاہ ابن بدر چشتی کے منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ صدر الدین کے برادر عینی صاحب علم وصاحب نسبت بزرگ تھے آپ کی وفات غالباً ۱۰۳۰ھ کے قریب ہوئی۔ زوجہ اولیٰ کے بطن سے دو لڑکے شاہ فرید محمد اور شاہ کبیر محمد اور زوجہ ثانیہ کے بطن سے شاہ ولی محمد اور ایک دختر تھیں آپکی اولاد خاندان حضرت بدر چشتی میں بلحاظ علم وفضل اور دولت وامارت ہر عہد میں ممتاز رہی، شاہ فرید محمد کی اولاد سے اب صرف پیر احمد حسین کا ایک گھر باقی ہے شاہ کبیر محمد کے تین صاحبزادے سلطان محمد شاہ محمد اور شرف محمد تھے۔ آخر الذکر لاولد رہے، شاہ محمد اپنے زمانہ کے ممتاز بزرگ تھے عرصہ تک خدمت امانت ودیوانگی امروہہ پر فائز رہے ۱۰۶۰ھ میں [illegible] میں منتقل ہوئے، انکے صاحبزادے محمد ماہ بھی اکابر و مشاہیر سے تھے عرصہ تک خدمت شاہی پر ممتاز رہے، ۱۱۰۲ھ میں خدمت نیابت وقائع نگاری پرگنہ شاہ آباد آپکے سپرد تھی آپ کے مہر ودستخط اس عہد کی مختلف دستاویزات پر مؤلف کی نظر سے گذری ہیں مہر میں یہ عبارت کندہ تھی "شاہ محمد بندۂ درگاہ ۱۰۹۶ھ" تقریباً ۱۱۱۰ھ میں یا اسکے کچھ بعد انتقال کیا تین صاحبزادے غلام فرید، محمد زماں ور محمد شاہ تھے محمد شاہ کی نسل بعد دو تین واسطوں کے منقطع ہوگئی محمد زماں کے ایک لڑکے نور عیاں تھے ان کی مہر کا سجع تھا "زماہ زماں ہست نور عیاں ۱۱۱۲ھ" انکے فرزند محمد ماہ ثانی ہوئے جنکے صاحبزادے حکیم محمد بخش اللہ امروہہ کے مشہور طبی خاندان کے بانی تھے ان کی اولاد موجود ہے، غلام فرید کے فرزند مولوی محمد اکرم تھے ایک پشت کے بعد انکی نسل ذکور منقطع ہوگئی

شاہ سلطان محمد کی اولاد میں خاندان حضرت شیخ عبد اللطیف مہاجر کی ہے جنکا تذکرہ مزار مشائخ میں ملاحظہ ہو۔ شاہ ولی محمد کی [illegible] منصب جاگیر ممتاز رہی اب انکی نسل سے

---

۵ حکیم محمد بخش اللہ اور ان کی اولاد کے تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو [illegible] طب ۱۲

(۱) شاہ نور الدین معروف بہ شیخ نور نور اللہ ضریحہ

خلف الصدق حضرت شاہ آدمؒ۔ عالی مرتبت، والا منزلت کمالات معنوی و فضائل صوری سے آراستہ کاملین و صالحین وقت تھے۔ علوم باطنی کا سرمایہ پدر بزرگوار کے آغوش تربیت و فیض صحبت سے حاصل کیا، اُنکے سجادہ نشین ہوئے آپکے بعد سجادگی کا سلسلہ آپکی نسل میں متوارث ہوگیا جو اب تک جاری ہے۔

آپ عالم عامل درویش کامل، صاحب ذوق سماع تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقت سماع جوش کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ پیراہن مبارک سینہ پر سے جلنے لگتا صاحب سر آریہ لکھتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے یہ حال سُنکر آپکو طلب کیا اور سماع کی فرمایش کی۔ آپکو اس فرمایش کی تعمیل میں تامل ہوا اور فرمایا کہ فقیروں کا سماع تو فقیروں کے زاویہ ہی میں ہوتا ہے نہ کہ بادشاہ کے دربار میں یہ درویشانہ جسارت بادشاہ کو اس درجہ ناگوار ہوئی کہ کشمیر میں نظر بند رہنے کا یہ کہکر حکم دیا کہ یہ گرم مزاج زیادہ ہیں کشمیر کی آب و ہوا سے مزاج اعتدال پر آجائیگا۔

اس روایت کی صحت اور عدم صحت سے بحث نہیں لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ سنہ ۹۹۴ھ میں اکبر نے مشائخ اور علماء پر بہت کچھ سختی کی تھی۔ ملا عبد القادر اپنی تاریخ میں اسی زمانہ کے [illegible] تھے تحریر کرتے ہیں:۔

> جب کسیکو سمجھا جاتا کہ یہ لوگوں کو مرید کرتے ہیں اور انکے گھر سماع کی مجالس ہوتی ہیں وہ مشائخ ہیں انکو دار الامان سکر کی قلعہ میں بند کر دیا جاتا یا بنگالہ یا بھکر روانہ کر دیا جاتا تب جتنے بوڑھے پیر اور مشائخ پر سے زیادہ تب ہی آئی چنانچہ تمام صوفیوں اور

ف۱ ان کے اور انکے بزرگوں کے تفصیلی حالات کیلئے دیکھو جلد دوم تذکرہ امراء و مشاہیر ۱۲

سے اپنے طریقہ کو چھوڑ دیا اور اکثر جلاوطن ہو کر ادھر ادھر گوشوں میں چھپ رہے[۵۱]

صاحب اسراریہ کی تحریر سے ثابت ہے کہ اس زمانہ میں شاہ نورالدینؒ کا قیام کشمیر میں تھا۔ وہ اپنے والد سے آپکی ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

پدر من گوید کہ من درآں زمان در کشمیر بودم بہ بدین ایشاں شدم و نذرے نیک با خود بردم خوشوقت شد و مرا پرسید از کجائی گفتم از سنبھل خوشوقت تر شد بہ نسبت جوار وطن صحبت نیک بمیاں آمد[۵۲]

میرے والد کہتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں کشمیر میں تھا آپکی ملاقات کو گیا اور معقول نذر اپنے ساتھ لے گیا خوش ہوئے اور پوچھا کہ وطن کہاں ہے میں نے کہا سنبھل قرب وطن کی وجہ سے اور زیادہ خوش ہوئے باہم اچھی صحبت رہی۔

زمانہ قیام کشمیر میں رجوعات بکثرت ہوئی ہر طبقہ کے لوگ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے عمال حکومت اور امرا بھی مرید ہوئے۔ جہانگیر کے ابتدائے عہد میں جو شان فقر کا بہت زیادہ معتقد تھا آپکو نظربندی سے آزادی حاصل ہوئی۔ بادشاہ مذکور نے آپکو باعزاز واکرام اپنے پاس بلایا۔ سنہ احد جلوس جہانگیری میں "موازی ششصد[۵۳] و بست و پنج بیگہ" اراضی بطور مدد معاش عطا ہوئی۔ آپکے تقوی و تدین و تقدس کو دیکھکر سرکار سنبھل کے صدارت جیسے منصب عالی پر آپکو مامور کیا۔ صاحب اسراریہ لکھتے ہیں کہ:۔

چوں جہانگیر بر تخت سلطنت نشست مے را از آنجا کہ شیر بطلبید و بہ [illegible] بر خدمت صدارت سنبھل [illegible] و مضافات آں [illegible] بوطن باوفا آمد و کامیاب گشت[۵۴]

جب جہانگیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو اسنے آپکو کشمیر سے بلایا اور لطف و مہربانی سے پیش آیا [illegible] سنبھل [illegible] کا [illegible] عطا کی اطمینان خاطر اور کامیابی کے ساتھ آپنے وطن کو مراجعت کی۔

صدارت کا عہدہ عہد مغلیہ میں [illegible] ذمہ داری کا عہدہ تھا [illegible] گو [illegible] کی [illegible] کے ساتھ ایک صدر [illegible] بھی مقرر ہوتا

[۵۱] مقصود تاریخ ۱ [۵۲] اسراریہ ۱۲ [۵۳] اسراریہ۔

بنا امداد معافی و مدد معاش و وظائف یومیہ وغیرہ کے مستحقین کے نسب میں تحقیقات مجلس حالات سیادت کی تصدیق و صحیحہ جات و اسناد کا اجرا اور جن حالتوں میں مستحقین سادات و شرفا کو مدد معاش عطا کرنا یا ان کی سفارش کرنا صدر کے فرائض میں داخل تھا۔ ان جہات اور ذمہ داری کے کام کے لیے نہایت درجہ متدین نیک صفات اور قابل افراد کا تقرر عمل میں آتا تھا۔ علامہ ابوالفضل آئین اکبری میں تشریح کرتے ہیں کہ کن اوصاف کے اشخاص اس عہدہ پر مقرر ہوتے تھے ۔

چوں پژوہش حال مردم و گرفتن اندازۂ آرزومندی ہر کار بزرگ و رسیدہ مردے درست اندیش پاک نشان صلح کل و مہربانی عام و جدائی از پیشانی گفتار و کردار او در نامہ بدیں خدمت سربلندی بخشند داور۔ صدر گویند [۵]

لوگوں کے حالات کی تفتیش اور ان کی صحیح حاجات کا اندازہ لگانا ایک بڑا کام ہے تجربہ کار اور صحیح اندازہ کرنے والے شخص جس کے گفتار و کردار سے صلح کل مہربانی اور دانائی کوشش کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اس خدمت پر سرفراز کیا جاتا ہے اور اس کو صدر کہتے ہیں ۔

سنہ ۔۔۔ سے ۱۰۲۲ھ تک آپ عہدہ صدارت پر مامور رہے۔ فرائض مفوضہ کو خوش اسلوبی ادا کیا۔ اس زمانہ کے بعض پروانہ جات جن میں مدد معاش سادات و شرفا کی املاک معافی آپکے حکم سے بحال و برقرار ہوئیں خاکسار مؤلف کے پاس ہیں۔ آپ کی مہر میں یہ شعر کندہ تھا۔

صدر شدہ نور ربوبیت اللہ — از کرم و لطف جہانگیر شاہ

۱۰۲۳ھ میں خدمت شاہی سے سبکدوش ہو کر آپ خانقاہ حق کی تنہائی میں ہمہ تن مصروف رہے ۱۰۳۲ھ میں واصل بحق ہوئے اپنے مزار پر بزرگوار میں مدفون ہوئے۔ شاہ مخدوم عالم اور شاہ غوث عالم دو فرزند یادگار چھوڑے ۔

---

۵ سنہ ۔۔۔ کے بعد ۱۰۲۲ھ میں سید احمد قادری و نظر آپ کی جگہ پر ۔۔۔ کی مہر میں یہ شعر کندہ تھا۔

رئیس و شرف حق شد سید احمد صدر بحکم — بحکم شاہ نورالدین جہانگیر بن شاہ اکبر

۱۶ شاہ قطب الدین

خلف حضرت شاہ آبن بدر چشتی قدس سرہ العزیز بزرگ عہد مقتدائے وقت و ذی وجاہت تھے۔ سنہ ۱۱۱۱ھ کی دستاویز پر جو خاکسار مولف کے پاس موجود ہے آپکے دستخط ان الفاظ میں ثبت ہیں "شیخ قطب ابن شیخ آبن کتبہ خط" آپکے چھ بیٹے ہوئے جمیل الدین کبیر الدین فرید الدین معین الدین سراج الدین اور محی الدین یہ سب بھائی ذی علم و ذی وجاہت تھے ان میں سے اکثر کے دستخط دیگر خاندانوں کی دستاویزات پر ملتے ہیں۔ اول الذکر چار بھائیوں کی نسل کم و بیش پشتوں کے بعد منقطع ہو گئی صرف آخر الذکر دو سے نسل باقی ہے محی الدین کی اولاد میں عبد الباری بن عبد الوالی بن محب اللہ بن محی الدین مذکور بعہد فرخ سیر بادشاہ یکصدی ذات کے منصبدار صاحب جاگیر تھے۔ منصب کا فرمان جو اس عاجز کو دستیاب ہوا ہے ذیل میں درج کرتا ہوں

نقل

فرمان منصب عبد الباری بن عبد الوالی بن محب اللہ بن قطب الدین

[illegible]

بتاریخ روز یکشنبہ ۱۰ شہر ربیع الاول سنہ ۱ از جلوس مقدس معلی موافق سنہ ۱۱۲۵ھ بیان

سیادت و امارت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ منظور نظر بادشاہی فدوی با اعتقاد لایق العنایت

والاحسان بخشی الملک عمدۃ الدولہ محمد امین خان چین بہادر نصرت جنگ در نوبت واقعہ نگاری کمترین بندگان

بارگاہ سپہر احتشام ۔ ۔ ۔ ۔ قلمی میگردد حکم جہان مطاع آفتاب شعشعاع شرف نفاذ یافت کہ شیخ عبد الباری

ولد شیخ عبد الوالی عموزادہ شیخ رحمت اللہ ولد شیخ شاکر از بندہائے درگاہ بمنصب یکصدی ذات سرفراز

باشد۔ واقعہ غرہ ربیع الاول سنہ ۱ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شدہ

جناب ... معاملات ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

یکصدی ذات بالکیہ

تحریر ــــ فی تاریخ شہر ــــ صد سالہ جلوس والا

مندرجہ بالا فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابق میں وہ ہزاری ذات صد سوار کے منصب پر سرفراز تھے غالباً سادات بارہ سے کسی اختلاف کی وجہ سے جنہوں نے سلطنت مغلیہ کو بازیچۂ اطفال بنا رکھا تھا اُنکا پہلا منصب ضبط ہوا اور دوبارہ محمد امین خاں چین بہادر کی سفارش پر یکصدی ذات کا منصب عطا ہوا۔ پشت فرمان پر حسب دستور حکام شاہی کی پانچ مہریں اور دفاتر کے اندراجات ثبت ہیں۔ شیخ عبدالمالک کی موصوف کے تین بھائی تھے عبدالباری عبدالہادی اور ابوالمعالی۔ اول الذکر دو بھائی منقرض النسل ہیں ابوالمعالی کے ایک فرزند پیر آدم بخش ہوئے۔ انکے دو فرزند تھے احمد بخش و محمد بخش اوّل الذکر کی اولاد میں پیرزادہ بخش بن پیر محمد بخش کی اولاد میں سیّد عابد حسین بقید حیات ہیں۔ آپنے ریاست حیدرآباد کے امتحان تحصیلداری میں بھی کامیابی حاصل کی لیکن مدرسۃ المعلمین سے سند حاصل کرنے کے بعد صیغہ تعلیمات میں ملازم ہوگئے۔ رفتہ رفتہ مددگار مہتمم تعلیمات صوبہ گلبرگہ تک ترقی کی سنہ ۱۳۱۵ف میں پنشن لیکر وطن آگئے

[illegible] کارگذاری کی وجہ سے اس علی عہدہ تک ترقی [illegible] ہوا [illegible] جس وقت ریاست حیدرآباد میں پنشاہرہ [illegible] بند [illegible] پولیس [illegible] جنرل پولیس، میں ابتدائی انسپکٹر جنرل پولیس کی [illegible] ترقی کی [illegible] پولیس [illegible] عہدہ پر [illegible] ہیں [illegible] آپ کے منجھلے بھائی سید مصطفیٰ حسن حیدرآباد میں ڈاکٹر مناسب ہیں ؀

پیر [illegible] بخش [illegible] صاحبزادے پیر علی حسن [illegible] پیر مبارک حسین حیدرآباد میں سررشتہ تعلیمات میں ملازم ہیں [illegible] سید محمد حسن [illegible] ایل ایل بی حیدرآباد میں [illegible] حسن تھے جنکا تذکرہ [illegible] کی تعلیقات ہیں

[illegible] علی [illegible] دین وغیرہ [illegible]

۱۷. شاہ [illegible] الدین

[illegible] قدس سرہ [illegible] زمانہ [illegible] بزرگ تھے [illegible] مرتبہ [illegible]

[illegible] بعد بھی [illegible] لانے [illegible] پروانہ وار آپ کی رحمت اور انوار ہدایت اور فیوض روحانی سے بہرہ اندوز سعادت ہوئے آپکے تقدس [illegible] آپ کی ذات سے ہی [illegible] سید ابراہیم بن سید ابو غضنفر بن سید محمد [illegible] کے ایک خط سے جو انہوں نے کہیں [illegible] کمال خاں کے نام ارسال فرمایا ہے کیا جاسکتا ہے ؀

اللہ اکبر

[illegible] کمال خاں [illegible] [illegible] مشتاق [illegible]

[illegible] گذارند [illegible]

[illegible] ارشاد [illegible]

[illegible] دولت ملازمت ایشاں [illegible]

[illegible] تحصیل [illegible] برائے [illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت [illegible]

اب موجود نہیں غالب خیال یہ کہ [illegible] بجماعت مریدین و معتقدین یادِ الٰہی میں مشغول ذاکر تھے صحیح سال وفات دریافت [illegible] تقریباً [illegible] کے قریب، اصل حق [illegible] شاہ [illegible] آپکے ایک صاحبزادے تھے وہ [illegible] منقطع ہو [illegible] اور اب کوئی آپکی نسل سے باقی نہیں بیگ سے

[illegible] [illegible] ثبت است بر جریدۂ عالم دوام۔

۱۰۔ شاہ ابوالقاسم

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible] والد بزرگوار [illegible] آپکی [illegible]

سلسلہ ہدایت و شیخیت جاری رہا اور [illegible] ارشاد [illegible]

ابوالغیثؒ، شاہ ابوالمکارم شاہ رحم علی اور شاہ محمد مسعود تھے، شاہ ابوالغیثؒ کے فرزند شیخ ابواللیث اپنے عہد کے صاحب باطن اور ممتاز بزرگ تھے خاندان و برادری کی اکثر دستاویزات پر آپکے دستخط ہوئے کی نظر سے گذرے ہیں چالیس بیگہ اراضی پختہ موضع دھوتن پورہ پرگنہ امروہہ بموجب فرمان عہد شاہجہانی و پروانہ میر سید جہاں صدر الصدور ۱۰۶۰ھ میں بطور مدد معاش عطا ہوئی آپکا نام بدیں القاب دستاویز مذکور میں درج ہے:

"شیخ پناہ فضیلت دستگاہ شیخ ابواللیث از فرزندان بندگی حضرت شاہ ابنؒ"

آپکے تین لڑکے نور الدین، زین الدین، امام الدین اور ایک دختر والدہ مولوی محمد اکرم تھیں، مقدم الذکر دونوں لاولد رہے، امام الدین کے ایک لڑکے متبول عالم تھے جنکے اولاد ذکور نہیں تھی اور اس طرح شاہ ابواللیث کی نسل منقطع ہوگئی، شاہ ابوالمکارم خود بھی صاحب نسبت و ارشاد تھے، اُنکے ایک صاحبزادے شاہ ابوالمعالی عرف اچھے سلسلہ چشتیہ قادریہ میں اپنے پدر بزرگوار کے مرید صاحب نسبت مجاز بیعت سلسلہ بیعت اس طرح پر ہے حضرت شاہ اچھے عن حضرت شاہ ابوالمکارم عرف شاہ لکھن عن شاہ منصور قادری عن شاہ عبداللہ حسن گیلانی عن شاہ عمر گیلانی عن شاہ عثمان گیلانی، عن شاہ عبدالباسط گیلانی، عن شاہ شہاب الدین گیلانی عن شاہ شرف الدین گیلانی عن شاہ مبارک گیلانی عن شاہ شمس الدین گیلانی عن شاہ عماد الدین گیلانی عن شاہ جمال الدین ابوبکر عبدالرزاق عن ابیہ حضرت غوث صمدانی قطب ربانی محبوب سبحانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہم۔ ان کی اولاد سے تین خاندان متفرع ہوئے خاندان پیر بہور علی جس میں پیر سید منیر علی آنریری مجسٹریٹ و منشی سب جسٹرار ہیں۔ خاندان حضرت

آپکی اور آپ کی نسل کا ہم چند پشتوں تک جاری رہی خاندان کے مطبوعہ شجرہ میں اندراج نہیں کیا گیا۔ غالباً یہ فروگذاشت اسی بنا پر ہے کہ آپ کی نسل منقطع ہوگئی اجکیس حالات میں کہ ہی ہیں۔۔ انکا یہ حالات با متعدد مستند تحریرات و دستاویزات دیرینہ موجود ہیں جن سے اسکی شہادت ہنچتی ہے۔

مولانا محدث امروہوی و پیرزادگان ساکن چلہ خاندان پیرفقیر علی جو محلہ بنوال میں ساکن ہیں۔ شاہ رحم علی ایک پشت کے بعد منقرض ہو گئے۔ شاہ محمد مسعود کے صاحبزادے شاہ مقصود محمد عرف "پیربنجارا" اپنے عہد کے مشاہیر طریقت سے سلسلہ چشتیہ میں اپنے اب و جد سے بیعت ہے اور سلسلہ قادریہ میں بواسطہ حضرت شاہ غوث عالم حاجی سید صابر چشتی قادری سے مرید و مجاز تھے، بکثرت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا، مشہور ہے کہ اطراف و نواح کے بنجارے آپ کے بہت زیادہ معتقد تھے اور اس وجہ سے آپ کا عرف پیربنجارا مشہور ہوا۔ اپنے دستخطوں میں صرف لفظ "فقیر بنجارا" تحریر کرتے ہیں تین صاحبزادے شاہ عبدالرشید شاہ حبیب اللہ شاہ ہدایت اللہ ہوئے شاہ عبدالرشید کی اولاد کچھ عرصہ سے منقطع ہو گئی، حبیب اللہ کی نسل میں صرف ایک شخص عوض علی بن پیر محمد علی ہیں شاہ ہدایت اللہ کی اولاد میں خاندان پیرعزیز اللہ عرف پیرجیون ہے جن کا تذکرہ زمرۂ مشائخ میں ملاحظہ ہو موجود ہے۔

۱۹- شیخ عمر حسینؒ

خلف شیخ رکن الدین عرف شیخ پیر کے۔ دانش دینی و دنیوی سے بہرہ ور، حمیدہ خصائل و ستودہ خو بزرگ تھے امروہہ کی شاہی مسجد جامع رصد و کی مسجد، تقریباً ۹۰۰ھ میں جب وہ بار شکستہ اور قابل مرمت ہو گئی آپ نے اپنی مملوکہ اراضی واقع محلہ کٹکوئی میں ایک وسیع اور پختہ مسجد تعمیر کی اس مسجد کے مصارف کے لیے سلطنت سے ابتداءً یومیہ و بعد میں ملک اراضی عطا ہوئی، فرامین شاہی میں "مسجد جامع کلاں پختہ معمرہ شیخ عمر حسین" تحریر ہے ۱۰۲۱ھ میں شہنشاہ جہانگیر نے موازی یکصد و دو بیگہ زمین معافی آپ کے نام کی اور اہل خاندان کی مدد معاش میں عطا کی فرمان کی نقل درج کرتا ہوں جس میں آپ کے نام نامی کے ساتھ الفاظ "شیخت پناہ و معارف دستگاہ" تحریر ہیں

لہ ان کے اور ان کی اولاد کے تفصیلی حالات آئندہ اسی فصل میں درج ہیں ۱۲

الله اکبر

دریں وقت فرمان عالیشان سعادت نشان شرف اصدار
در یافت که موازی یکصد و دو بیگه زمین افتاده لایق
زراعت خارج جمع بکرامی از پرگنه انبروہہ سرکار سنبل از ابتدائے
خریف ... در وجہ مدد معاش شیخت پناه معارف دستگاه
شیخ عمر حسین وغیره بموجب ضمن مقرر و مفوض باشد که حاصلات آن را فصل بفصل و سال بسال در وجہ
معیشت خود بہ جیج و صرف نموده بدعاگوئی دوام دولت ابد قرین اشتغال می نموده باشند باید که حکام
حال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال در استمرار و استقرار این حکم قدس علی کوشیده آراضی
مذکوره را از محل تیک پیموده و چک بسته بتصرف مشارالیهم بگذاشته اصلاً تغیر و تبدل براں راه ندهند
و بعلت الوجہات و اخراجات مثل قلغه و پیشکش و جریانه و ضابطانه و محصلانه و داروغگانه و محصلانہ
و بیگار و شکار و ده نیمی و مقدمی و صد دوئی و قانون گوئی و ضبط هر ساله بعد از تشخیص چک تکرار زراعت
و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی زسانند. و دریں باب هر سال فرمان و پروانچه مجدد نطلبند
اگر در محلے دیگر رسیدے داشته باشند آن را اعتبار نکنند در عهده شناسند تحریر فی التاریخ ۱۱۹ ... روی ہشت
الٰہی مطابق ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۰۲۰

شیخ عمر حسین کی مملوکہ اراضیات سرائے وغیرہ خاص قصبہ میں بھی تھیں ۱۱۰۱ھ میں سید عبدالواحد نبیرہ
سید محمد میر عدل سے اسکے متعلق نزاع ہوا معاملہ نے طول کھینچا۔ پہلے تو سید مذکور کے ایک عزیز نے جو صدارت
میں عہدہ دار تھے حسب ذیل تحریر کے ذریعہ فہمائش کی +

الله اکبر

سیادت مآب میاں سید عبدالواحد بالعید دعا آنکه چوں در بنولا از خلافت مآب میاں شیخ عمر حسین
معلوم شد که شما بموجب در سرائے مشارالیه دخل می کنند و شدت در میاں می سازند این معنی اگر

واقع است خوب نمی کنند دیگر آنکه در سرائیکه آبشار است دخل بکنند و آزار دهند بهر نوع اشند که باعث بدنامی بوده باشد. زیاده چه نویسد والدعا۔

اکبر
مرید بادشاه
سید

معلوم ہوتا ہے کہ سید مذکور نے اس فہمایش کا کوئی اثر قبول نہ کیا بالآخر حکام بالا دست سے بہ معاملہ رجوع ہوا صدر سے حسب ذیل حکم حاکم امروہہ کے نام جاری ہوا۔

اللہ اکبر

فرمودہ شد کہ برادر ولی بیگ بداند کہ چون شیخ تاب شیخ عمر حسین مردے درویش است اکثر مردم جوب تعرض ایشان نمودہ اند ظاہرا بہ محل و خانقاہ وغیرہ مشار الیہ کسے متعرض شد فرود آمدہ است چون بر مضمون بروجہ اطلاع یابد در ساعت آنکس را از محال شیخ بیرون آورد و تسلیم شیخ نمایند و نگذارند کہ کسے در منازل و حوالی ایشان مخل نماید. درعہدہ دانستہ دغدغہ دانند تحریر شوال [illegible]

مقرر است کہ محل دستگاہ از قدیم متعلق ایشان است بر در آن جا نجا ہائی نزول نکنند کہ کلیۃ فیہ موطن نہ

اکبر
مرید بادشاہ
تراب بیگ شد

۲۰۔ شاہ گدا قادری قدس سرہ

عالی نسب والا حسب تقوی و طہارت میں یکتا کاملین وقت تھے۔ سلسلہ نسب حضرت غوث الثقلین محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رضی سے متصل ہوتا ہے یعنی شریف بن سید سراج الدین بن سید محمد بغدادی بن سید شیخین بن سید حمد بن سید نصر اللہ بن سید قطب بن سید ابو موسیٰ بن سید عبد الجبار بن سید ابو نصر بن سید عبد الرزاق بن حضرت غوث سبحانی محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رضی

آپکے والد سید سراج الدین بن سید محمد بغدادی ذی علم بزرگ تھے۔ میر سید محمد میر عدل سے اکبر بادشاہ

قیام میں مراسم، تحاد و یگانگت پیدا ہو گئے، غالباً اسی تعلق سے امروہہ چلے آئے اور میر عدل موصوف کی پوتی بی بی اچھی بنت میر ابوالقاسم کو حبالۂ عقد میں لائے جنکے بطن سے شاہ گدا متولد ہوئے الولد سر لابیہ بچپن سے تصوف کا شوق تہا۔ ننہیالی ترکہ مال و دولت کا بہت کچھ تہا۔ میر ابوالقاسم آپکے جد مادری عہد اکبری و جہانگیری کے نامور منصب دار امیر کبیر تھے۔ سید عبدالمنعم آپکے ماموں لاولد فوت ہوئے دوسرے ماموں سید حسن کی دختر بی بی بڑی آپکے حبالۂ عقد میں آئیں اسلئے میر ابوالقاسم اور سید عبدالمنعم و سید حسن کے ترکہ کی وارث آپکی والدہ اور زوجہ ہوئیں مگر جس کو روحانی دولت کے حصول کی تمنا ہو اس کی نظر میں زخارف دنیوی کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ یہ دربار ایزدی کے گدا دنیاوی مال و دولت کی جانب قطعاً ملتفت نہ ہوئے۔ اپنی نانی کی معمرہ مسجد میں چلہ کشی کرتے اور یاد آلہی میں مصروف رہتے۔ چلہ کشی اور عبادت میں مصروفیت کا یہ عالم تہا کہ یہ مسجد ہی چلہ کی مسجد مشہور ہو گئی۔ شروع عہد شاہجہانی میں واصل بحق ہوئے اور متصل تالاب کینیا جوار پدر بزرگوار مدفون ہوئے۔ سید محمد عرف سید راجی اور سید قایم آپکے دو فرزند تھے جنکو ترکہ مادری سے علاوہ اراضیات زرعی نو گاؤں ملے۔ اول الذکر کی اولاد میں مولوی سید رمضان علی (ساکن محلہ چلہ) اور مولوی محمد احسن (قادیانی مشرب) کا خاندان ہے اور سید قایم کی نسل میں سید منظور احمد و سید مقبول احمد ساکنان محلہ چلہ کا۔

۲۱۔ سید محمود نقشبندی قدس سرہ

بن مولنا سید اشرف دانشمند۔ فاضل باپکے فاضل فرزند علوم ظاہری کی تکمیل پدر بزرگوار سے کی علوم باطنی کا سرمایہ تاج العارفین شیخ تاج الدین سنبھلی کے فیض صحبت میں فراہم کیا۔ جامع علوم و فنون مقتدائے وقت تھے۔ ارشاد و ہدایت کے ساتھ فتوی نویسی بھی کرتے۔ آپکے قلم کی ایک تحریر جو ایک فقہی مسئلہ سے متعلق ہے راقم عاجز کو دستیاب ہوئی ہے۔ فاضل باپ کی طرح آپکا خط بھی پاکیزہ تہا۔ اپنے دستخط ان الفاظ میں کرتے ہیں: ”حررہ کمترین فقرا محمود بن سید اشرف الحسینی عفی عنہ“

شیخ تاج الدین سنبھلی[۱] آپ کے پیر و مرشد کو آپ سے خاص محبت تھی، فرزند معنوی تو پہلے ہی تھے، شیخ نے اپنی صاحبزادی کو آپ کے عقد میں دیکر اس رشتہ کو اور استوار کر دیا۔ سات مرتبہ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ شیخ صالح ملتانی اور خواجہ عبداللہ بیرنگ سے تعلقات محبت و یگانگت تھے۔ خواجہ موصوف سے تصوف کے رموز و اسرار کے متعلق عربی و فارسی میں مراسلت کا سلسلہ رہتا۔ صاحب اسراریہ لکھتے ہیں:۔

"با شیخ من اخلاص و محبت تمام داشت و شیخ من ویرا سخت نیک می تابد و باہم مفاوضات داشتند عربی و فارسی من اکثرے ازاں دیدہ ام"[۲]

وفات سے پہلے ایام علالت میں شیخ صالح ملتانی کی یاد اور ان سے ملنے کی خواہش تھی، حسن اتفاق انہی ایام میں شیخ موصوف دہلی سے امروہہ آئے۔ دیر تک دونوں بزرگوں میں خلوت رہی، راز و نیاز کی جو باتیں ہوئیں اس کا کسی کو علم نہ ہوا۔ سید احمد عرف بنے نواب رستم خاں دکنی حاکم مرادآباد کو ارادت تھی آپ ہی کے مرید اور فیض یافتہ تھے، عمر کچھ زیادہ نہ پائی، پدر بزرگوار کی حیات ہی میں سفر آخرت طے کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ سید عصمت اللہ اور سید حاجی محمد دو فرزند صاحب کمال یادگار چھوڑے

۲۲۔ شاہ عبداللہ جوگ

امروہہ کے مشاہیر اولیاء اور سلسلہ شطاریہ کے مشائخ متقدمین سے ہیں، مزید حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ بارہویں صدی ہجری تک ان کی درگاہ مشہور اور زیارتگاہ خلائق تھی۔ خدام درگاہ کو سلطنت سے مدد معاش ملتی تھی۔ شاہ امان اللہ درویش بن آدم خادم درگاہ شیخ جان محمدؒ اس درگاہ کے بھی خادم

---

[۱] شیخ تاج الدین سنبھلی مرید و خلیفہ شیخ اللہ بخش گنج بخش گڈھ مکتیسری قوم کول، ناد رسوخ، وقت و صاحب تصانیف عالیہ تھے آخر میں خواجہ بیرنگ سے بھی فیض حاصل کیا، پھر حرمین شریفین کو ہجرت کی وہیں ۱۰۵۰ھ میں رحلت کی۔ حرم محترم سے متصل جو رباط تعمیر کی تھی وہی آرامگاہ ہے۔ ۱۲ اسراریہ قلمی ۱۲

تھے نہم شوال ۳۳ سنہ جلوس مطابق ۱۱۳۱ھ میں ۱۰ بگہ اراضی برائے خرچ فقرا و مرمت حجرہ شاہ عبداللہ جوگ عطا کی گئی۔ سادات امروہہ کے بعض خاندان ان شاہ کے عقیدتمند تھے۔ سید اللہ بخش بن سید محمد حسینی اور انکے بھائی نے ۱۱۵۱ھ میں ۴ بگہ اراضی حقایق آگاہ شاہ امان اللہ درویش کے نام ہبہ کی ٭

شاہ امان کے بعد حیات شاہ انکے بعد نصیب شاہ خادم ہوئے۔ نصیب شاہ کے محبوب شاہ فرخ شاہ اور ستار شاہ ہوئے۔ محلہ شوال میں ستار شاہ ولد نصیر جنہوں نے اب دریوزہ گری کو اپنا پیشہ کر لیا ہے آخر الذکر سے منسوب ہیں ٭

۲۳۔ سید الہ یار نقشبندیؒ

بن سید یحییٰ نورانی صورت، نیک سیرت، شجاعت و سخاوت سے موصوف و معروف تھے عرصہ تک شاہجہاں بادشاہ کے لشکر میں ملازم رہے بالآخر محبت الٰہی کے جذبہ نے بادشاہ مجازی کے طوق غلامی سے نجات دلا کر بادشاہ حقیقی کی نیازمندی و طاعت کا حلقہ گردن میں ڈالدیا شیخ تاج الدین سنبھلی سے نسبت بیعت درست کی سالہا سال فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔ بقیہ تمام عمر صبر و استقامت کے ساتھ توکل میں بسر کی کسی فرد بشر سے طالب امداد نہ ہوئے ترک و تجرید اور آزادگی اپنا شیوہ بنا لیا تھا اسی پر مرتے دم تک قایم رہے تلاوت کلام پاک کا ہر دم ورد رہتا اور اس میں یہ قدرت حاصل ہو گئی تھی کہ اکثر دو دن میں اور کبھی ایکدن میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے ٭

سلب مرض میں بھی ملکہ تھا ایکمرتبہ انکے بھانجے سید شرف الدین بن سید فضل بن سید عبدالرحمن کسی شدید مرض میں مبتلا ہوئے حس و حرکت سے قطعی معذور اور مرض کی اذیت سے موت کے آرزومند سید الہ یار بھی بھانجے کی عیادت کو تشریف لائے بھانجے نے کہا ماموجان! یہ وقت دستگیری کا ہے دعا فرمایئے۔ مریض کے کرب و بے چینی کی حالت دیکھکر کچھ دیر تک کلی باندھکر بیٹھے آخر میں فرمایا کہ لو تمہارا مرض سلب کر لیا۔ اسی وقت سے آثار خفت شروع ہوگئے تین دن کے اندر ازالہ مرض ہو گیا لیکن اس کا نتیجہ ضرور ہوا

کہ چند روز کے بعد خود سید الہ یار اسی مرض میں مبتلا ہوئے مگر شفا پائی اسی قسم کے چند اور واقعات بھی ان سے منسوب کئے جاتے ہیں ۱۱۴۵ھ میں سفر آخرت کیا سید عبد الرسول سید غلام محمد اور وصال محمد تین فرزند تھے +

۲۴۔ مولٰنا فتح اللہ غازیؒ

مولٰنا سعد اللہ بن مولٰنا محمد عباسی کے پوتے عہد شاہجہانی کے مجاہدین اور صالحین میں تھے آبائے کرام صاحب علم تھے آپ صاحب سیف ہوئے غزا و جہاد کے غلبہ شوق کا یہ عالم تھا کہ جہاں کہیں افواج شاہی کو کفار کے ساتھ مقاتلہ و مجادلہ کا کوئی معرکہ پیش آتا آپ ضرور شرکت کرتے عقیدہ کے بڑے راسخ اور نہی عن المنکر کے علمبردار تھے سچ بات کہنے میں کسی سے نہ جھجکتے اور حق گوئی میں رعب شاہی کا مطلق اثر قبول نہ کرتے صاحب آثاریہ کا بیان ہو کہ:۔

> در دین محمدی یگانہ ست و مستقیم حال بیت ش نیت مدامی بود و روئے ربانی امر معروف را
> بہ بادشاہ صاحب قرآن ثانی بے محابا گفتے و اندریں کار ہیچ بیم و حشی نبود ہمیشہ ہیچ سلاح کہ سیاست
> باخود داشتے و در اوقات غزاو جہاد بیستے +

ایک مرتبہ شاہجہاں بادشاہ سے مذہبی گفتگو میں درشتی سے ہمکلام ہوئے بادشاہ نے تحمل کیا مگر آپ اس پر بھی ناراض ہو کر وطن چلے آئے لیکن جب سنا کہ بادشاہ نے کفار بندیلہ پر فوج کشی کی ہو بلا طلب لشکر میں جا پہنچے بادشاہ نے انہیں دیکھکر دریافت کیا کہ کیوں چلے گئے تھے اور اب کیوں آئے ہو جواب دیا نہ اپنی خوشی سے گیا تھا اور نہ اپنی خوشی سے آیا ہوں اسلام کا بندہ ہوں جہاد کی خبر سنی تو چلا آیا چنانچہ غازیان اسلام کے ساتھ آپ بھی معرکہ قتال و جدال میں شریک ہوئے اور شجاعت ہاشمی کے جوہر دکھائے بندیلہ سے جب شاہی لشکر برہان پور پہنچا آپ بھی ساتھ تھے لیکن جس فوج سے لشکر شاہی کا مقابلہ تھا چونکہ

سلۂ آپ کا اور آپ کی نسل کا تذکرہ جو تین پشتوں کے بعد منقطع ہو گئی صاحب آئینہ عباسی نے عدم تجسس حالات کی بنا پر ترک کر دیا دیرینہ مستند کاغذات اس کی تائید میں موجود ہیں ۱۲

اس میں مسلمانوں کی تعداد بھی شامل تھی آپنے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہتیار اُٹھانے پسند نہ کیے۔ اس مجاہد کا ہر فعل الحب للّٰہ والبغض للّٰہ کے مطابق ہوتا تھا +

صاحب اسراریہ نے مولنا نور محمد (بن مولنا ولی محمد نبیرۂ مولنا آل عباسی) کی زبانی جو آپکے برادر عم زاد تھے ایک واقعہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے عقائد میں کتنا غلو تھا اور اسکے اظہار میں کس درجہ بیباک تھے۔ مولنا نور محمد فرماتے ہیں کہ ایکمرتبہ کسی ضرورت سے مولنا فتح اللہ غازی کا بیجاپور جانا ہوا۔ جتنے دن وہاں رہے امر بالمعروف کا شغل رہا۔ ایکدن حاکم شہر کے یہاں بیٹھے تھے اس صحبت میں کوئی معزز مہدوی بھی شریک تھا۔ اس سردار سے غازی موصوف نے اس کا مسلک دریافت کیا۔ سردار نے کہا کہ مہدوی ہوں آپنے فرمایا کہ تمہارا عقیدہ باطل ہے۔ امام مہدی کا ظہور نہیں ہوا۔ اس بحث و گفتگو میں مہدوی نے سخنان ناطائل کہنی شروع کیں جنہیں سننے کی آپکو تاب نہ رہی۔ مہدوی کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ دو دانت جھڑ پڑے +

بر دہن آں سلطانی (یعنی سردار) چناں مشتی زدہ کہ دو دندان پیشش برافتادہ شور و غوغائے برخاست والی از اندروں برآمادہ و برادر ذیل حمایت خود کشید واز دست مہدویاں خلاص گردانید +

اس سردار کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ دو دانت جھڑ پڑے شور و غل برپا ہوا حاکم شہر اندر مکان سے نکل کر آیا اور انکو (یعنی غازی موصوف کو) اپنی سایہ حمایت میں لیا اور مہدویوں کے چنگل سے چھڑا لیا۔

صاحب اسراریہ خود اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں نواب رستم خاں کی فوجدار سرکار سنبھل نے "متمردان کفار کٹھیر" پر لشکر کشی کی میں بھی اس فوج کا سپاہی تھا لڑائی کے دن کیا دیکھتا ہوں کہ

عزیزے باشکوہ و شہامت نیک عمامہ کلاں بر سر و جامہ لشکریان در بر و شمشیر و ترکش اندر کمر و کمانے بدست و سپرے بر پشت و اسپ کلاں سر بلند در زیر +

ایک عزیز نہایت شان و شوکت کے بڑا عمامہ سر پر باندھے اور سپاہیوں کا سا لباس پہنے تلوار و ترکش کمر میں لگائے کمان ہاتھ میں لیے پشت پر ڈھال ڈالے بڑے گھوڑے پر سوار فوج کے ساتھ چلے آتے ہیں۔ مجھے ان کی ہیئت بہت ہی بھلی معلوم ہوئی گھوڑا بڑھاکر ان کے پاس پہنچا

اور سلام علیک کے بعد اسم شریف دریافت کیا فرمایا فتح اللہ کسی نے اس وقت کہا شیخ فتح اللہ غازی

جو تمام ہندوستان میں مشہور ہیں یہی ہیں۔

صاحب تذکرہ لکھتے ہیں کہ دین اسلام کے بہت سے مسائل میں نے غازی موصوف کی زبان سے سنے خاتمہ جنگ تک وہ لشکر میں رہے ان کی نیت محض شرکت جہاد تھی نہ رستم خاں سے کوئی غرض تھی اور نہ کسی سے کچھ مطلب بر آن پور سے واپسی میں وطن کے قصد سے چلے تھے کہ یکایک بیمار پڑے اور وہیں سفر آخرت پیش آیا۔ وہیں دفن ہوئے۔ ملا قاسم عظیم پوری نے جو اس زمانہ میں امروہہ کے خطیب تھے تاریخ وفات کہی:۔ ہائے غازی ١٠٤١ھ

آپ کے صرف ایک دختر مسماۃ عائشہ تھیں جو مولانا عبدالرحیم بن مولانا ہاشم عباسی کے عقد میں آئیں

۲۵ قطب الاقطاب شیخ عبدالمجید علوی قدس سرہٗ

نام ونسب وتحصیل علوم	نعت سید معروف علوی سلسلۂ نسب امام محمد حنفیہ بن حضرت علی ابن ابی طالب

سے متصل ہوتا ہے ۹۰۰ھ میں پیدا ہوئے آغاز شباب میں تحصیل وتکمیل علم کے شوق نے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ کچھ عرصہ دہلی میں رہے پھر نارنول پہونچے اور حضرت شیخ نظام الدین نارنولی کے مدرسہ میں داخل ہو کر علوم ظاہری کی تحصیل میں مصروف ہوئے:۔

"چوں بالغ شد کسب علوم آغاز یدہ در قصبہ نارنول در مدرسہ قدوۃ الاولیا زبدۃ الاتقیا وصاحب صفات ستودہ واصل مقام محمود شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہ تحصیل علوم ظاہری کرد[۱]

بیعت	بعد فراغ تحصیل علوم ظاہری بشیخ موصوف[۲] نسبت ارادت درست کی سالہا سال خدمت

---

[۱] مقاصد العارفین ۱۲ ۵۲ حضرت شیخ نظام الدین نارنولی دسویں صدی ہجری کے شیخ کبار سے تھے ۹۹۸ھ میں وصال ہوا سلسلۂ چشتیہ میں خواجہ حاجو گوالیاری المتوفی ۹۴۲ھ کے مرید وخلیفہ تھے، اور خواجہ مذکور خواجہ حسین ناگوری المتوفی ۹۰۱ھ کے خلیفہ تھے، اور وہ شیخ کبیر گجراتی المتوفی ۸۸۰ھ کے اور وہ شیخ فریدالدین ناگوری المتوفی ۸۰۳ھ کے اور وہ شیخ عبدالعزیز علی المتوفی ۷۷۳ھ کے اور وہ شیخ حمیدالدین صوفی ناگوری ۶۷۳ھ ....

مرشد میں حاضر رہکر کمالات وفضائل کا سرمایہ فراہم کیا۔ شیخ قدس سرہ نے اپنا جانشین اور خلیفہ بناکر وطن جانے کی اجازت مرحمت کی۔ یہاں آکر حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایتؒ کی روحانیت سے استغاثہ کیا، روضہ منورہ میں عرصہ دراز تک چلہ کشی کرتے رہے +

باز بحکم شیخ خود با مروہہ آمدہ در روضہ سید شرف الدین قدس سرہ نشستہ وچلہا برآوردہ وریاضات شاقہ کشیدہ پس ازاں ہم در جوار روضہ مذکور اقامت گرفتہ وآں جا خانکے ساختہ وبیاد دراندک فرصت قبولی پدید آمدہ جمعیت شغل وکیفیت عظیم پیدا کردہ مریداں صاحب احوال وواقعات بہم رسانید[1] +

اس کے بعد حج کی نیت کرکے امروہہ سے چلے۔ اثنائے راہ میں دار الخیر اجمیر پہنچے۔ حضرت خواجہ اجمیری[2] کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شب کو بشارت ہوئی کہ تم نے حج کی نیت کی تھی، بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔ اب تم امروہہ واپس جاؤ اور طالبان حق کو فیض پہنچاؤ۔ ع۔ دل بدست آور کہ حج اکبر است۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔۔۔ بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

چنانچہ اجمیر سے لوٹ کر پھر امروہہ آئے اور دوبارہ تقریباً چھ سال تک روضہ شاہ ولایتؒ میں معتکف ہوکر ریاضات ومجاہدات میں مشغول ومعروف رہے۔ حضرت ممدوح کی روحانیت سے مستفیض ہوکر روضہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر عیدگاہ سے متصل جہاں ب مزار فائض الانوار واقع ہے، گوشہ تنہائی میں جا بیٹھے۔ لوگ یہاں جوق درجوق آتے اور فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوتے +

خوش صفات، صاحب ذوق ووجد، زاہد ومتورع، درحد درجہ رقیق القلب تھے۔ معمول تھا کہ موسم گرما میں ہر نماز کے لیے غسل کرتے اور موسم سرما میں نماز ظہر کے لیے۔ بعد نماز عشاء سو جاتے لیکن نصف شب گزرنے پر بیدار ہوتے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوجاتے۔ لوگوں سے باتیں بہت

---

[2] وہ خواجہ خواجگان شیخ معین الدین چشتی اجمیری کے مرید وخلیفہ تھے +

[1] اسراریہ کلی ۱۲

بہت کم کرتے اکثر اوقات مراقبہ میں رہتے اور بہت لوگوں کو اپنے پاس نہ آنے دیتے جو کوئی ملاقات کو آتا اول خادم سے عرض کرنا مرضی ہوتی تو بلا لیتے ورنہ صاف انکار کر دیتے۔ سرود و نغمہ کا شوق نہ تھا البتہ کبھی کبھی خادم سے ارشاد ہوتا کہ حمد و نعت میں کوئی غزل پڑھ دیوار گا و سنتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ جاتا۔ مشکوۃ شریف اور نفحات الانس کا کبھی کبھی مطالعہ فرماتے۔ جب کوئی ملاقات کو آتا اور حاضری کی اجازت ہو جاتی ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتے اور بطور نصیحت ایک دو حدیثیں مشکوۃ شریف کی سنا دیتے پھر ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر پڑھتے اور رخصت کر دیتے۔

وفات تمام عمر ترک و تجرید پر عمل رہا دنیا کی کسی چیز سے تعلق نہ رکھا۔ وفات سے دو مہینہ پیشتر دوستوں اور مریدوں کو خطوط لکھوا کر بھیجے کہ اب ہمارا آخر وقت ہے ملاقات کر جاؤ چنانچہ اکثر مرید اور احباب وفات سے پہلے آ گئے تھے۔ گیارھویں ربیع الآخر سنہ ۱۲۴۲ھ کی شب میں زہد و اتقا اور ارشاد و ہدایت خلق کا یہ آفتاب روپوش ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ زبدۃ السالکین شیخ ابراہیم اعظم پوری نے جنہیں خواب میں بشارت ہوئی تھی اعظم پور سے آ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ جو مقام فانی زندگی میں تھا رنگا و تنا وہی ا نگہ ہے۔ قطعہ تاریخ وفات

قطب زمانہ شیخ جہاں آفتاب دہر — در سلک واصلان خدا گوہر سے فرید
عبدالمجید شاہ شہان جہانیاں — بے مثل و بے نظیر یگانہ و وحید
تعریف نا تہ شمس بہ ملک جہاں گرفت — صیت کمال او بعنبر از فلک رسید
ارباب دل ربودہ دلاں بے ندو بس — اصحاب عشق را ز رہ موشہ جانی بہ
از خاکدان چو کردہ سفر سوئے ملک غیب — غوغائے خلق تا بسماک و ثری رسید
سال وصال او چو بجستم ز دل نہاں — گوش خرد ز غیب ہمین صوت شنید

تاریخ خلع صورت آں شہباز قدس
طیرے ز سدرہ کرد مقام فلک گزید

خلفاء مریدین و معتقدین کثرت سے تھے لیکن پانچ خلفاء باکمال ہوئے۔ اوّلاً آپ کے برادر حقیقی شیخ فیض اللہ علوی دوسرے امام الواصلین شیخ عبدالحکیم تیسرے مجمع کمالات معنوی شاہ گہاسی چوتھے شاہ علاء الدین پانچویں حاجی قاسم تبری۔ آخرالذکر دولت آباد دکن چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ مریدین میں قابل ذکر شیخ طیب شیخ نور محمد میاں ولی محمد امروہوی ہیں۔

اولاد امجاد حضرت شیخ عبدالمجید علوی کے اولاد صلبی نہ تھی۔ آپکے دو بھائیوں شیخ فیض اللہ و فتح اللہ کی اولاد "فرزندان شیخ عبدالمجید" سے موسوم رہی ۱۱۰۵ھ میں حسب فرمان عالیشان شاہزادہ سلطان محمد معظم دبو جب پروانہ نواب رستم خان کئی موازی یکصد و پنجاہ بیگہ زمین پرگنہ منگلپور سرکار سنبھل میں "برائے اخراجات خانقاہ و عرس درگاہ و آئندہ و روندہ فقرا" مقرر رہی ۱۱۰۵ھ کے چند سال بعد تک یہ خانقاہ آباد تھی اور عرس بھی دھوم دھام سے ہوتا تھا۔ لیکن جب اس نسل میں سے کوئی شخص امروہہ میں باقی نہ رہا تو عرس کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا اور مقبرہ کی خدمت کرنیوالا بھی کوئی نہ رہا۔

۲۶۔ عارف باللہ شاہ شکر اللہ قادری

ابن شیخ نصر اللہ حسنی امروہوی بن شیخ فتح اللہ شیرازی قدس اللہ اسرارہم۔ کمالات معنوی و فضائل صوری سے آراستہ صاحب حال و قال تھے۔ انکے جد امجد شیخ فتح اللہ شیرازی نے برادران یوسف کی بے مہری سے وطن مالوف چھوڑا مختلف دیار و امصار میں پھرتے پھراتے عہد اکبری میں ہندوستان آئے۔ شیخ فتح اللہ شاہ ابوتراب شیرازی کی نسل سے تھے جو نسباً سادات حسنی سے بیان کیا جاتا ہے اس خاندان کو ملک ایران کا حکمراں خاندان بھی بتایا گیا ہے[1]۔ باپ کے انتقال پر شیخ فتح اللہ کا بڑا بھائی تخت سلطنت کا مالک ہوا۔ ایکدن یہ دونوں بھائی حسب معمول شکار کھیلنے گئے بادشاہ نے ہرن پر تیر چلایا نشانہ خطا ہوا چھوٹے بھائی کا نشانہ ٹھیک بیٹھا بادشاہ کو اس واقعہ سے کچھ ایسی شرم دامن گیر ہوئی کہ اس دن سے

---

[1] خاکسار مولف کو کتب تاریخ ملک ایران سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی ۱۲

چھوٹے بھائی کے درپے آزار ہوگیا، ماں کی بات مشہور ہے ان کی والدہ کو جب یہ اچھی طرح محسوس ہوگیا کہ بادشاہ کی نیت اچھی نہیں، بہت سا زر نقد اور جواہرات انہیں دیکر کہا کہ جان مادر! اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو جہاں دل چاہے چلے جاؤ، چنانچہ یہ سفر حجاز کی نیت کرکے چل کھڑے ہوئے اہل دنیا کی نظر میں بظاہر یہ جلاوطنی تھی مگر اہل باطن کے نزدیک یہ شیخ اللہ کی فتح تھی۔ ارض مقدسہ کیجانب ابھی چند ہی منزلیں طے کی تھیں کہ اثنائے راہ میں شاہ جمال نام ایک بزرگ ذی کمال وصاحب حال سے اتفاق ملاقات کا ہوا۔ اس بزرگ کے فضل و کمال کا کچھ ایسا اثر قلب پر ہوا کہ انکے دست گرفتہ ہوکر ان ہی کے پاس مقیم ہوگئے۔ شاہ موصوف نے زر و جواہر انکے پاس تھے ان سے لیکر زمین میں دفن کردیئے اور صبر و قناعت کی رغبت دلائی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب طبیعت کے آثار دیکھے اپنی دختر کو انکے حبالۂ عقد میں دینے کا قصد کیا۔ شاہ صاحب کے اس ارادہ کا حال ان کی زوجہ کو معلوم ہوا تو ایک مسافر غریب الوطن کو جسے فقیر و بے نوا سمجھ لیا تھا۔ اپنا داماد بنانا ناپسند نہ ہوا اور اس رشتہ کو اپنے اور اپنی بیٹی کے لیے موجب آزار سمجھ کر شیخ فتح اللہ کے مار ڈالنے کی تدبیر کی موقع پاکر ایکدن کھانے میں زہر ملا دیا مسموم کھانا کھاکر ان پر بیہوشی کی حالت طاری ہوگئی شاہ جمال کو جب اس حالت کی اطلاع ہوئی تھوڑا سا پانی حلق میں ٹپکایا۔ شافی مطلق نے شفائے عاجل عطا فرمائی شاہ موصوف نے اپنی زوجہ سے جب اس حرکت کی وجہ دریافت کی عورت نے بلا تامل جواب دیا کہ مجھے ایک گدائے بے نوا کو داماد بنانا اور اپنی بیٹی اسکے عقد میں دینا ہرگز منظور نہ تھا۔ یہ سنکر اٹھے اور وہ دفینہ نکالکر کہا کہ اگر مال چاہتی ہو تو وہ بھی موجود ہے بالآخر کچھ عرصہ کے بعد شیخ موصوف کی دختر سے انکا نکاح ہوگیا۔ واقعات نے پھر پلٹا کھایا اور یہ اس مقام کی سکونت ترک کرکے بعہد اکبری ہندوستان آئے۔ ابتداءً امروہہ میں سکونت اختیار کی امرائے سنبھل میں سے ایک میر کو ان سے عقیدت تھی انکے اصرار پر امروہہ سے سنبھل گئے جہاں ۹۵۸ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔ ایک فرزند کی اولاد سنبھل میں متوطن ہوئی شیخ عبدالرحیم سنبھلی انکے اخلاف میں ذی کمال اور صاحب حال ہوئے۔ دوسرے فرزند شیخ نصر اللہ امروہہ میں رہے۔ یہ اپنے وقت کے صاحب العرفان و کاشف حقیقت

متبع شریعت تھے۔ خاندانی رواج کے مطابق دستار سیاہ استعمال فرماتے اسی بنا پر اقامت گاہ محلہ دستار سیاہ مشہور ہوا۔ شیخ موصوف کے مہر اور دستخط بعض کاغذات پر ثبت ہیں ۱۰۲۸ھ کی ایک دستاویز پر ان الفاظ میں دستخط کیے ہیں:۔ "حررہ نصر اللہ حسنی شیرازی"۔ شاہ شکر اللہ قادری سے پدر بزرگوار سے اکتساب فیض کیا۔ متقی متورع فاضل جید و بزرگ عہد تھے۔ سلسلہ بیعت کا اجرا فرمایا۔ اپنی خانقاہ میں جو اب "امام باڑہ کالی پگڑی" موسوم ہے۔ طاعت الٰہی میں مصروف رہتے۔ سنہ رحلت محقق نہ ہو سکا بعض کاغذات پر جو خاکسار مولف کو دستیاب ہوئے آپ کی مہریں ۱۰۴۰ھ تک ثبت ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند سید افضل اور انکے بعد انکے فرزند سید قطب مسند سجادگی پر بیٹھے آخر عہد عالمگیری تک سلسلہ بیعت کا پتہ چلتا ہے۔ اسکے بعد سے اکثر لوگ اس دودمان مشائخ کے منقرض النسل ہوگئے اور یہ خانقاہ بھی کسی کارروائی کی بنا پر امام باڑہ بن گئی حالانکہ مثل دیگر سنی سادات کے ابتک اس خاندان کے افراد سنی المذہب ہیں۔ سید احمد علی و سید محمد علی و سید حامد علی ابنائے سید ارشاد علی بن مولوی سید شمس علی بن سید علی بخش و مولوی سید مقبول حسین و سید مرتضیٰ حسین و سید محمد حسن و سید احمد حسن ابنائے سید محتشم علی بن سید مظہر علی بن سید دیانت علی اس نسل سے ہیں۔ مولوی سید علی زیبا عربک لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ساکن محلہ چاہ شور کے خاندان کی اس سے قرابتیں ہیں۔

۲۷- شیخ طیب قریشی طیب اللہ ضریحہ

عاشق مشق مبتلا حسرت سوختہ دل شیخ پرست شیخ طیب ملقب بآفتاب شیخ عبد المجید علوی کے مرید جوان صالح صاحب ذوق و سماع تھے طبیعت کو درد و عشق و محبت کا حصہ ملا تھا۔ انکے سماع کا لوگوں پر خاص اثر پڑتا تھا شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔ فن سخن گوئی میں خاص مہارت تھی شیخ نظام الدین قریشی سے جو امروہہ میں اپنے زمانہ کے ریختہ کے اچھے شعرا تھے انکے مراسم اتحاد و یگانگت تھے۔ شیخ نظام الدین سنبھل میں درس و تدریس کے تعلق سے مقیم تھے۔ شیخ طیب بھی اکثر ان سے ملنے سنبھل گئے۔ اتفاقاً

انہی ایام میں شیخ نظام الدین کو فوری ضرورت سے اکبرآباد (آگرہ) کا سفر پیش آگیا۔ تعلیم کے درس تدریس کا کام اپنے دوست کو سپرد کر کے وہ اکبرآباد چلے گئے حضرت عشق کی کرشمہ سازی ملاحظہ ہو ایک ہندو لڑکا بھی مکتب میں پڑھتا تھا۔ شیخ طیب اسکے حسن صورت پر فریفتہ اور تیر نگاہ کے بے طرح گھائل ہو گئے محبت صادق تھی اور معاصی کی آلودگی سے پاک دل راہ دل رہ است شاگرد کو بھی حب کی نسبت صاحب ... کا بیان ہے کہ:-

"سیدیم ادبے کہ شاگرد بہ نسبت استاد مرعی می دارد"

شفیق استاد سے موانست پیدا ہو گئی اور آبائی مذہب ترک کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اسکے عزیزوں کو جب اس حالت کی خبر پہنچی سخت ہو کر چڑھ آئے۔ لڑکے کو تہ تیغ کرنا چاہا۔ عاشق صادق کو یہ ظلم کب گوارا ہو سکتا تھا شمشیر بکف میدان مقابلہ میں نکل آئے اپنی جان دے بیٹھے مگر معشوق کو گزند نہ پہنچنے دیا۔ واقعہ شہادت سے کچھ دن پہلے سے ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ اکثر اوقات وجد کی کیفیت طاری رہتی اور اس حالت میں یہ اشعار والہانہ انداز میں پڑھتے اور جھومتے ؎

عالم زجمال تو جمیل است و جمیل — ورزقت تو قتیل است و قتیل
من بندہ بخون خویش دعویٰ چہ کنم — خون ہمہ عاشقاں سبیل است و سبیل

واقعہ شہادت ۱۰۴۰ھ میں پیش آیا۔ لفظ "غم" سے تاریخ ہوتی ہے ؎

چوں گشت شہید طیب عاشق پاک — او با شدہ شادی زغم و ما را غم
تاریخ وفاتش چو ز دل پرسیدم — دل نعرہ زناں شد زغم و گفتا "غم"

۲۸- شیخ الہداد نقشبندی رح

عہد شاہجہانی میں سلسلہ نقشبندیہ کے صاحب حال بزرگ خواجہ باقی باللہ نقشبندی اویسی کے مرید و مجاز تھے۔ صاحب صفات شاہجہانی لکھتے ہیں کہ:-

میاں شیخ الہ داد امروہی سلمہ از کبار اصحاب حضرت خواجہ زندہ دلاں خواجہ محمد باقی نقشبندی اویسی ست قدس سرہٗ وآثار جذبات واشغال وافکار از چہرہ مبارک وے ظاہر و پیداست ویک نفس او ضایع نیست ہمیشہ در مشغولی با نماز یا فکر نماز میگذارد و پنج شش روز یکبار چیزے قلیل می خورد و ہمیشہ در مراقبہ و محاسبہ میگذارند الخ +

میاں شیخ الہ داد امروہی سلمہٗ حضرت خواجہ محمد باقی نقشبندی اویسی کے بزرگ اصحاب میں ذکر وفکر اور شغل کے جذبات کے آثار اُنکے چہرہ مبارک سے ظاہر ہیں۔ ایک پل ان کا ضایع نہیں جاتا ہر وقت شغل نماز یا فکر نماز میں گذارتے ہیں، پانچ چھہ روز میں کچھہ تہوڑا کہا لیتے ہیں اور ہمیشہ مراقبہ و محاسبہ نفس میں بسر کرتے ہیں +

عرصہ دراز تک دہلی میں قیام رہا۔ حضرت خواجہ موصوف ان پر خاص لطف وعنایت فرماتے۔ اہل خانقاہ کی خدمت بھی انہی کے سپرد تھی۔ بعد وفات پیر و مرشد وطن آئے۔ کچھ عرصہ اہل وطن کو فیوض و برکات سے مستفیض فرماکر تقریباً سنہ ۱۰۵۰ھ میں عالم بقا کو کوچ فرمایا۔ مزار پر انوار بیرون مراد آباد کی دروازہ واقع ہے۔ مولانا مبارک دہلوی قوم کنبوہ آپکے مریدوں میں ذی علم اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔

۲۹۔ شاہ مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ

خلف شاہ نور الدین بن حضرت شاہ آبن قدس اللہ اسرارہم۔ آپکے والد کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہوگئی تھی اور کوئی اولاد نہ تھی جسب روایت صاحب آثار یہ تقریباً سنہ ۹۳۲ھ میں جد بزرگوار کی دعا سے پیدا ہوئے خوبصورت خوب سیرت خوش اخلاق وخوش اطوار بزرگ تھے۔ بعد وفات پدر بزرگوار سجادہ نشین ہوئے۔ صاحب آثار نے آپکو دیکھا تہا وہ آپکا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

مخدوم عالم را من دیدہ ام بزرگ بود طلعت نورانی داشت واخلاق نیک روزے دیدم در عرس شیخ آبن کہ جماعۃ بسیار در گرد و پیش وے نشستہ و ہر کدام وا آمدہ

مخدوم عالم کو میں نے دیکھا ہے نورانی صورت ستودہ اخلاق بزرگ تھے حضرت شیخ آبن کے عرس میں میں نے دیکھا کہ ایک بڑی جماعت آپکے گرد و پیش بیٹھی ہوئی تھی اور ہر شخص حصول بیعت ارادت

ارادت مے دارد و مے خواہد کہ ہر یک را در طریقہ خود کہ چشتیہ است مرید ساختہ و بہرہ ور گرداند۔	کا خواہشمند تھا آپ ہر ایک کو اپنے طریقہ چشتیہ میں مرید کرتے اور بہرہ اندوز فرماتے رہے

سنہ ۱۲۵ھ میں رحلت کی۔ تین بیویوں سے سات فرزند ہوئے۔ آپکے فرزند محمد عاشق کی مہر میں جو صاحب سجادہ ہوئے یہ سجع کندہ تھا۔

"عاشق از مخدوم عالم نور یافت۔ آفتاب شاہ ابن جوں جاں تافت۔" صاحب اسرار یہ لکھتے ہیں کہ:۔

امروز محمد عاشق پسرش سجادہ نشین وے است جوانے است مقبول صاحب ذوق و سمع و نیاز مند فقرا و درویشاں خدمت صادر و وارد و فقرا و غربا برخود لازم می داشت۔	آجکل اُنکے صاحبزادے محمد عاشق اُنکے سجادہ نشین ہیں۔ خوبصورت جوان صاحب ذوق و سماع اور فقرا و درویشوں کے نیازمند ہیں ہر صادر و وارد اور فقرا و غربا کی خدمت کرنا اپنے لیے لازم سمجھتے ہیں

محمد عاشق عہد عالمگیری میں سرکار سنبھل میں جزو صدر کے عہدہ پر مامور ہے سنہ ۱۱۱۵ھ تک کی دستاویزات پر آپکے دستخط و مہر نظر سے گذری ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپنے طویل عمر پائی۔ آپکے شیخ عالم و صدر عالم دو فرزند ہوئے۔ اوّل الذکر نے سنہ ۱۱۱۹ھ میں مسند سجادگی کو رونق بخشی۔ مولانا عبد الرشید عباسی کی دختر مسماۃ زینب آپکے حبالہ عقد میں تھیں آپ اپنے وقت کے ممتاز بزرگ تھے۔ مہر کا سجع حسب ذیل تھا

زشاہ ابن پدر شیخی عیاں شد نور اعظم۔ زمخدوم است عاشق شیخ عالم

شیخ عالم کے فرزند و سجادہ شاہ غلام شاہ ہوئے اُن کی مہر میں حسب ذیل سجع کندہ تھا:

چوں نور شاہ ابن می تافت ہمچو ماہ آمد زشاہ عالم ظاہر غلام شاہ

شیخ عالم کے صاحبزادے شاہ مسعود عالم اور انکے فرزند شاہ منیر عالم بھی صاحب نسبت بزرگ تھے اُنکے زمانہ تک اس خاندان میں حقیقی معنی میں سلسلہ بیعت و ہدایت جاری رہا۔ اب سجادگی محض اسمی و رسمی ہے۔

محمد کامل بن شاہ مخدوم عالم کی نسل سے خاندان پیر محمد چلا اور خاندان پیر آسرا احمد کی

محمد صادق بن شاہ مخدوم عالم کی اولاد میں پیر محمد آئین غازی کا خاندان ہے بقیہ اولاد شاہ مخدوم عالم کے تفصیل شجرہ ضمیمہ جات میں ملاحظہ ہو۔

۳۰۔ سید فتح محمد عرف سید فتاح

بن سید مکرم خوبصورت، خوب سیرت، ستودہ خو خاندان سادات فاطمی سے تھے۔ خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ خورد کو جو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خلف اصغر تھے، ان سے عشق تھا۔ خواجہ موصوف کا قیام اس زمانہ میں امروہہ میں تھا۔ سید فتح محمد اور محمد کامل خلف شاہ مخدوم عالم یہ دونوں حسن و لطافت میں کامل تھے اور دونوں میں ایکدوسرے کے ساتھ محبت و شیفتگی کے تعلقات تھے۔ صاحب آسرار یہ لکھتے ہیں کہ

"الغرض سید (فتح محمد) برجوانے کامل نام پسر شیخ مخدوم عالم نظرے داشتہ و ہر دو در حسن لطافت کامل بودند و ہم عمر شبے سید بہ بیدار دمے شدہ اندرون بخلوت نشستہ شیخ من راعی خواجہ عبداللہ خورد) بردر ایشاں رفتہ لیکن از آداب معشوق خود کہ با معشوق خود صحبت داشتہ درنمی رفت۔ درین اثنا (شاہ) خوش عالم رسیدہ و شیخ مرادروں بردہ و میان ایشاں شمع روشن ساختہ شیخ من دور ترک بدیدار معشوق بنشستہ و غایت خوش وقت گشتہ و این دو بیت گفتہ

دوش دیدم بہ گلشن خوب روئی | بہم بستہ دل شیخ از شور بلبل
یکے بلبل از دوری گفت بارا | نگہدار آں ہر دو گل حسا فظ گل

اسکے بعد صاحب اسرار یہ لکھتے ہیں کہ ایک اور رباعی خواجہ موصوفؒ موزوں کی

تا چند براہ دیگراں بہ نشینی | غافل کہ بہ از مشتری دیبر و بینی
عاشق شدۂ بگو بچہ پنداری | در چہرۂ او سایہ خود می بینی

خواجہ موصوفؒ سید فتح محمد کے متعلق اسی طرح کے اور اشعار بھی وقتاً فوقتاً موزوں کئے ہیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سید مذکور کی شادی کی تقریب تھی خواجہ صاحب دہلی میں تھے

دعوتی رقعہ بھیجا گیا لیکن شرکت کے لیے کوئی سبب قوی مانع تھا رقعہ کے جواب میں یہ قطعہ موزوں کرکے بھیجا

اے آنکہ از کمال کرم نزد حضرتت — گیرد گناہ و عذر گستہ رنگ یک دگر

گفتی بیا بمحفل ما دقت انبساط — بندے بپائے من کہ زمینش نماند اثر

تیغ قضا بہ عذر بود کار سیدہ است — در حکم تو ہزار قضا دو صد قدر

لیکن اگر بگوش قبولت دہد جائے — آرد زبان شاعریم عذر مختصر

شاہا منم جدا ز درت جملہ درد و غم — غم را کجا بہ محفل شادی فتد گذر

سید فتح محمد کے ایک بھائی سید عبدالرزاق اور تھے' دونوں بھائیوں میں غیر معمولی شیفتگی اور محبت تھی یہ بھی عجب حسن اتفاق ہے کہ دنیا میں دونوں ساتھ پلے بڑھے اور سفر آخرت بھی دونوں نے ساتھ ہی اختیار کیا یعنی ۱۰۶۱ھ میں دونوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا شیخ عبداللہ امروہوی نے تاریخ نکالا "بہ بین اتفاق برادری" جسکو صاحب اماریہ نے یوں نظم کیا ہے

سید عبدالرزاق و شاہ فتاح — چوں بسالے بزیر قبر بخفت

سال تاریخ شان خرد سندے — اتفاق برادری بہ بین گفت

سید فتح محمد اور سید عبدالرزاق کی نسل کا اب کچھ پتہ نہیں چلتا یہ بھی تحقیق نہ ہو سکا انکے باپ سید کرم یہاں کے سادات کی کس شاخ سے تھے اور سلسلہ نسب کیا تھا البتہ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سکونت محلہ مولانا میں تھی *

۴۱- میان شیخ محمود رح

آپ عہد شاہجہانی کے صاحب نسبت اور واقف حقیقت بزرگ تھے آپکے اجداد بن شیخ کمال الدین ابتدائے عہد اکبری میں امروہہ آئے شیخ مصطفیٰ امروہوی اسی خاندان سے تھے دیرینہ کاغذات میں سفضائل و حقائق پناہ میاں شیخ محمود وغیرہ الفاظ سے آپکا نام نامی تحریر ہے شیخ نظام الدین عرف

جنکا تذکرہ جداگانہ ملاحظہ ہو۔ اسی خاندان سے تھے۔ اب ان کی نسل میں کوئی خاندان امروہہ میں موجود نہیں انکے قرابتدار وہی شاہ قیام الدین محمد بن شیخ محمد شاکر کا خاندان ہے۔

۳۲۔ عمدۃ الواصلین سید عبدالحکیم قدس سرہٗ

بن سید عبدالصمد بن سید سعید خاں بن دیوان سید تجہواز اولاد قاضی امیر علی بن سید شرف الدین حسن شاہ ولایت۔ سید عالی نسب والا حسب وارث علوم اجداد تقوی و طہارت میں ممتاز صاحب ذوق و شوق اور شیخ وقت تھے آبائے کرام دولت علم سے مالا مال اور مناصب شاہی سے معزز و ممتاز تھے انہوں نے بادشاہ حقیقی کی غلامی کو بادشاہ مجازی کی ملازمت تابعداری پر ترجیح دی اوائل عمر سے تصوف کی جانب میلان خاطر تھا قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالمجید علوی سے علوم ظاہری باطنی کا سرمایہ حاصل کیا صاحب مقاصد العارفین لکھتے ہیں کہ:۔

> او (یعنی سید عبدالحکیم) از اکابر امروہہ بود نسب او بالسید میر علی ابن مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایت امروہی می پیوند و قدس سرہ العزیز از اولیائے باکمال شدہ۔ ابتدائے ایام قدم بر صلاح و تقوی ثابت داشت و بیشتر اوقات بمطالعہ کتب ارباب باطن می گذاشت از جوانی بہ شیخ (یعنی شیخ عبدالمجید علوی) بیعت آوردہ[1]۔

عنفوان شباب میں والدین نے آپ کی شادی کر دی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ہی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ مرحومہ سے انس و محبت زیادہ تھی اس مرگ ناگہانی کا کچھ ایسا قلق اور صدمہ ہوا کہ لذات دنیاوی ترک کرکے محبوب کی قبر پر دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ پیر و مرشد کو جب اس حالت کی اطلاع ہوئی انہیں اپنے پاس بلا بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ مشیت ایزدی یہی تھی کہ علایق دنیوی سے تمہیں اس طرح آزادی حاصل ہو عشق مجازی کا مزہ چکھ چکے اب عشق حقیقی کا بھی لطف اٹھاؤ صاحب مقاصد العارفین

---

[1] مقاصد العارفین ۱۲

اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں +

بازوجہ تعشقے داشت بقضائے الٰہی زوجہ وے وفات کرد غمے بروے غلبہ نمود چند روز بر مزار قرار گرفت و دست از آب و خور باز کشید از حضرت فراق چناں محویتے در آمدہ کہ لذات دنیاوی از و مطلق بر آمدہ بسمع شیخ قدس سرہ خبر ایں حالت رسید شیخ او را طلبید چوں حاضر شد شیخ فرمود حق تعالیٰ ترا از علایق دنیاوی بکلی پاک کرد بیا در کار الٰہی مستغرق شو	زوجہ کے ساتھ عشق تھا قضا آلٰہی سے زوجہ کا انتقال ہو گیا جس کا انکے دل پر سخت صدمہ پڑا چند روز قبر پر دھونی رما بیٹھے اور کھانے پینے سے بھی اجتناب کیا۔ جدائی کے صدمے میں وہ محویت ہوئی کہ دنیا کا عیش و آرام ترک کر دیا اس حالت کی اطلاع جب شیخ کو ہوئی آپ نے انکو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو دنیا کے تعلقات سے بالکل پاک کر دیا ہے آؤ تم خدا کے کام میں مشغول لگ جاؤ

پیر و مرشد کی نصیحت کارگر ہوئی معشوق مجازی کی محبت سے دل پاک کر کے محبوب حقیقی کے عشق میں سرشار ہوئے اپنے مرشد طریقت کی طرح انہوں نے بھی تمام عمر ترک تجرید میں بسر کی دنیا کی کسی چیز سے کوئی واسطہ و تعلق قائم نہ رکھا۔ قوت لایموت سے بے پرواہ آزادانہ و مجردانہ زندگی بسر کی۔ عقیدتمند کبھی کچھ پیش کرتے تو فوراً خرچ کر ڈالتے ہرگز پس انداز نہ کرتے۔ فقرا کی خدمت بہت کرتے حقیقتاً وہ خادم الفقرا تھے اور اسی لقب سے اپنے کو ملقب کرنا پسند فرماتے +

پیر و مرشد کی وفات کے بعد آگرہ سے دل اُچاٹ ہوا یہاں کسی طرح کا کوئی اور تعلق تو دامن گیر نہ تھا حج و زیارت روضۂ مطہرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شوق اور ولولہ مدت سے دل میں چٹکیاں لے رہا تھا توکلاً علی اللہ چند یاراں ہمرنگ کے ساتھ دربار محبوب کی جانب چل کھڑے ہوئے پہلی ہی منزل پر ساتھیوں سے فرمایا کہ تم لوگوں میں طلب دنیا کی بو آتی ہے اس پر ایک ساتھی نے اقرار کیا کہ چاندی کے چند سکے میرے پاس ہیں آپ نے وہ چند سکے حاجتمندوں کو تقسیم کرا دیئے اور اب سوائے والہانہ شوق زیارت حرمین مکرمین آپکے اور آپکے ساتھیوں کے پاس کچھ زاد راہ باقی نہ رہا۔ اسی حالت میں پیادہ پا سفر طے کر کے دربار محبوب میں حاضر ہوئے۔ اتفاقاً چار دن متواتر غذا میسر نہ ہوئی۔ صبر و استقامت اور توکل شیوہ

تھا۔ سوال کیوں کرتے۔ حرم محترم کے پاس ایک حجرہ کے اندر اسی حالت میں مشغول بطاعت الٰہی رہے چوتھے دن شریف مکہ کو رحمت للعالمین کے حضور سے بشارت ہوئی کہ ہمارا ایک مہمان عبدالحکیم ہندی تین دن سے فاقہ کی حالت میں ہمارے یہاں موجود ہے جاکر اس کی تواضع کرو۔ شریف مکہ اور اسکے آدمی تلاش کرتے ہیں نام لیکر پکارتے ہیں۔ تین مرتبہ انکے حجرہ کے سامنے سے بھی گذرتے ہیں مگر یہ اسی طرح خاموش اور عبادت الٰہی میں مصروف ہیں۔ چوتھی مرتبہ نام سننے پر جواب دیتے ہیں کہ بھائی ایک عبدالحکیم ہندی تو میں ہوں۔ شریف مکہ بشارت کا حال بیان کرتا ہے۔ مگر ان کی طرف سے ابھی عاجزی اور مسکنت کا اظہار ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ وہ کوئی خوش قسمت عبدالحکیم ہوگا۔ جسے حضور سرور کائنات نے شرف مہمانی بخشا ہے۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں میں ان کی بزرگی اور کمالات کا چرچا ہونے لگا۔ خلقت کا ہجوم رہتا مگر انکو جمعیت عام کی خواہش نہ تھی ادھر پیر و مرشد کے مزار پر انوار کی زیارت کے شوق کا غلبہ ہوا کچھ عرصہ حجاز میں مقیم رہنے کے بعد وطن واپس آکر مرشد کے مزار پر معتکف ہو بیٹھے طالبان حق کی رہنمائی اور فقرا درویشوں کی خدمت میں مصروف رہے۔

علم تصوف کے ماہر تھے۔ اکثر کتب تصوف مطالعہ کی تھیں گفتگو میں رموز و نکات بیان فرماتے آپکا قول ہے کہ:۔

از گندہ دہنی صورت مردم وقت گفتار دماغ را	جس طرح ظاہری گندہ دہنی سے لوگوں کا دماغ نفرت کرتا ہے
ظاہر اکراہ دارد ہمچناں زگندہ مزاجی سیرت مردم وقت	اس طرح انسان کی گندہ مزاجی سیرت سے ذکر کے وقت
ذکر دماغ ارواح اولیا و انبیا نفرت گیرد[۱]	ارواح انبیاء و اولیاء نفرت کرتے ہیں۔

ایکمرتبہ شیخ آزاد نام ایک درویش نے حقیقت توحید کے استفسار میں رقعہ بھیجا جس میں یہ شعر بھی درج تھا

عشق آورد جاگرفت اندر رگ و پوست　　تا کرد مرا تہی و پر کرد ز دوست

آپنے اس رقعہ کا یہ مختصر مگر جامع جواب تحریر فرمایا:۔

۱؎ مقاصد العارفین ۱۲

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

پرستندہ توحید جاہل است ، دانندہ توحید مشرک ، گویندۂ توحید کافر بس لاچار برین باعی اکتفا نودہ

زیں قصہ مجال دم زدن نیست / جز سوختن و فنا شدن نیست
کاریست قوی ز خود بریدن / خود را بلقا ، محض دیدن

آپکے ذاتی فضائل وکمالات' علو نسب وخاندانی وجاہت کے سبب شہر کے باشندے نزاعی معاملات بھی بعض اوقات آپسے رجوع کرتے اور آپکے فیصلہ کو بخوشی منظور کرتے بعض ایسی دستاویزت بھی خاکسار مولف کے پاس ہیں جن میں نام نامی ان الفاظ کے ساتھ تحریر ہے +

"سیادت ونقابت پناہ صفوت ونجابت دستگاہ میراں سید عبدالحکیم جیو"

مگر آپ جب کبھی دستاویزات پر دستخط ثبت فرماتے "فقیر عبدالحکیم" ہی لکھتے. شاہ قیام الدین محمد کے جدامجد شیخ نور محمد کو جو سنبھل میں معزز عہدہ دار تھے آپسے ارادت تھی وہ آپکے مرید باخلاص بھی تھے. انکے موسومہ ایک رقعہ جو آپ ہی کے دست خاص کا تحریر کردہ ہے' خاکسار مولف کو دستیاب ہوا ہے. یہ تحریر چونکہ ایک جلیل القدر بزرگ کے دست مبارک کی ہے تبرک اور قابلقدر ہے. اس اعتبار سے اس کا نقل کرنا یہاں نامناسب نہوگا +

ایزد متعال

محب من صادق العقیدہ والاخلاص محب الغفار میاں نور محمد جیو را. از فقیر عبدالحکیم دعا بسلام خیرانجام آنکہ احوال کرم موجب حمد ورضا است وسلامتی دوستان مطلوب مقصود است برخورداری محمد شاکر شیخ[1] مراسلہ در عین انتظاری بحضور رسید بسیار خاطر خوش گردید یقین است تادریافت دو کلمہ سلامتی خود منویساں باشند کہ باعث جمعیت انجانب است والسلام"

---

[1] یعنی شیخ محمد شاکر خلف شیخ نور محمد مذکور ۱۲

از جانب شیخ محمد عارف[۱] دعا و سلام برسد۔ از جانب حاجی منصور و جمیع فقراء دعا و سلام برسد"

وصال سے چند روز پیشتر پیر و مرشد کی طرح احباب متعقدین کو خطوط بھجوائے کہ سفر آخرت کا وقت آپہنچا ملاقات کرجاؤ۔ دوست احباب آئے ہر ایک سے معانقہ فرمایا اسکے بعد آپ پر سکر کی ایک قوی کیفیت طاری ہوئی۔ عالم تحیر میں آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت نماز کا وقت ہے سُنکر تبسم کیا اور فرمایا کہ نماز اصلی یہ ہی جو حالت ہم پر طاری ہے۔ سچ ہے ؎

نماز زاہداں سجدہ سجود است نماز عارفاں ترک وجود است

آپ کی آخری حالت دیکھکر دوستوں پر رقت طاری ہوگئی فرمانے لگے روتے کیوں ہو، اس جہان فانی کی زندگی اصلی زندگی نہیں۔ موت کے بعد حقیقی زندگی شروع ہوتی ہے۔ موت بھی ایک تغیر ہے اور تغیر و تبدیلی تو ہر وقت ہوتی رہتی ہے ؎

گر جاں رفت در عشق تو گو رو تو باقی ماند کہ مارا با تو کار ہست

مرض الموت میں کوئی دوا استعمال نہ فرمائی طبیب اور تیمار دار اصرار کرتے مگر آپ یہی فرمادیتے کہ اب ہم پر دوسری حالت طاری ہے۔ اسی حالت میں ۲۲ ذی الحجہ یوم جمعہ ۱۰۱۱ھ[۲] کو عالم قدس کی جانب کوچ فرمایا اور اپنے پیر و مرشد کے بائیں مزار شیخ میں مدفون ہوئے۔ سید کمال متوطن اسرار یہ نے قطعات تاریخ وفات کہی ؎

سیدکہ براہ فقر برجا بود در زمرۂ ارباب وفا یکتا بود

سال فوتش مطابق واقعہ بین ہاتف گفت کہ خادم الفقرا بود

دیگر

آں عبدالحکیم سید پاک نہاد کیمرو حق پائے وفا نیک نہاد

---

[۱] یعنی شیخ محمد عارف بن شیخ فیض اللہ علوی برادر زادہ حضرت شیخ عبدالمجید علوی رح

[۲] صاحب مقاصد العارفین نے سنہ وفات ۱۰۱۱ھ تحریر کیا ہے۔

بگذشت بیست و ہفتم ذی الحجہ درجمعہ از سال ہزار و ہفتاد

آپکے مرید شیخ نور محمد بن شیخ گدائی نے مرقد منور پر خوبصورت روضہ تعمیر کرایا[۱] جواب جابجا شکستہ ہوگیا ہے حضرت کے خاندان کے اکثر و بیشتر افراد اب شیعی مذہب ہیں چند اشخاص لبتہ آبائی اور قدیم مذہب اہلسنت وجماعت پر قایم ہیں ان میں سید مختار حسین شاہ چشتی خلف سید نذر حسین بن سید فضل حسین بن سید بخش اللہ نبیرہ سید سعید خاں مذکور حنفی مذہب صوفی مشرب سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حافظ کرامت خان رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ ہیں سالہا سال اپنے جد بزرگوار حضرت سید شرف الدین شاہ ولایت کی درگاہ میں جیہ پشی کرتے رہے شیخ گلزار علی قوم کلال نے ان ایام میں مبلغ صہ ماہواران کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا جو شیخ موصوف کی حین حیات برابر ملتا رہا اب تقریبا میں سال ہیروہ نپتکے مرید ہیں کثیر ہیں ہیں انکے چار فرزند سید فدا حسین و سید تفضل حسین و سید تفضل حسن و سید منور حسین ہیں سنی حنفی ہیں سید ظہیر حسن مالک دار الفلاح سیوہارہ دانع دہلی انکے داماد ہیں ۔

آپکے نہ کوئی اولاد تھی اور نہ آپکے نسل چلی غالبا اسی وجہ سے خاندانی شجرہ نسب میں بھی آپکا نام ترک ہوگیا ہے زمانہ حال میں بعض اشخاص جو آپکے ہمنام شیخ عبد الحکیم بن شیخ سعد اللہ کی اولاد اور دارڑی کے لقب سے مشہور ہیں اپنے کو آپکی ورثہ ظاہر کرنے لگے ہیں مفصل بحث کیلئے ملاحظہ ہو ضمیمہ

۲۴۳۔ شاہ غوث عالم

برادر حقیقی شاہ مخدوم عالم خوش خلق حلیم و بردبار متقی و پرہیزگار مزاج میں فروتنی اور انکسار کا مادہ بہت تھا جب کبھی کسی دستاویز پر دستخط ثبت فرماتے تو اپنا نام نہ لکھتے صرف "فقیر غوثی شطاری" پر اکتفا کرتے ۔ مہر پر بھی "خادم الفقرا" کندہ تھا ۔

---

[۱] جن اشخاص روضہ کی تعمیر کو رستم خاں دکنی کی جانب منسوب کرتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ یہ خاں وہ رستم خاں ہے جو سنبھل وغیرہ کے فوجدار تھے تقریبا چالیس برس پہلے سنہ میں جنگ سموگڈھ میں مقتول ہو چکے تھے ۱۲

اپنے عہد کے مشاہیر عمائدین میں سے تھے، اہل شہر کی متعدد دستاویزات

آپ کی مہریں ثبت ہیں دستخط بھی اکثر کاغذات پر ملتے ہیں۔

انکے زمانۂ حیات میں حضرت شاہ آبن کے عرس کے موقع پر بیرونجات سے مریدین و معتقدین اور فقراء و مشائخ کا بہت کچھ ہجوم ہوتا، پانچ شبانہ روز اژدہام رہتا، شاہ صاحب ہر شخص کی ضروریات کا نفس نفیس اہتمام کرتے، بعض بے دستانی سے بھی پیش آتے مگر یہ حلیم اور بردبار بزرگ ہر شخص سے بخندہ پیشانی برتاؤ کرتے اور سب کی حاجت روائی فرماتے، صاحب اسرار جو اس زمانہ میں تقریبًا ہر سال سنبھل عرس کی شرکت کے لیے، مردہ آتے شاہ غوث عالم کے تحمل و انکسار کے واقعات اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:-

و آں غوث عالم امروز در خدمت فقراء و غرباء و اکابر و اصاغر کمر بستہ و مستعد ایستادہ است و صفت بردباری و خاکساری شے زیادہ از آں است چناں کہ بیقیدانے کہ اندریں زمانہ شائع اند جابجا از ریش می کشند و دشنام قبیح صریح بوے مید ہند و وے ازیں کارہا تنگدل نمی شود بلکہ خوش وقت تر بری آید۔[۵]	اور وہ غوث عالم آجکل فقراء و غرباء اور چھوٹے بڑے شخص کی خدمت کے لیے کمربستہ و مستعد رہتے ہیں حلم و بردباری اور خاکساری کی صفت اُن میں اس درجہ بڑھی ہوئی ہو کہ بے قید لوگ جو اس زمانہ میں بکثرت ہیں اُن کی عبا کھینچ لیتے ہیں اور قبیح گالیاں دیتے ہیں لیکن وہ اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتے بلکہ اور زیادہ خوشوقت ہوتے ہیں۔

اسکے بعد اس منظر کو جو فقرا کی بیقید جماعت کے طرز عمل سے اکثر انہیں دیکھنے کا موقع ملتا تھا صاحب اسرار نے تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے جسے انہی کے الفاظ میں سنیے فرماتے ہیں کہ:-

روزے من دیدم در ہنگامہ عرس شیخ آبن کہ ہزارہا فقراء	حضرت شیخ آبن کے ہنگامہ عرس میں جبکہ ہزارہا فقراء درویش

[۵] اسرار یہ قلمی ۱۲

درویشاں وخلفا ومریداں ومعتقدان ایشاں جمع میشوند
وآں جماعت بہ ہجوم کثیر وجم غفیر پنج شبانہ روز چہ سرود خوش
وقت داشت وچہ مجالس ودلکشے ووے را داعی شاہ غوث
عالم را جمعے بیقیداں کشاں کشاں بابرہنہ می برند ووے
خود را بطور شاں سپردہ ہمی رود من گفتم شیخا! بکارے و
خدمتے کہ ترا می برند مرا فرمائی واز چنگ آنہا خلاص شو گفت
نہ من کار اینہا را نیک می سازم پس من بآں جماعت گفتم
کہ وے را بگذارید وآں کار را از من خواہید گفتند نے ما وے
را بدکان خمارے می بریم وی فروشیم وی خریدیم وی خواہیم
آخر بگذاشتند وبردند وکار خود را بجا کردند من ویارانے
کہ بامن بودند ودیگر نظارگیان حیراں شدند چہ این چنین
تحمل از دیگرے صورت نہ بندد ومن بآں جماعت این
دو بیت گفتم ؎

اور معتقدین ومرید حضرت کے جمع ہوتے ہیں اور یہ جماعت
ایک جم غفیر اور بڑے بھاری ہجوم کے ساتھ پانچ دن تک
روز وشب مجالس دلکش وسماع خوش وقت میں رہتے
ہیں میں نے ایک روز دیکھا کہ مفسدوں کی جماعت آپ کو شاہ
غوث عالم کو کشاں کشاں بابرہنہ لیے جا رہے ہیں
اور وہ اپنے آپ کو انکے حوالے کیے ہوئے چلے جا رہے
ہیں میں نے عرض کی حضرت جس کام وخدمت کے لیے وہ آپکو لیجا رہے
ہیں مجھے فرمایئے اور آپ انکا و حاصل کیجئے فرمایا نہیں میں ہی
انکا کام اچھا کرسکوں گا پھر میں نے اس گروہ سے کہا کہ انہیں چھوڑ
دو اور وہ کام مجھ سے لو جواب دیا کہ ہم انہیں شراب فروش کی دکان
پرلے جا رہے ہیں انہیں فروخت کرینگے اور شراب خریدینگے
آخر نہ چھوڑا لے گئے اور اپنا مدعا پورا کیا میں اور جو لوگ میرے
ساتھ تھے اور دوسرے دیکھنے والے حیران ہوگئے کہ اللہ اللہ ایسا تحمل
وبردباری کسی اور سے ممکن نہیں ہو سکتی اور میں نے اس گروہ کے متعلق
یہ دو شعر کہے ؎

این مخدگان کہ سر برافراشتہ اند — خود را بخودی موحد انگاشتہ اند
بیقیدی شان غرور وشر وحرص وطمع — جز قید بروت وریش بگذاشتہ اند

آپ خانوادہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار سے مرید ومجاز ہونیکے علاوہ خاندان قادریہ میں حضرت سید حاجی صابر چشتی[1] کے مرید وخلیفہ اور صاحب اجازہ تھے سلسلہ قادریہ میں بھی لوگوں کو بیعت فرمایا شاہ مقصود محمد غوث پیرنجا را سلسلہ قادریہ میں آپکے خلیفہ تھے پیر عزیز القدر عرف پیرجیون سے

۱؎ حضرت سید حاجی صابر مرید وخلیفہ سید ابدال حسنی جنکا سلسلہ بیعت ابو محمد گیارہ واسطوں سے حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی تک منتہی ہوتا ہے ۱۲

اپنے اوراد وظائف کی بیاض میں اپنا سلسلہ اس طرح تحریر کیا ہے:

"آلٰہی بحرمت راز و نیاز سید السادات شاہ اسد اللہ سید السادات شاہ ہدایت اللہ سید السادات سید مقصود محمد عرف پیر بنجارہ سید السادات حضرت غوث عالم رضی اللہ عنہ سید السادات حضرت سید حاجی صابر چشتی الی آخرہ"

طویل عمر پاکر تقریباً ۱۱۰۹ھ میں رحلت فرمائی آپکے فرزند ارشد شاہ مبارک علی بھی صاحب صلاح و تقویٰ بزرگ تھے مہر کا سجع یہ تھا:

مبارک علی یافت از غوث مایۂ نور چو شاہ ابن مانند ماہ بست ظہور

۱۱۶۰ھ کے بعد تک آپ بقید حیات تھے تقریباً سو سال کی عمر ہوئی آپکے صاحبزادے شاہ کرم علی صاحب نسبت و صاحب بیعت بزرگ تھے ان کے دوسرے بھائی سید خواجہ محمد حسن مشاہیر عہد سے تھے ترک تجرید میں عمر بسر کی سلسلہ بیعت جاری تھا نواح بجنور میں انکے مریدین و معتقدین کی بڑی تعداد تھی شادی نہیں کی موضع کھیتری پرگنہ سہوارہ میں دو صد بیگہ اراضی بطور مدد معاش بذریعہ فرمان عالمگیری مورخہ ۱۰۷۰ھ انکو عطا ہوئی بموجب پروانہ مہری نواب نامدار خاں مورخہ ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲ جلوس عالمگیری اس کی چک بندی ہوئی پروانہ مذکور میں آپکا نام بدیں طریق تحریر ہے:-

"سیادت مآب خواجہ سید محمد حسن نبیرہ حضرت شاہ ابن" ۸ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ ہجری کو جو بادشاہ فرخ سیر کا یوم وفات ہے آپنے امروہہ میں وصال فرمایا۔ ملک مذکور کی مالک عرصہ دراز تک آپکے بھائی شاہ کرم علی کی اولاد رہی جسکے تصحیحہ نام سید قایم علی و سید اشرف علی پیرزادہ موجود اور خاکسار مولف کی نظر سے گذرے ہیں تقریباً سو سال سے زیادہ تک آپکی اولاد میں سلسلہ مشیخت قایم رہا آخر میں حاجی مظہر حسین بن پیر قادر علی بن پیر دولت علی بن پیر دلاور علی بن شاہ کرم علی مذکور عابد و زاہد اور نہایت متقی و متورع بزرگ تھے سو سال کے قریب عمر ہوئی کوئی اولاد ذکور نہیں چھوڑی انکے بعد سے اس خاندان میں نہ وہ اوصاف باقی رہے جن سے مخلوق کو گرویدگی ہوتی اور نہ مخدوم و شیخ

سبنے کی اہلیت رفتہ رفتہ وہ مرجعیت بھی جاتی رہی نام کے لحاظ سے تو مخدوم عالم اور غوث عالم اب بھی موجود ہیں۔ اور انکے بعد حضرت شاہ غوث عالم کی نسل کا بھی خاتمہ ہو۔

آپکے اولاد کے تفصیلی ناموں کیلئے ملاحظہ ہو شجرہ ضمیمہ جات انساب

۴۴۔ شیخ جان محمدؒ

سلسلہ قادریہ میں شیخ عبداللہؒ کے مرید اور شیخ صالح ملتانی کے فیض یافتہ تھے۔ امروہہ میں حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کی انہوں نے ہی بنیاد ڈالی ہر سال دھوم دھام سے عرس کرتے۔ صاحب اسراریہ کا بیان ہو کہ:۔

"شیخ جان محمد در امروہہ جائے خوشش دارد و آستانہ دلکش با فقرا مدار او رزو چند سال است کہ عرس غوث اعظم می کند۔ اجتماع فقرا خوش تری شود و سرود خوش تر"[۱۵]

املاک مدد معاش من ابتدائے سنہ ۱۰۵۴ھ نسل سلطنت مقرر تھی۔ عہد شاہجہانی میں وفات پائی متصل درگاہ شاہ عبداللہ جوگ مدفون ہوئے۔ شاہ امان اللہ درویش بن آدم درویش انکے مزار کے بھی خدام سے تھے وہی اراضی مدد معاش پر قابض و متصرف ہوئے۔

۴۵۔ سید عصمت اللہؒ

خلف اکبر سید محمود بن سید اشرف دانشمند عہد شاہجہانی کے خدا رسیدہ اور صاحب نسبت بزرگ تھے علوم ظاہری و باطنی کا سرمایہ پدر بزرگوار اور نیز اپنے نانا تاج العارفین شیخ تاج الدین سنبھلی ورثہ میں پایا

---

۱۵ شیخ جان محمد کے خاندان اور نسب کا حال تحقیق نہو سکا بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید حضرت شاہ ابن بدر چشتی قدس سرہ کی اولاد سے تھے دستاویزات پرانی کے استنباط اس طرح ثابت ہیں شیخ جان محمد بن شیخ سلطان محمد بن شاہ کبیر محمد بن شاہ احمد خلف حضرت شاہ ابنؒ، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲

زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے۔ انکے ماموں شیخ محمد حارث اور شیخ محمد مفادبھی کاملین وقت
ہیں سے تھے ان کی صحبت سے بھی بہرہ وافر حاصل کیا۔ عابد زاہد متقی پرہیزگار تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔
صاحب ہمارے نے سید عصمت اللہ کے خواب انہی کی روایت سے نقل کیے ہیں ایک خواب کا مفاد
یہ ہے کہ محض شرافت نبی انسان کے لیے نہ دنیا میں باعث عز وافتخار ہے نہ آخرت میں مفید اور موجب
نجات۔ بلکہ جو چیز باعث فضیلت وعظمت ہے وہ انسان کے ذاتی فضائل علم وتقویٰ مجاہدات وریاضات
ہیں نسب اور نسب پر غرور بیکار رہے ؎

امتیاز شرف آدمیاں از حسب است ۔۔۔ ورنہ تحقیق نسب آدم وحوا کافی ست

اس خواب کا خلاصہ محض اس غرض سے یہاں نقل ہوتا ہے کہ امروہہ کے سادات وشرفا جنکا آج
سب سے بڑا سرمایہ نازش بزرگوں کی استخواں فروشی رگیا ہے اس سے سبق لیں اور اکتساب فضائل
ذاتی کی طرف متوجہ ہوں ۔

صاحب ہمارے کہتے ہیں کہ سید عصمت اللہ نے فرمایا کہ "ایکمرتبہ میں ایسا بیمار ہوا کہ مجھے کچھ ہوش نہ تھا
خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک صحرا لق ودق میں ہوں جہاں کوئی انسان نظر نہیں آتا مجھے تشنگی کا
غلبہ ہوا ناگاہ ایک شخص نے آکر پانی پلایا پانی پیکر تسکین ہوئی اور میں بادی کی تلاش میں ادھر ادھر
پھرنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت عالیشان صاف شفاف چبوترہ ہے جس پر صدہا رسیاں طناب
کے مانند آسمان تک کھچی ہوئی ہیں میں اس پر غور کر رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ ایک دوسرا شخص نمودار ہوا
میں نے اسکو سلام کرکے ان رسیوں کے متعلق دریافت کیا اس نے بتایا کہ یہ یہاں مختلف مشائخ کے سلسلے
ہیں یہ سلسلہ نقشبندیہ ہے یہ قادریہ ہے یہ چشتیہ ہے الیٰ غیر ذلک۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ سادات کا
بھی کوئی سلسلہ انہیں ہے؟ اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا دکھلایئے اسنے مجھے بکثرت ملے جن میں کچھ ایسے
بعض موٹی اور بعض بہت باریک جنمیں بین فرق تھا۔ میں نے پوچھا کہ میری سیادت کا سلسلہ کونسا ہے؟
اسنے ایک باریک سی رسی دکھلائی اور کہا کہ یہ تمہارا سلسلہ ہے۔ میں نے متعجبانہ لہجہ میں پوچھا کہ کیا یہی

ہی۔ نیا تک پہنچتی ہے؟ کہا! ہاں کیوں کہ بلحاظ نسب سب برابر ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر انہیں باہم یہ بیّن تفاوت کیوں ہے؟ اُسنے جواب دیا کہ:۔

"از راہ عمل و تقویٰ و مجاہدہ است۔ شما ہم ایں اعمال بجا آرید ایں طناب قوت بگیرد"۔

ابتداءً انکا زیادہ قیام سنبھل میں رہا۔ وہاں مدد معاش کیلئے بموجب فرمان عالیشان شاہجہاں بادشاہ مورخہ ۲۴ رمضان ۱۰۵۳ھ ۱۲۵ بیگہ زمین موضع طوفاپور پرگنہ حویلی سنبھل میں عطا ہوئی تھی۔ ابتدائے عہد عالمگیری میں وفات پائی۔ تین فرزند سید رحمت اللہ، سید عزت اللہ اور سید شیخ رفیق یادگار چھوڑے آخر الذکر دو بیٹے غیر معقب ہیں۔ سید رحمت اللہ کثیر الاولاد تھے۔ اُنکے سید برکت اللہ، سید قدرت اللہ، سید محمد فیاض، سید تاج محمود خان، سید علی اشرف اور سید حمید اللہ چھ بیٹے ہوئے اوّل الذکر دو لاولد گئے۔ باقی چاروں بھائیوں کی نسل میں محلہ دانشمندان کے سادات ہیں۔

۲۶۔ سید حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ

سید محمود بن سید اشرف دانشمند کے فرزند اصغر اور شیخ تاج الدین سنبھلی کے نواسے صاحب ذوق وسماع سلسلہ قادریہ چشتیہ کے صاحب حال بزرگ تھے۔ سید عبد الحکیم سے استفاضہ کیا تھا۔ صاحب اسراریہ تعلقات یگانگت تھی وہ لکھتے ہیں کہ:۔

من سید حاجی محمد را بسیار دیدہ ام و آشنا نیک بامروت و دوست بود۔ مشتے زخم بسینۂ ظاہر شد پرسیدند ایں چیست؟ گفت اہل غیب در واقعہ سینہ مرا شگافتند و زہرہ برآوردہ صاف کردہ بازبجائش نہادند[۱]	میں نے سید حاجی محمد کو بارہا دیکھا ہے بامروت دوست تھے ایکبار انکے سینہ پر ایک زخم ہو گیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا کہ خواب میں اہل غیب نے میرا سینہ چاک کیا اور زہرہ نکالکر، دسے صاف کیا اور پھر اس کی جگہ رکھدیا۔

اپنے یہاں سلسلہ بیعت جاری کیا تھا مرید بھی کرتے تھے۔ اُنکے ایک مرید سید قطب الدین کا بیان ذکر

---

[۱] اسراریہ قلمی۔

درادائل بسید حاجی محمد امروہوی بیعت کردم وصحبت داشتم وشغل پاس انفاس گرفتم ذکر جہر بودم در طریقۂ قادریہ ومراقبہ توحید درزیدم وپس ازآں گاہ گاہ غیبتے مرا روی میداد وازاں متوہم بودم چوں سید شنید گفت فنا ہمیں ست وتمامی سلوک ایں کہ از علم تو خطرۂ غیر برطرف شود وفنائے فنا آنکہ شعور حق نماند۔[1]

ابتدا میں سید حاجی محمد امروہوی سے بیعت کی اور ان کی صحبت میں طریقہ قادریہ کے مطابق شغل پاس انفاس ذکر جہر، ورمراقبہ توحید کرتا رہا اسکے بعد کبھی کبھی مجھپر ایک غیبت طاری ہونے لگی جس کی وجہ سے مجھے توہم پیدا ہوا جب سید موصوف نے سنا تو فرمایا فنا یہی ہے اور پورا سلوک یہ ہے کہ تیرے دل سے غیر کا خطرہ نکلجائے اور فنا فنا یہی ہے کہ شعور حق نہ رہے

سنہ ۱۰۶۲ھ میں لاولد انتقال کیا۔ مزار محلہ دانشمندان کی مسجد میں واقع ہے۔

۳۷۔ شاہ مسکین رح

آپ بھی ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے گمنامی کی نیکنامی پسند فرمائی۔ ۱۱۵۱ھ کی ایک تاریخ ہبہ نامہ اقراری سید خادم علی و سید محمد علی و سید امانت علی پسران سید مبارک علی بن سید آجیالہ ومسماۃ بخت گمان بنت سید مبارک علی مذکور سے صرف اتنا پتہ چلتاہے کہ گیارہویں صدی ہجری میں آپکا مقبرہ موجود تہا جس کی کچھ اراضی مقرین مذکورین نے "موازی ہفصد دو درعہ زمین مقبرہ شاہ مسکین" کو جوحدود اربعہ ذیل سے محدود تھی۔

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
حد دیوار پختہ محل بی بی منجھو	حد زمین سید صمصام علی مذکور	حد زمین سید روشن علی	کوچہ نافذہ

حاجی احمد بن شیخ بدہو اور محمد فرید بن محمد داؤد بن محمد محمود خادمان مقبرہ شاہ مسکین کو ہبہ کی۔

۳۶۔ نتھو شاہ رح

آپ امروہہ کے ان قدیم بزرگوں میں ہیں۔ جن کا صرف آخری نشان تو ابتک باقی ہے اور در

---

[1] اسراریہ قلمی ۱۲

نام بے نام ہو گیا مزار شہر سے جانب جنوب ایک ڈیریا کے کنارے ہے جو آپ ہی کے عرف سے "نتھو والی" مشہور و معروف ہے۔ قدیم زمانہ میں یہاں حضرت شاہ ولایتؒ کی اولاد میں ایک خاندان سادات کی سکونت بھی تھی[1] غالباً اس زمانہ میں مزار گلزار اور خانقاہ آباد ہو گی۔ مزار کی چار دیواری شکستہ ہے لیکن تعمیر کی نفاست آج بھی اس عقیدت کا پتہ دے رہی ہے جو تعمیر کرنے والوں کے دل میں تھی۔

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ۔۔۔ آثار پدید است صنادید عجم را

۴۷۔ منعم شاہ

آپ نے بھی ناموری کے مقابلہ میں گمنامی کی رفیع الشانی پسند فرمائی۔ مزار سید نتھو شاہ کے مزار سے جانب جنوب ایک باغ میں ہے۔ آپ کے ہمنام سید عبدالمنعم منصبدار عہد شاہجہانی کا حظیرہ بھی اسی نوح میں آپ کے مزار سے جانب غرب واقع ہے جو اپنی موجودہ حالت میں عبرت کا مرقع ہے۔

۴۸۔ عارف باللہ شیخ فیض اللہ علویؒ

برادر حقیقی خلیفہ و سجادہ نشین حضرت شیخ عبدالمجید علویؒ۔ نیک خصال و جامع کمالات تھے قیل و قال ترک کر کے صاحب حال ہوئے۔

آپ کے حالات کے سلسلہ میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات آپ کے مکان میں، جو کنارہ آبادی واقع تھا چور ڈاکو گھس آئے۔ آپ کو جب آہٹ معلوم ہوئی۔ مسلح ڈاکوؤں کے سامنے تن تنہا اور نہتے چلے گئے۔ ڈاکوؤں نے انہیں آتا دیکھ کر بآواز بلند پوچھا کون؟ انہوں نے اپنا نام بتایا۔ نام سنکر ڈاکوؤں نے کہا کہ اے شیخ! تم ہمارے سامنے اس طرح اکیلے اور نہتے کیسے چلے آئے؟ آپ نے فرمایا کہ یہاں ہو

---

[1] کچھ عرصہ جدید خاندان محلہ چاہ خوری یعنی مقام جہاں گوندنی کے درخت تھے سکن گزیں گوندنی والے سید مشہور ہے جو غالباً سید نتھو انہی کے اجداد میں صاحب حال بزرگ تھے، دیریہ کاغذات میں انکا نام ملتا ہے مگر پورے حال معلوم نہ ہو سکا

ہیں تم سے لڑنے بھڑنے تو آیا نہیں میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ جو کچھ مجھ سے بن پڑے تم صاحبوں کی خدمت کروں اگر مال و متاع چاہتے ہو تو جو کچھ سامان جنس وغیرہ کا فقیر کے یہاں موجود ہے وہ حاضر ہے اور اگر میری جان کے خواہاں ہو تو میں خود بھی تمہارے سامنے موجود ہوں مجھے اس کا خیال ہے کہ تم سب ایک اُمید لیکر میرے یہاں آئے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے مقصد میں ناکام ہو کر میرے در سے محروم جاؤ ۔

اللہ اللہ ایں چہ فضل است و کرم — مجرماں را ساخت لطفش محترم

ڈاکوؤں کے دل پر ان کی اس تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ اپنے جرم کی ان سے معافی چاہی اور سخت نادم ہو کر کہنے لگے کہ اے شیخ آپ کے ایک دشمن نے بامید انعام ہمیں اس امر پر مامور کیا تھا کہ آپ کو قتل کر دیں لیکن جب ہماری نظر آپ کے چہرہ پر پڑی ہمارے دلوں میں آپ کی نیکی اور بزرگی کا اثر پیدا ہوا خدارا ہمیں معاف کیجیے۔ بالآخر ڈاکوؤں نے اپنا پیشہ ترک کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔

۷ جمادی الاول [illegible] میں وفات پائی اور اپنے بھائی اور مرشد کے پائیں مزار مدفون ہوئے افسوس ہے کہ اب اس بزرگ کے مزار کی اینٹیں بھی منتشر ہو گئیں ۔

سجادگی کا سلسلہ تقریباً ایک صدی تک آپ کی نسل میں جاری رہا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد عارف سجادہ نشین ہوئے اور ان کے بعد ان کے فرزند شیخ فضل اللہ۔ ان کے دو فرزند تھے شیخ محمد افضل اور شیخ محمد فتح یہ دونوں بھائی ۱۱۵۰ھ تک حیات تھے۔ شیخ عبدالمجید علوی کے تیسرے بھائی شیخ فتح اللہ[1] تھے۔ ان کے ایک فرزند شیخ نور محمد ہوئے جو بموجب سند شیخ عصمت اللہ حاکم ضلع مدد معاش میں روزینہ از سائر محصول چبوترہ کوتوالی امروہہ مقرر تھا۔ آپ کی ایک دختر مسماۃ آفتاب دولت حضرت شاہ محمدی کے عقد میں آئیں اور دوسری شاہ حامد جعفری کی زوجہ تھیں ۔

---

[1] مولف تجرۃ التواریخ نے قلت سرمایہ و عدم تجسس حالات کی بنا پر حضرت شاہ عبدالمجید کے تیسرے بھائی شیخ فتح اللہ کا ذکر نہیں کیا نیز اس خاندان کے نسبی حالات میں بھی متعدد غلطیاں کی ہیں ۱۲

- سید معروف علویؒ
  - حضرت شیخ عبدالمجید علوی — لاولد
  - شیخ فیض اللہ
    - شیخ محمد عارف
      - شیخ فضل اللہ
        - شیخ محمد فضل
        - محمد واسع
    - زوجہ شاہ محمدی زاہد
    - دختر زوجہ شاہ عابد جعفری
  - شیخ فتح اللہ
    - نور محمد
    - شاہ لطف اللہ مرادآبادی
      - شاہ حسن رضا(؟)

۲۹- شیخ فاضل محمد معروف بہ شاہ الونیا فاضلؒ

بن شیخ عبداللہ قطب الاقطاب شیخ عبدالمجید علویؒ کے مرید اور خلیفہ درشتیں صاحب حال اور صاحب صلاح و تقوی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ سال تک نمک نہیں چکھا اسی وجہ سے "الونیا فاضل" مشہور ہوگئے

"در شلئے ریاضت تا دوازدہ سال نمک کہ بہ ہندی لون گویند نہ خوردہ لطف آں "بالونیا فاضل" شہرت یافتہ"[1]

وجد و سماع سے بھی ذوق تھا، ایک مرتبہ ایک سادہ شعر موزوں کرکے قوال کو یاد کرادیا سننے اور بیتابانہ وجد کرتے۔ وہ شعر یہ تھا ؎

از قضا غافل شو تو یک زماں　　　تا بیابی دردلت حق را نشاں

محلہ مولانا میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو انکے نام سے مسجد الونیا فاضل مشہور ہے عہد عالمگیری میں اس مسجد کے مصارف کے لئے پنج تنکہ مرادی بلاقصور یومیہ محصول پرگنہ امروہہ سے مقرر تھے۔ فرمان کی نقل تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

بتاریخ روز پنجشنبہ بست و دوم شہر جمادی الاول سنہ جلوس مقدس موافق ۱۰۸۹ ہجری مطابق آذرماہ برسالہ صدارت و فضیلت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت شاہنشاہی صدر رفیع القدر عابد خاں و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ جہال . .

[1] اسرار رحیمی ۱۲

ابو منصور قلمی می گردد کہ حکم جہانمطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع صادر شد کہ مبلغ پنج تنکہ مرادی بلاقصور یومیہ از محصول پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل مضاف صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد در وجہ مدد معاش مذمۃ مسجد شیخ فاضل محمد کہ در قصبہ مذکور واقع ست بشرط خدمات وصرف فرش و روشنائی آں مسجد مرحمت فرمودیم واگر محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند واقع ۲۰ ربیع الثانی سنہ مطابق تصدیق نگارش یافت ۔

مہر ابو المنصور صدر الصدور

بادشاہ عالمگیر

سنہ وفات معلوم نہو سکا[1]

۴۰۔ شاہ علاول چشتی قدس سرہٗ

عالم ربانی دانائے غوامض معانی نسباً سید حسینی سید علاء الدین نام شاہ علاول لقب مشائخ متاخرین میں کامل وقت اور قوی النسبت بزرگ تھے۔ حضرت شیخ عبدالمجید علویؒ سے سالہا سال اکتساب فیض کیا خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بعد وصال پیر و مرشد عمدۃ الواصلین سید عبدالحکیمؒ سے بھی فیض صحبت پایا۔ مسکین گوشہ نشین نیاز گداز آرزو دشمن بزرگ تھے علائق دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھتے تمام شب مراقبہ میں گذار دیتے۔ پیر و مرشد کے شیدا اور عاشق تھے۔ انکے وصال کے بعد تعلقات دنیاوی ترک کرکے مزار مرشد پر معتکف ہو بیٹھے اور روضہ کے قریب ہی دھونی رمائی۔

آپکے متعلق یہ روایت ہے کہ ایکمرتبہ امساک باراں سے مخلوق خدا پریشان تھی۔ نماز استسقا کے لیے عیدگاہ میں مجمع ہوا شاہ علاول ۔ روضہ حضرت شیخ عبدالمجید علویؒ کے قریب عیدگاہ سے متصل تھے

---

[1] شاہ ضیاء الدین ۱ عہد صاحب مرأۃ الانساب نے شیخ فاضل محمدؒ کو قطب الاقطاب شیخ عبدالمجید علویؒ کا برادر عمزاد بیان کیا ہے اور انکے والد کا نام محمد عارف لکھا ہے لیکن دستاویزات سے اس کی تائید نہیں ہوتی ۱۲

تھے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور بارش کے لیئے دعا فرمانے کی استدعا پیش کی آپ نے بھی حضرت ذوالنون مصری کی طرح جواب دیا کہ بھائیو! میں تو ایک بندہ گنہگار ہوں۔ میری یہ مجال کہاں کہ جناب باری میں کوئی استدعا پیش کر سکوں۔ تم صاحب فرماتے ہو کہ بارش نہ ہونے سے مخلوق خدا پر سختی ہے شاید یہ میرے ہی زشتی اعمال کا سبب ہے مجھ سے زیادہ اس بستی میں اور کون گنہ گار ہوگا۔ یہ کہکر گریہ و زاری کرنے لگے ۔

شنیدم کہ بر خلق و مورد واں — شود تنگ روزی بہ فعل بداں
دریں کشور اندیشہ کردم بسے — پریشاں تر از خود ندیدم کسے

وہ لوگ نماز کے لیئے عید گاہ گئے اور یہ اپنا مقام چھوڑ کر نجیراوں کے راستہ پر چل نکلے تھوڑی دور گئے ہونگے کہ وہ موسلادھار مینہ برسا کہ کسی طرح تھمنے میں نہیں آتا تھا۔ کچھ لوگ جو اس واقعہ سے مطلع تھے تلاش میں نکلے کئی کوس سے واپس لائے تو کثرت باراں سے نجات ملی +

سنہ میں دارالبقا کو کوچ فرمایا۔ مزار پر انوار، روضہ حضرت شیخ عبدالمجید علوی سے متصل جانب جنوب سڑک ایک قطعہ زمین میں واقع ہے جو شاہ علاؤل کے نام سے مشہور ہے خاکسار مؤلف کے جد امجد حضرت مولنا سید احمد علی شاہ عباسی قدس سرہ العزیز کو آپ کی روحانیت سے فیض حاصل تھا اسلیئے آپکے پہلو میں تدفین کی وصیت فرمائی چنانچہ حضرت جدی اپنے قدیم خاندانی قبرستان کے بجائے شاہ صاحب کے پہلو میں آسودہ ہیں اور اسی بنا پر حضرت والد ماجد مولوی علی محمد عباسی مرحوم و مغفور اور دوسرے عزیزوں کی قبور بھی یہیں ہیں +

حضرت شاہ علاؤل کا سلسلہ بیعت آپکے برادرزادہ شاہ یعقوب تک جاری رہا اسکے بعد منقطع ہو گیا اب اس نسل میں صرف ایک شخص میاں عبدالرحمن باقی ہیں ان کے بھی اولاد نرینہ نہیں ہے نام اللہ کا +

۴۱. شاہ گھاسی حجرہ نشین نور اللہ مرقدہٗ

حجرہ نشین عزلت گزین قناعت دوست جامع فضائل صوری و معنوی حضرت شاہ گھاسی قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالمجید علویؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد اپنے پیر بھائی عمدۃ الواصلین سیّد عبدالحکیم سے فیض صحبت پایا +

حجرہ نشینی و عزلت گزینی کا یہ عالم تھا کہ سوائے نماز جمعہ و عیدین یا زیارت مزار مرشد کے کبھی حجرہ سے قدم باہر نہ رکھا۔ اکثر اُسی میں کروا شغال اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ مثنوی مولانا رومؒ کا مطالعہ زیادہ فرماتے اور اس دریائے اسرار و معارف کے غواص تھے۔ شہر کے اکثر ذی علم مثنوی کے مطالب حل کرنے خدمتمیں حاضر ہوتے +

صبر و قناعت شیوہ اور متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصول تھا۔ متقی و متورع جامع کمالات تھے متعدد اشخاص کو فیضیاب کیا جس میں شیخ سلیم کنبوہ سنبھلی جو سنبھل کے صاحب کمال بزرگ ہوئے قابل ذکر ہیں۔ سیّد عبدالباری بن سید ابوالحسن و سید غلام علی بن سید عاقل نبیرگان سید محمد میر عدل کو آپسے خاص عقیدت تھی۔ پروانہ جات شاہی میں جنکے ذریعہ آراضیات و املاک مصارف کے لئے پیش کی گئیں نام نامی کے ساتھ جو الفاظ تحریر ہیں اُن سے آپکے مرتبہ کمال اور اس عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے جو آپکے معاصرین کو آپ کی ذات مستجمع الصفات کے ساتھ تھی۔ شاہی پروانوں میں جو خاکسار مؤلف کے پاس موجود ہیں یہ الفاظ عموماً درج ہیں" معدن صدق و صفا فضائل و کمالات آگاہ میاں شیخ گھاسی ہیں"۔ یہاں پر ایک پروانہ کی نقل درج کرتا ہوں جو آپکے ایک باغ کے متعلق ہے:۔

۱۰۸۱
غلام محمد عابد
دارد امید صفا

هو الغنی

متصدیان مہمات حال و استقبال معاملہ سنبھل بدانند کہ بموجب سند حضور پرنور
شجنت دشرفت پناہ محبت دستگاہ میاں شیخ غلام محی الدین بعنایت

باشند مخفی نماناد کہ مسموع افتاد کہ پناہ خادمان حقائق و معارف پناہ

فضائل وکمالات انتساب ذرّ دریائے حقیقت کاشف اسرار طریقت میاں شاہ گہاسی جیو در سواد
قصبۂ امروہہ در زمین املاک سید سلطان محمد کہ برضامندی خود بہ نذر او شان گذرانیده مقرر است
و یک قطعہ باغ متیخت و شرافت انتساب میاں شیخ پیر محمد در موضع نظام پور قرار یافته لہذا نگارش
می رود کہ از اظہار شخصے از باغتان مسطور ہیچ گونہ و ہیچ نوع مزاحم و معترض نگردند کہ رضامندی
اینجانب و سعادت ماست تحریر فی التاریخ در شہر رمضان المبارک ۱۰۹۵ھ

۱۹ رمضان المبارک ۱۰۹۹ھ کو منزل عقبیٰ طے فرمائی۔ میاں لی محمد بخشی نے جو آپ کے مرید ذی کمال تھے قطعہ تاریخ کہا ؎

اے دریغا کہ مرشد کامل — کرد رحلت بعالم مطلق
شیخ گھاسی کہ روز و شب بودے — در حضور خدائے مستغرق
داشت از فیض عام او ہر دم — شہر امروہہ مسکن و رونق
سال تاریخش از ولی بشنو — عاشق مصطفیٰ رسیدہ بہ حق

حضرت شاہ گھاسیؒ اہل وعیال کی بندشوں سے قطعاً آزاد تھے، تمام عمر مجردانہ و متوکلانہ بسر کی۔ ایک ہندو کو دائرۂ اسلام میں داخل کرکے عبدالسلام نام رکھا۔ اس کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ مبذول

۵۵ و سنادیز صورت حال مرقومہ ۱۰۸۴ھ نزد مولف این تحریر کہ شیخ عبدالسلام را حضرت شاہ گہاسی جیو مسلمان کردہ بجائے فرزند خود تربیت ساختہ آنچہ تعلقہ، روضہ و سرائے خود بود در حین حیات خود برضائے و رغبت مشار الیہ را ہبہ کردند و بخشیدند و مالک گردانیدند مشار الیہ مذبور تا بست سال در حین حیات حضرت شاہ جیو بر آن روضہ و سرائے تصرف مالکانہ داشت بعد وفات ایشان تا ہفت سال دیگر سوی الیہ قابض ماندہ بوقت ممات خود فقیر عبدالرشید را وصیت کرد کہ مرمت روضہ و سرائے مذکور و خدمت فقرای کردہ باشند و سلسلہ حضرت شاہ جیو جاری سازند و سجادگی حضرت بنشیند۔

محلہ توگزہ کے بعض اشخاص جو اپنے کو حضرت شاہ گہاسیؒ کی اولاد میں ظاہر کرتے ہیں خلاف واقعہ ہے۔ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی آپ کی بہن فیروز خاتون کے البتہ اولاد ہوئی جن میں بعض اشخاص محلہ توگزہ میں ساکن رہے

کی۔ خدا تعالیٰ نے بالآخر میاں عبدالسلام کو وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ حسب وصیت آپکے بعد انہوں نے مسند سجادگی کو رونق بخشی اور سات سال تک مخلوق کی رہنمائی کا فرض ادا کرکے ۱۱۸۱ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ میاں عبدالسلام کے بعد مولنا عبدالرشید عباسی جانشین ہوئے۔

حضرت شاہ گھاسیؒ کی حیات میں یعنی تقریباً ۱۱۵۰ھ میں اس مقام کے قریب جہاں روضہ منورہ واقع ہے، خانقاہ اور مدرسہ آباد ہوگئی تھی آپکے وصال کے بعد تقریباً ایکصدی تک یہاں خوب رونق رہی شاہ صاحبؒ کا قیام بھی آخر میں یہیں رہا۔ خدام و معتقدین کے قیام کے لیے کچھ مکانات بھی تعمیر کیے گئے تھے۔ لیکن اب نہ وہ خانقاہ اور مدرسہ باقی ہے اور نہ مکانات کا نام و نشان۔

۴۲۔ میاں ولی محمد نخشبی

بن شیخ ابو محمد نخشبی بن خواجہ پیر محمد نبیرہ خواجہ عبدالصمد بن مولنا شاہ عبدالملک حقانی بن مفتی محمود نخشبی ان کے پدر بزرگوار شیخ ابو محمد نخشبی شیخ عبدالعزیز نبیرہ حضرت شیخ بجو سنبھلی قدس اللہ اسرارہم کے مرید و خلیفہ اور رشتہ میں بھلانجے تھے۔ میاں ولی محمد نے علوم ظاہری و باطنی کا سرمایہ پدر بزرگوار سے حاصل کیا۔ حضرت شیخ عبدالمجید علویؒ سے نسبت بیعت درست کی لیکن زیادہ فیض صحبت حضرت شاہ گھاسیؒ سے پایا موزوں طبع تھے شعر کا بھی ذوق تھا خط بہت پاکیزہ تھا۔ آپکے قلم کی تحریرات خاکسار مولف کی نظر سے گذری ہیں اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ عبدالمجید علویؒ کی تاریخ وفات کا ایک قطعہ نظم کیا ہے جس میں حضرت شیخ کے خلفا کا بھی تذکرہ ہے ؎

خاتم اولیائے ذوالعرفاں — شیخ عبدالمجید قطب زماں
بود کامل خلیفہ شیخ نظام — شہر امروہہ داشت وطن و مقام
در حقیقت یگانہ بود و فرد — سر موئے خلاف شرع نہ کرد
عالم و عامل و مدقق بود — عارف و کامل و محقق بود

درمقامات واقف لاہوت	درکرامات کاشف جبروت
خارق او برون ز احصی بود	بر ہمہ خلق خوان نعما بود
چند کس را رسانده او بخدا	بعد او مہتدی شدند و ہدی
شیخ فیض اللہ جانشین بود	اخ نبی وہم رفت زہنش بود
بودش اوّل خلیفہ صافی	شاہ عبدالحکیم عارف جی
شیخ گھاسی خلیفۂ ثانی	عاشق مصطفےٰ بود فانی
کمترین خادماں درگاہش	دلی خستہ خاک درگاہش
چوں سفر کرد پیرما ز جہاں	بود ہزار و چہل و شش از ہجراں
سال تاریخ عارف آگاہ	قطب الاقطاب رفت سوئے الہ

سنہ ۱۰۴۶ھ

میاں صاحب کو مدد معاش میں دو صد بیگہ اراضی منجانب سلطنت اسلامی عطا ہوئی تھی خواجہ قطب الدین، خواجہ شہاب الدین، و خواجہ ضیاء الدین آپکے تین فرزند تھے۔ آخرالذکر دو بھائیوں کی نسل چند پشتوں کے بعد منقطع ہوگئی۔ خواجہ قطب الدین کے خواجہ عارف علی المخاطب بہ سید خیر اللہ خاں عہد محمد شاہی کے خطاب یافتہ یکہزاری ذات و دو سو سوار کے منصبدار صاحب عزو جاہ ہوئے۔ خواجہ موصوف بھی آبا و اجداد کی طرح سُنی المذہب حنفی کے اعتقاد تھے۔ ان کی نسل میں بعض اشخاص نے زمانہ آخر میں مذہب تشیع اختیار کیا مولوی آل حسن بخشی نے اپنے خاندان میں مذہب تشیع کے شروع ہونیکا کسی جگہ تذکرہ کیلئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:-

"بعضے بر مسلک قدیم اب و جد سنی اہل سنت و جماعت اند و بعضے مذہب اما میہ کرانہ عرصہ قریب دریں شہر رواج یافتہ پیدا زند۔"[۱]

سید خیر اللہ خاں کے چار فرزند ہوئے۔ سید صاحب علی و سید امانت علی، سید نجابت علی و

---

[۱] بحجتہ التواریخ ۱۲

ولایت علی اوّل الذکر دو بھائی غیر معقب ہیں۔ آخر الذکر دو بھائیوں کی اولاد موجود ہے جن میں سید
مختار احمد و سید مقبول احمد وغیرہ ساکنان محلہ بخشی ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو شجرہ خاندان بخشی۔

۴۳۔ مولانا شیخ عبدالرشید عباسی قدس سرہٗ

بن مولانا پیر محمد بن مولانا محمد بن مولانا بن عباسی ؒ متقی، متورع دانش رسمی و معنوی سے بہرہ ور
مقتدائے وقت تھے۔ اوائل عہد جہانگیری میں ولادت ہوئی دولت علم ورثہ میں پائی۔ بعد کسب کمالات
مسند درس و افادہ پر بیٹھے۔ امرا و اغنیا اعزاز و اکرام سے پیش آتے اور آپ کے فیض صحبت کے آرزو مند
رہتے تھے۔ طبقہ امرا میں سید حامد لباری و سید علی پسران دیوان سید محمود آپ کے تلامذہ میں قابل تذکرہ ہیں
ان حضرات کی بعض تحریرات[1] جو خاکسار مولف کی نظر سے گذریں جن میں سے چند اس عاجز کے پاس
موجود ہیں۔ اس گہری عقیدت اور ارادت کا اندازہ ہوتا ہے جو ان کو اپنے اُستاد کے ساتھ تھی۔ یہاں
ایک تحریر کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا

شیخ مآب شیخ محمد شریف بعنایت امید وار بودہ بدانند کہ چوں از ابتدائے
فصل خریف ۱۰۶۱ فصلی حصہ موضع مدہوہ در وجہ نذر خادمان فضیلت
و کمالات دستگاہ مخدومی مولوی خداوندی خدایگانی حضرت اخوند شیخ
عبدالرشید جیو مقرر نمودہ شد بنابراں قدغن می رود کہ حصہ موضع مذکور در وجہ
نذر ایشاں مقرر داشتہ حاصلات آں از فصل بفصل و سال بسال بتصرف خادمان
ایشاں واگذارد کہ بتصرف خود می آوردہ باشند درین باب تاکید تمام داشتہ تخلف نورزد تحریر فی التاریخ
۲۶ شوال ۱۰۶۱ قلمی شد مقصد ۵۱

بعد میں درس و تدریس کا شغل ترک کر کے مراتب قال سے منازل حال کی جانب متوجہ ہوئے حضرت

[1] یہ دستاویز اُسکے علاوہ ہے جو تاریخ امروہہ جلد اول میں صفحہ ۳۳۳ پر درج ہو چکی ہے۔

شاہ گھاسی چشتی قدس سرہٗ سے بیعت ارادت کی عرصہ تک فیض صحبت سے بہرہ ور ہوئے۔ شاہ صاحب کا قیام آپکے مکان پر تھا اسلئے شب و روز ان کی خدمت میں حاضر رہکر سرمایۂ باطنی فراہم کیا شاہ گھاسیؒ نے اکابر و مخادیم شہر کی موجودگی میں آپکو اور شیخ عبدالسلام کو خرقہ خلافت و دستار سجادگی عطا کی۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد شیخ عبدالسلام سجادہ نشین ہوئے ۱۱۳۸ھ میں آپکے انتقال کے بعد مولنا عبدالرشیدؒ مسند سجادگی پر بیٹھے اور سلسلہ جاری کیا۔ سنہ وفات تحقیق نہو سکا احاطہ روضہ شاہ گھاسیؒ میں مدفون ہوئے کئی پشت تک سلسلہ بیعت آپ کی نسل میں جاری رہا خلیفہ سعداللہ بن مولوی شہداللہ اس سلسلہ کے آخری بزرگ تھے ان کے فرزند مولوی احمد علی نائب قاضی ہوئے جنکے صرف ایک دختر مسماۃ جیونی تھیں جو شیخ کریم بخش عباسی کے عقد میں آئیں۔ ان کے بطن سے قاضی نبی بخش متولد ہوئے جنکے فرزند قاضی محمد ابن عباس ہیں مولنا عبدالرشید کے دو دختر مسماۃ زینب اور مسماۃ مریم اور چار فرزند مولانا عبدالرفیق مولنا عبدالصمد محمد عاقل اور محمد کامل ہوئے۔ مسماۃ زینب شیخ عالم نبیرہ حضرت شاہ ابن کے عقد میں آئیں مسماۃ مریم عبدالواحد بن ملا صدرالدین عباسی کی زوجہ تھیں۔ اول لذکر تین بیٹوں کی نسل کم و بیش چند پشتوں[۱] کے بعد منقطع ہوگئی۔ صرف محمد کامل سے نسل موجود ہے۔ خلیفہ سمیع اللہ بن مولوی خیراللہ نبیرہ محمد کامل مذکور کے تین فرزند ہوئے۔ فصیح اللہ بخش اللہ اور رحیم اللہ اول لذکر کی اولاد میں منشی قمرالدین و رفیع الدین وغیرہ ہیں بخش اللہ کی اولاد میں مقیم اللہ و سبط علی کا خاندان ہے اور آخرالذکر کی نسل میں محمود حسن ظہور حسن و آل حسن ابنائے خلیفہ محمد حسن عرف راہو ہیں۔

۴۴۔ سید غلام محمد نقشبندیؒ

بن سید اللہ یار نقشبندی۔ عالم فاضل متقی و پرہیزگار۔ باپ کے صحیح جانشین تھے جامع ظاہری و

---

[۱] شجرہ مطبوعہ آئینہ عباسی میں یہ اسمار عدم صلاۃ کی بنا پر ترک ہوگئے۔ اس کے ثبوت میں متعدد تحریرات و دستاویز خاکسار مولف کے پاس موجود ہیں ملاحظہ ہو شجرہ اولاد مولنا عبدالرشید ۱۲

باطنی میں خواجہ عبداللہ المعروف بخواجہ خرد قدس سرہٗ سے استفادہ کیا۔ عربی اور فارسی دونو زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے تبرکاً یہ چند شعر لکھتا ہوں:-

ظهر الحق بصورة الاشیا — مجمع الصفات والاسیا؟
گرچہ بے صورت است بیچون لیک — اوست پیدا بصورت چونہا
ہر چہ پوشیدہ خلعتے ہستی — لیس غیراً لذاتہ الاعلی
ذات ہائے من و تو ذات ویست — صفت او صفات ما وشما
اوست دانا بدانش من و تو — دانش اوست جملہ دانش ما
او ہمیشہ بچشم ما ظاہر — اوست دایم بگوش ما شنوا
لیس فی الکون غیرہ ازلاً — لیس فی الدھر غیرہ ابداً
کل ما فی الوجود موجودٌ — کل ما فی الشھود قد شھداً
کشف این راز گیر بہائی گفت — درحقیقت خود است حق گویا

سنہ وفات تحقیق نہو سکا ان کے فرزند سید غلام علی بھی ذی علم صوفی مشرب سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے رسالہ مرأت العارفین کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔

۵۴ حضرت شاہ محمدی فیاض جعفری رح

نام ونسب وولادت | محمدی نام ابو محمد کنیت فیاض د ہر لقب نسباً جعفری الزینبی مولداً ہرگانوی سکناً امروہوی مدفناً اکبرآبادی بن شیخ عیسیٰ بن سید جمال بن سید اجمل جعفری الزینبی آپکے والد شیخ عیسیٰ کرچہ (علاقہ خیرآباد اودھ) کے ذی علم اور صوفی منش بزرگ تھے۔ شاہ کالو ولی سے واُس زمانہ میں کرچہ میں مقیم تھے انکو ارادت تھی۔ عرصہ دراز تک جب ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو ایکدن شاہ کالو نے بشارت دی کہ حق تعالیٰ نے چار فرزند سعید کی نعمت تمہارے لیے مقسوم کی ہے

اس پیشین گوئی کے مطابق جلوس جہانگیری کے ساتویں سال اور ہفتہ کے ساتویں دن یعنی ۱۴ شوال ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء جمعہ کے روز دایۂ قدرت نے شیخ عیسیٰ کو تولد فرزند کا مژدہ سنایا [1] خوش اعتقادی نے نومولود کا نام محمدی تجویز کیا ہے

درجہاں آفتاب پیدا شد | ذرہا در ہوائش شیدا شد
سال تاریخ جلوہ اش موجود | قدوۃ الکاملین ہویدا شد

۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء

تحصیل علوم وکسب کمالات آپ ابتدائے عمر میں پڑھنے لکھنے کی جانب قطعاً متوجہ نہ تھے کرچہ کے آوارہ گرد ہم عمروں کے ساتھ لہو ولعب میں مصروف رہتے تھے' مگر یہ کس کو معلوم تھا کہ آئندہ چلکر اس آوارہ گرد جماعت کا ایک فرد اپنے زمانہ کا محدث' مفسر' فقیہ اور صوفی کامل ہونیوالا ہے۔ آپکے باپ نے یوں لہو ولعب میں مصروف دیکھکر ایک دن سختی کے ساتھ تنبیہ وتادیب کی۔ غیر تمند بیٹے پر باپ کی تنبیہ کا خاص اثر ہوا' لہو ولعب چھوڑ کر کسب علوم میں مصروف ہوگئے۔ مبداء فیاض نے ذہانت وذکاوت وحافظہ کا غیر معمولی حصہ عطا کیا تھا' محنت وشوق سے بہت جلد علوم متداولہ میں درجۂ کمال حاصل کرلیا' طالبان حق کے لیے اس زمانہ میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں علمائے باطن وصوفیائے کرام کی خانقاہیں موجود تھیں۔ دہلی میں شاہ ولی اللہ محدث کے والد بزرگوار مولانا شاہ عبدالرحیم اور عم حقیقی شاہ ابوالرضا' سرہند میں خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد نقشبند گنگوہ میں خواجہ محمد صادق' امروہہ میں شاہ عبدالمجید علوی موجود تھے' مگر قدرت نے آپ کی روحانی تعلیم وتربیت کے لیے حضرت شیخ کبیر محب اللہ الہ آبادی کا انتخاب کیا اس شیدائی علم وعمل نے سلسل

---

[1] چند سال بعد آپکے ایک بھائی شاہ عبدالجلیل بھی اسی قصبہ کرچہ میں متولد ہوئے۔ اور دو اور بھائی یعنی شاہ حامد اور شاہ عبدالخالق ہرگام میں پیدا ہوئے۔ جہاں آپکے والد ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء کے درمیان اہل ہرگام کے عقیدتمندانہ اصرار پر متوطن ہوگئے تھے۔

چودہ سال شفیق اُستاد و مرشد کی خدمتگذاری میں بسر کئے۔ ایام شاق وجہاد میں خطوظِ نفس کو کلیۃً ترک کردیا تہا۔ ریاضات شاقہ میں انہماک تہا بہت جلد وہ علوم مرتبت و درجہ کمال حاصل ہوگیا جس پر آپکے مرشد کو بھی بجا طور پر ناز تہا۔ دنیا میں ایسے کتنے شاگرد و مرید ہونگے جن کی نسبت خود انکا مرشد اور شیخ اُن کے فضل وکمال اور علوم مرتبت کی داد دے۔ یہ فخر اور امتیاز شاہ محمدی کو ہی حاصل تہا کہ آپکے مرشد حضرت شیخ کبیرؒ آپ کی نسبت فرماتے ہیں کہ:۔

"محب اللہ اگر پیر خود راندیدے و محمدی را دیں کمالات صوری و معنوی کہ دارد دیدے رائد بوئے آوردے و مرید او شدے"[۵۱]

اللہ اللہ وہ کیا زمانہ تہا کہ علم وہنر کے شیدائی جبتک فضائل وکمالات سے نفس کو آراستہ نہ کرلیتے نہ وطن کی یاد ستاتی اور نہ عزیز واقارب کی جدائی شاق گذرتی وطن سے بچھڑے ۲۲ سال کی طویل مدت گذر چکی تھی پدر بزرگوار کی عمر کا پیمانہ بھی لبریز ہوچکا تہا۔ جب آپنے صاحب کمال فرزند کے تحصیل علم وکسب فضائل کے حالات سنے خدائے تبارک وتعالی کا شکریہ ادا کیا اور اس طویل مدت کے بعد اپنے نورچشم کی دیدہ بوسی کی تمنا دربار خداوندی میں پیش کی ادہر بموجب حکم وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا آپ کو بھی شوق پابوسی ہوا شیخ کبیرؒ نے باپ بیٹوں کے جذبات کو محسوس فرماکر وطن جانے کی اجازت دی ۱۰۵۳ھ میں آپ ہرگام تشریف لائے ہرگامی یعقوب نے اپنے محمدی یوسف کے دیدار سے آنکھیں روشن کیں۔ کچھ عرصہ قیام فرماکر پیر ومرشد کے پاس واپس آگئے۔ ۳ر صفر ۱۰۵۴ھ کو آپکے والد بزرگوار نے وفات پائی شفیق باپ کی دائمی جدائی کی خبر سنکر دوسری مرتبہ پھر وطن گئے جہاں چند روز قیام رہا۔ اس مرتبہ وسط ۱۰۵۴ھ میں دربار مرشد سے خرقہ خلافت سند جانشینی عطا ہوئی۔

۹ر رجب ۱۰۵۶ھ یوم پنجشنبہ کو حضرت شیخ کبیرؒ نے وفات پائی جسکے کچھ دن بعد آپ عازم

[۵۱] اقتباس الانوار و مقاصد العارفین و تذکرہ رفیع الدین خاں ۱۲

اکبرآباد ہوئے اثنار راہ میں کچھ دن ہرگام میں قیام رہا۔ اکابران ہرگام نے غیر معمولی اکرام و احترام کیا اور گردہ کے گروہ بیعت سے مشرف ہوئے۔

مرجعیت عام اور اُسکے اثرات

آغاز ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں اکبرآباد (آگرہ) پہونچے، عہد شاہجہانی کا یہ آخر زمانہ تھا، اکابران شہر اور عمال سلطنت حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ شاہزادہ دارا شکوہ کو بھی آپ سے عقیدت تھی، ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء میں جب شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ مقربان بارگاہ نے شاہ صاحب کی طرف سے بادشاہ کو بدظن کرنا شروع کیا۔[۱۵]

مخالفین نے طرح طرح کے اتہام لگائے علماء سوء نے فتاوئے کفر و الحاد کا بازار گرم کر دیا یہ دیکھکر آپ نے اُس زمانہ یعنی ۱۰۷۰ھ میں ہندوستان کا ایک طویل سفر اختیار کیا۔ آگرہ سے روانہ ہو کر دہلی پانی پت کرنال گنگوہ ہوتے ہوئے بعہد حکومت محمد قاسم خاں میر آتش مرادآباد تشریف لائے، یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ امروہہ میں ایک مقدس بزرگ شاہ عبدالحکیمؒ مرید و خلیفہ حضرت شاہ عبدالمجید چشتی تشریف فرما ہیں اشتیاق ملاقات امروہہ میں تشریف آوری کا باعث ہوا۔ عرصہ تک باہم صحبت رہی۔

امروہہ سے اکبرآباد واپس گئے۔ ۱۰۷۲ھ میں شاہ عبدالحکیمؒ امروہوی کی وفات کی خبر سنکر عازم امروہہ ہوئے اور ایک طویل مدت تک یہاں قیام فرمایا۔

مخلص و معتقدین نے امروہہ کے قیام کی استدعا کی اور اُسکے لئے بہترین ذریعہ یہ تجویز کیا گیا کہ آپکا عقد مناکحت شیخ فیض اللہ برادر حقیقی شیخ عبدالمجید علویؒ کی دختر مسماۃ صاحب دولت سے ہو جائے۔ چنانچہ ۱۰۷۴ھ / ۱۶۶۳ء میں سنت مناکحت ادا ہوئی مدت تک آپ کا قیام امروہہ میں رہا۔ یہاں ایک مسجد اور چند مکان پختہ تعمیر کرائے جو بعد میں "سرائے مخدومی" سے مشہور و معروف ہوئے اسکے بعد آپ کا یہ معمول ہو گیا کہ کچھ ایام امروہہ میں کچھ آگرہ و دہلی میں اور کچھ سیر و سیاحت

---

[۱۵] مولف تاریخ ہرگام نے اصل بنا مخالفت جنبہ داری دارا شکوہ لکھی ہے۔

میں بسر فرماتے ۔

جلا وطنی آپ کے کمالات باطنی کی شہرت دور دور پھیل چکی تھی مخلوق آپکی شمع پر پروانہ آپکے گرد جمع رہتی اور صدہا اشخاص فیض و برکات سے مستفیض ہوتے بعض لوگوں نے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر انار اللہ برہانہ کو آپکے اور شاہزادہ دارا شکوہ کے سابقہ تعلقات کی بنا پر آپ سے بدظن کرنا شروع کیا، بادشاہ کو اس پر آمادہ کیا گیا کہ شاہ صاحب کو خارج البلد کر دیا جاوے. شاہ صاحب نے یہ خبر پاکر مع اپنے رفیق زندگی سنہ ۱۰۸۰ھ میں حج بیت اللہ کا قصد کیا، دو سال متواتر وہاں قیام فرمایا، دو حج ادا کیے. آپکے بیٹے سعد محمد جو بعد میں محمد مکی کے نام سے مشہور رہوئے وہیں پیدا ہوئے اسکے بعد مدینۃ الرسول میں کئی سال متواتر حاضر رہکر درس و تدریس حدیث و قرآن اور ارشاد و ہدایت میں مصروف رہے. یہاں دوسرے فرزند روشن محمد[1] پیدا ہوئے. سنہ ۱۰۹۵ھ میں ہندوستان واپس تشریف لائے. اکبرآباد پہنچا تھا کہ ظالموں نے پھر بادشاہ کے کان بھرنا شروع کر دیئے ۔

شاہ صاحب کی اخلاقی جرأت شاہ صاحب کا سلک جو دیہ تھا آپکے پیر شیخ محب اللہ الہ آبادی کی مسئلہ وحدت وجود پر خاص توجہ تھی اور اکثر مسائل میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مقلد تھے. شیخ ممدوح کے انتقال کے بعد ان کا مصنفہ رسالہ موسومہ تسویہ عالمگیر بادشاہ کی نظر سے گذرا جس میں بعض باتیں خلاف شرع معلوم ہوتی تھیں صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں شیخ کبیرؒ کے دو مرید و خلیفہ با نام و نشان تھے. ایک میر سید محمد قنوجی[2] جو شاہجہان بادشاہ کے رفیق و استاد اور صاحب عزت و جاہ تھے، دوسرے شاہ محمدی فیاضؒ عالمگیر نے سب سے پہلے وہ رسالہ میر سید محمد قنوجی کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ رسالہ مذکور کے مسائل کو احکام شرع کے مطابق ثابت کیجئے یا شیخ کی

---

[1] بعض اشخاص نے روشن محمد مکی لکھا ہے لیکن قدیم رسالہ برات جو تقسیم ترکہ کے متعلق ہے روشن محمد درج ہے ۔

[2] میر سید محمد کے آبا و اجداد ابتداءً جالندھر کے متوطن تھے ان کے والد میر ابو سعید کالپی میں سکونت پذیر ہوئے تو لنگا عمر جاجموی اور شیخ یوسف اور شیخ جمال اولیا کوروی سے تحصیل علوم کیا سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی شیخ کبیرؒ سے بھی استفادہ

مریدی سے توبہ کیجئے اور اس رسالہ کو نذر آتش فرمایئے۔ یہ پیغام سنکر میر صاحب نے شیخ کی مریدی سے توبہ کی۔ اس کے بعد وہ رسالہ اسی پیغام اور فرمائش کے ساتھ حضرت شاہ محمدی فیاضؒ کی خدمت میں بھیجا گیا مگر اس درویش محمدیؒ کو نہ بادشاہ مجازی کے تقرب کی خواہش تھی اور نہ دنیاوی عزت وجاہ کی تمنا درویشانہ دلیری سے جواب دیا کہ مجھے شیخ کی مریدی سے ہرگز انکار نہیں میرے شیخ نے جن مقامات کے متعلق اس رسالہ میں بحث کی ہے ہنوز میری رسائی اس مقام تک نہیں ہوتی جب اس مرتبہ کو پہونچونگا حسب درخواست حل مشکلات لکھکر ارسال خدمت کرونگا اور اگر بادشاہ نے رسالہ جلانے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے تو فقرا متوکل کے گھر سے مطبخ شاہی میں آگ زیادہ موجود ہے[51]

بادشاہ کو اس بیباکانہ جواب پر بہت غصہ آیا۔ رسالہ کو فوراً جلوا دیا اور ان کے واسطے حکم ہوا کہ اورنگ آباد میں نظر بند رہیں۔ شاہ محمدیؒ فیاضؒ نے جس اخلاقی جرأت کا اظہار ایک مطلق العنان حکمراں کے مقابلہ میں کیا تھا آج اس کا صحیح اندازہ کرنا دشوار ہے۔ علامہ میر غلام علی لکھتے ہیں کہ:-

دراں وقت کہ علماء ظاہر بر رسالہ تسویہ شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ ہنگامہ برپا کردند و سلطان اورنگ زیب عالمگیر را رسانیدند کہ ایں رسالہ سخنان مخالف شرع شریف دارد و سلطان حکم فرمود کہ درویشاں قلمرو بادشاہی را در معسکر سلطانی احضار نمایند و از مقالہ ہر کدام استعلام نمایند[52]

اس زمانہ میں اس فتنہ کی آگ ایسی مشتعل ہوئی تھی کہ بڑے بڑے مشائخ ان مباحث پر گفتگو کرنے اور شیخ کبیرؒ کی تصنیفات کو اپنے پاس رکھتے گھبراتے تھے[53] ایسے پرآشوب زمانہ میں حضرت شیخ محمدی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴) کیا آخر عہد شاہجہانی میں بادشاہ کی طلب پر دار الخلافہ پہونچے۔ دربار خاص میں شامل ہوئے [illegible] ایام نظربندی میں شاہجہاں کے پاس سوائے میر موصوف اور کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ ابتدائے سال دوم رحلت آں شاہ ہمہ وقت حاضر مجلس بودہ بہ بیان معنی واحادیث مستفید می بود ۱۰۷۷ھ میں فوت ہوئے۔ دو بیٹے سید امجد خاں سید عبد المجید خان جو استاد زادے مشہور تھے شاہی منصب تھے [51] ماثر عالمگیری سقہ [illegible]

[52] شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رسالہ تسویہ کے سلسلہ میں حضرت شیخ محمدیؒ [illegible]

فیاض ہی کی قوت ایمانی کا یہ کرشمہ سمجھئے کہ اظہار حق میں رعب سلطانی کا مطلق اثر قبول کیا۔

عادات وخصائل آپ کی مجلس میں خدا و رسول اور آیات و احادیث اور اقوال بزرگان کا ذکر ہوتا دنیاوی اذکار بہت کم ہوتے سائل کے سوال کو پورا کرنا سب سے مقدم خیال فرماتے ہر شخص کے سوال کا جواب عام فہم اور اسی کی زبان میں دیتے ہمیشہ دو زانو بیٹھتے اور احترام قبلہ کا خیال رکھتے کبھی کشف وکرامات کا تذکرہ زبان پر نہ لاتے اہل دل کو بہت دوست رکھتے اور اہل علم کا بہت احترام فرماتے جو لوگ آپکے حال سے واقف ہو جاتے اُن کو بخوشی تعلیم فرماتے۔ تمام عمر قلم ہاتھ میں نہ لیا اس کو سنت نبی خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے جو لوگ آپکو صاحب قال کہتے اور صاحب حال نہ کہتے اُن سے بہت خوش ہوتے۔ اور فرماتے کہ الحمد للہ کہ لوگ مجھے سنت کلام سے متصف کرتے ہیں۔ ہر نماز کے لئے تجدید وضو کرتے اور نصف شب کے بعد طاعت الٰہی میں مشغول ہو جاتے کوئی شخص ہدیہ پیش کرتا قبول فرمالیتے۔ وہ ہدیہ اگر دوستوں کے لیے ہوتا انکو عطا کرتے نماز باجماعت ادا فرماتے اور اکثر خود ہی امامت کرتے ہمیشہ صرف ایک وقت کھانا تناول فرماتے اور وہ بھی محض اس لئے کہ قوت و توانائی باقی رہے ۔

آپ زبان مبارک سے کچھ فرماتے اور اس کی تائید کتاب و سنت سے مقصود ہوتی جب کتاب کھولتے وہی مضمون لکھا پاتے آپ کی عادت تھی کہ زیادہ تر ہندوستانی زبان میں گفتگو کرتے مخاطب خواہ عربی یا ایرانی مگر انداز گفتگو ایسا مؤثر اور دلکش تھا کہ ہندی زبان سے ناواقف بھی آپکے کلام کو اچھی طرح سمجھ لیتا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ عربی یا فارسی میں کلام نہیں فرماتے۔ ارشاد ہوا کہ میں ہندوستان میں پیدا ہوا ہوں میری مادری زبان ہندی یعنی اردو ہے دوسری زبانیں مجازی ہیں۔ اصل کو چھوڑنا کیا ضرور ! ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) حاجی محمد ولی کا نام بھی پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے حضرت شیخ کے نام کے سامنے ایک دائرہ کھینچ دیا حاجی محمد ولی کے نام کے آگے حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی "ایں بلد در طریقت شیخ محمد افضل است۔ ایں خاندان تقوی است اینہا از وسوسہ سوء العقیدہ میرا اند ۱۲

آپ کا قول ہے کہ کامل شناخت کلام سے ہے کرامت سے نہیں کیونکہ شعبدہ باز شعبدہ اور سحر دانستہ سے مخلوق کو اپنا گرویدہ بنا سکتے ہیں۔ آپکا ارشاد ہے کہ ہر شخص کو اُسکے وجدان و ذہنیت سے پرکھا جاتا ہے جسکے خیالات حصول دُنیا کی طرف مائل ہوں تو وہ بندۂ دُنیا ہے طالبِ آخرت ہے تو بندۂ آخرت ہے۔ اور جو طالب حق ہے وہ بندۂ خدا ہے۔ یہ بھی آپکا ارشاد ہے کہ جو شخص راہ حق سے منحرف ہو کر پھر رجوع کرے تو یقین کرنا چاہیئے کہ فریبِ نفس میں مبتلا تھا۔ سالک راہ حق نہ تھا کیونکہ ہر چیز کو زوال ہے مگر محبت الٰہی لازوال ہے۔ آپکا ارشاد ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کو رزق کے لیے طلب کرتا ہے وہ بندۂ رزاق (عبدالرزاق) ہے اور جو پارسائی و عفت کے لیے طلب کرتا ہے وہ بندۂ ملک (عبدالملک) ہے اور جو مغفرت کا خواہاں ہے وہ بندۂ غفور (عبدالغفور) ہے اور جو کسی چیز کا طالب نہ ہو صرف اللہ کا بندہ (عبداللہ) ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جس طالب کو دیکھا تلاش حق میں پایا ایسا کوئی نظر نہ آیا جسنے خدا کو پالیا ہو کاش ایسا شخص مجھے ملجاتا تو اُس کی خدمت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتا۔ اکثر فرماتے کہ جو شخص کشف و کرامات کا اظہار بے محل کرتا ہے وہ ہرگز عارف نہیں آپکا ارشاد ہے کہ شرافتِ سلوک محاسبہ نفس میں ہے اور شرافتِ دولت خشوع اور تواضع میں اور شرافتِ خانہ داری اہل خانہ کی تقصیرات سے درگذر کرنے میں اور یہ بھی آپکا قول ہے کہ انتہائے کمال کمال بندگی (عبدیت) ہے جسکو یہ میسر نہ ہو وہ متوسط ہے۔ شوق کا مرتبہ ذوق کے بعد ہے جو مشاہدہ شوق سے خالی ہے وہ ہوائے نفس ہے آپکا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے راز سے باخبر ہو کر برا کہتا ہے وہ دانائے راز ہے۔ اور جو عدم علم کی وجہ سے بدگوئی کرتا ہے وہ معذور ہے ٭

مریدین و خلفاء آپ نے جن بزرگوں سے استفادہ یا تکملہ سلوک کیا اُن میں سب سے مقدم اور افضل آپکے برادر ثانی حضرت شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ ہیں جو ابتدا میں حضرت شیخ کبیر شاہ محب اللہ الہ آبادیؒ سے بھی بیعت تھے اُن کی وفات کے بعد آپ نے سلوک کی تکمیل کی دوسرے آپکے برادر سوم شاہ محمد حامدؒ تھے جنہوں نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل اپنے بھائی شاہ عبدالجلیلؒ سے سرگرم ہی کی

پھر امروہہ میں تشریف لائے مدارج سلوک طے کیے تیسرے آپکے برادرزادہ شاہ عضدالدین محمدؒ ہیں جنہوں نے آپکے دامن تربیت میں ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل کی اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی مسند کو زینت بخشی

رحلت | ۲ رجب المرجب ۱۱۰۴ھ مطابق سنہ جلوس جہانگیری کو دوشنبہ کے دن تپ محرقہ میں ۱۹ دن علیل رہکر دس بجے دن عمر ۸۰ سال ۸ ماہ ۱۹ یوم اورنگ آباد میں وفات پائی خدامان شیخ نے حسب وصیت آپکے جسد مبارک کو ایک چوبی تابوت میں رکھکر منزل بمنزل ۲ ½ ماہ میں دارالحکومت اکبرآباد (آگرہ) لاکر اسی حجرہ میں سپرد خاک کیا جس میں شاہ صاحب کی سکونت تھی ٭

معتبر روایت سے ثابت ہے کہ تاریخ دفن مقام آگرہ ۱۴ شوال ۱۱۰۴ھ ہے تاریخ وفات شاہ عضدالدینؒ نے یوں نظم فرمایا ہے ٭

نظم

آں مہ تابان زمین وزماں ۔۔۔ نور دیدۂ ہر انس و جان
منبع سرچشمۂ آب حیات ۔۔۔ مصدر انہار ریاض جناں
مخزن اسرار جلال وجمال ۔۔۔ مطلعٔ انوار آلٰہی عیاں
نائب شاہی رسول خدا ۔۔۔ مرأۃ آگاہی حق درجہاں
کان سخا وکرم وبحر جود ۔۔۔ معدن الطاف وتفاذ اماں
ساقی کوثر ہمہ خاص وعام ۔۔۔ سیرکن لشکر تشنہ لباں
کاشف راز خفی وآشکار ۔۔۔ واقف سرّ روش کن فکاں
چوں سفرے کرد سوئے ملک غیب ۔۔۔ بہرہ دو کوکبہ قدسیاں
روئے زمین یکسرہ ظلمت گرفت ۔۔۔ اہل زمین گشتہ ہمہ غم کشاں
خلق کہ بدروشن ازانوار او ۔۔۔ آہ برآوردہ وشدہ درفغاں

---

(۱) یہی تاریخ حضرت کی پیدائش کی ہو بحسب تصریح تاریخ ہر گام

سال وصالش زپئے یادگار | برکشم از دل بقضائے زمان
گفت بگوشش دل من کنز غیب | قطب زمان رفت سوئے لامکاں

مزار شریف محلہ پہنگ منڈی متصل مندر آریہ سماج لب سڑک واقع ہے پہلے یہاں عالیشان عمارت اور خانقاہ بنی ہوئی تھی، امتداد و انقلابات زمانہ سے تمام عمارت مسمار ہو کر مزار بھی ایک مکان کے اندر آگیا تھا، صاحب بوستان خیال لکھتے ہیں کہ چند سال ہوئے شاہ بخاری صاحب نے مکان مذکورہ خرید کروالان واحاطہ بنوا دیا ہے بیرونی پیشانی پر قطعہ تاریخ کندہ ہے ؎

ساقی عشق شہ محمدی ما | بود سردار ے کشان حب
حمزہ دھلوی غلام او | گفت تاریخ بدستان حب

آپ کی مدد معاش میں سرسہ خمار در دولت نجانب سلطنت دیا گیا تھا جو آپکے وصال کے بعد آپکے فرزند شاہ روشن مدنی کے نام حسب فرمان عہد از سر نو عطا ہوا فرمان کی نقل ذیل میں درج ہے :۔

نقل

فرمان بہرہ اسے فردوس آرامگاہ

دریں وقت میمنت اقران فرمان والاشان و حسب الاذعان صادر شد کہ پنجاہ بزرودام از پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل صوبہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد کہ چہار صد و بست و سہ روپیہ حاصل آنست در وجہ انعام روشن محمد مدنی سجادہ نشین شاہ محمدی درویش با فرزندان از ربیع اوئیل حسب الضمن مقرر باشد باید کہ حکام وعمال ومتصدیان مہمات وجاگیرداران و کروڑیان حال واستقبال دامیائے مذکور را بتصرف او و فرزندانش باگذارند واز جمیع وجوہ وعوارض سعـ ف ومرفوع القلم شمارند ودریں باب ہر سال سند مجدد نطلبند دہم شعبان سال سیوم از جلوس اقبال مانوس تحریر یافت ۔

اولاد | شاہ محمدی فیاضؒ کے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے دو فرزند تھے سعد محمد مکی اور روشن محمد مدنی، آخرالذکر کا عقد مسماۃ شرف النساء بنت سید عبدالرحمن سے ہوا، دونوں بھائیوں کی نسل چند پشتوں

کے بعد منقطع ہوگئی +

۶۴۔ شاہ یوسف قدس سرہٗ

مولداً امروہوی مرقداً حیدرآبادی موضع نام پلی[1]۔ ابتداً منعم خاں خانخانان وزیر بہادر شاہ کے متوسل مرد صالح اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ بسلسلہ قادریہ میں سید کلیم اللہ سے بیعت تھے +

بہادر شاہ نے جب اپنے چھوٹے بھائی شاہزادہ کام بخش کی تنبیہ کے لیے دکن پر فوج کشی کی شاہ یوسف بھی شاہی لشکر میں شامل تھے۔ روایت ہے کہ ایک شب باد و باراں کا طوفان اتنا شدید آیا کہ شاہی لشکر کے تمام خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں خیموں کا جب یہ حال ہوا تو شمع اور چراغ کب روشن رہ سکتے تھے۔ لیکن اس طوفان میں شاہ یوسف اور ان کے ساتھی[2] سید شریف کا نہ خیمہ اکھڑا اور نہ چراغ گل ہوا۔ یہ دونوں حضرات حسب معمول تلاوت کلام پاک میں مصروف رہے اس عجیب واقعہ سے اہل لشکر متاثر اور ان کی بزرگی کے قائل ہوئے اور اکثر اشخاص حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ حیدرآباد دکن پہونچکر اُنہوں نے شاہی ملازمت سے قطع تعلق کرلیا اور وہیں قیام کرکے طالبین حق کی رہنمائی میں مصروف ہوئے +

۱۹ ذیقعدہ ۱۱۲۱ھ کو شاہ یوسفؒ کا وصال ہوا۔ موضع نام پلی میں جہاں مزار پُرانوار واقع ہے رفتہ رفتہ اور بہت سے لوگوں کے خطیرے اور قبور بن گئے۔ حسن لقا بائی ملازم اعلیحضرت میر محبوب علیخاں نے جس کو شاہ یوسفؒ کے مزار سے عقیدت تھی ہزارہا روپیہ کے صرف سے عمدہ عمارتیں اور باغات دکوبن تعمیر کرادیے ہیں۔ امام صاحب نوالطف نے جو سعداللہ خاں ناظم ارکاٹ کے دیوان تھے گنبد اور حوض بنوائے۔ ماہ ذی الحجہ میں دھوم دھام سے عرس ہوتا ہے جس کے مصارف کے لیے سابق میں سرکار نظام سے دو ہزار روپیہ سالانہ کی رقم ملا کرتی تھی +

---

[1] صاحب تاریخ گلزار آصفیہ نے شاہ یوسف کو ملک مصر کا باشندہ لکھا ہے صاحب تاریخ الاولیا امروہہ کا باشندہ بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "شاہ یوسف نوکر خانخانان وزیر بہادر شاہ بادشاہ ساکن امروہہ بود" ۱۲

[2] بعض لوگ ان کو شاہ یوسف کا بھائی بتلاتے ہیں صاحب گلزار آصفیہ کنعانی کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

۴۰۔ شاہ نظام الدین سہروردی

آپ امروہہ کے مشائخ وصالحین سے ہیں آپنے ناموری کے مقابلہ میں گمنامی کو پسند فرمایا ایک اہل دل کے بیان کے مطابق آپ کی نسبت سہروردیہ ہے۔ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری کے مابین امروہہ کے صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ حضرت شاہ قیام الدین محمدؒ کی جس خاندان سے قرابت تھی اُسکے دیرینہ کاغذات وتحریرات میں شاہ نظام کا نام ملتا ہے۔ اس خاندان کی سکونت بھی اسی مقام کے قریب تھی جہاں آپ کی خوابگاہ خاکی آج موجود ہے غالب قیاس ہے کہ آپ وہی بزرگ ہیں جنکے آخری ایام میں حضرت شاہ عبدالہادی صدیقیؒ کے سلب قوت کرنیکا واقعہ بیان کیا گیا ہے باقی العلم عنداللہ۔ آپکا مزار شکستہ حالت میں تھا جس کو بعض مخیر حضرات کی اعانت سے مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب مکی نے تقریباً ۱۳۳۰ھ میں درست کرایا مولانا موصوف کا قیام بھی یہیں ہے۔ مولانا موصوف ۵ شوال ۱۲۹۹ھ کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے سلسلہ نسب سید عبدالعزیز الدباغ الفاسی الشاذلی سے جو بچند واسطہ حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام کی نسل میں ہوتے ہیں متصل ہوتا ہے بایں طریق مولانا سید عبدالرحمٰن بن سید عبدالرحیم بن سید سراج الدین بن سید سعادت اللہ بن سید صبغۃ اللہ بن سید عبدالجلیل بن سید ادریس بن سید عبدالعزیز الدباغ مذکور۔ آپکے جد پنجم شیخ سلسلہ شاذلیہ کی حیثیت سے بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں مکہ معظمہ سے ہندوستان آئے تھے پوتے سید سعادت اللہ ہندوستان سے پھر مکہ معظمہ واپس گئے اس خاندان میں اکثر افراد صاحب باطن ہوئے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کا قیام ابتداءً مولانا کے مکان پر رہا اسلئے بچپن میں حاجی صاحب سے بیعت کی تحصیل علم کے شوق میں شاہ بہاء الدین امروہوی کی تحریک پر ۱۳۱۰ھ میں مکہ معظمہ سے امروہہ آئے۔ امروہہ سے پھر اجمیر اور حیدرآباد گئے جہاں چند سال قیام رہا۔ آپکے اساتذہ میں مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی مولوی نور اللہ خاں مولانا محمود حسن دیوبندی جیسے علما شامل ہیں۔ حیدرآباد کے قیام میں حکیم عبدالرحمٰن

سہارنپوری سے علم طب کی تحصیل کی قاری سید محمد صدیق خراسانی ثم الدھلوی سے قرأت سیکھی اور مولنا انوار اللہ خاں سے حدیث کی سند حاصل کی. تصوف کی جانب بچپن سے میلان خاطر تھا حاجی امداد اللہ مہاجرؒ سے بیعت تھے۔ حیدرآباد میں مولوی محمد عمر حنبلی قادری سے علوم باطنی میں استفاضہ کیا، سنہ ۱۳۲۴ھ میں میاں محمد شیر پیلی بھیتیؒ سے نسبت بیعت درست کی پھر مکہ معظمہ جاکر مولنا عبدالحق الٰہ آبادی سے سلسلہ نقشبندیہ میں اور مولانا شاہ عبدالرزاق بن حسن الشافعی الشاذلی الفاسی سے اپنے آبائی سلسلہ شاذلیہ میں بیعت ہوئے. سنہ ۱۳۲۶ھ میں پھر ہندوستان آئے. سنہ ۱۳۲۳ھ سے محلہ دستار سیاہ (امروہہ) میں قیام ہے. مجردانہ و متوکلانہ طرز زندگی پسند ہے. بہت خلیق خندہ جبیں متقی پرہیزگار اور متورع بزرگ ہیں سلمہ اللہ تعالےٰ ✦

۴۸. شاہ قیام الدین محمد ؒ

بن شیخ محمد شاکر بن شیخ نور محمد بن شیخ گدائی بن شیخ کبیر محمد بن شیخ قیام الدین اکبرآبادی انکے جد اعلیٰ ابتدائے عہد اکبری میں امروہہ آکر متوطن ہوئے. شیخ نور محمد ان کے جد امجد بعہد نواب رستم خاں دکنی اور شیخ محمد شاکر بعہد نواب آصلت خاں شاہی خدمات پر مامور رہے. مدد معاش میں موضع گگرٹا یا در دبست اور مختلف مواضعات میں املاک اس خاندان کے مورث کو عطا ہوئی تھیں شیخ نور محمد ذی وجاہت اور متمول شخص تھے. انہوں نے اپنے فرزند شیخ محمد شاکر کے نام جو ہبہ نامہ مرقومہ رجب ۱۰۸۲ھ تحریر کیا اس سے ان کے تمول کا اندازہ ہو سکتا ہے. علاوہ دیہات و اراضیات زرعی و باغات و مکانات وغیرہ کے اونٹ و گھوڑے و رتھ و بہلی و پالکی و زرگاواں و گاؤ جنباں خیمہ و خرگاہ و کنیزک و غلام اور بہت کچھ اثاث البیت ہبہ کیا[۵] ✦

شاہ قیام الدین محمد بذات خود عہد عالمگیری میں خدمت، احتساب چکلہ مرادآباد پر مامور رہے تصوف کی جانب میلان خاطر تھا، ان کے دادا شیخ نور محمد عمدۃ الواصلین سید عبدالحکیمؒ کے مرید و مخلص تھے

---

[۵] ہبہ نامہ مرقومہ ۷ رجب ۱۰۸۲ھ نزد مولف ۱۲

چنانچہ یہ بھی احتساب کا عہدہ اور دوسروں کی اصلاح حال کا شغل ترک کر کے خود اپنے نفس کی اصلاح اور تزکیہ باطن کی جانب متوجہ ہوئے۔

"احوال شیخ معز الیہ یعنی شاہ قیام الدین محمد آنست کہ اول در سنہ چہل و دو از جلوس حضرت خلد مکانی نیابتاً بعد از انتقال میر محمد رضا محتسب سرکار و امر احتساب چکلہ مراد آباد باحتیاط و تقید زندین تمام اجرا نمودہ امر معروف و نہی منکر بوجہ احسن عمل آوردہ چنانچہ دو سال خدمت مذکور سرانجام دادہ عہدہ در سنہ چہل و چہار ترک تعلق کردہ ردائے فقر پوشیدہ بطریق سلوک درآمدہ بریاضت اشتغال داشتہ ازاں باز بامور مشاغل دنیوی پرداختہ"[۵۱]

سنہ وفات تحقیق نہ ہو سکا۔ مولانا سلطان الدین محمد عارف شیخ گدائی او شیخ جمال الدین محمد ان کے دو فرزند ہوئے۔

۴۹۔ شیخ عبداللطیف مہاجر مکی قدس سرہٗ

خلف الصدق شیخ محمود بن شیخ حضرت شاہ احمد بن قدوۃ العارفین حضرت شاہ ابن بدر چشتی وارث علوم آباء و اجداد جامع فضائل و کمالات متقی متورع فیاض مہمان نواز نیک ذات نیک صفات بہمہ صفت موصوف گویا جامہ انسانی میں فرشتہ تھے عنفوان شباب میں تحصیل علم کے شوق نے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا سالہا سال بلگرام اور قنوج میں اکتساب علوم کرتے رہے۔ اکثر کتب درسی میر سید نعمت اللہ[۵۲] بلگرامی سے پڑھیں کمالات و فضائل صوری کا سرمایہ ان کی صحبت میں فراہم کیا پھر قنوج جا کر شیخ حبیب اللہ[۵۳] قنوجی سے نسبت بیعت درست کی ریاضات و مجاہدات میں مدتوں مصروف رہے

---

[۵۱] دستاویز صورت حال نزد مولف ہٰذا [۵۲] میر سید نعمت اللہ بلگرامی ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد اپنے زمانہ کے فاضل جید اور درویش کامل تھے سنہ میں وفات پائی ملا نظام الدین جن کا درس نظامیہ ہندوستان کے مدارس دینیہ عربیہ میں رائج ہے ان ہی ملا قطب الدین شہید کے فرزند تھے ان کا انتقال سنہ ۱۱۶۱ھ میں ہوا۔

[۵۳] شاہ حبیب اللہ قنوجی اپنے زمانہ کے فاضل کامل عرصہ دراز تک درس و تدریس کا شغل رہا اور بہت اشخاص کو علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور کیا سنہ میں وصال ہوا۔ وہ شاہ عبدالجلیل الٰہ آبادی کے مرید و مجاز سے ورثہ و عدہ خلیل شاہ محمد صادق کے اور وہ شیخ ابو سعید گنگوہی کے۔

کمالات باطنی میں کمال حاصل کیا بالآخر زیارت حرمین شریفین کے ولولے نے سفر حجاز پر آمادہ کیا۔ مکہ معظمہ پہنچے۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔ چند سال بعد اس ارادہ سے ہندوستان آئے کہ اپنی والدۂ معظمہ کو بھی اپنے ساتھ لیجائیں اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف کرائیں لیکن جب وطن مالوفہ پہنچے والدہ معظمہ وطن اصلی کا سفر اختیار کر چکی تھیں، غالباً اہلیہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ اپنے اکلوتے فرزند محمد حنیف کو جو شیخ نادر علی انصاری کے نواسہ تھے اعزا کے پاس چھوڑ کر پھر حرم محترم کو واپس گئے اور تقریباً پچاس سال تک وہیں مقیم رہے۔ اپنی قوت بازو سے معاش حاصل کرتے۔ وارد و صادر کی مہمان نوازی اور مساکین و فقرا کی خدمت کا شوق تھا۔ ہر سال حج ادا کرتے اور دربار حبیب خدا کی زیارت سے شرف اندوز ہوتے۔ تقریباً تیس مرتبہ روضۂ اطہر کی حاضری ہوئی اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف بخشا۔ علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی سے جن سے تعلقات یگانگت و اتحاد قائم ہو گئے تھے شیخ عبد اللطیف مذکور کا تذکرہ مآثر الکرام میں تفصیل کیساتھ کیا ہے۔ آپکے مولد و منشا و نسب اور ابتدائی حالات تحریر کرنے کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

بسیار لطیف طبع رقیق القلب بود، در مروت و قدردانی ارباب کمال نظیر نداشت ہر سال در موسم حج تلاش می کرد کہ اگر صاحب کمالے یا مردے از شرفا و نجبا ہند وارد شدہ باشد ملاقات کند و بہ قدر استطاعت تعہد بہ تقدیم رساند محرر اوراق (یعنی علامہ آزاد بلگرامی) از مدینہ منورہ بہ ام القری عود کرد، شیخ عبد اللطیف خبر مقدم فقیر یافتہ باستقبال شتافت و مقید شد کہ در منزل خانہ نازل باید شد قریب پنج ماہ درین بلدۂ طیبہ بمنزل شیخ اقامت داشتم۔ مروت ہا ازیں عزیز مشاہدہ

نہایت لطیف طبع اور رقیق القلب تھے۔ اہل کمال کے ساتھ مروت اور قدردانی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ہر سال حج کے ایام میں اس تلاش میں رہتے کہ اگر کوئی صاحب کمال یا ہندوستان کے شرفا و نجبا میں سے آیا ہو اس سے ملاقات کریں اور بقدر استطاعت اس کی خدمت بجا لائیں۔ راقم الحروف (یعنی علامہ آزاد بلگرامی) جب مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حاضر ہوا شیخ عبد اللطیف میری آمد کی خبر پاکر استقبال کو آئے اور اس پر اصرار کیا کہ میں ان کے قیام گاہ پر ٹھہروں۔ اس متبرک شہر میں تقریباً پانچ مہینہ تک شیخ موصوف کے یہاں رہا

شد کہ جز بزبانِ بے زبانی ادا نتواں کرد [۵۱]+ تمام رہا۔ اس عزیز کی مروت و لطف و مہربانی کا جو برتاؤ مشاہدہ میں آیا اسکا شکریہ زبان سے ادا نہیں ہو سکتا +

علامہ آزاد بلگرامی نے اس فرشتہ خصلت بزرگ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تزکیہ باطن کی غرض سے وہ اپنے نفس کو ایک ذرا سی لغزش پر کیسی سخت سزا دیتے ہیں نیز کسب معاش کے لیے ان کا اصول کس درجہ بلند اور ارفع و اعلیٰ ان کی نظروں میں دنیوی مال و متاع کی کیا حقیقت تھی۔ علامہ آزاد سے شیخ عبداللطیف ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ایکدن باب السلام (حرم مکی) کے سامنے ایک ہندی درویش پر میری نظر پڑی یہ شخص نہایت درجہ کثیف و بدحال تھا۔ اس کو دیکھتے ہی مجھے کراہت اور گھن آئی۔ لیکن اسی وقت غیرت الٰہی کا پرتو میرے دل پر پڑا۔ میں نے اپنے نفس کو ملامت کی کہ اپنے ہم جنسوں سے اس قدر وحشت اور نفرت کیوں؟ بس اب اس کی سزا یہ ہے کہ اسی کثیف اور بدحال شخص کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھاؤ چنانچہ میں گھر آیا کھانے کا انتظام کیا پھر اس درویش کے پاس جاکر اسے اپنے ساتھ گھر لایا کھانا سامنے رکھا اور ایک ہی برتن میں اسکے ساتھ بیٹھکر کھانا کھایا۔ درویش خاموش کھاتا رہا کچھ نہ بولا کھانے سے فارغ ہوکر وہ اپنی قیام گاہ پر چلا گیا۔ دوسرے دن بھی میں نے یہی عمل کیا۔ درویش کو باب السلام سے لیکر گھر لایا اور اسکے ساتھ بیٹھکر ایک ہی برتن میں کھانا کھایا اسی طور سے کامل چالیس دن گذر گئے۔ چالیسویں دن درویش نے سلسلہ گفتگو شروع کیا اور کہنے لگا کہ میں نے مدۃ العمر سیاحت کی ہے لیکن تمہاری طرح کا کوئی انسان نظر سے نہیں گذرا۔ میں کیمیا بنانا جانتا ہوں اور اس خدمت کے صلہ میں جو تم نے میری کی ہے میں یہ صنعت تمہیں سکھا دونگا۔ یہ سنکر میں نے درویش سے کہا کہ میں خود بھی کیمیا بناتا ہوں۔ اسنے دریافت کیا کیونکر؟ میں نے کہا کہ اپنی قوت بازو سے اسی سے میں قوت حلال پیدا کرتا ہوں اور یہی میری کیمیا ہے یہ کہکر میں نے بوریے کا کنارہ اٹھایا کچھ درہم و دینار جو اپنی قوت بازو سے حاصل کیے تھے پڑے تھے۔ درویش نے ان پر کچھ توجہ نہ کی وہ برابر اصرار کرتا

رہا اور میں برابر انکار، بالآخر اسنے خود ہی آگ سلگا کر ایک برتن میں کچھ تانبہ رکھا اور ایک پڑیا میں سے خاکستر نکالکر اس برتن میں ڈالدی خاکستر ڈالتے ہی وہ تانبہ کی ڈلی سونے کی ٹکیہ بن گئی اس پر درویش کہنے لگا کہ یہ سمجھ لو کہ میں اب ہندوستان کی واپسی کا قصد کر رہا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھ سے یہ صنعت اس وقت نہ سیکھو اور پھر اس نعمت سے محروم رہنے پر تمہیں دست حسرت وافسوس ملنا پڑے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ ایک بات دریافت طلب ہے کہنے لگا وہ کیا میں نے پوچھا اگر تمہیں کسی ایسے جنگل میں جانیکا اتفاق ہو کہ وہاں تانبہ میسر نہ آئے تو کیا خاک سے سونا بنا سکتے ہو؟ اُسنے جواب دیا کہ یہ تو انسان کی طاقت اور قدرت سے باہر ہے اس پر میں نے کہا کہ بھائی پھر اسی قادر مطلق پر کیوں نہ نظر رکھیں جو مشت خاک کا سونا بنا سکتا ہے۔ درویش نے میرے استقلال پر آفریں کی اور مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا اسکے بعد پھر کبھی نظر نہ آیا۔

شیخ عبداللطیف نے ہندوستان سے مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد ابتدا ریاضت اور مجاہدات میں جو محنت شاقہ برداشت کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اکیسال تک جبل ثور پر معتکف رہے۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے اس کی چوٹی پر وہ مقدس غار ہے جہاں ہجرت کی شب میں حضور سرور کائنات نے قیام فرمایا تھا اس پہاڑ پر کوئی سایہ دار درخت یا پانی نام کو بھی میسر نہیں گرمی کی تپش اور ہوائے سموم کی لپٹ آتش افشاں ہے ایسے مقام پر اکیسال تک ریاضت کرنا طاقت بشری سے باہر ہے غرضکہ سخت ترین ریاضات اور عبادت سے انہیں سرمایہ کنز مخفی ہاتھ آیا پچاس سال تک ارض مقدس میں رہکر بالآخر ۱۱۵۷ھ میں فرشتہ اجل کو لبیک کہا اور جنت معلی میں مدفون ہوئے۔

بہشت نشین
۱۱۵۷ھ

تاریخ وفات ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللطیف قدس سرہ کے اکلوتے فرزند شیخ محمد حنیف تھے انہی سے نسل چلی انکے غلام علی اور غلام رسول دو فرزند تھے اوّل الذکر لاولد فوت ہوئے۔ آخر الذکر کے بھی دو ہی فرزند ہوئے مولوی

محمد علی اور مولوی امداد علی۔ مولوی محمد علی جو ضلع مراد آباد میں عرصہ تک تحصیلدار رہے، بڑے متدین
نیک نام تھے لاولد فوت ہوئے مولوی امداد علی کے دو بیٹیاں اور چار فرزند ہوئے۔ ایک صاحبزادی
مولوی حکیم حسن عسکری کے عقد میں آئیں اور دوسری خاکسار مولف کے دادا مولوی اسد علی عباسی کی
زوجہ تھیں مولوی امداد علی کے ایک فرزند مولوی سبحان علی تھے جو اپنے زمانہ کے مدبر بے بدل
نواب گورنر جنرل کے درباری بڑے ذی وجاہت لایق و فایق تھے نایاب قلمی کتب کا شوق تھا سر ہنری
ایلیٹ نے انکے ذریعہ تاریخ کی ایک نایاب کتاب کے بہم پہونچنے کا تذکرہ اپنی مشہور آفاق تصنیف میں کیا ہے
مولوی صاحب کی ذات میں شرافت و نجابت کے وہ تمام اوصاف موجود تھے جو گذشتہ زمانہ کے
وضعدار شرفا کا طرۂ امتیاز تھے باوجودیکہ مشاہیر عمائد و اکابر روسا میں سے تھے مگر حد درجہ منکسر المزاج
با مروت، خلیق اور بردبار تھے ان کی کسر نفسی اور فروتنی کی ایک دلچسپ روایت ہے مسٹر الگزنڈر کمشنر بریلی
بتقریب دورہ مرادآباد آئے ضلع کے معززین ملنے گئے ان میں مولوی صاحب اور امروہہ کے دو
تین اور رئیس بھی تھے سلسلہ ملاقات میں اول امروہہ کے ایک چشتی رئیس جو محلہ دربار کلاں کے تھے
اور جنکا نام یہاں درج کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا، ملاقات کو گئے کمشنر صاحب نے بسبیل تذکرہ مولوی صاحب
کے متعلق ان رئیس سے دریافت کیا تو انہوں نے بڑی بے پرواہی سے کہا کہ "جی ہاں! وہ پیرزادے
ہیں جنکے آبا و اجداد کا پیشہ اور ذریعہ معاش پیری مریدی تھا اب کچھ عرصہ سے ان میں تمول ہو گیا
ہے، وہ ایک معمولی خاندان کے آدمی ہیں" معلوم ہوتا ہے کہ کمشنر صاحب کو ان رئیس کے یہ ریمارک
پسند نہ آئے کیونکہ جب مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان سے صاحب کمشنر نے دریافت کیا کہ فلاں
رئیس کی نسبت آپ کی رائے کیا ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ وہ بڑے خاندانی رئیس ہیں پشتہا
پشت سے انکے گھرانے میں امارت اور ریاست چلی آئی ہے اور شہر میں ان کی بڑی عزت ہے۔ یہ سنکر
صاحب کمشنر کہنے لگے کہ ہم امروہہ کے لوگوں کی شرافت کی تعریف سنا کرتے تھے لیکن ملاقات کرنے
کے بعد معلوم ہوا کہ یہ لوگ عموماً جھوٹے ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ کمشنر صاحب نے

کس بات سے یہ نتیجہ نکالا اور عرض کیا کہ میں جناب کا مطلب نہیں سمجھا۔ صاحب کمشنر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ فلاں رئیس سے آپ کے تعلق دریافت کیا کہ تو انہوں نے نہایت حقارت سے آپ کی نسبت کہا کہ وہ ایک معمولی حیثیت کے آدمی ہیں انکا تمول جو کچھ ہے وہ انکا ذاتی ہے انکے آبا و اجداد بہت معمولی اور غریب لوگ تھے۔ اب ہم نے آپ سے انکے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ان کی اس قدر تعریف و توصیف بیان کی جسکے وہ ہرگز مستحق نہ تھے۔ آپ کا بیان بھی غلط ہے اور اُن کا بیان بھی غلط۔ باوجود ادعائے عالی نسبی ان رئیس کی کم ظرفی اور تنگدلی کی متعدد نظیریں آج بھی مل سکتی ہیں لیکن مولوی صاحب موصوف کی بلند خیالی اور عالی ظرفی کی مثال موجودہ دور تنزل و انحطاط میں از قسم عنقا ہیں ملنا محال ہے انسانی شرافت و نجابت سیادت و عظمت کے جوہر خود اُس کی سیرۃ عالی حوصلگی بلند نظری وسعت اخلاق اور تواضع و انکسار میں تابندہ ہوتے ہیں یہ واقعہ اُن اشخاص کے لئے خاصکر سبق آموز ہے جو خود تو اپنی ذات میں کوئی جوہر نہیں رکھتے بزرگوں کی بچی کھچی پونجی اور آبائی جائداد کو بداعمالیوں اور بدکرداریوں میں برباد کر چکے دوسرے کے دست نگر بنکر نام کے شریف کہلاتے ہیں۔ اجداد کے امارت و ریاست کے کچھ واقعی اور زیادہ تر فرضی و وضعی قصے سیادت و شرافت کے ڈھول اور دور ازکار افسانے رٹتے پھرتے اور دوسروں کی تنقیص کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتے ہیں لیکن دوربین نظریں خود انہیں کے جوہر سے کھرے اور کھوٹے کو فوراً پرکھ لیتی ہیں جیسے کہ مسٹر انگرنڈ نے امتیاز کر لیا۔

غدر ۱۸۵۷ء سے قبل ایکمرتبہ مولوی صاحب نے دہلی جاکر شاہان مغلیہ کی آخری یادگار بہادر شاہ سے قلعہ معلی میں ملاقات کی تھی۔ بادشاہ ان کی گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے اور اس قدر اخلاق کا اظہار کیا کہ درباریوں کو اندیشہ ہوگیا کہ کسی بڑی جگہ پر مولوی صاحب کا تقرر نہ ہو جائے۔ بادشاہ نے انکے دوران قیام میں ایکمرتبہ آتش خاص بھی مرحمت فرمایا تھا۔ مولوی صاحب کے وسعت اخلاق اور جذبہ انتقام سے مبرا ہونیکا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ایک وقت میں مولوی صاحب بہت مقروض ہو گئے تھے اور بعض دائن سخت تقاضے کر رہے تھے نالشیں کر دی تھیں اور ڈگریاں جاری کرا دی

تھے۔ محمد سعید خان اس زمانہ میں امروہہ کے منصف تھے جو بے لوثی اور غیر جانب داری کے بڑے دعویدار بھی تھے، منصف صاحب بھی دیگر عہدہ داران سرکاری کی طرح مولوی صاحب کے یہاں آتے جاتے تھے لیکن اپنے ادعائے ناطرفداری کے اظہار کے لیے اجراء ڈگریوں میں کسی قسم کی رعایت کے جو قانوناً جائز تھی روادار نہ تھے حتیٰ کہ حکام ضلع نے بعض دائنان کو بلا کر فہمایش کی کہ وہ قسط وار زر وصول کرلیں اور بخشت زر ڈگری وصول کرنے پر اصرار نہ کریں مگر منصف صاحب نے اپنی اسی غیر جانب داری کے اظہار کے لیے انکو خود بلا کر ڈگریاں جاری کرادیں اور مولوی صاحب کو اپنے اس فعل سے پریشان کیا۔ منصف صاحب کے اس طرز عمل کا جو جواب مولوی صاحب کی جانب سے ہوا۔ وہ آج کی کم ظرفیوں میں ایک افسانہ سمجھا جائیگا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص نے منصف کو برسر بازار جوتے اور لات گھونسے سے زدوکوب کیا۔ جب انہوں نے استغاثہ دائر کیا اور امروہہ کوئی گواہ دستیاب نہوا تو آخر کار مولوی صاحب ہی کی طرف رجوع کیا۔ مولوی صاحب نے ان کی مدد کرنے میں ذرا تامل نہ کیا جن لوگوں کے مواجہ میں مار پیٹ ہوئی تھی ان کو شہادت دینے پر آمادہ کیا اور جو برتاؤ منصف کی طرف سے ہوا تھا اس کی مطلق پرواہ نہ کی +

آخر عمر میں وجع مفاصل کے عارضہ کے سبب چلنے پھرنے سے معذور تھے حکام ضلع ملاقات کے لیے خود انکے گھر پر آتے تھے۔ انکے چھوٹے بھائی مولوی محمد نذر جو ایک مدت تک الموڑہ میں صدر امین اور اسکے بعد جھانسی میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اور موراناں پور میں وفات پائی گورنر جنرل کے دربار کی نہایت لایق فایق تھے خاکسار مولف کی پھوپی محمدی بیگم مرحومہ انکے عقد میں آئیں ان دونوں بھائیوں کے کوئی عقب نہیں تیسرے بھائی مولوی اولاد علی صاحب اولاد ہوئے نائب تحصیلدار و تحصیلدار رہے انکے فرزند مولوی آل علی ضلع علی گڑہ میں بڑے نیک نام تحصیلدار تھے آج تک وہاں کے روسا اور عام باشندوں کو ان کی یاد باقی ہے۔ مخدومی مولوی سید آل احمد صاحب وکیل ان کے اکلوتے فرزند جو عرصہ دراز تک آنریری مجسٹریٹ اور میونسپلٹی کے وائس چیرمین رہے۔

مروت وحسن اخلاق کنبہ پروری کے اوصاف میں آباے کرام کا نمونہ ہیں۔ انکے برادر عزاد مولوی سید احمد کے سب فرزند ذی علم اور لایق ہیں ان میں سید محسن ایم ایس سی نے حیدرآباد سول سروس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے اور بعہدہ ڈویژنل منصف و مجسٹریٹ فائز ہیں سلمہ اللہ تعالےٰ ۔

۵۰۔ شاہ تنیم صحرائی قدس سرہٗ

گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری کے اکابر عارفین سے ہیں۔ جذب سکر محویت و استغراق کا غلبہ تھا کبھی صحو میں آجاتے تھے۔ زمانہ جذب و سکر میں جنگلوں میں رہتے۔ بحالت سلوک (صحو) آبادی کے قریب قیام کرتے۔ لباس شکستہ و دریدہ ہوتا۔

امروہہ اور نواح کے اکثر باشندے آپسے حسن عقیدت رکھتے اور یہ سمجھتے تھے کہ آپ جو کچھ زبان سے فرماتے ہیں وہی ہوجاتا ہے۔ یعنی ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آپکے مرشد کا نام شاہ سکینؒ تھا جنکے پیر طریقت شاہ غریبؒ تھے اور انکے شاہ مجنون صحرائیؒ انکے شاہ ذکرؒ الملقب سودائی جو شاہ ابو سعید بن نور الحنفی الگنگوہیؒ کے ہم عصر تھے۔ موخرالذکر دونوں حضرات شاہ نظام الدین تھانیسری ثم البلخیؒ متوفی ۱۰۳۶ھ سے مجاز طریقت تھے۔ شاہ تنیم صحرائیؒ کے اصلی وطن۔ ولادت۔ وفات اور نسب کا کچھ پتہ نہ چلا۔ بعض کرامتیں و خوارق عادات آپسے منسوب ہیں۔ صاحب مفتاح الخزائن نے ایک کرامت کا تفصیلی ذکر کرکے لکھا ہے کہ :-

"دیگر خوارق عادات آں درویش کامل در آں ضلع ظاہر و باہر است"

آپکا انتقال بوقت ملاقات حضرت شاہ عبد الہادیؒ نواح امروہہ کے جنگل میں ہوا اور اُسی خانہ خس پوش میں بعد ادائے نماز دفن کیے گئے جہاں آپ بحالت حیات زمانہ صحو میں قیام فرماتے تھے۔ مزار مبارک لب سڑک داؤد سرائے ورا دعیدگاہ جانب شمال مائل بقرب درگاہ

حضرت شاہ ولایتؒ ایک مرتفع چبوترہ پر مختصر سی چہار دیواری میں واقع ہے[1]

سنہ وصال بھی معلوم نہیں مگر شاہ عضد الدینؒ اور شاہ عبد الہادیؒ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ مقیمؒ کی وفات ۱۱۲۴ھ یا ۱۱۲۵ھ کے درمیان ہوئی کیونکہ حضرت شاہ عبد الہادیؒ کی ولادت ۱۰۸۴ھ کی ہے اور بوقت وصال شاہ مقیمؒ کا سن شریف ۴۰ سال کا تھا اسلئے شاہ صاحب کی وفات ۱۱۲۴ھ یا ۱۱۲۵ھ کے درمیان واقع ہونا صحیح تصور ہو سکتا ہے۔ والغیب عند اللہ

۱۱۔ شاہ عضد الدین محمد جعفری الزینبی قدس سرہٗ

نام ونسب وولادت | ابن شاہ محمد حامد[2] بن سید عیسیٰ بن سید جمال بن سید اجمل بہرائچی جعفری الزینبی انکے والد شاہ حامد ۱۰۷۲ھ میں ہرگام سے اپنے برادر بزرگ شاہ محمدی فیاضؒ کے تعلق سے امروہہ آئے شیخ فیض اللہ علوی کی چھوٹی صاحبزادی کو حبالۂ عقد میں لا کر یہیں متوطن ہو گئے۔ ۲۴ رجب ۱۰۸۰ھ کو شاہ عضد الدین محمد امروہہ میں پیدا ہوئے۔ شاہ عیسیٰ[3] انکے دوسرے بھائی چند سال بعد تولد ہوئے

تحصیل علوم | فارسی وعربی کی تحصیل وتکمیل کے بعد ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ وتصوف سے واقفیت

[1] تاریخ امروہہ جلد اول صفحہ ... پر بجائے جانب شمال، از بعجلت جانب جنوب غلطی کی بنا پر طبع ہو گیا ہے ۱۲

[2] شاہ حامد ۹ ربیع الثانی ۱۰۳۵ھ کو ہرگام (ضلع سیتاپور) میں پیدا ہوئے مولانا سید فضل اللہ بن نور ... سے جو شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ کے ارشد تلامذہ سے تھے اخذ علوم ظاہری کیا۔ باطنی علوم کا سرمایہ شیخ کبیر ... الہ آبادیؒ کے فیض صحبت سے حاصل کیا۔ رموز تصوف میں ایک رسالہ ان کی تصنیف سے ہے۔ اپنے بڑے بھائی شاہ عبد الجلیل و شاہ عبد الخالق سے شاہ امروہہ سے ہر سال ہرگام جایا کرتے ۱۰۸۳ھ میں وہیں گئے ہوئے تھے کہ سفر آخرت پیش آگیا۔ دخل الجنۃ تاریخ ہے ۱۲

[3] شاہ عیسیٰ بن شاہ محمد جعفری کا مزار الٰہ ہوک ... سے متصل ... میں موجود ہے ان کے فرزند شاہ محمد رضا ۱۱۴۰ھ تک بقید حیات تھے۔ شاہ عیسیٰ کی ملفوظات ... ہی ہیں ۱۲

حاصل کرنے کی غرض سے سنسکرت زبان سیکھنے کا شوق ہوا۔ اس زمانہ میں کسی مسلمان کا سنسکرت زبان سیکھنا اور برہمنوں کا اپنی مقدس زبان کا کسی مسلمان کو سکھلانا آج کی بہ نسبت جس قدر دشوار تھا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ چھوت چھات کی بندشیں اور تعصبات لا یعنی کی سختیاں حصول مقصد کے مانع تھیں مگر اس نوجوان جویائے علم کا عزم راسخ مشکلات پر غالب آیا۔ تبدیل ہیئت اجودھیا اور بنارس کا سفر اختیار کیا پنڈتوں سے سنسکرت زبان سیکھی اور عرصہ تک مقیم رہکر ہندو مذہب اور ہندو تصوف و فلسفہ سے واقفیت تام حاصل کی بعد تحصیل علوم عقلی و نقلی اپنے عم بزرگوار شاہ محمدی فیاضؒ سے علوم باطنی کا سرمایہ حاصل کیا انہی سے خرقۂ خلافت پایا اور بعد وفات مسند نشین ہوئے۔

تصانیف قناعت دوست، متوکل، صابر و شاکر درویش تھے۔ مدۃ العمر درس و تدریس کا شغل رہا بہت تشنگان علوم کو فیوض علمی سے سیراب کیا۔ مقاصد العارفین علم تصوف میں ایک بیش بہا کتاب آپ کی تصنیف ہے۔ اپنے والد ماجد کی تحریک پر ۱۱۸۲ھ میں اس کو شروع کیا لیکن ۱۲۱۱ھ میں اختتام کو پہونچی کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسائل تصوف پر آپ کو کس درجہ عبور حاصل تھا اور اس کی تالیف میں کیسی محنت شاقہ برداشت کی ہے خود ہی فرماتے ہیں ؎

هزار بار فرو رفته ام بقعر محیط — رسیده تا بکف این چند گوهران بسیط

مقاصد العارفین کے علاوہ سند سرور معارف ہیں اور ایک کتاب سنسکرت میں بھی تالیف کی۔ موزونی طبع خداداد تھی عضدی تخلص تھا۔ دیوان عضدی حقایق و معارف اور رموز تصوف پر مشتمل ہے غزلیات و رباعیات ہر صنف کلام میں طبع آزمائی کی ہے۔ حمد و نعت میں طویل قصائد ہیں۔ ایک قصیدہ یہاں نقل کرتا ہوں:۔

قصیده در حمد پروردگار عالم جل و علی شانهٗ

چه یارا ذره خاکی که نامش بر زبان آرد — بدین پستی خیال خود براوج آسمان آرد

خداوندے که در یکدم دو حرف کاف و نون او — هزاران کلهٔ قدرت برا وراق عیان آرد

کرا تاب ثنائے او که گوید وصف توحیدش — اگر گوید همان باشد که عجز اندر بیان آرد
همائے فرّ جلالش شکار پشه نتوان شد — کجا مور ضعیف آخر که کوهے درد با آن آرد
دران میدان که او بزد به چوگان کمال خود — هزاران گوئے سر غلطان مجالس چو جهان آرد
نگاه چشم قهر او چو تیر غیرت اندازد — مرا ابلیس بدین را دران گوشش کمان آرد
غبار عبرت انگیزد جلال باد بُرهانش — دمار از مغز نمرودان بیک پشه روان آرد
زهے فرمان امر او که در ملک جهان پیدا — زمین تا گنج قارون را ز نامش بے نشان آرد
به پیش آب دریا را که نیل از بر فرمایش — بجنبد بے ختم فرعون را بغرقاب عمان آرد
چه آب سیل طوفانش ز تنوند بین پوشد — هزاران دشمن خصمش قدم بر فرق جان آرد
کسی کو بر پئے دست آن رهبر کامل — سکندر را ز سرچشمه بگرمی لب گران آرد
جلال وحدتست آنجا که از باغ ارم دردم — ملک شدّاد گمره را برون از این روان آرد
چو دست قدرتش مطلق کشد آرا تیر سر — تو از دشت جفا کی را و در باغ جنان آرد
ملک را گرچه تسبیحے بر انداز بهر تقدیسش — به پیش مشتے خاکے بسجده سر رسان آرد
ازان لطفے که در آدم دران روز ازل دید — همه اسما اسمائیش بدل را بے نهان آرد
خلاف امر آن لاتقربا گرچه که رفت آدم — ز نور پشت ماجئے بے نور انبیا آرد
اگر خواهد که ملکے را کند غرقاب طوفانے — رهاند صد چو نوح را ز کشتی در امان آرد
گر آهنگ آن دارد که سر پیدا کند ازچه — زلیخا را کند شیدا و صد یوسف ز جان آرد
چو خواهد روز روشن را نماید در دل ظلمت — ید بیضائے موسیٰ را بیان و یدگان آرد
خلیلے را نشاند در دل آتش تو آن بنگر — که آب رحمتش صد رنگ نقش گلستان آرد
سلیمان را از آنجا ہے که تسخیرش جهان رد — به پیش مور پالنگے چه سان محتاج نان آرد
فراخ ذیل احسانش نگر کاندر ته خُسب — بدست لطف اسمٰعیل را سایه کنان آرد

ازاں بحر معانی کش ہزاراں بیچ در موج است ‏ ‏ ‏ زبان احمد مرسل بعالم در فشاں آرد

ہر آنکو وصف او گوید بحیرت دم زند آخر ‏ ‏ ‏ کرا باشد مجال آں کہ شان بے نشاں آرد

درآنجا محض خاموشی بکار آید ضعیفاں را ‏ ‏ ‏ کہ ہر گم گشتہ دریا بکف دُرّے تواں آرد

نے درگہ کہ سلطان الرسل از بہر فرمائیش ‏ ‏ ‏ بجان بیکو شد و چندیں پیام انس و جاں آرد

بداں قربے کہ او دارد حدیث عاجزی گوید ‏ ‏ ‏ زباں ما عرفنا را لبب در ہر زماں آرد

سر غفلت کسے دارد کہ خود را محرمش خواند ‏ ‏ ‏ بدیں پستی و گنامی سخن از لامکاں آرد

اقوال و کرامات | تعبیر رؤیا میں آپکو خاص ملکہ حاصل تہا۔ واقعات کے بارے میں جب کبھی پیشین گوئی کرتے پوری ہوتی۔ حاجی رفیع الدین اپنے "تذکرہ" میں لکھتے ہیں کہ ۱۱۶۰ھ میں مجھے امروہہ جانیکا اتفاق ہوا شاہ عضدالدین محمدؒ کی خدمت میں بھی حاضری کا موقعہ ملا۔ اُن ایام میں روہیلوں کا تسلط ملک کٹھیر (روہیلکھنڈ) کے اس حصہ پر ہو گیا تہا اور انکے جبر و تشدد کا ہر جگہ چرچا تہا۔ شاہ صاحب کی مجلس میں بھی مخلوق خدا کی عام پریشانی کا تذکرہ ہونے لگا اس وقت آپنے مجھے (یعنی حاجی رفیع الدین خاں کو) مخاطب کرکے فرمایا کہ روہیلوں پر پہاگن کے مہینہ میں آفت آئے گی۔ میں نے عرض کیا کس پہاگن میں؟ فرمایا کہ امسال یا آئندہ کسی سال، مگر پہاگن کے مہینہ میں۔ میں نے پہر سوال کیا کہ کس گروہ کے ہاتھ سے؟ ارشاد ہوا کہ مرہٹوں کے ہاتھ سے۔ میں نے پہر دریافت کیا کہ ملوگ کفار کے شر سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں فرمایا کہ مرہٹوں کا ان اطراف میں آنا ناگزیر ہے لیکن خدائے عزّ و جلّ قادر ہے کہ نہیں محفوظ رکھے۔ حاجی صاحب اسکے بعد لکھتے ہیں کہ بعد وفات شاہ صاحب سندھیا، وردو سرے سردار ان قوم مرہٹے نے شاہ عالم بادشاہ کو ساتھ لیکر ۱۱۸۵ھ میں ضابطہ خاں سے جنگ کی۔ پہاگن کے چند ہی دن گذرے تھے کہ ضابطہ خاں کو شکست ہوئی اور یہ ملک روہیلوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

ایکمرتبہ ایک جوگی جو کیمیا سازی میں مہارت رکہتا تہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپکے

سلہ

تقدس و کمالات دیکھکر گرویدہ ہو گیا۔ ایک دن اسنے اکسیر جسکے ذریعہ سونا بناتا تہا ایک بیل میں رکھکر پیش کی اور سونا بناکر بھی دکہایا۔ شاہ صاحب نے اس کے قبول کرنے سے ہر چند اصرار کیا مگر جوگی کے اصرار کے مجبور ہوکر وہ بیل اسکے ہاتھ سے لیکر خانقاہ کے طاقچہ پر رکہدیا۔ کئی سال بعد وہ جوگی پھر حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ بیل خاک و گرد میں آلودہ بدستور اسی جگہ رکہا ہے۔ اُٹھا کر دیکھا تو اکسیر بھی اسی طرح موجود ہے آپسے دریافت کیا کہ اس کو کام میں کیوں نہ لایا گیا آپنے فرمایا کہ بہائی ہمیں اس کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی آگ جلانے اور تانبا گلانے کی فرصت کہاں! موت ہر وقت سر پر سوار ہے۔ مگر ہمارے پاس تمہاری اس اکسیر سے بھی زیادہ قیمتی اکسیر موجود ہے جوگی نے اس اکسیر کا نسخہ معلوم کرنا چاہا آپ نے فرمایا۔ قناعت ۔۔

آپکا قیام بھی اپنے مرشد طریقت اور عم مکرم شاہ محمدی فیاض کے مکانات میں تہا جو سرائے محمدی کے نام سے موسوم تھے۔ انکے چچا زاد بہائیوں کے پاس مال و متاع دیہات معافی وغیرہ بہت کچھ تھے ایک مرتبہ عورتوں کے باہمی قصوں سے آپ کی طبع خدا رس پر برا اثر پڑا اور آپ مع اپنی زوجہ محترمہ اور اپنے صاحبزادہ میاں موج کے جو خورد سال تھے وہاں سے اُٹھکر اس جگہ جہاں آج مزار فایض الانوار اور خانقاہ واقع ہے تشریف لے آئے اور تالاب پانباڑی سے مٹی ڈہوے لاکر ایک چہوٹا سا خس پوش مکان تیار کر لیا موسم برسات میں کثرت بارش سے تالاب بڑہا اور اس خس پوش مکان کی دیوار بہالے گیا آپنے اس پر فرمایا کہ لو آج پانباڑی کے قرضے سے بھی سبکدوش ہو گئے چند روز بعد خام مکان تعمیر کیا۔

وفات اور اولاد امجاد	۲۷ رجب ۱۱۷۲ھ کو سو برس کی طویل عمر پاکر واصل بحق ہوئے ؎

کرد رحلت چو شاہ عضد الدین　　بست و ہفتم رجب ز دار فنا

سال تاریخ او چو پرسیدم　　گفت ہاتف کہ شد بامر خدا

۱۱۷۲ھ

آپکے دو فرزند تھے۔ شاہ معز الدین معروف بہ شاہ موج اور شاہ موتی۔ مریدین میں خلیفہ

نظر محمد جنکا مزار اندرون لال باغ (مراد آباد) میں ہے قابل تذکرہ ہیں۔ شجرہ اولاد

شاہ محمد حامد جعفری الزینبی

- شاہ عضد الدین محمدؒ
  - شاہ معز الدین عرف میاں موج
    - شاہ مسیح الدین مجذوب — لاولد
  - شاہ موتی — لاولد
  - مولانا شاہ بدر الدین
    - شاہ محی الدین معروف معشوق علی
      - ضیاء الدین
        - ریاض الحسن
    - شاہ قیام الدین
      - شاہ معز الدین — لاولد
      - شاہ نظام الدین
        - شاہ علاء الدین
- شاہ محمد عیسیٰ
  - شاہ غلام رضا
    - ولایت علی
  - شاہ احمد رضا
    - ولایت بخش

۵۲۔ عارف باللہ شاہ رحمت اللہؒ

خلیفہ باکمال شاہ عبدالرزاق بانسوی[1]۔ نسباً حسینی سید مشہور ہیں۔ بارھویں صدی ہجری کے وسط میں باشارہ پیر و مرشد امروہہ آئے اور محلہ قریشیاں کی ایک مسجد میں اقامت اختیار کی۔ کچھ دن گجرولہ کی مسجد میں بھی قیام رہا۔ بڑے آزاد اور بے ہمہ با ہمہ بزرگ تھے۔ رات دن عبادت میں مصروف رہتے۔ بیکسوں اور درماندوں کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد تھے۔ امروہہ کے اکثر لوگوں کو آپ سے حسن اعتقاد تھا بالخصوص خاندان سادات محلہ بھوکا کے بزرگ آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ آپ کا عرس بھی اسی خاندان کے حضرات کرتے رہے ہیں۔ اختلاف عقائد کی وجہ سے اب اگرچہ پہلی سی حالت

---

[1] شاہ عبدالرزاق بانسوی مرید و خلیفہ شاہ عبدالصمد خدا نما احمد آبادی ابتداً ملازمت پیشہ تھے ترک ملازمت کے بعد سیاحت اختیار کی اور احمد آباد گجرات میں پیر و مرشد کی صحبت سے کمالات کا ذخیرہ فراہم کیا پھر اپنے وطن آ کر مضافات لکھنؤ سے زراعت کا شغل اختیار کیا۔ باوجودیکہ اُمّی محض تھے مگر آیات قرآنی کی تفسیر کرتے وقت وہ حقائق و معارف بیان فرماتے کہ بڑے بڑے دانشمند حیرت زدہ ہوتے۔ پنجم ماہ شوال ۱۱۳۱ھ کو وفات پائی۔

باقی نہیں تاہم قل کے دن اب بھی اس خاندان کے بعض اشخاص شیرینی لیجاتے اور روشنی کا اہتمام کرتے ہیں مزار متصل محلہ قریشیان ہے۔ شاہ عبدالواحد آپکے مرید اور فیض یافتہ فانی زندگی کی منزل طے کرنے کے بعد آپکے جوار مزار آسودہ ہیں +

۵۳ حضرت شاہ عبدالہادی صدیقی قدس سرہٗ

ولادت ونسب | ۱۲ رجب ۱۰۸۸ھ موافق ۲۱ جلوس عالمگیری بروز چہارشنبہ ولادت باسعادت ہوئی سلسلۂ نسب اکتیس واسطوں سے حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متصل ہوتا ہے باین طریق بن شیخ محمد بن شیخ عبدالسمیع بن شیخ شاہ محمد بن شیخ محمد بن شیخ عبدالمجید بن مفتی محمد طاہر بن قاضی عبدالملک بن قاضی محمد ابن قاضی امجد بن قاضی سراللہ بن قاضی نظام الدین قریشی الصدیقی (ملاحظہ ہو تذکرہ قاضی موصوف) آپکے جد ہشتم مفتی محمد طاہر کو ۹۵۰ھ میں بعہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ موضع بوا پوٹھی پرگنہ دہام پور میں املاک مدد معاش عطا ہوئی تھی اس تعلق سے مفتی موصوف نے بعض اخلاف نے موضع مذکور میں سکونت اختیار کر لی تھی لیکن کچھ مدت بعد شیخ عبدالسمیع نے جو مفتی محمد طاہر سے چوتھی پشت میں ہوتے ہیں پھر وطن آبائی کو معاودت کی اور دوبارہ امروہہ کو اپنا مسکن بنایا +

بچپن اور آغاز شباب | آپکے بچپن اور آغاز شباب کا زمانہ خاص حالات میں بسر ہوا درسی و مکتبی تعلیم بہت کم پائی نو دس برس کی عمر میں آپکا خاص واقعہ پیش آجانے سے تعلیم کا سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آپ مکتب میں تنہا بیٹھے لکھنے پڑھنے میں مشغول تھے کہ ایک درویش عجیب و غریب حلیہ کے گداگروں کے بھیس میں آئے اور آپکے قریب بیٹھکر کھانے کی کوئی شے منہ سے نکالکر آپکو دی اور اسکے کھا لینے پر اصرار کیا آپ بمقتضائے طفولیت اس عجیب غریب حلیہ کے درویش کو دیکھکر خائف تھے اسلئے اس شے کو کھا لیا معاً یہ درویش نظروں سے اوجھل ہو گئے اس پس خوردہ کا حلق سے اترنا تھا کہ آپ پر آثار جذب وحشت طاری ہو گئے مکتب چھوڑکر جنگل کی راہ لی ومسلسل تین شبانہ روز

لاپتہ رہے، تلاش وجستجو کے بعد تیسرے دن بایں حالت کہ لباس پارہ پارہ، ہوش وحواس غائب اور آثار جذب وحشت غالب تھے آپکو مکان پر لایا گیا۔ اسکے بعد سے معمول ہو گیا کہ دن بھر صحرا نوردی کرتے اور شب میں کسی وقت مکان پر آجاتے عمر کی سولہ منزلیں اسی حالت میں طے ہوئیں۔

آپکے والد ماجد نے یہ سوچکر کہ شاید کسی شغل میں مصروف ہو جانے سے وحشت وجنون میں تخفیف ہو جائے آپکو متاجری کے بعض مواضعات پر غلہ کے اہتمام کی غرض سے چند ملازمین کے ساتھ بھیجدیا یہ سال عام قحط کا تھا۔ کاشتکار بہت سقیم الحال تھے ان مصیبت زدوں کی حالت آپ سے نہ دیکھی گئی، کاشتکاروں کو بلا کر عام اجازت دیدی کہ اپنی ضرورتوں کے موافق غلہ لیجائیں چنانچہ کاشتکار بخوشی غلہ اپنے صرف میں لے آئے۔ بندگان خدا اور مصیبت زدوں کی راحت رسانی کے مقابلہ میں اپنے نقصان کی آپنے مطلق پرواہ نہ کی۔ آپ کی اس بے پرواہی کی حالت دیکھکر والدین نے سلسلۂ ازدواج میں منسلک کرنا چاہا اور آپکا عقد صد لقیان بجد ساکنان موضع سولاہر پرگنہ دہام پور میں کر دیا گیا اسوقت آپ کی عمر تقریباً بیس سال تھی موضع مذکور دہام پور ہی سے قریب تھا اس لیے شادی کے بعد اس خیال سے کہ علائق ازدواج اور مشاغل کاشت آپ کی مزاجی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کا باعث ہونگے سامان زراعت وکاشت آپکے حوالہ کیا گیا چھ دن تو ان مشاغل کی جانب آپ متوجہ رہے لیکن اسی سال یعنی ۱۲۲۱ھ میں آپکے پدر بزرگوار بقضائے الٰہی فوت ہو گئے وہ متعدد مواضعات کے متاجر تھے، لوگوں نے آپکو ان کا جانشین کرنا چاہا مگر آپ کے قلب میں خدا شناسی کا قوی جذبہ موج زن تھا تمام کاروبار دنیوی ترک کرکے صحرا نوردی اختیار کی دس سال متواتر اسی حالت میں بسر کیے۔

اکتساب کمالات | حسب معمول آپ ایکدن صحرا نوردی میں مشغول تھے کہ شاہ تقیم صحرائی سے بحالت جذب اتفاق ملاقات کا ہوا۔ مرشد کامل کی یہ ملاقات اشارہ غیبی تھی آپنے ان سے نسبت بیعت درست کی اور آٹھ دس سال شبانہ روز حاضر خدمت رہکر فضائل وکمالات کا ذخیرہ فراہم کیا۔ مرشد کامل کا زمانہ وصال جب قریب پہنچا انہوں نے آپکو درجہ خلافت عطا کرکے اپنے طریقہ کی اجازت دی

اور حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفری سے جن کا سلسلہ بیعت پانچ واسطوں کے بعد ان کے سلسلے واٹہ ہے، اکتساب فیض کے لیے ہدایت فرمائی چنانچہ بعد وصال پیر مرشد حضرت شاہ عضد الدین محمد کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر اکتساب فیض کیا پھر موضع بواپور کے جنگل میں شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ کچھ عرصہ بعد موضع خاذق پور کو عزلت گزینی کے لیے موزوں پا کر سوت ندی کے کنارے ایک غار میں وراد و اشغال میں مشغول ہوئے۔ الفراغ ضروریات اور تجدید وضو کے لیے باہر آتے جنگلی پھل پتوں کے سوائے اس عرصہ میں اور کوئی غذا نہ تھی۔ مدت تک اسطرح سخت سے سخت مجاہدات کیے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کے زمانہ قیام میں حضرت خضر علی نبینا علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی جس کے فیوض و برکات سے علوم لدنی آپ پر منکشف ہوگئے، یہیں حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا۔ یہیں حضور سرور کائنات نے عالم رویا میں قیام آبادی و رہنمائی خلق اللہ کی ہدایت فرمائی، لیکن غلبہ جذب سکر کی وجہ سے بجا آوری حکم رسالت پناہی میں تاخیر ہوئی۔ اسی عرصہ میں پیر میں کانٹا چبھا چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے؛

"ز پائے خارہا خلیدہ و زخمہا نمودہ و در زخم کرمہا پیدا شدہ و آں ثانی ایوب از خود جدا نہ کرد" [۱]

پھر آپ موضع بڑہی میں تشریف لے گئے اور سلسلہ ارشاد و ہدایت کا جاری فرمایا۔

باوجودیکہ آپ پر غلبہ حال رہتا لیکن اتباع سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں غلو تھا حتیٰ کہ اتباع سنت کی تکمیل کے لیے مدتوں بکریاں چرائیں۔ کتابی علم آپ نے جس قدر سیکھا اس کا ذکر پہلے آچکا ہے مگر آپکو وہ علم باطنی حاصل تھا جو امت محمدی کے اولیا کو حاصل ہوتا ہے، اور جو کتابی علم سے بدرجہا فائق ہے ؎

علمے کہ حقیقی است در سینہ بود　　　　درسی نبود آنچہ در سینہ بود
صد خانہ پُر از کتاب کلے ناید　　　　باید کہ کتاب خانہ در سینہ بود

---

[۱] بحر التواریخ ۱۲

آپ جب کبھی تصوف کے رموز و نکات پر گفتگو کرتے یا آیات کلام پاک کے مطالب و معانی بیان فرماتے سامعین محو حیرت ہو جاتے تھے سہ

علم حق در علم صوفی گم شود — ایں سخن کے باور مردم شود
علم ظاہر ایں ہمہ قیل است و قال — نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال
طبع را افسردگی بخشد مدام — مولوی باور ندارد ایں کلام

خواجہ محمد معصومؒ جو اپنے وقت کے شیخ طریقت اور صاحب نسبت بزرگ تھے سنبھل میں مقیم تھے۔ شاہ صاحب گاہے گاہے آپ کی ملاقات کے لیے بریلی سے سنبھل تشریف لیجاتے ایکمرتبہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں بھی دہلی سے سنبھل آئے ہوئے تھے۔ ان دونوں بزرگان دین کی سنبھل میں ملاقات ہوئی حضرت مرزا صاحب علوم ظاہری میں بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے لیکن دوران ملاقات میں شاہ صاحب نے آیات کلام پاک اور بعض احادیث کے جو مطالب بیان فرمائے مرزا صاحب کو آپ سے خاص انس پیدا ہو گیا ایک مرتبہ دہلی سے آپ بریلی تشریف لائے۔ کئی دن صحبت گرم رہی۔ کرپا رام ساکن اسولی جو علم نجوم میں بلند پایہ رکھتے تھے آپ کے مرید و معتقد تھے، ان کی فرمائش سے آپ نے ان مسائل میں ایک کتاب تصنیف کی تھی جو مقصود الطالبین[1] سے موسوم ہے اس کا قدیم نسخہ خاکسار مولف کی نظر سے گذرا ہے۔ آپ کبھی کبھی ہندی زبان میں کبت اور دوہرے بھی کہتے تھے +

شاہ عالم بادشاہ غازی کی حسن عقیدت

نواب امین الدولہ سنبھلی اور مرزا اکبر علیخاں کو آپ سے حسن عقیدت تھی ان حضرات نے شاہ عالم بادشاہ کے متعلق آپ سے خاص توجہ فرمانے کی استدعا کی ان ایام میں بہت بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور ہر طرف سے سرکشی و بغاوت ہو رہی تھی بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھے۔ سلطنت کی بنیادیں متزلزل ہو رہی تھیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے نصائح پر بادشاہ عمل کریں گے تو کیا عجب ہے کہ

[1] برکات حمیدیہ میں اس کا نام ارشاد الطالبین تحریر ہے ۱۲

معاملات سُلجھ جائیں اور سلطنت مستحکم ہو جائے اور اگر ان نصائح پر عمل پیرا نہونگے تو اس سے زیادہ تباہی و پریشانی ہوگی۔ صاحب مفتاح الخزائن رقم فرماتے ہیں :-

"آنحضرت فرمودند کہ اگر بر نصائح و مواعظ فقیر کہ بقلم آید استحکام در زندگی ہمت معروف آں سازند چہ عجب کہ درستگی و آراستگی حال و آل ایشاں گردد و در صورتیکہ پنبۂ غفلت در گوش دارند و کار بند ایں پند نشوند زیادہ ایں کار ایشاں منجر بہ تباہی و پریشانی گردد"۔

چنانچہ ایک ہدایت نامہ تحریر فرما کر مرزا اکبر علیخاں کے حوالہ کیا جو بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا ہدایت نامہ کی غیر معمولی قدر و منزلت کی گئی اس سلسلہ میں جو مراسلت ہوئی اس کی نقول یہاں درج کرنا مناسب ہے۔[1]

(۱) محرم اسرار علم ربانی واقف رموز سبحانی حقایق و معارف آگاہ خیر خواہ خلق اللہ شاہ ہادی سلمہ اللہ بعد شرح اشتیاق مشہور رائے مودت پیرائے میدارد کہ نصیحت نامہ توجہ شمامہ مصحوب عزتی ندوی خاں اکبر علیخاں از نظر مبارک گذشت حرف بحرف بمطالعہ اقدس در آمد توجہ ایشاں درحق خود تائید آلہی دانستم انشاء اللہ تعالیٰ آنچہ در باب عدل و انصاف و رفاہ خلق اللہ مرقوم گردید زیادہ از پیش نہاد ہمت والاست حقایق اینجانبی داخل شدن بقلعہ عظیم آباد از خارج مسموع شدہ باشد در باب استقلال واقعی وقت دعاست و درحق ایں نیاز مند درگاہ آلہی توجہ قلبی لازم و تا دست داد ملاقات بہجت آیات کہ آرزوئے دل مشتاق است ہمیشہ حقایق نگار خیریت خود باشند

(۲) حقایق و معارف آگاہا۔ دعا نامہ مرسلہ معرفت مرزا اکبر علی خاں بہادر باحسن الوقت از نظر مبارک گذشت۔ الحمد للہ کہ قلوب اہل اللہ متوجہ حال ایں نیاز مند درگاہ آلہی است۔ توجہ دلی و دعائے خیر ایشاں درحق خود زبانی خاں مذکور کرر شامل حال دانستہ۔ توقع کہ حالا ہمیں توجہ فرمایند کہ دشمنان و بدخواہان دولت خداداد منکوب و مخذول شوند و سلطنت رونق گیرد و ندو بست مملکت

---

[1] برکات تجدیدیہ مطبوعہ ۱۲

بدستور اسلاف استحکام پذیرد۔ والسلام +

(۳) تاجدار ملک حقیقت تخت نشین اقالیم طریقت رموز دان کو لی و آلہی حضرت کرم گستر پیوستہ دربار
ربانی بودہ مشغول بدعوات نیاز مندان باشند از انجا کہ بفضل لایزال انفتاح ابواب مقصود دارین
ومفتاح بہبود کونین بید قدرت کاملہ وکلت بالغہ درویشان عالیان داشتہ است لہذا مستدعی
دعوات درینولا شہامت مرتبت سید شہامت علیخاں را بخدمت کیمیا خاصیت فرستادہ بتفصیلے بدعوات
ایں نیاز مند درگاہ الٰہی بتیقن مبذول شود کہ بتوجہ عالی مقصود خود کامیاب گردد بتفضل نامہ
کہ مرحمت شدہ بود تا حالت تحریر رقیمہ نیاز ورود کرامت نفرمودہ ہرگاہ کہ ورود خواہد فرمود
موافق آں عمل خواہد درآمد زیادہ والسلام +

لکھنؤ اور لسولی کا سفر

نواب مہدی علی خاں داماد نواب سر بلند خاں کو آپ سے خاص عقیدت
تھی۔ غدر کے زمانہ میں معہ اہل وعیال نواب امین الدولہ بہادر کے مکان پر دہلی سے سنبھل چلے آئے
تھے۔ آپ کا معمول تھا کبھی کبھی خواجہ شاہ محمد معصومؒ سے ملاقات کے لیے سنبھل تشریف لیجاتے تھے۔ اس
عرصہ میں حضرت سنبھل میں موجود تھے۔ نواب امین الدولہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور
عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ سب نے آپ سے لکھنؤ تشریف لانے پر بجد اصرار کیا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد لکھنؤ تشریف
لے گئے آپ کے خادموں میں ایک شخص رحمت اللہ نامی ہمراہ تھا۔ لکھنؤ کے زمانہ قیام میں نواب مذکور نے
کثیر رقم بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کی لیکن آپ نے بمقتضائے استغنار و بے نیازی قبول نہ کی اور
بھی جو اہل حاجت حاضر خدمت ہوتے کچھ نہ کچھ نذر گزرانتے آپ واپس کردیتے لیکن رحمت اللہ بلا علم
واطلاع لوگوں سے نذر لیکر اپنے مکان کو روانہ کرتا رہا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو رحمت اللہ کی
والدہ حاضر خدمت ہوئی اور وہ سب رقم جو رحمت اللہ نے بھیجی تھی آپ کے سامنے رکھ دی آپ اس واقعہ کو معلوم
کرکے بہت غضبناک ہوگئے اور رحمت اللہ کو فوراً اپنی خدمت سے الگ کردیا وہ ہر جگہ آپ کی شکایت کرتا پھرتا کہ محض
شیر گلیم ہیں درویشی سے کچھ علاقہ نہیں دس کی اس گستاخی کی سزا بھی اسے جلد مل گئی یا آخر جنگی شیر نے بخت ستایا کیا

میر اسد اللہ خاں عرف میر کلو اور سید علی اعظم خاں (گھڑیال والے) آپکے خاص عقیدتمند تھے اور
گردش زمانہ سے کچھ پریشانیاں لاحق تھیں جو آپ کی توجہ سے دور ہو گئیں۔ نواب دوندی خاں آپکے
کمالات کا شہرہ سنکر ملاقات کے مشتاق تھے میر کلو کے ذریعہ آپکے بلوانے کی کوشش کی گئی لیکن آپنے
جواب دیا کہ ؎ بیاد حق از خلق بگریختہ ٭ چناں مست ساقی کہ مے ریختہ   اسکے بعد پھر سید علی اعظم خاں
کے اصرار پر تشریف لے گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایکمرتبہ دوندی خاں بہادر درد قولنج میں مبتلا تھے۔ سخت
تکلیف اور پریشانی تھی تمام اطبا و معالجین اپنی اپنی تدابیر کرکے عاجز آگئے تھے۔ کوئی فائدہ معلوم ہوتا
تھا۔ میر کلو نے آپسے عرض کیا۔ آپ محلسرائے میں تشریف لے گئے۔ جیسے ہی نواب دوندی خاں کے بالمقابل
ہوئے درد کا پتہ نہ رہا ٭

کھائی کھیڑہ کا قیام

حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفریؒ کے مرید با اخلاص شیخ محمد علی ساکن موضع ڈبھاری
پرگنہ سنبھل مولوی محمد احسن خاں عباسی رئیس بریلی کے ملازم تھے۔ شیخ صاحب کی زبانی آپکے حالات سنکر غائبانہ
عقیدت رکھتے تھے اور پابوسی کے مشتاق آرزومند تھے براہی شریف حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔
مولانا موصوف نے بریلی تشریف لانے کی استدعا کی کچھ عرصہ بعد حسب وعدہ آپ بریلی رونق افروز ہوگئے
اور مولانا موصوف کے باغ میں قیام فرمایا رفتہ رفتہ اہل شہر آپکے کمالات کا شہرہ سنکر گرویدہ ہوگئے اور
جوق جوق حاضر خدمت فیض درجت ہو کر برکات و فیوض حاصل کرتے اور ہر وقت اہل حاجت و
عقیدتمندوں کا مجمع رہتا۔ آپکے فیض صحبت سے کئی ہنود مشرف باسلام ہوئے اور حلقہ بیعت میں شامل ہو کر
مراتب علیہ پر پہونچے۔ آپ کو عزلت گزینی و صحرا نوردی مرغوب تھی۔ قیام آبادی اور ہجوم خلائق بار خاطر تھا
موضع آسپور میں لوگوں کا مجمع رہنے لگا کچھ دن قیام فرماکر پھر آہی شریف تشریف لے گئے اور مریدین کے
اصرار پر سہیریا کبھی کبھی سال دو سال میں تشریف فرما ہو جاتے ٭

مولانا شیخ الاسلام ساکن بریلی نے جو اپنے عہد کے فاضل متقی وقت و مجاز طریقت و صاحب بیان
بزرگ تھے موضع کھائی کھیڑہ میں قیام فرمانے کی استدعا کی آپنے اس مقام کی فضا موافق حال پاکر سکونت اختیار

فرمائی۔ دن بھر جنگل میں مصروف ریاضت رہتے اور رات کو مکان میں تشریف لاتے بریلی کے اکثر علمار فضلار فقرا اور وسار آپکے خوارق وکمالات سنکر معتقد وگرویدہ ہوگئے اور حاضر خدمت رہ کر فیض یاب ہوتے تھے۔ آخر عمر تک اسی موضع کہائی کھیڑہ میں حضرتؒ نے قیام فرمایا اور یہیں وصال ہوا۔

آپکا مشرب آپکا مشرب وحدۃ الوجود تہا اور اس میں سخت مغلوب الحال ہوجاتے تھے مگر کتاب و سنت کے خلاف کبھی عمل نہ فرماتے۔ اپنے عہد کے مامور من اللہ شیخ تھے۔ آپسے بکثرت صدور کرامات وخوارق ہوا اور مخلوق کو فیض پہنچا۔ مفتاح الخزائن موسوم بہ برکات حمیدیہ فی خوارق بادویہ، تذکرہ مولوی رضی الدین مرادآبادی، نخبۃ التواریخ انوار العارفین میں آپکے حالات درج ہیں۔

اولیار اللہ کی کرامات معنویہ کا بیان کرنا اور سمجھنا اہل دل وصاحب باطن حضرات کا ہی کام ہے آپکے خاندان کے ایک صوفی مشرب بزرگ نے بعض واقعات قلمبند فرماکر بھیجے ہیں جن میں سے چند یہاں درج کرتا ہوں

(۱) نصرت خاں ساکن بریلی سل ودق میں بیمار تھے۔ ایک دن منہ سے طشت بھر خون آیا۔ ان کے والد ماجد بدحواس ہوگئے پریشانی اور اضطراب کی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے تہوڑی خاک زمین سے اٹہا کر دیدی اور ارشاد فرمایا کہ جا کر کہا دو شافی مطلق شفا دینے والا ہے خدا کی شان مہینوں کا مریض ایک ہفتہ میں ہلاک مرض سے صحتیاب ہوگیا۔

(۲) اہلیہ میر مجید نے حاضر خدمت ہوکر اپنے شوہر کے لیے دعار ترقی عہدہ کی استدعا کی۔ اور عرض کیا کہ کیا اچہا ہو اگر وہ جمعدار ہوجائے۔ چند روز کے بعد کچھ کہانا پکاکر آپ کی خدمت میں بہیجا آپنے بچوں میں تقسیم کرنیکا حکم دیا اور انہی بچوں میں سے ایک کو جمعدار بناکر فرمایا کہ تم سب کو تقسیم کردو ایک ہفتہ گذرا تہا کہ اسے جمعداری مل گئی۔

(۳) شیخ مجاہد منجانب نواب آصف جاہؒ نظام الملک بہادر مرادآباد کے ناظم تھے حضرت شاہ عضد الدین محمدؒ

(۱) ۱۱۳۲ھ میں نظام الملک آصف جاہ میر قمر الدین خاں بہادر خلد اللہ ملکہ کے جد محترم آصف جاہ اول منجانب سلطنت مرادآباد کے گورنر تھے۔ وہاں تک آپنے اس عہدہ کا اعزاز بخشا شیخ مجاہد آپ کی جانب سے مرادآباد کے ناظم تھے اور حضرت شاہ عضد الدین محمدؒ سے خاص عقیدت وارادت رکھتے تھے۔

چشتی جعفری کے یہاں اکثر حاضر ہوا کرتے اور بہت عقیدت رکھتے تھے۔ امساک باراں کی وجہ سے فصل کی حالت بہت خراب تھی۔ عرض کیا کہ مالگزاری کی عدم وصولی سے میری بہت بدنامی ہوگی آپ دعا فرمائیں۔ شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس کام کے لیے شاہ عبد آبادی کے پاس جاؤ شیخ مجاہد رخصت ہوکر اپنے گھر آئے ادھر شاہ صاحب نے بھی آپ سے ناظم صاحب کی سفارش فرمائی۔ آپ حضرت کا فرمان سنکر خود ہی شیخ مجاہد کی قیامگاہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ کہو بھائی کیا کہتے ہو سرکار نے بھیجا ہے۔ انہوں نے دعا کے لیے عرض کیا آپ نے ایک آیت قرآنی چالیس ہزار مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ چالیس ہزار روپیہ مالگزاری کی تعداد تھی چند روز ہی گذرے تھے کہ حکم آیا کہ امسال مالگزاری بقدر پیداوار وصول کیجائے۔

(۴) شاہ محمد مکمل مرادآبادی تھے جو آپ کے نامور خلفاء میں سے ہیں چچا زاد بھائی فوج میں ملازم تھے۔ پانی پت کی لڑائی ہو رہی تھی۔ غنیم کے زبردست حملے ہو رہے تھے اور قریب تھا کہ عساکر اسلامیہ کو شکست ہوجائے۔ کثیر اسلامی فوج مقابل کے حربوں سے فنا ہوچکی تھی شاہ محمد مکمل صاحب اپنے بھائی کے پاس مقیم تھے جو آپ کی زیارت سے ابتک کبھی مشرف نہوئے تھے۔ اس معرکہ کارزار میں ایک رات کچھ غنودگی سی طاری تھی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ عبد اللہ بادی اس لشکر میں تشریف لائے ہیں۔ اسی وقت آنکھ کھل گئی اپنے بھائی شاہ محمد مکمل سے عرض کیا کہ میں نے ابھی دیکھا ہے کہ حضرت شاہ عبد اللہ بادی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ میں پوری طرح سویا ہوا نہیں تھا گویا بیداری میں ہی دیکھا ہے کہ تالاب کے کنارے رونق افروز ہیں یہ سنکر دونوں متلاشی ہوئے اور تھوڑے فاصلہ پر تالاب کے کنارے جاکر دیکھا تو شاہ صاحب تشریف فرما ہیں قدمبوسی کی سعادت حاصل کی۔ اور دعائے فتح و نصرت افواج اسلامیہ کی استدعا کی آپ نے دعا فرمائی چند روز کے اندر خدا کے فضل سے غنیم کو شکست ہوئی اور افواج اسلامیہ مظفر و منصور ہوئیں

(۵) میر سعادت علی و میر عباس معہ دو ہمراہیوں کے سرتی سے آپ کی قدمبوسی کے لیے براہی کو روانہ

ہوئے۔ چاروں نے آپس میں مشورہ کرکے چار قسم کا کھانا کھانے کی رائے قائم کی راستہ میں غلام رسول مل گئے کہنے لگے کہاں جارہے ہو۔ جواباً کہا کہ براہی شریف اُنھوں نے کہا کہ ذرا یہ تو پتہ چلانا کہ گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا۔ چاروں حاضرِ خدمت ہوئے آپ نے چار قسم کا کھانا منگا کر سامنے چنوا دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ "تم لوگوں نے فقیر کے مطبخ کو شاہی باورچی خانہ تصور کیا ہے کہ ہر شخص کی مرضی کے مطابق کھانا تیار رہے"۔ سب متحیر اور نادم ہوئے۔ اب غلام رسول کا معروضہ پیش کرنے کی ہمت ہوئی۔ کھانے سے ابھی فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک گانے نے بچہ جنا آپنے ارشاد فرمایا کہ دیکھو نر ہے یا مادہ۔ دیکھا تو مادہ تھی فرمایا کہ نر ہوتا تو غلام رسول کے گھر میں بھی لڑکا پیدا ہوتا۔ کچھ دن بعد لڑکی پیدا ہوئی +

(۶) امساکِ باراں سے مخلوق پریشان تھی۔ چند خورد سال بچے آپ کی خدمت مبارک میں دعا کے لیئے حاضر ہوئے۔ آپنے چند ہندی دوہے انہیں یاد کرا کے فرمایا انہیں چلا چلا کر گاؤ خدا کی شان فوراً ابر آیا اور خوب بارش ہوئی +

(۷) ایک مرتبہ ژالہ باری کی زیادتی سے نواب دوندی خاں کے علاقہ میں کثیر نقصان ہوا تمام فصل ربیع تباہ ہوگئی۔ رعایا نے نواب موصوف کے پاس آکر گریہ وزاری کی نواب نے کہا کہ آفت سماوی میں کسی کو کیا اختیار ہے۔ اور کیا تدبیر ہوسکتی ہے۔ مجبوری ہے آپ سے رجوع کیا گیا آپنے ارشاد فرمایا کہ چند روز پھر خریف کی تخم ریزی کرو حسب الحکم کاشتکاروں نے تعمیل کی باوجودیکہ زراعت کا وقت گذر چکا تھا اور دوسری کھیتیاں عنقریب کٹنے والی تھیں۔ لیکن اس علاقہ کی تمام کاشت سرسبز ہوئی اور اتنا غلہ پیدا ہوا کہ جتنا ایک علیٰ درجہ کی کاشت میں ہونا ممکن ہے +

خلفاء آپکے مرید اور خلفاء بکثرت تھے صاحب تحفۃ التواریخ کا بیان ہے کہ :-

" خلفاء و مریدانش از حد سے و نہایتے نیست "

چند خلفائے نامدار کا تذکرہ یہاں درج کیا جاتا ہے آپ کے نبیرگان باکمال حضرت شاہ دوست محمد شاہ

عابد قباری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے جداگانہ درج کیے گئے ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ ایک خلیفہ آپ کے شاہ قاسمؒ نسباً سادات فاطمی سے تھے، مدۃ العمر ترک و تجرید شیوہ تھا اور ۲۵ سال تک پیر و مرشد کے روضہ پر مجاور رہے شاہ دوست محمدؒ کی بیعت میں بڑاتی میں قیام رہا وہیں وفات پائی۔ مزار زیر دیوار مسجد جانب جنوب ایک مختصر احاطہ میں ہے۔

شاہ مکمل مراد آبادی بن شیخ محمد فضل عامل امروہہ آپ شاہ صاحب کے بلند پایہ خلفاء میں تھے ۱۲۲۳ھ میں وفات پائی مزار مراد آباد عقب عیدگاہ مرتفع چبوترہ پر ہے۔

حاجی محمد اکبر شاہؒ اپنے پیر و مرشد کے مقرب و محبوب تھے مزار پائیں مزار پیر و مرشد ہے جو حاجی جی کی جہار سے مشہور ہے۔

نزہت شاہؒ بریلی اور کہانی کھیڑہ کے قیام میں بیعت ہوئے تاحیات پیر و مرشد سے جدا نہ ہوئے۔ بیس سال تک امروہہ میں رہے، پھر شاہ دوست محمدؒ کے ہمراہ بڑاتی میں قیام کیا ان کی وفات کے بعد کہانی کھیڑہ میں وفات پائی ان کی قبر احاطہ روضہ شاہ عابد قبادیؒ بمقام کہانی کھیڑہ ہے۔

مولوی شاہ ظہور اللہ مراد آبادی آپ علوم سے بہرور اور زہد و تقوے سے مزین تھے آپکا مزار احاطہ درگاہ شاہ ابراہیم چشتی مراد آباد میں واقع ہے۔

شیخ نور لاہوری آپ بھی عالم باعمل اور بہایت متبع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آخر مجاز طریقت ہو کر اپنے وطن لاہور چلے گئے۔

شاہ حسین ولایتی۔ آپ افغانستان کے سادات بنی فاطمہ سے تھے بعد کسب کمالات وطن واپس گئے جہاں آپ کے بہت سے مریدین و معتقدین تھے۔

بشارت علیؒ وطن سینتل تحصیل نواب گنج ضلع بریلی تھا۔ نسباً سادات بنی فاطمہؓ سے ہیں عالم و فاضل زاہد و متقی طلباء کو علوم عربیہ کا درس دیا کرتے تھے روزانہ اپنے مرشد حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ۸ میل کے فاصلہ پر کہانی کھیڑہ حاضر ہونے کا معمول تھا۔ مجاز طریقت صاحب باطن بزرگ ہوئے۔

مولانا محمد احسن خاں عباسیؒ آپکا وطن بریلی ہے محلہ قاضی ٹولہ میں سکونت تھی۔ نسبًا سادات عباسی سے تھے شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں بریلی میں عہدہ قضا پر ممتاز اور بلند پایہ عالم فقیہ و محدث تھے۔ سخاوت، زہد و اتقا میں بینظیر۔ شاہی دربار سے خاں کا خطاب مرحمت ہوا تھا۔ جاگیر و منصب سے سرفراز تھے۔ اولیا اللہ سے عقیدت رکھتے تھے دہلی سے براہی تشریف لائے کچھ عرصہ بعد بریلی میں حضرت شاہ صاحبؒ کو باصرار مدعو کیا اور وہیں شرف بیعت حاصل کیا عرصہ تک حضرت شاہ صاحبؒ آپکے مہمان رہے اور برسوں میں طے ہونیوالے مدارج و منازل سلوک دنوں میں طے کرا دیئے اپنے مرشد کے مورد الطاف و عنایات تھے مزار مبارک بریلی میں ہے۔ آپکے اخلاف اب تک خانوادے سے حسن عقیدت رکھتے ہیں ؎

مولانا شیخ الاسلام و مولانا صدر الشریعت ہر دو حضرات بریلی محلہ قاضی ٹولہ کے رہنے والے نسبًا اولاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھے علم و فضل اس خاندان میں موروثی ہے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں انکے اسلاف عہدہ قضا پر مامور رہے۔ ہر دو حضرات کا مرتبہ علم و عرفان بلند تھا۔ متبع شرع تھے۔ منازل سلوک طے کئے تھے دنیوی اعتبارات بھی بڑی جائداد کے مالک تھے۔ بعد تکمیل منازل سلوک خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ مولانا شیخ الاسلامؒ کا مزار بمقام کہاڑی کھیڑا اندرون احاطہ روضہ مقدس حضرت شاہ عبد تہادی واقع ہے اور قاضی صدر الشریعتؒ کا مزار مبارک آپکے خاندانی قبرستان واقع متصل باغ خان بریلی واقع ہے آپکے اخلاف ابتک اس خانوادے سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور سالانہ عرس میں شرکت کا معمول ہے ان میں مولانا حافظ قاضی عبد الحکیم ممتاز ہیں ؎

جیمن شاہ۔ آپ ابتدائے عمر میں ہندو مذہب رکھتے تھے۔ اور قوم کے برہمن تھے۔ شاہ صاحبؒ کے حضور میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہکر علوم ظاہری و باطنی کے حصول میں مصروف ہوگئے کبھی اپنے مرشد کی خدمت سے جدا نہ ہوئے آخر عمر میں جذب و سکر کا غلبہ تھا آپکا مزار بائیں مزار پیر و مرشد واقع ہے ؎

شاہ عنایت آپ بھی ابتدا میں ہندو مذہب رکھتے تھے اور قوم کے برہمن تھے۔ ابتدائے عمر میں حضرت

سید محمد اشرفؒ جوامرد ہ کے ممتاز علماء میں سے تھے اور سلسلۂ قادریہ میں داخل شاہ زیدی کے دست حق پرست پر اسلام سے مشرف ہوئے اکثر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بموافق طریقہ ذکر و شغل کیا کرتے۔ حضرتؒ نے آپ کو جو درود وظائف تعلیم فرمائے تھے اُن پر عرصہ تک مداومت کی لیکن خاطر خواہ ثمرہ ظاہر نہ ہوا۔ ایک دن حضرت شاہ صاحب نے بکمال عنایت دریافت فرمایا کہو کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ عرصہ سے درود وظائف کرتے ہو مگر کوئی کیفیت ظاہر نہ ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ نظام رخنہ انداز انتظام ہیں (شاہ نظام الدینؒ سلسلہ سہروردیہ کے مقدس بزرگ تھے اور شاہ عنایتؒ سے کشیدہ خاطر تھے۔ اس لیے جو کچھ یہ حاصل کرتے وہ سلب کر لیا کرتے تھے)

ایک دن حضرت شاہ صاحب بغدادیؒ آپ کے مکان پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ شاہ عنایتؒ کچھ ناشتہ کے لیے لاؤ اور شاہ نظام الدینؒ کو بھی بلاؤ۔ چنانچہ آپ نے جو کچھ موجود تھا ناشتہ کے لیے حاضر کیا اور شاہ نظام الدینؒ کو بھی بلا لیا۔ دونوں نے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے کے درمیان میں حضرت شاہ صاحب نے شاہ نظام الدینؒ کی تمام باطنی قوت سلب کر لی۔ اور شاہ عنایتؒ پر توجہ فرما کر ان کے قبض کو بسط سے مبدل فرما دیا بیان کیا گیا ہے کہ شاہ نظام الدینؒ ایک مدت تک بیہوشی کی حالت میں واصل بحق ہوئے۔ بعد وفات سلب شدہ نسبت حضرت شاہ صاحبؒ پھر واپس فرما دی شاہ عنایتؒ نے آپ کی عنایت سے اعلیٰ مدارج ولایت حاصل کیے اور صاحب کشف و ادراک ہوئے۔

مولانا حاجی محمد رفیع الدین خانؒ۔ ساکن مراد آباد عالم، فاضل محدث و مفسر تھے معقولات میں اپنے زمانہ میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب آپ پر خاص لطف و عنایت فرماتے تھے شاہ عالم بادشاہ غازی کو مولانا کی سفارش بھی تحریر فرمائی تھی۔ آپ کی متعدد بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں۔ مولانا ذوالفقار احمد ساکن بھوپال جن کی علمی شہرت بیرون ہند بھی ہے ان کی تصنیفات کا ماخذ اکثر و بیشتر آپ کی ہی تصنیفات ہیں جس سے آپ کی علمیت و قابلیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ابتدا میں آپ حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفریؒ سے ارادت رکھتے تھے پھر حضرت شاہ صاحب سے شرف

میں بیعت ہوئے ایک موقعہ پر خود رقمطراز ہیں:-

"شیخ عبدالہادی قریشی امروہوی مرید شاہ عضدالدین است متصف بود بصفات صلاح وتقویٰ ومردم را باوے حسن عقیدت بود بامن بسیار مہربان بود"+

وصال | آخر ۴ رمضان المبارک یوم جمعہ ۱۰۹۶ھ قریب دوپہر آپکا وصال ہوا اور جسم مطہر بمقام موضع کہائی کھیڑہ ضلع بریلی سپرد خاک کیا گیا۔ بعد ۷ یکم شوال المکرم ۱۰۹۶ھ کو تابوت مبارک تمام اعزا و مریدین امروہے کو آئے اور ۸ شوال سنہ مذکور کو بمقام امروہہ اپنے صاحبزادہ شیخ ظہور اللہ صدیقی کے بلغ میں جس میں آپنے ایک عالیشان روضہ پہلے سے تعمیر کرایا تھا آسودہ خاک کئے گئے۔

قطعہ تاریخ

سوئے ملک جاودان رحلت نمود	شاہ عبدالہادی والا مقام
آں محب خاص پروردگار	بے تعلق بود از خلق وعوام
روز جمعہ چارمیں از ماہ صوم	بود کآمد از دربرد پیام
سال تاریخش بجستم از خرد	تا بود آں یادگار عمر کدام
گفت ہاتف بادل وذوق سلیم	رفت ہادی رابع ماہ صیام

مقامات عرس | عرس شریف کی جگہ ہر سال ہوتا ہے۔ ۴ رمضان المبارک کو موضع کہائی کھیڑہ ضلع بریلی میں باشندگان موضع مذکور اہتمام کے ساتھ عرس کرتے ہیں جس میں مضافات کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔ دوسرا عرس اسی تاریخ میں آپ کے روضہ مقدسہ واقعہ امروہہ پر منعقد ہوتا ہے اہل خاندان اور اہل محلہ اور نیز خاص اہل شہر روضہ منورہ پر شام کے چار بجے سے مجتمع ہو کر ایصال ثواب کے لئے تلاوت کلام مجید میں تا مغرب مصروف رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے مجلس سماع بھی منعقد ہوتی تھی لیکن اب کئی سال سے موقوف ہے۔ اہل خاندان اپنی اپنی وسعت کے موافق سامان افطار لاتے ہیں اور فاتحہ و قل کے واسطے حلوا یا شیرینی بعد افطار صوم واداے نماز مغرب فاتحہ و قل ہوتا ہے روشنی کا بھی حسب ضرورت

انتظام منجانب سجادہ نشین ہوتا ہے۔

تیسرا عرس بمقام امروہہ ۸-۷-۶ شوال المکرم کو ہر سال منعقد ہوتا ہے جس میں علاوہ اہالیان شہر امروہہ بیرونجات سے بھی داخلین سلسلہ و معتقدین فقرا، علما، و مشائخ شریک ہوتے ہیں اور تمام حاضرین کو تین روز تک منجانب درگاہ دوپہر کا کھانا دیا جاتا ہے۔ روزانہ صبح و شام مجلس سماع منعقد ہوتی ہے محفل خانہ اور وسیع صحن کو فرش فروش اور سائبان سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

چوتھا عرس آپکے نبیرۂ ارشد شاہ دوست محمدؒ موضع براہی شریف میں کرتے تھے آپکے وصال کے بعد آپکے ہی عرس میں مابعد سجادہ نشینان خاندان نے حضرت شاہ صاحب کا عرس بھی شامل کر دیا اور اب ہر دو عرس حسب رواج قدیم ۱۰-۱۱-۱۲ ذیقعدہ کو ہر سال موضع براہی میں انجام پاتے ہیں جس میں بیرونجات سے صوفیائے کرام اور علما، و مشائخ حاضر ہوتے ہیں۔ جملہ مہمانان کے قیام و طعام کا انتظام ہوتا ہے اکثر صوفیہ کو مصارف آمد و رفت بھی دیئے جاتے ہیں۔

پانچواں عرس باشندگان موضع حاذق پور اپنی وسعت کے موافق ہر سال انجام دیتے ہیں۔

۵۴ - شاہ عبدالرسول قادریؒ

سادات اکبرآباد (آگرہ) سے تھے۔ آبا و اجداد عہد فرخ سیر میں مناصب شاہی[۱] پر ممتاز رہے۔ یہ خود بھی شاہی فوج میں منسلک اور صاحب منصب تھے۔ شعر و شاعری کا ذوق بچپن سے تھا۔ نثار تخلص کرتے اور میر تقی میر سے اصلاح لیتے۔ صاحب تذکرہ گارسن دی تاسی لکھتے ہیں کہ:-

وہ نامی شاعر میر تقی میر کا دوست تھا اسی کی صحبت میں اسنے نظم کا شوق کیا میر اس کو اصلاح دیتا تھا[۲]

آخر میں عشق مجازی کی داستان گوئی ترک کر کے عشق حقیقی کے مسلک پر گامزن ہوئے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ بقیہ عمر زہد و عبادت میں متوکلانہ و مجردانہ بسر کی۔ دہلی کے قیام میں سادات امروہہ

---

[۱] و [۲] تذکرہ شعرائے اردو مولفہ گارسن دی تاسی مترجمہ مولوی کریم الدین۔

بالخصوص سید ابدال محمد بن سید منور ساکن لکڑہ سے مراسم اتحاد و یگانگت پیدا ہوگئے تھے اسی تعلق سے امروہہ چلے آئے اور پھر یہاں سے باہر نہ گئے۔ صاحب مخزن نکات لکھتے ہیں کہ:-

دریں ایام بسابقہ آشنائی سادات آنجا بطرف امروہہ رفت[۵۱]

سید ابدال محمدؒ نے جن کو آپ سے عقیدت و ارادت تھی موضع دہرہ آپ کے مصارف کے لیے نذر کیا تھا[۵۲] شیخ مصحفی امروہوی کے عنفوان شباب میں شاہ صاحب کا قیام امروہہ میں تھا۔ مصحفی اکثر ہفتہ عشرہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ شیخ صاحب خود لکھتے ہیں کہ:-

نثار تخلص میر عبدالرسول از اکبرآباد در ابتدائے شاعری در قصبۂ امروہہ دیدہ بود اکثر بعد ہفتہ عشرہ ملاقات می شد و تذکرہ شعر بمیان آمد[۵۳]

شاہ عبدالرسولؒ علم سے بہرہ کافی رکھتے تھے۔ بروایت صاحب تذکرہ گارسن دی تاسی میر و مصحفی دونوں آپ کے علم اور ذہانت و ذوق کی تعریف کرتے ہیں مصحفی کے ابتدائے شباب میں آپ کی عمر ساٹھ سال کی تھی[۵۴] حضرت نثار کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

ٹک دیکھ تو چمن کا کیسا ہے ڈھنگ تجھ بن — منہ سے اُڑا ہے گل کے گلشن میں رنگ تجھ بن
واں گل رکھے پھرے ہے دستار پر تو اپنے — یہاں عاشقوں کے سر پر پڑتے ہیں سنگ تجھ بن

---

۵۱ مخزن نکات قایم چاندپوری ۱۲

۵۲ روبکار کچہری تحقیقات معافی ضلع مرادآباد جلوس مسٹر جیمس مری مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۳۶ء نزد سید محمد مجتبیٰ صاحب (محلہ لکڑہ) "یہ موضع جو سید ابدال محمد نے شاہ صاحب کے نذر کیا تھا انہوں نے اپنی حیات میں سید فیض احمد پسر سید ابدال محمد مذکور کو ہبہ کر دیا تھا چنانچہ روبکار مذکورہ بالا میں بالفاظ ذیل درج ہیں" اور دہرہ جسکو (سید قایم علی کو) ورثۂ نیل باپ کے اور فیض احمد کو شاہ عبدالرسول سے اور عبدالرسول کو ابدال محمد سے اور ابدال محمد کو معاوضہ سکندر پادشاہ محمد اصالت سے پہونچا۔"

۵۳ تذکرہ مولفہ شیخ مصحفی ۱۲، ۵۴ تذکرہ شعرائے اردو مولفہ گارسن دی تاسی مترجمہ مولوی عبدالکریم ۱۲

ہر سمت صد تمنا تڑپے ہیں خاک وخوں میں — ہے صحن خانہ میرا میدان جنگ تجھ بن

اکثر ہیں دلفگار و لیکن نہ اس قدر — ہیں بے قرار و لیکن اس قدر

سونپا ہے تو نے قتل میرا غیر کے تئیں — ہوں تو گناہ گار و لیکن نہ اس قدر

گھر بار جان وماں ہیں اس پر لٹادیا — کرتے تو ہیں نثار و لیکن نہ اس قدر

ہاتھ سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاویں گے ہم — یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلاویں گے ہم

سنہ وفات تحقیق نہ ہو سکا البتہ ۹ رمضان تاریخ وفات ہے۔ سید ابدال محمدؒ نے اپنی مسجد کے گوشہ شمال و مشرق میں مزار پر بہت خوشنما مقبرہ تعمیر کرایا۔ ۹ رمضان کو آپ کا اور ۲۷ رمضان کو شیخ بایزیدؒ کا جن کی قبر بھی مقبرہ سے متصل چند سال پیشتر تک موجود تھی عرس ہوتا تھا عرس کے دن چراغاں ہوتا شیرینی تقسیم ہوتی۔ عرس کا اہتمام متولی وقت سید ابدال محمد کرتے تھے۔

سید ابدال محمدؒ بن سید منور شاہی منصبدار عابد زاہد خوش اوقات بزرگ شاہ عبدالرسول قادریؒ کے مرید و معتقد تھے۔ آخر ایام زندگی اپنی مسجد میں معتکف رہکر طاعت حق و تلاوت کلام پاک میں بسر کیے صاحب تاریخ اصغری شیعی مذہب لکھتے ہیں کہ:۔

شاہ عبدالرسول کا مقبرہ جن کو دہلی سے اپنے ہمراہ لائے تھے مسجد مذکور (مرحوم) کے احاطے میں بنوایا جس کا برج بہت خوبصورت ہے موضع جلال پور وغیرہ جائیداد معافی بنام مسجد وقف کرکے اپنے بیٹے سید فیض احمد کو اس کا متولی کیا پھر تعلقات دنیاوی کو ترک کرکے اسی مسجد کے ایک مکان میں گوشہ نشینی اختیار کی، اور پچیس برس عبادت الٰہی میں معروف رہے قرآن شریف خوب پڑھتا تھا۔ [۵۱]

سید ابدال محمدؒ کی مسجد کا تفصیلی ذکر تاریخ امروہہ میں ہو چکا ہے۔ سید فیض احمد متولی کے تولیت نامہ وقف نامہ کی نقل درج کی گئی ہے اور عکس بھی شائع کیا جا چکا ہے۔ اصل وقف نامہ کے

---

[۵۱] تاریخ اصغری صفحہ ۱۹۷

بعض فقرات کا جس کی نقل تاریخ امروہہ کی طباعت کے بعد خاکسار مؤلف کو دستیاب ہوئی تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے یہاں درج کرنا نامناسب ہوگا:-

"اما بعد ایں ذکریست در بیان آنکہ ایں عبد الضعیف سید ابدال محمد بن سید محمد منور بن سید سلطان محمد الراجی الی رحمۃ اللہ متوطن قصبہ امروہہ من اعمال سرکار سنبھل مضاف بصوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد بتوفیق اللہ تعالےٰ سبحانہ مسجد معہ دیوارہائے احاطہ بنا نمودہ موذن و امام و خدمہ برائے اذاں و اقامت نماز و جاروب کشی مقرر کردہ در وجہ کفاف ایشاں و مردم صادر و وارد و خرچ روغن و لفرش سعت . . . . یک قطعہ زمین زرعی پیش مسجد معلومۃ الحدود و موازی ہشت صد و شصت و ہفت بیگہ قدمی زمین زرعی ملک مقبوضہ خود معلومۃ الحدود ذات از مواضع متعلقہ پرگنہ مذکور خالیًا عن حق الغیر و عما یمنع جواز الوقف و نفاذہ در صحت نفس و ثبات عقل از تصرف مالکانہ خود برآوردہ مخصوص وظیفہ سکان مسجد محصول آراضی مذکورہ راحسبۃً للہ وقف کردم و تفویض نمودہ موذن و امام و خدمہ و سکان مسجد محصول آراضی مذکورہ را در تصرف وظیفہ خود آ نمودہ در دعائے خیر مشغول باشند الی الآخرہ . . . . وکان ذٰلک تحریرًا فی التاریخ بست و ششم شہر شعبان المعظم سنہ ۱۱۸۱ھ یک ہزار و یکصد و ہشتاد و یک ہجری +

سید ابدال محمد صوفی مشرب مشائخ و اولیا کے عقیدتمند تھے اپنی آمدنی کا بڑا حصہ اسی قسم کے امور خیر میں صرف کرتے سنہ ۱۱۸۱ھ میں انہوں نے اور انکے بھائی سید محمد شاکر نے مبلغ چہار ہزار دام موضع پاہری علاقہ پرگنہ رجب پور کے درگاہ شاہ جمال کے لیے سید مظہر علی پیرزادہ کے نام بذریعہ دستاویز محلکہ مرقومہ پنجم ذی الحجہ سنہ ۱۱۸۵ھ ہبہ کیئے یہ اصل دستاویز خاکسار محرر اوراق کے پاس موجود ہے. اسی موضع میں سیردہ ہزار دام" ایک دوسری دستاویز مرقومہ بست و ششم ربیع الثانی سنہ ۳ جلوس کی رو سے سید ہدایت اللہ و سید صمصام علی و سید یوسف علی پسران سید رحمت اللہ منصبدار نے سید مظہر علی پیرزادہ مذکور کے حق میں واگذاشت کیئے یہ دستاویز بھی اس عاجز کے پاس موجود ہے. چونکہ ایک ولی اللہ کی درگاہ

کے لیے یہ آمدنی نذر کی گئی تھی اسلیے نواب دوندے خاں نے حسب ذیل پروانہ کے لیے ذریعہ نذرانہ معاف کیا:-

نقل پروانہ مہری نواب دوندے خان

(دوندے خان)

سید صاحب مہربان روشن دل سلامت

در نیولا مظہر علی پیرزادہ از فرزندان سید جمال ظاہر نمود کہ

ہفدہ ہزار دام موضع باپری عملہ پرگنہ رجب پور سید یوسف الدین و سید ابدال محمد برائے

خرچ درگاہ دادہ است کارپرداز سرکار مبلغ بست و نیم روپیہ نذرانہ برداشتہ مسطور مقرر

کردہ دریں صورت امید وارم کہ معاف شود لہٰذا نظر بر استحقاق نمودہ مبلغ بست و نیم روپیہ

فصل از ابتدائے فصل ربیع ۱۱۶۲ھ مقرر نمودہ شد باید کہ مبلغ مذکور از فصل ربیع بحال الیہ

معاف کردہ دہند و آئندہ را صل بفصل معاف شناسند ثانی الحال در حساب نذرانہ الیشان

مجرا دادہ خواہد شد تحریر فی التاریخ بست و نہم شہر صفر سنہ جلوس[5]

سید ابدال محمد کا سنہ وفات تحقیق نہ ہوسکا غالب قیاس ہے کہ وہ ۱۱۶۲ھ میں عازم خلد بریں

ہوئے۔ ان کی قبر زیر دیوار احاطہ درگاہ حضرت شاہ ولایت بیرون درگاہ سے متصل جانب شمال ہے

انکے ایک دختر مسماۃ نور النساء اور چار فرزند فیض احمد[5] علی احمد، ولی احمد اور نثار احمد تھے سید فیض احمد

کو انہوں نے اپنے حین حیات جائیداد موقوفہ کا متولی کیا جن کی نسل میں تولیت کا سلسلہ کئی

پشتوں تک قائم رہا بعد وفات پدر بزرگوار کے پہلو میں زیر دیوار احاطہ درگاہ مذکور مدفون ہوئے

یہ دونوں باپ بیٹے سنی مذہب تھے سید فیض احمد کے تین جفتوں سے بیٹی فرزند ہوئے سید خیرالہ

[5] اصل پروانہ نزد مولف ہے ایک دستاویز تقسیم نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید فیض احمد اور مسماۃ نور النساء

یکے بعض سنی تھے اور بقیہ اولاد دوسرے لبلی ہے ۱۲

جن کی نسل منقطع ہو گئی زوجہ اولیٰ سے جو برادری کی خاتون تہیں متولد ہوئے سید قایم علی و محمد علی زوجہ ثانیہ سے اور سید صاحب علی ورجب علی تیسری زوجہ سے سید قایم علی کے سید میر علی اور سید بشیر علی دو فرزند تھے۔ اول الذکر کی نسل میں حکیم سید محمد سید مجتبیٰ و سید بو علی بن سید غلام امام و سید میر علی بن سید غلام شبیر ہیں اور سید بشیر علی کی اولاد میں سید سبط محمد سنی المذہب اور سید ابو محمد و سید موسیٰ رضا و سید زین العابدین ہیں سید صاحب علی بن سید فیض احمد مذکور کی اولاد میں سید آل علی ہیں اور سید رجب علی کی نسل میں سید سراج حسین ہیں جنکے سب فرزند علم اور اخلاق حسنہ سے متصف ہیں۔ ان میں سید مختار حسین ایم۔ اے ایل ٹی پروفیسر گورنمنٹ کالج الموڑہ سید شمس الحسن سب انسپکٹر خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں ان کے چہوٹے بہائی سید اکرام حسین بی۔ اے (علیگ) اور سید حمید حسین متعلم ایم۔ اے کلاس علی گڈہ یونیورسٹی اور برادر زادہ سید الطاف حسین بی۔ اے تعلیمیافتہ و نیک اطوار ہیں۔ سید فیض احمد بن سید ابدال محمد کے دوسرے بیٹوں کی نسل میں سید نفیس حسن و سید شفیق حسن پسران سید نصیر حسن وغیرہ کے خاندان ہیں ٭

۵۵۔ شاہ جعفر رحمۃ اللہ علیہ

بن سید محمد فاضل از احفاد سید عبدالعزیز بن سید آدی عرف شاہ مرداں علی قاضی زادہ ساکن محلہ بہو کا آپ بارہویں صدی ہجری کے صاحب باطن اور درویش کامل تھے عارف باللہ شاہ رحمت اللہ مرید و خلیفہ حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی سے آپ کو فیض باطنی حاصل تہا ۱۱۸۶ھ کے بعض دستاویزات پر آپ کی مہریں خاکسار مولف کی نظر سے گزریں آپکے فرزندان باکمال سید صابر علی شاہ و سید قمر علی شاہ اور سید مہر علی شاہ بہی صاحبدل تھے۔ سید صابر علی شاہ بہی پدر بزرگوار کی طرح شاہ رحمت اللہ سے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت تھے ان حضرات نے روحانی دولت کے مقابلہ میں دنیوی دولت کی کبہی پرواہ نہ کی صبر و قناعت و توکل شیوہ تہا

اسلامی حکومت سے شاہ جعفرؒ اور آپ کے فرزند سید صابر علی شاہ کو روزینہ ملتا تھا۔ پروانجات میں سید صابر علی شاہ کے زہد و تورع اور صبر و توکل کا تذکرہ ہے ذیل میں ایک پروانہ کی نقل درج کرتا ہوں جس سے آپ کی بزرگی اور عبادت گذاری کا حال معلوم ہوتا ہے۔

نقـــــــــــــــــــــــل

پروانہ بمہر عوالی مرتبت مہاراجہ صورت سنگہ بہادر مرقومہ ۱۱۹۰ھ

بوضوح پیوست کہ سیادت پناہ سید شاہ صابر علی مرد متوکل است و در عبادت الٰہی مشغول می باشد و وجہے از کفاف مقرر ندارد بنابراں نظر بر استحقاق مشارالیہ نیاز حضرات علیہم السلام و بتصدق فرق مبارک جناب عالی متعالی وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر مدظلہٗ ہشت آنہ یومیہ از سائر پرگنہ امروہہ مقرر نمودہ شد باید کہ مبلغ مذکور را از ابتدائے ورود نوشتہ روز بروز بلاناغہ بمشارالیہ دادہ قبض الوصول بگیرند و بر طبق ہمیں نوشتہ و قبض مشارالیہ در حساب آں مہرباں مجرا محسوب خواہد شد۔ دریں باب تاکید دانند و سند مجدد نطلبند۔

مرقوم یازدہم شہر رمضان المبارک ۱۱۹۰ھ

سنہ وفات تحقیق نہ ہو سکا۔ سید شاہ صابر علی کے سید غلام علی شاہ لائق فرزند بڑے انشاپرداز تھے۔ ان کی نسل میں سید محمد عسکری ولد سید عابد حسین بن سید جعفر حسین بن سید غلام علی شاہ مذکور کا خاندان ہے۔

۵۶۔ سید عبدالغنی شاہؒ

اواخر بارہویں صدی کے صاحب کشف و کرامت اور ایام سکھ گردی میں امروہہ کے صاحب خدمت کامل الوجود بزرگ تھے۔ خاندان کا حال معلوم نہ ہو سکا لیکن سید مشہور ہیں ۱۱۹۰ھ میں جب سکھوں کی لوٹ مار سے ان اطراف میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی ہر شخص حفاظت

جان و مال کے لیئے پریشان حال تھا آپ کی دعا سے اہل شہر محفوظ رہے' اس زمانہ میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ بانقیر نہیں یا شہر نہیں کتب تصوف مطالعہ میں تھیں شیخ عبداللہ عرف خلیفہ ہینگا کے قلم کی کتب مکتوبات شاہ عبدالجلیل و رسالہ رتق و فتق و نقرنامہ لکھی ہوئی خاکسار مولف کو دستیاب ہیں جن پر سنہ کتابت ۱۲۳۵ھ درج ہو کاتب نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں حسب فرمائش شاہ عبدالغنی لکھی گئی تقریباً ۱۲۳۶ھ میں واصل بحق ہوئے مزار شاہ ولی مرتفع مقام پر ہے' یہاں چند بزرگوں کی قبور بھی ہیں۔ زمانہ حال میں محلہ کے بعض جولاہوں نے مکانات بنالیے ہیں کسی نے مزار کے گرد احاطہ کھینچکر اسے اپنے مکان میں ڈال لیا تھا بعض عقیدتمندوں نے عدالتی کارروائی کے ذریعہ ان لوگوں کی دست برد ان بزرگوں کی قبور کو انہدام سے بچالیا۔

۷ ۔ میر غلام نبی رح

سادات متوطنہ نوگانوہ مضافات امروہہ سے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے برادر حضرت شاہ حبیب اللہ کے مریدان باکمال و صاحب حال سے تھے صاحب جام جہاں نما لکھتے ہیں کہ

"میر غلام نبی ساکن نوگانوہ کہ از مضافات بلدہ امروہہ است از مریدان شاہ حبیب اللہ برادر شاہ ولی محدث (دہلوی) بود مردے بہ تہذیب اخلاق آراستہ ...... و از نور باطنی پیراستہ در ذکر و شغل اشتغال داشتے و یکدم از یاد الٰہی غافل نشدے"۔

بدایوں بریلی بسولی اور رامپور وغیرہ میں اعلیٰ و ادنیٰ طبقہ کے بہت سے اشخاص آپ کے مرید و معتقد تھے

"و اکثرے از فیض صحبت او نصیبہ باطنی برداشتہ چنانچہ در رامپور حافظ بلند وغیرہ از مریدان او اند و عرس آں بزرگوار در ہر سال می کنند"[۱]

آخر عمر میں زیارت حرمین شریفین کی غرض سے سفر حجاز پر روانہ ہوئے واپسی پر اُجین پہنچکر منزل عقبیٰ طے کی۔ وہاں آپ کا مزار مشہور و معروف ہے۔

---

[۱] آئینہ عباسی و جہاں نما ۱۲

۵۰۔ شاہ معزالدین معروف بہ میاں موجؒ

خلف شاہ عضدالدین محمد جعفریؒ سالک مجذوب تھے۔ پدر بزرگوار کی صحبت بافیض و برکت میں علوم ظاہری و باطنی سے مستفیض ہوئے۔ آپکے خوارق عادات بہت مشہور ہیں۔ آپکے ابتدائی زمانہ میں سلامی سلطنت کے بجائے برطانوی تسلط قایم ہو رہا تہا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش موجزن تھی کہ غیر ملکی سلطنت زائل ہوکر پھر قومی حکومت قایم ہو، بعض اشخاص نے آپسے کہا کہ حضرت دعا فرمایں کہ موجودہ سلطنت کو زوال ہو آپنے فرمایا کہ یہ سلطنت اس وقت تک ہیگی جب تمام زمین پر لوہے کا جال بچھ جایگا یہ اشارہ ریلوے لائن اور تار سے تہا حالانکہ اس وقت ہندوستان میں نہ ریل کا کوئی وجود تہا اور نہ ٹیلگراف کا۔ صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں کہ آپنے حضرت شاہ کمل مراد آبادی سے ایکمرتبہ فرمایا کہ تمہارے یہاں جو فرزند متولد ہوگا آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا ہمارا چنانچہ شاہ کملؒ کے فرزند حضرت غلام نبی کی یہی حالت رہی کہ چھ ماہ حالت جذب میں رہتے اور چھ ماہ حالت سلوک میں :۔

"در حیاتش ششماہ درحالت جذب وشش ماہ درحالت سلوک می ماند"[۵۱]

طبیعت موزون پائی تھی بعض ہندی نظمیں آپسے منسوب ہیں جو قوال گاتے ہیں۔ جب آپکے فرزند شاہ بدرالدین پیدا ہوئے آپ زنانہ مکان میں تشریف لے گئے اور مولود مسعود کو آغوش میں لیکر بزبان ہندی یہ فرماتے جاتے اور بچے کو حرکت دیے جاتے ؎

تم کون ہو میاں کہاں سے ہو تم کون ہو میاں کہاں کے ہو
اس نگری میں آئے تو موج پیا کا سکھ بچھو کچھ ایسی کرنی نا کیجو
جو یہاں سے ہو نہ وہاں کے ہو تم کون ہو میاں کہاں کے ہو

۳ ذیقعدہ سنہ کو وصال ہوا آپکے دو فرزند تھے شاہ تاج الدین مجذوب تھے بارہ برس تک ایک مسقف کوٹھری میں رہے دوسرے شاہ بدرالدین عارف کامل عالم متبحر ہوئے۔

---

[۵۱] انوار العارفین ۱۲

۵۹. میاں شاہ پیر بخشؒ

حضرت شاہ الہ بخش گنج بخش[1] شطاری گڑھ مکتیسری کے خاندان سے تھے۔ سادات امروہہ بالخصوص اولاد سید محمد میر عدل ساکنان محلہ دربار کلاں کو حضرت گنج بخشؒ کے خانوادے سے موروثی عقیدت تھی ان حضرات کے عقیدتمندانہ اصرار پر میاں صاحبؒ نے امروہہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ متوکل وقناعت

---

[1] قطب الاقطاب حضرت شاہ الہ بخش گنج بخش قدس سرہٗ بن قاضی خودن بن قاضی جمال بن قاضی معروف بن قاضی ابوالفتح بن قاضی کبیر الدین بن قاضی موسیٰ بن شیخ احمد عمران صدیقی سیتانی (مولوی عبد القیوم رئیس بچھرایوں نے کتاب مونس الذاکرین کے ساتھ جو شجرہ نسب طبع کرایا ہے اس میں قاضی معروف وقاضی ابوالفتح یہ دو نام شجرہ میں ترک ہو گئے ہیں) سلسلہ نسب حضرت عبد الرحمٰن بن جانشین رسول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے متصل ہوتا ہے۔ حضرت ممدوح حضرت شیخ مبارک بالادست جھانوی مرید وخلیفہ حضرت شاہ نظام الدین علی قوام الدین شاہ عاشقان شطاریؒ کے خلیفہ وجانشین آخر عہد اکبری کے مشائخ کبار سے تھے۔ میر سید محمد میر عدل کے سب فرزند آپ کے مرید ومعتقد تھے۔ صاحب تحفۃ التواریخ لکھتے ہیں کہ:۔

"وسید ابوالحسن...... از مریداں خاص حضرت شیخ الہ بخش گنج بخش گڑھ مکتیسری بود وہم اکثر مریداں ایں دودماں حلقہ ارادت خدمت ایشاں بگردن خود سیدہ شدند (صفحہ ۴) ..... وامیر سید ابوالقاسم وامیر سید ابوالمعالی ابنائے سید محمد میر عدل وامیر سید عبد الواسع مع جمیع توابع ولواحق در خانوادہ قادریہ سہروردیہ ارباب معنی بودند وبسیارے بخاندان نقشبندیہ بیعت داشتند ودر آخر در نقشبندیہ از حضرت شاہ عالم بچھرایونی استفاضہ باطن نمودند چنانچہ امیر اسد اللہ عرف میر کلو از ایشاں ارادت آوردہ نسبت درست کردہ (صفحہ ۵)

حضرت گنج بخشؒ نے زید شہید کی تلوار جو تبرکاً خاندان سادات دربار کلاں میں محفوظ چلی آتی ہے اپنے مرید با اخلاص سید شاہ ابوالحسن ولد میر سید محمد میر عدل کو عطا فرمائی تھی۔ روایت ہے کہ یہ تلوار آپ کو اپنے

پسند بزرگ تھے، سادات محلہ دربار کلاں کی ارادت وعقیدت کا یہ حال تھا کہ بغیر استصواب جناب حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پیر حضرت شیخ مبارک بالا دست جہاوزی سے پہونچی تھی اور ان کو اپنے پیر میر سید علی قوام الدین شطاری جونپوری سے جو زید شہید کی اولاد میں تھے. سید شاہ ابوالحسن مذکور کی اولاد میں اکثر اشخاص امروہہ کے دیگر خاندان اولاد حضرت شاہ ولایت" کی طرح اب شیعی مذہب میں لیکن یہ سب خاندان نوابان اودھ کے تسلط سے پہلے اور اکثر اسکے بعد تک بالاستثنا سنی مذہب تھے، مشائخ و اولیاء بالخصوص خانوادہ حضرت شاہ الہ بخش گنج گذہ کیٹسری سے جو ارادت وعقیدت ان خاندانوں کو رہی ہے اس کا اندازہ قدیم تحریرات سے بخوبی ہو سکتا ہے، تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے ذیل میں بعض تحریرات کی نقول درج کرتا ہوں:-

(۱) نقل پروانہ دیوان سید محمود نبیرہ سید محمد میر عدل

بندہ سید محمود ابن سید عبدالماجد حسنی

الله اکبر

میاں شیخ پیر محمد جیو سلمہ

عزت آثار حاجی فیروز خاں را اعلام آنکہ چوں پٹی موضع کورالہ من اعمال محولہ پرگنہ امروہہ سرکار اینجانب مقرر است و از ابتدائے فصل خریف ۱۰۵۲ سنہ در وجہ جاگیر دولت ... ۲ ... مقرر نمودیم می باید کہ حاصلات آنجائے را فصل بفصل و سال بسال بصرف میاں جیو گذرانند و بہیچ وجہ مزاحم حال نشوند و از خدمت آنجائے شب و روز قیام ... ۳ ... کہ راضی و شاکر باشند دریں باب تاکید تمام دانستہ تخلف وانحراف نورزند -

تحریر فی التاریخ ۴ شہر جمادی الاول سنہ ۱۰۵۲

دوسرا پروانہ سید مظفر علی و سید تخیر علی و سید عارف علی و سید دلدار علی و سید صاحب علی پسران سید کرم علی خاں کا ہے جو چند واسطوں سے سید شاہ ابوالحسن مذکور کے پوتے ہوتے ہیں، ان حضرات نے حضرت

۱؎ از خاندان حضرت الہ بخش گڑھ مکتیسری ۲؎ کاغذ دریدہ ۳؎ کاغذ دریدہ ۱۲

کوئی کام نہ کرتے حتیٰ کہ گھروں میں کھانا بھی اس وقت کھایا جاتا جب یہ سن لیتے کہ میاں صاحب نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میاں صاحب میاں شاہ الہ بخش گنج بخش گڈھ کمیسری کی نیاز کے لیے اپنے ایک موضع کی آمدنی پیش کی اُسکے متعلق جو پروانہ تحریر ہوا اس کی نقل یہاں درج کی جاتی ہے:۔

احمد شاہ بہادر ۱۱۶۲ بادشاہ غازی سید ظفر علی فدوی

(۲) نقل پروانہ مہری سید ظفر علی وغیرہ پسران سید کرم علیخان

حضرت میاں صاحب جیو

متصدیان حال و استقبال محال جاگیر بدانند

کہ چوں دامہائے موضع ... بلہ عملہ پرگنہ امروہہ سرکار

سنبھل من ابتدائے فصل ۱۱۵۵ نیاز حضرت صاحب قبلہ

دین و دنیا مقرر نمودہ شد باید کہ

بہیچ وجوہ از محصول موضع مسطور مزاحمت نرسانید دریں باب تاکید

مزید دانند۔

شمشیر علی

سید عارف علی ۱۱۶۱

سید محمد کرم علیخان دلدار علی ولد

سید محمد کرم علیخان صاحب علی ولد

چہارم شہر صفر ختم اللہ بخیر و الظفر سنہ ۲ مص

سید شاہ بو محسن مذکور کی اولاد کے سوا امروہہ کے دیگر خاندان سادات میں جو اب شیعی مذہب میں مشائخ و اولیا بالخصوص حضرت گنج بخش گڈھ کمیسری کے خانوادہ سے عقیدت تھی۔ سید تاج محمود خاں رخاندان دانشمند) نے اپنی جاگیر کے ایک موضع سے سجادہ نشین حضرت موصوف کے خرچ کے لئے کچھ اراضی پیش کی پروانہ کی نقل ذیل میں درج ہے:۔

ے کاغذ دریدہ ۱۲

کہانا تناول فرمانا شروع کر دیا ہے جائیداد کی بیع وشرا اور تقسیم بھی آپ ہی کی جانب

(۳) نقل پروانہ سید تاج محمود خاں (دانشمند)

ظل سبحانی   بندگی حضرت شاہ اللہ بخش

سید تاج محمود خاں

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ کچہ الشہو ریگری محال جاگیرایں جانب

بعنایت و تلفات امیدوار بوده بدانند که موازی یکصد بیگه زمین پخته بگز الهی

بیجز افتاده خارج جمع لایق زراعت در وجه مدد معاش حقایق و معارف آگاه شیخ محمد علی سجاده

نشین حضرت شاه اسرار حقین   تصدق فرق مبارک بندگان حضرت قدرت سلیمان شوکت

سکندر حشمت خلیفه الرحمانی   من ابتدائے فصل خریف ۱۱۲۱

(۴) نقل پروانہ سید طفیل محمد

سید طفیل محمد ۱۱۵۷

حضرت شاه الله بخش گنج بخش قدس الله سره العزیز

متصدیان مہمات حال و استقبال محال جاگیر سرکار بدانند که موازی سی بیگه زمین

مدد معاش بنام شیخ امان الله از فرزندان قدوة العارفین زبدة الواصلین   از موضع

اورنگ آباد و موضع کارہٹ بموجب تفصیل ذیل مقرر نموده شد باید که اراضی مذکوره از محال منک بیمود

و چک بسته دہند و محصول زمین مذکور بتصرف شار الیه وا گزارند   کا تفصیلات

از موضع کارہٹ   از موضع اورنگ آباد

عـــــہ   عـــــہ

بنابراں ایں چند کلمه بطریق پروانه نوشته داده شد که سند باشد تحریر فی التاریخ ۲ شهر ربیع

الاول مطابق ۱۱۵۸ھ

مندرجہ بالا پروانہ جات و دستاویزات جو اشخاص مشائخ دادوبیارکو قبلہ دین و دنیا لکھتے ہیں

رجوع کرتے۔ دستاویزات و تحریرات میں نام نامی تعظیماً و تبرکاً کاغذ کی پیشانی پر اس طرح لکھا جاتا تھا جس طرح پروانہ جات شاہی میں بادشاہ وقت کے نام لکھنے کا عام دستور تھا ذیل میں ایک تقسیم نامہ کی نقل درج کرتا ہوں جو خاکسار مؤلف کو دستیاب ہوا ہے۔ اس پر علاوہ قاضی کی مہر کے ۳۲ اشخاص کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں اس دستاویز کے مضمون سے اس گہری عقیدت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو ساکنان محلہ دربارکلاں کو آپ کی ذات سے تھی ؂

نقل
میاں بڑھن صاحب

دستاویز قراری سید امجد علی و سید غفور علی پسران سید باقر علی بن سید رحم علی خاں وغیرہ ساکنان محلہ دربارکلاں اقرار معتبر شرعی کردند ہر یک مخبران باسم و نسب خود ہا سمی سید امجد علی و سید غفور علی پسران سید باقر علی بن سید رحم علی خاں و سید الطاف علی ولد سید ارشد علی بن سید باقر علی مذکور اصالتاً از خود بحکم ولایت سید وزیر علی و سید لباد صغیران پسران سید ارشد علی متوطنین قصبہ امروہہ سرکار سنبھل فی حال بصحت اقرار ہم بر نحویکہ مبلغ پنجاہ ہزار و یکصد و چہار دام جاگیر سید باقر علی مذکور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان کی نیاز کے لیے جائیداد وقف کرتے اور سجادگان کی مدد معاش میں املاک آراضیات پیش کرتے ہیں کیا وہ ان مشائخ و صوفیہ کے عقیدتمند نہ تھے اگر معتقد و ارادتمند تھے تو شیعی مذہب کیونکر ہو سکتے ہیں کیا کوئی شخص جو عقیدتاً شیعہ و امامیہ مذہب ہو وہ مشائخ و اولیاء و صوفیہ کا مرید و معتقد و ارادتمند ہو سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے جیسا کہ تاریخ امروہہ (حصہ اول) میں بالوضاحت ثابت کیا گیا ہے کہ سادات امروہہ بالخصوص اولاد حضرت شاہ ولایت نوابان اودھ کے تسلط سے قبل اور اکثر خاندان اس کے بہت بعد تک بلا استثناء مذہب اہلسنت والجماعت کے پابند تھے یہی ان کا آبائی مذہب تھا چنانچہ بعض خاندان باوجود شیعوں سے مناکحت مصاہرت کے اپنے آبائی مذہب کے پابند ہیں مثلاً خاندان مولوی سید رافت علی مولوی سید فقیر اللہ وغیرہ ساکنان محلہ دربارکلاں و خاندان سید علی اعظم خاں گھڑیال والے و خاندان مولوی سید سخاوت حسین ساکنان محلہ سراکہنہ وغیرہ ۱۲

از موضع سلطانپور و موضع شاہ پور و موضع قاسم پور و موضع یحیی پور معمولہ پرگنہ مذکور فیما بین

ما مقرین مشترک بود درینولا برضامندی یکدگر و بحسب صلاح ثالثان و مردم مصلحین سید یادگار علی

و سید قاسم علی پسران سید رحم علی خاں و سید دوست علی ولد سید محمد عظیم الدین و سید عتیق اللہ

ولد سید رمضان علی بحضور حضرت صاحب   بالاتفاق چودھریان و قانونگویان

موافق دامے ورقبہ دیہات از ابتدائے فصل ۱۱۸۹ فصلی قسمت کردہ گرفتیم و ہر کدام ہر حصہ مقسومہ

قابض و متصرف شدیم من بعد ہیچ دعوے بابت کمی و اضافہ و قبہ بایکدیگر نیست و نماندہ اگر احیاناً

کسے ازاحد الطرفین بایکدیگر بناقشہ پیش آید باطل و نامسموع باشد

للعبد الله ... ام

حصہ

سید انور علی وغیرہ ... م

سید محمد علی ... م

ب

شاہ پور در بست

قاسم پور نصف

قاسم پور دہ بسوہ

یحیی پور ششم حصہ

... م

... م

... م

... م

حصہ

سید غفور علی ... م

ب

سلطان پور در بست

یحیی پور ششم حصہ

... م

... م

بنابراں ایں چند کلمہ بطریق قسمت نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال عند الحاجت بکار آید و کان

ذلک تحریر فی التاریخ بست و ششم شہر محرم الحرام ۱۱۹۶ ہجری یکہزار یکصد و نود و شش ہجری قلمی شد

یہ روایت بھی مشہور ہے کہ کسی سفر سے دہلی واپس جاتے ہوئے جب شاہ عالم عالی گہر بادشاہ کا گذرامروہہ

سے ہوا تو میاں پیر بخش مرادآبادی دروازہ متصل سرراہ ایک مقام پر تشریف فرما تھے عقیدتمند

سادات کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی بادشاہ ہاتھی پر سوار تھے نواب آصف الدولہ جلو

شاہی میں حاضر تھے۔ شاہ عالم کی سواری سامنے آئی تو بادشاہ حقیقی کے پرستار بادشاہ مجازی کی تعظیم کو کیوں کھڑے ہوتے۔ معتقدین نے بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی' بادشاہ کی آنکھیں ایسے منظر کی کب عادی تھیں۔ بس غیر معمولی واقعہ کی اصل وجہ دریافت ہونے پر اہل شہر مستوجب تعزیر ٹھہرے۔ تین لاکھ روپیہ بطور جرمانہ ضیافت شاہی کے نام سے جبراً قہراً وصول کیا گیا۔ یہ جرمانہ معتقد سادات نے ہنسی خوشی دینا قبول کیا مگر اپنے پیرومرشد "قبلہ دین ودنیا" سے انحراف گوارا نہ ہوا۔ تقریباً ۱۲۰۰ھ میں میاں صاحب واصل حق ہوئے۔ مزار بیرون مرادآبادی دروازہ ہے' اہل محلہ اب تک عرس کرتے ہیں۔

مولوی سید عزیز اللہ عرف پیر جیون رح

بن پیر اسد اللہ از فرزندان شاہ ابوالقاسم بن حضرت شاہ ابن بدر چشتی قدس سرہم بارہویں صدی کے ذی علم مشائخ سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور طریقہ قادریہ چشتیہ میں حضرت شاہ عبدالحفیظ سے خلافت حاصل کی سلسلہ قادریہ میں بواسطہ حضرت شاہ غوث عالم اپنے والد پیر اسد اللہ کے دست گرفتہ تھے' ذاکر و شاغل اپنے عہد کے ممتاز بزرگ تھے۔ خاندان اور برادری کی دستاویزات پر آپ کے دستخط ملتے ہیں۔ زوجہ اولیٰ سے ایک فرزند پیر آمین اللہ ہوئے۔ دوسری شادی شیخ قطب الدین صدیقی ساکن محلہ قریشی کی دختر سے ہوئی اس تعلق سے محلہ پیرزادہ کا آبائی مکان اپنے فرزند اکبر پیر امین اللہ کو دے کر خود اپنی سسرال کے مکان واقع محلہ قریشی میں سکونت اختیار کر لی اور طویل عمر پا کر تقریباً ۱۲۰۰ھ میں انتقال کیا۔ زوجہ ثانیہ دختر شیخ قطب الدین صدیقی کے بطن سے پیر کمال الدین پیر جلال الدین اور پیر ہدایت اللہ تین فرزند اور ایک دختر جو شیخ تبارک اللہ صدیقی کے عقد میں آئیں متولد ہوئے۔ موخرالذکر عالم جوانی میں انتقال کر گئے۔ پیر جلال الدین بغرض اکتساب علوم باطنی وطن سے باہر نکلے پھر واپس نہ لوٹے۔ پیر کمال الدین بڑے کارگذار محاسب ذی لیاقت تھے' متاجری سے اپنی جائیداد میں معقول اضافہ کیا' شہر اور برادری میں ذی وجاہت تھے۔ محلہ قریشی سے متصل ایک

وسیع قطعہ زمین میں پختہ احاطہ بنا کر دیوانخانہ محلسرائے اور پائیں باغ وغیرہ بنائے جو اب علی جانؔ کی ل
سے موسوم ہیں ۱۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ زوجہ اولیٰ بنت حضرت شاہ عبدالباری صدیقیؒ کے بطن سے
کوئی اولاد نہ ہوئی۔ زوجہ ثانیہ بنت پیر جہور علی کے بطن سے دو فرزند پیر امین الدین و پیر علی الدین
اور زوجہ ثالثہ دختر پیر اشرف علی بن پیر قایم علی سے وجیہ الدین و پیر رفیع الدین پیدا ہوئے پیر کمال الدین
مذکور کی دختر مسماۃ سراج النسا حکیم نیاز اللہ ولد حکیم علیم اللہ بن شیخ تبارک اللہ صدیقی کی زوجہ
تھیں۔ پیر امین الدین سادہ مزاج بامروت اور سہل انکار تھے ان کی غفلت سے پیر کمال الدین کی
جائیداد کا بڑا حصہ تلف ہوگیا جسے بعد میں انکے لایق فرزند پیر محمد علی جان[۵۱] نے واپس کیا تقریباً
۹۰ سال کی عمر پاکر ۱۳۰۰ھ میں انتقال کیا۔ فقد ادخله الجنة سے جو لوح مزار پر کندہ ہے
سنہ وفات برآمد ہوتا ہے۔ پیر علی الدین کے تین فرزند پیر غلام محی الدین[۵۲] حکیم سید زین الدین
اور حکیم سید یسین الدین اور ایک دختر ہوئیں جو منشی ارشاد علی فاروقی کے حبالہ عقد میں آئیں۔ پیر غلام
محی الدین متقی پرہیزگار عزلت گزین تھے انکے دو فرزند پیر ریاض الدین احمد اور حکیم سید یوز احمد
زوجہ اولی دختر حکیم حسیم اللہ صدیقی کے بطن سے اور صدیق حسن دختر مولوی محمد عثمان عباسی کے
بطن سے ہوئے۔ پیر وجیہ الدین بن پیر کمال الدین خوش مزاج اور خوش باش پھول باغ
کے میلہ کے بانی تھے جو ہر سال ساون کے آخر میں ہوتا ہے۔ زوجہ اولی سے انکے ایک فرزند
پیر غازی الدین اور زوجہ ثانیہ دختر میر صادق علی کے بطن سے سید امراؤ حیدر موجود ہیں۔ پیر
امین الدین بن پیر کمال الدین کے دختر حضرت شاہ رحمن بخش صدیقیؒ کے بطن سے تین فرزند پیر حسین الدین
پیر محمد علی جان اور پیر بدر الدین ہوئے۔ آخر الذکر کے دو فرزند سید ضیاء الحسن متخلص بہ دل اور آغا
سید اعجاز احمد دختر شیخ ابد آل محمد فاروقی کے بطن سے متولد ہوئے۔ آغا سید اعجاز احمد عرصہ تک

---

۵۱ ان کے اور ان کی اولاد کے تذکرہ کے لیے حصہ دوم تذکرہ مشاہیر ملاحظہ ہو ۱۲

۵۲ ان کا تفصیلی تذکرہ زمرۃ الابرار (جلد دویم) میں ملاحظہ ہو ۱۲

برطانوی سفارتخانہ متعینہ ملک ایران کی ملازمت کے سلسلہ میں مشہد میں قیام پذیر رہے ۱۹۱۴ء میں تقریباً دس سال کے بعد بعض ممالک اسلامیہ کی سیاحت کرتے ہوئے وطن آئے۔ علم دوست سنجیدہ مزاج فارسی (جدید) سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں اور کیمبرج اسکول برودون میں فارسی کے لکچرر ہیں انکے دو پسر ایک سید احمد جان ایرانی زوجہ کے بطن سے اور دوسرا سید مسعود دختر پیر محمد احسن جان بن پیر محمد علی جان سے موجود ہیں۔ سلمہما اللہ۔

۶۱۔ شاہ دوست محمد قدس سرہ

ولادت یکم محرم ۱۱۴۳ھ ہجری مطابق ۲۰ نومبر ۱۷۳۰ء دوشنبہ کے دن بوقت صبح صادق پیدا ہوئے حضرت شاہ عضد الدین محمدؒ نے دوست محمد نام رکھا۔ تاریخی نام ظہور احمد (۱۱۴۳ھ) ہے۔ جد بزرگوار کے عقیدتمندوں میں کسی نے قطعہ تاریخ کہا ہے

چو شاہ دوست محمد بخلق شد مولود	بذات پاک بزرگی گرفتہ طبقۂ خاک
عجیب مصرعہ تاریخ یادگارش شد	طلوع مہر ولایت شدہ بدیدۂ پاک (۱۱۴۳ھ)

تعلیم و تربیت مکتبی تعلیم کے بعد شاہ معز الدین جعفری مشہور بہ میاں موہن سے فقہ و حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں کتب تصوف بھی انہی ایام میں پڑھتے رہے۔ بعد تکمیل علوم ظاہری خاندان صدیقیان کے ایک ممتاز گھرانے میں شادی ہوگئی مگر چند سال بعد موت نے اہلیہ سے دائمی مفارقت پیدا کردی پھر مدۃ العمر دوسرا عقد نہیں کیا تمامتر توجہ کسب علوم باطنی کی طرف مصروف رکھی شاہ عضد الدین محمدؒ سے مراتب سلوک طے کرنے کے بعد دیگر اشغال اذکار[۵۱] و مراقبات تک نوبت پہنچی اسم ذات کے ذکر کے بعد حالات میں ترقی ہوئی آبادی کا قیام ترک کردیا۔ زیب و زینت سے تنفر پیدا ہوا کھانا پینا سونا ترک ہوگیا۔ سینہ کی سوزش دل کی طپش جو اس ذکر کا خاصہ ہے شروع ہوگئی جذب و سکر کا

۵۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ عارفین ۱۲

غلبہ رہنے لگا، حالات کی اصلاح کے لیے جد امجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک مدت تک فیوض باطنی حاصل کرتے رہے۔ بالآخر حضرت ممدوح نے نفی و اثبات و اسم ذات مع مراقبہ برزخ تلقین فرماکر چلہ میں بٹھایا۔ بعد انفراغ چلہ خرقۂ خلافت عطا کیا۔ ارشاد ہوا کہ "ہمہ نعمتہائے کہ خداوند عالم مرا عنایت فرمود تمام و کمال بہ شیخ عبدالباری و دوست محمد دادم" آپ رخصت ہو کر امروہہ آئے۔ اب آپ پر عجیب عجیب کیفیت کا نزول ہوا مخلوق الٰہی سے نفرت پیدا ہوئی۔ ہفتوں کیا بلکہ مہینوں مسلسل روزہ رکھتے گویا اس شعر کے مصداق تھے ؎

من مست خراباتم کانجا قدح و مے نہ ۔۔۔ صد سوز و سماع آنجا لیکن زدف و نے نہ

بعد وفات حضرت شاہ عبدالہادیؒ پورے دس سال دھونی رماکر حاضر آستانہ رہے۔ آبادی میں آنا بالکل بند تھا جمعہ کے دن نماز کے لیے تشریف لاتے اور بالا بالا واپس ہو جاتے۔

براہی میں قیام | اوائل ۱۲۱۰ھ ہجری میں امروہہ کی سکونت ترک کر کے براہی تشریف لے گئے جہاں جد امجد اور مرشد طریقت کا عرصہ تک قیامگاہ رہ بمصداق ؎

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ۔۔۔ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

جد بزرگوار کے خلفاء میں سے شاہ نزہت علی وغیرہ اور بعض خدام سابقہ نے قطعات اراضی خرید کر مسجد و چلہ گاہ (زنانہ خانہ) اور چند خس پوش مکان تعمیر ہوئے۔ باغ نصب ہوا قطعات اراضی کی مجموعی تعداد ۱۰ بیگہ پختہ تھی۔ کاشت ہوتی تھی یہی ذریعہ معاش تھا ترک سکونت کے بعد بجز اپنے برادر عزیز شاہ عبدالباریؒ کی علالت و وفات اور شاہ رحمان بخش کی شادی کے علاوہ کبھی امروہہ تشریف نہیں لائے۔ براہی میں جد امجد کے عرس کی بنا ڈالی اور پہلا عرس ۶ تا ۸ ذیقعدہ ۱۲۱۹ھ میں ہوا اسکے دوسرے سال یعنی ۱۲۲۰ھ کو کل جائداد وقف فی سبیل اللہ کردی۔

عادات وخصوصیات | روایت ہے کہ برسوں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، اور نہ کوئی لذیذ غذا کھائی۔ کثرت سے گریہ کرتے اور فرماتے کہ دنیا کی حلاوت تلخی آخرت کا باعث ہے اور

اُس کی تلخی حلاوت آخرت کا موجب' لباس' نیلا تہبند' رنگا ہوا کرتہ' سر پر سیاہ یا سبز عمامہ جب تک لباس دریدہ نہ ہو جاتا دوسرا کپڑا نہ بناتے۔ بستر ایک کمبل ایک کھجور کا بوریہ اور ایک دو ہر یعنی دوہر تہا۔ اکثر درختوں کے پتے کہا کر بسر کرتے' ہمیشہ آنکھیں بند رکھتے' سماع سے شوق تہا' وجد کے لیے ملح کی قید نہ تھی قرأت آیات قرآنی درختوں کے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ' ہا لوروں کی چہچہاہٹ ہی محرک ہو جاتی۔ بحالت وجد کبھی شکر یہ تے کبھی ہنستے کبھی قہقہہ لگاتے اور بعض دفعہ رقت ہوتی چنانچہ اس کیفیت وجد کو صاحب انوار العارفین نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

"شاہ دوست محمد بعد انتقال جد خود در قریہ برای آزادانہ و مجردانہ باستقامت ظاہر باطن قیام می داشت وجسم ظاہرش بلباس رنگا رنگ آراستہ و از سوزش سینہ بکینہ آتش پر شور و رنگین بود۔ صائم الدہر و قائم اللیل بودند و از صاحب سماع و اہلِ وجد بودند۔ درعین حال رقص وارادت خندہ ہا بروئے طاری می شد"۔

دنیا کی کسی چیز کی محبت نہ تھی' رات دن میں بہت کم سوتے جس شخص پر توجہ فرماتے بے خود ہو جاتا آپ کی آنکھیں سرخ اور جسم زرد اس درجہ لاغر تہا کہ بلا سہارے عصا کے چل پھر نہ سکتے تھے۔ ہمیشہ محویت و استغراق کی حالت رہتی مگر ہر نماز کے وقت ہوش میں آ جاتے۔ نماز نہایت خضوع و خشوع سے باجماعت ادا کرتے۔ بحالت نماز آپ کے جسم میں لرزہ محسوس ہوتا' بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ہمیشہ بعد نماز ظہر تلاوت قرآن فرماتے اور ہر ایک آیت کے معنی پر غور کرتے اور اُس کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوتا آیات رحمت پر اظہار تشکر فرماتے اور پُرجوش ہوتے اور آیات عذاب وخوف پر گریہ کرتے۔ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

آپکا ارشاد ہے کہ پیر کامل وہ ہے جو شریعت و طریقت وحقیقت کا جامع ہو اور ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کا قائل آپ فرماتے کہ درویش وہ ہے جو دنیا و آخرت دونوں کو ترک کر دے

اور ہمیشہ خد۔ قدوس کی طرف متوجہ رہے اور غیر حق سے کوئی سروکار نہ رکھے ؎

ملت عاشق زملتہا جدا است　　　عاشقاں را مذہب ملت خدا است

[...]ب فرمایا کرتے تھے کہ دو چیز شکستہ رکھے اور دو درست۔ لہٰذا اور پاؤں شکستہ اور دین یقین درست

چند کرامات آپ نے جو باغ نصب کیا اُسی سال، س میں پہلے آئے ایکسال موضع بڑا ہی میں اِمسال باراں سے پیداوار نہ ہوئی بلکہ جو تخم ریزی کی گئی وہ بھی ضائع ہوگئی۔ مگر آپکے یہاں دس من تخم ریزی سے ہزار من غلہ [...] پیدا ہوا جس کو غربا، مساکین اور اہل حاجت کو تقسیم کر دیا۔ جب تعمیر مسجد کی بنیاد [...] کی تو سمت قبلہ میں معمار اور دوسرے لوگوں کو مختلف الرائے پایا۔ معمار کو اپنی غلط رائے پر اعتماد تھا [...] ن کو اختلاف آپ نے اپنی جو بیزکے زمین پر بنیادی خط لگا دیا اور معمار سے فرمایا "دیکھ لے اس خط کے محاذ میں اپنی آنکھوں سے بیت الحرام کو دیکھا اور اُسی خط پر بنیاد کھود کر مسجد تعمیر کی +

کاشت کے سلسلہ میں جو مویشی (بیل) خرید کیے گئے تھے تاحیات انہیں نے کام دیا نہ کوئی مرا اور نہ کسی مرض میں مبتلا ہوا +

ایک مرتبہ حاجی امام بخش نے حج بیت اللہ الحرام کی تمنا و آرزو ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلنا جب حج کا زمانہ بالکل قریب آ گیا۔ ارشاد ہوا کہ امام بخش آؤ ہمارے ساتھ چلو کچھ دور جاکر فرمایا کہ لو حج کر لو آنکھیں بند کرکے ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا کہ آنکھیں کھولو دیکھا تو حرم محترم میں حاضر تھا حج کیا۔ مدینۃ الرسول حاضر ہوا۔ دیگر مقامات مقدسہ کی بھی زیارت کی اور حضرت شاہ صاحب کو ہر وقت اپنے ساتھ دیکھا پندرہ روز گذرے تھے اسیطرح راتی حاضر ہوگیا +

رحلت عمر کی ۸۴ منزلیں طے فرمانے کے بعد ماہ تیرہ یوم مزید اس عالم میں بقید حیات رہے یکم ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ کو بعارضہ تپ و اسہال و موی سخت علیل ہوئے جمعہ کے دن ۱۴ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ بوقت چاشت اپنے محبوب مطلوب حقیقی کی ذات میں فنا ہوئے۔ د۔ جد نماز جمعہ شاہ [...]

ف۱ ساحب برکات حمیدیہ ملفوظات حضرت شاہ عبد الباری ہیں جو اضافے کئے ہیں ان میں متعدد غلطیاں

نے حسب وصیت نماز جنازہ پڑھائی اور زیر درخت برگد جانب شرق مسجد دفن کیے گئے۔

حضرت شاہ دوست محمدؒ نے صرف معدودے چند لوگوں کو بیعت سے مشرف کیا جن میں سے خاص حضرات یہ ہیں:۔ میاں شاہ میر حبیب شاہ، شیخ فتح محمد میاں جیو محمد میر صدیقی، خلیفہ غلام سرور صدیقی۔ آخرالذکر بزرگ کی اولاد میں خلیفہ سبحان بخش صدیقی ہیں جنکے فرزند مولوی شفیق احمد صدیقی بریلی ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔

۶۲۔ شاہ عبدالباری چشتی قدس سرہٗ العزیز

ولادت نام و نسب نبیرہ حضرت شاہ عبدالہادیؒ ۸ رجب المرجب ۱۱۹۱ھ یوم دوشنبہ مطابق ۱۹ جولائی ۱۷۷۷ء بوقت صبح صادق ولادت ہوئی۔ نام نامی عبدالباری کنیت ابو عبدالرحمٰن حسن صورت حسن سیرت میں ممتاز قیوم زماں وہادی دوراں تھے، جد بزرگوار کے کسی عقیدتمند نے تاریخ ولادت کہی:

چو عبدباری آمد در زمانہ — کہ فضل حق کند با خلق واصل

برائے یادگارش گفت ہاتف — طلوع آفتاب عیش کامل

تعلیم و تربیت ۱۱ سال کی عمر تک نہ لہو ولعب میں مشغول ہوئے اور نہ بجز دربار حضرت شاہ عضدالدین محمدؒ گھر سے باہر قدم رکھا حضرت شاہ عضدالدین محمدؒ کی حیات میں آپ نے کیا پڑھا اور کہاں تک پڑھا اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ سن بلوغ کو پہنچکر آپ کی شادی ہوگئی اہلیہ محترمہ کا نام سراجا تھا، وہ عرف کے اعتبار سے اہل برادری میں "راجا بی" کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ گویا یہ دونوں میاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہیں خلاصہ سنہ وصال شاہ عبدالہادیؒ ۱۲۲۳ھ لکھا ہے حالانکہ بالاتفاق آپکا سن وفات ۱۱۹۰ھ ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ دوست محمدؒ کے سنہ وفات کو ۱۲۳۸ھ اور تاریخ وصال کو ۱۸ ذی قعدہ ظاہر کیا ہے جو واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کی تاریخ وصال ۱۳ ذی قعدہ اور سنہ وفات ۱۲۲۹ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۸۱۴ء یوم سہ شنبہ ہے۔

ہوی اپنے اوصاف کے اعتبار سے سراجاً منیراً بنگئے تھے +

جب سن ۲۲ سال کا ہوا تو حضرت شاہ عبد آبادی ؒ نے ان کو اور شاہ دوست محمدؒ اپنے دونوں منظور نظر بزرگان کو اپنے پاس۔ حاذق پور بلا بھیجا اور دونوں بھائیوں کو اشغال باطنی میں مصروف کیا۔ تھوڑے عرصہ میں منازل سلوک طے کرادیئے اور وہ امانت سپرد کردی جو بزرگان سلسلہ سے پہونچی تھی۔ اسکے بعد حضرت ممدوح نے دو کرتے (قمیص) جو پہلے زیب تن فرمائے ہوئے تھے اتار کر ایک کو صابون سے دھو کر اور دوسرے کو مٹی میں رنگ کر خشک فرمایئے سفید قمیص شاہ عبدالباری کو اور رنگین حضرت دوست محمدؒ کو عنایت فرمائی اور ارشاد ہوا کہ:۔

" دھوبی کے دو چھیلا ایک اجلا ایک میلا "

صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں کہ:۔

"جدشے بوجہ نزاکت طبع دست بریاضت سہلتری فرمودند لباس فاخرہ می پوشیدند ظاہرش بلباس رنگارنگ آراستہ وسینہ آتش از عشق پر شور بود سجادہ نشین جد بزرگوار خود بودند" [۱]

جد امجد سے رخصت ہو کر یہ دونوں بھائی امروہہ آئے اور حضرت شاہ موج ؒ نے خرقہ خلافت سے سرفراز کیا +

شاہ عبدالباری کا ظاہر جتنا درست تھا بقوائے الظاہر عنوان الباطن باطن اس سے بدرجہا بہتر! زہد و تقویٰ، صدق وصفا، صبر و شکر، توکل و رضا شیوہ تھا بقول کیے ؎

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم — نہ پیش نفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین — تفویض و توکل و رضا و تسلیم

یہی وہ صفات اور کمالات تھے جن کی وجہ سے علمائے شیوخ عصر آپکا اکرام کرتے رامپور

---

[۱] انوار العارفین ۔۔

کے مشائخ وعلما مثلاً حضرت شاہ حافظ جمال اللہؒ انکے مرید فیض بخش المشہور بہ شاہ درگاہی مولانا شاہ محمد مرشد مجددی نیز آپکے فرزند باکمال حضرت مولانا شاہ سراج احمد محدثؒ انکے علاوہ بریلی مرادآباد، امروہہ کے مشائخ وقت اکثر تشریف لاتے خوب خوب صحبتیں رہتیں۔

مشائخ وعلماء امروہہ میں شاہ ضیف اللہ خلیفہ غلام غوثؒ عرف جیراں شاہ مولانا حکیم سید جلال الدین جعفریؒ مولانا سید نظام الدین جعفری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سادات امروہہ بالخصوص سید امان علی خاں (گھڑیال والے) کو آپسے ارادت تھی۔

مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ سے حسن عقیدت ۱۱۶۴ھ یا ۱۱۶۵ھ میں محی السنت حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلی سے امروہہ تشریف لائے امروہہ میں تشریف آوری کے متعلق حضرت مرزا صاحب مکتوب چہلم میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بجذب قسمت وجاذبہ احباب فقیر از دہلی بسنبھل رسید و آمروہہ ومرادآباد راہم دید۔۔۔ مردم سنبھل ومرادآباد وامروہہ ہر سہ بلاد سماجت نمودند کہ اینجا باید بود"[۱]

سید اسد اللہ خاں عرف میر کلو کے مدرسہ میں قیام فرمایا۔ حضرت شاہ عبد الباریؒ حاضر خدمت ہوئے اسوقت حضرت مرزا صاحب حاضرین کو توجہ دے رہے تھے۔ آپ بھی خاموش مودبانہ حلقہ میں شامل ہوگئے کچھ دیر بعد حضرت مرزا صاحبؒ نے سر اٹھاکر فرمایا کہ اس جلسہ میں چشتی بزرگ کون ہیں؟ حاضرین میں سے کسی نے عرض کی کہ شاہ عبد الباری نبیرہ حضرت شاہ عبد الہادیؒ بغرض سلام حاضر ہیں۔ بعد سلام ومصافحہ ان سے دیر تک گفتگو فرماتے رہے بالآخر حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ آپکے جد بزرگوار کے مجھ پر بہت الطاف ہیں۔ اسلئے بمصداق ھل جزاء الاحسان الا الاحسان میرا فرض ہے کہ ان کا نعم البدل کر دوں۔ چنانچہ آپنے خاص توجہ کے ساتھ آپکو مختلف منازل کی سیر میں مصروف رکھا ہر منزل کا واقف رہ پایا بعد فراغ ارشاد ہوا کہ:-

---

[۱] کلمات طیبات ۱۲

"قدم شیخ عبدالباری در ہر مقام از آب قدم پیش بود"

حسب استدعا شاہ عبدالباریؒ مرزا صاحبؒ خانقاہ شاہ عبدالہادیؒ تشریف لے آئے اور کئی ہفتہ قیام فرمایا۔[1] حضرت مرزا صاحب طبعاً نہایت نازک اور لطیف الطبع تھے چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے کہ جس دن حضرت مرزا صاحب خانقاہ میں تشریف لائے شاہ صاحب نے ایک چارپائی تیار کرائی تھی جس پر پہلی مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے استراحت فرمائی صبح کو شب بھر نیند نہ آنے کی شکایت کی اور فرمایا کہ اس میں کان ہے ناپنے سے معلوم ہوا کہ واقعی خفیف سی کان موجود تھی۔ یہ متبرک چارپائی اب تک رتا تحریر ہذا اسی حالت میں خاندان میں موجود ہے اور کان بھی نمایاں ہے۔ زمانہ قیام میں حضرت مرزا صاحبؒ نے شاہ صاحب پر خاص الطاف فرمائے اور خلافت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے سرفراز کیا۔ بعد وصال جد امجد مستقل طور پر سجادۂ آبائی پر متمکن ہوئے۔

دہلی و اجمیر کا سفر

بعد وفات حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ آپ نے دہلی اور اجمیر کا سفر کیا جو غالباً ۱۱۹۵ھ کے بعد کا ہے۔ اثناء سفر میں کچھ دن خانقاہ مظہریہ دہلی میں قیام ہوا یہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ نیز دیگر مشائخ و علماء عصر سے ملاقاتیں ہوئیں اور قطب الاقطاب خواجہ قطب الملۃ والدین و محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء اور دیگر بزرگان سے روحانی استفادہ و استفاضہ کیا اسکے بعد اجمیر جا کر حضرت سلطان الہند غریب نواز کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور ایک مدت تک قیام فرمایا۔

مولانا عبدالرحمٰن لکھنویؒ کا قیام

حضرت شاہ عبدالہادیؒ کے وصال کے بعد ۳۶ سال تک یعنی جب تک شاہ عبدالباریؒ حیات رہے آپ کی خانقاہ مرجع خلائق رہی تشنگان مے توحید آتے اور اپنی اپنی استعداد کے موافق مخمور و سرشار ہو کر ایک عالم کو مستفیض کرتے۔ ازیں جملہ

---

[1] حضرت مرزا صاحب کا قیام کچھ عرصہ سنبھل میں رہا۔ نواب ارشاد خاں انصاری رئیس سنبھل آپکے عقیدتمند اور مرید تھے ۱۲

شاہ عبدالرحمن لکھنوی ۱۲۱۹ھ میں بطور سیاحت امروہہ تشریف لائے اور مسلسل چھ ماہ اسی خانقاہ میں قیام فرمایا اور فیض صحبت سے برابر مستفیض رہے۔[1]

عادات وخصوصیات | اخفار کرامات کے لیے آپ ہمیشہ دعا کرتے اور فرماتے کہ حضرت شیخ الاسلام فریدالملۃ والدین مسعود گنجشکر کا ارشاد گرامی ہے۔ فرض اللہ علی اولیاء کتمان الکرامت کما فرض علی الانبیاء اظہار المعجزہ ۔ مہمان نوازی میں مشہور نزدیک و دور تھے اور ارشاد حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الآخرۃ فلیکرم ضیفہ ولیکرم جارہ کے صحیح مصداق سماع سے شوق تھا اور اہل ذوق کے لیے مباح فرماتے کلمات توحید وجودی کا اظہار بلا غلو حال ناپسند کرتے۔ قال کی تقلید کو پسند نہ کرتے اور کہا کرتے:-

رموز سر انا الحق چہ داند آں غافل | کہ منجذب نہ شد از جذبہائے رحمانی

تلاوت قرآن آپکا محبوب ترین مشغلہ حیات تھا نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے شب و روز میں بکثرت نوافل پڑھتے ذکر خیر کرتے۔ طالب کے لیے ذکر جہر کو مفید اور موثر فرمایا کرتے حرص، اہل، کذب، غیبت، حسد، کبر و کینہ غرضیکہ تمام صفات ذمیمہ و رذیلہ کی سخت مذمت کرتے

---

[1] مولف کتاب انوار الرحمن لتنویر الجنان (ملفوظات حضرت مولنا لکھنوی) نے مولانا کے اس قیام اور صحبت کا تذکرہ ان مختصر الفاظ میں کیا ہے:-

"در امروہہ آمدہ در خانقاہ شاہ عبدالباری صاحب قریب شش ماہ قیام نمودہ از ارواح بزرگان امروہہ اتفاق استفادہ شد۔"

اسکے بعد وہ لکھتے ہیں کہ منجملہ زندہ اولیاء کرام شاہ ضیف اللہ سے بھی ملاقات ہوئی اور حضرت خلیفہ غلام غوث عرف جیراں شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے خلافت اور اجازت نامہ لیکر روانہ ہوگئے لیکن جس بزرگ کی خانقاہ میں مولانا لکھنوی نے مسلسل نصف سال قیام فرمایا اور وہاں درس تدریس جاری رہا اسکا ذکر کچھ اس طریقہ پر کیا گیا ہے جس سے صاف طور پر یہ مترشح ہوتا ہے کہ مولف موصوف کے نزدیک ان دونوں بزرگوں میں کوئی خاص رابطہ و تعلق نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات میں ایک ایسا تعلق تھا جس کا ظاہر کرنا مصنف نے کسی وجہ سے مناسب نہ سمجھا۔ الی قل کمینہ ارشاد

اور اکثر یہ رباعی پڑھا کرتے ے

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ‌‌ ‌ ‌ ده چیز بروں کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت ‌ ‌ ‌ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

۱۲ ربیع الاول کو التزام کے ساتھ مسجد میں میلاد شریف منعقد ہوتی امامت خود کرتے آپکا
لباس :- سر پر عمامہ نیچا کرتہ اور اس پر قبا پاجامہ ٹخنوں سے اونچا جوتہ (کفش) زرد بانات کا
دست مبارک میں عصا اور ایک رومال جس میں تسبیح و مسواک موجود رہتی عطر کا استعمال بہت
کرتے اور ہر قسم کی خوشبو کو محبوب رکھتے۔ ۵۰ سال کے بعد ریش مبارک پر حنا کیا کرتے۔ آنکھوں
میں سرمہ بھی لگاتے۔ صبح و شام حضرت شاہ عضدالدین محمد جعفری اور اپنے جد امجد کے مزارات
پر حاضری معمولات میں سے تھی۔ تا حیات اس میں فرق نہ آیا۔

وفات اوائل رجب ۱۲۲۶ھ میں بعارضہ تپ محرقہ جس میں آپکے جد بزرگوار علیل ہوئے تھے
مبتلا ہوئے۔ تقریباً ایکماہ اور چند یوم صاحب فراش رہکر جمعہ کے دن ۱۱ شعبان[۵] المعظم ۱۲۲۶ھ
مطابق ۳۱ اگست ۱۸۱۱ء ۸ بجے صبح واصل بحق ہوئے۔ اور بعد نماز جمعہ جانب شرق حصہ زیریں
مزار جد امجد آغوش والد بزرگوار میں آسودہ ہوئے۔ کسی عقیدتمند نے سنہ وفات نظم کیا ہے ے

جد اعبد باری ذیجاہ ‌ ‌ ‌ ایزدش سوئے خلد دادش راہ
مصرعۂ سال رحلتش بشنو ‌ ‌ ‌ مات قطب الوریٰ عن امر اللہ
۱۲۲۶ھ

خلفاء (۱) میراں سید حاتم علیؒ جنکا تذکرہ جداگانہ ملاحظہ ہو۔

(۲) حاجی سید عبدالرحیم[۵] ولایتی :- نسباً سادات حسینی آبائی وطن افغانستان ابتداً

---

[۵] برکات صبیدیہ نے خوارق اور دیں سنہ وفات ۱۲۲۳ھ لکھا ہے۔ لیکن صحیح ۱۲۲۶ھ ہے اور یہی سنہ
شجرات دریا کے مطابق متفق علیہ ہے ۱۲

[۵] صاحب برکات صبیدیہ نے آپ کو پنجابی لکھا ہے جو صحیح نہیں اسی طرح مولوی عاشق آپ میرٹھی نے دو واقعات

شاہ رحم علی قادریؒ سے بیعت کی ان کی وفات کے بعد خواہش ہلِ من مزید آپکو کشاں کشاں امروہ لائی اور حضرت شاہ عبد الباریؒ کی خدمت میں مدتوں حاضر رہکر ریاضات و مجاہدات شاقہ کیے +

قوی الجثہ اور فن حرب کے ماہر صایم الدہر و قایم اللیل بزرگ تھے۔ تمام عمر تجرید میں بسر کی۔ اضلاع سہارنپور میرٹھ مظفرنگر میں بکثرت مرید و معتقد تھے۔ ۱۲۴۲ھ میں حسب ایماء پیران شاہ حاتم علیؒ قایم مقام مرشدزادہ بنکر بر بنا اعلان جہاد حضرت شاہ سید احمدؒ شرکت جہاد فی سبیل اللہ کے لیے منجانب خانقاہ نامزد ہوئے اور سکھوں سے لڑکر ۲۰ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ میں مقام پنجتار علاقہ سرحد افغانستان جام شہادت نوش فرمایا +

(۳) حافظ خیر الدینؒ اخوندزادہ۔ ہمیشہ سفر میں شیخ کے ہمرکاب تھے ہر تیسرے دن ایک قرآن ختم فرماتے اسکے علاوہ ایک قرآن تیسرے دن تہجد میں ختم کرتے ذکر جہر کثرت سے کرتے تاریخ وفات کا کچھ پتہ نہ چلا مزار مبارک محلہ صابون گراں میں مسجد زیر درخت ہے وہیں آپکا مستقل قیام تھا اور آخون جیؒ کے نام سے مشہور رہتے تھے +

(۴) حاجی حافظ کلن شاہؒ۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں پاپیادہ ۲ حج کیے صاحب انوار العارفین نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ ان کی وفات و مدفن کا صحیح پتہ نہ چلا +

(۵) مولوی علی احمد صدیقی بریلوی۔ مولانا شیخ الاسلامؒ خلیفہ شاہ عبد الباریؒ کے فرزند ہیں علم و فضل میں اپنے زمانہ کے محدث تھے اور خود بھی درس و تدریس کا شغل فرماتے تھے شاہی جاگیردار بھی تھے۔ آپنے ایک مدرسہ دینی کی اپنے حیات میں بنیاد ڈالی تھی جو تاحیات جاری رہا اور آپکے اخلاف نے بھی اس کو برقرار رکھا۔ مزار شہر بریلی میں عقب پاگل خانہ (قبرستان ساکنان قاضی ٹولہ) میں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بیعت حضرت حاجی صاحب شہید تذکرۃ الرشید میں لکھے ہیں وہ بھی غیر معتبر ہے۔ خلاف واقعہ ہیں ۱۲۴۲ھ تک حضرت کا قیام مستقل امروہہ رہا سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت شاہ رحم علیؒ سے اور سلسلہ چشتیہ کی خلافت شاہ عبد الباریؒ سے حاصل کی اور حضرت سید احمدؒ سے صرف بیعت جہاد کی اور شہادت پائی۔

۲۰۴۔ خلیفہ غلام غوث عرف حیران شاہ قادریؒ

بن خلیفہ کریم بخش بن شیخ فخر اللہ از اولاد قاضی نظام الدین قریشی صدیقی مولنا سید عبدالحی کے پدر بزرگوار شاہ حفیظ اللہ قادری نقشبندی مجددی کے فیض صحبت سے علوم باطنی کا سرمایہ حاصل کیا ابتدائے حال میں ریاضات و مجاہدات میں سرگرم رہے ترک تجرید شیوہ اور مشرب وجودیہ تھا اسرار توحید بیان کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا اس مسئلہ کے مشکل سے مشکل عقدوں کو بآسانی سلجھا دیتے قرب جوار اور دور دراز مقامات سے لوگ آتے اور فیض پاتے۔ مولانا شاہ عبدالرحمن لکھنویؒ کو ان مسائل میں جب کسی سے تشفی نہ ہوئی اس جستجو میں مختلف مقامات پر پھرتے پھراتے امروہہ آئے حضرت حیران شاہ سے وقت ملاقات ان مسائل کا ذکر چھیڑا اس مسئلہ کے حقایق و معارف اور رموز و نکات ان کی زبان سے سنکر حیران رہ گئے مولانا کا قول تھا کہ:۔

”مثل او راعنی حضرت حیران شاہ، شاہباز ہر وجودیہ مشرب کسے نہ دیدہ ام“[1]

بالآخر وہ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے امروہہ میں مولنا کا قیام تقریباً چھ ماہ مسلسل رہا۔

حضرت حیران شاہؒ کو بعض لوگ ناخواندہ کہتے ہیں لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں۔ آپ کے قلم کی لکھی ہوئی بعض کتب اور تحریرات خاکسار مولف کی نظر سے گذری ہیں پڑھے لکھے تھے کایستھ خاندان کے بعض بزرگوں کو جو عقیدۃً صوفی مشرب مسلمان تھے آپ سے عقیدت و ارادت تھی ان میں سے بعض حضرات کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتب تصوف اس عاجز کے پاس موجود ہیں میر سنگھ کایستھ حضرت حیران شاہ کے خلیفہ و مریدش تصوف کے ایک رسالہ کی نقل اپنے قلم سے کرتے آخر میں یہ الفاظ تحریر کرتے ہیں۔

تمام شد رسالہ عشقیہ من تصنیف حضرات سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز روز پنجشنبہ بتاریخ دہم شہر ربیع الثانی سنہ جلوس شاہ عالم مطابق سنہ ہجری بوقت پاس بر ست

۱۔ تحفۃ التواریخ ص

احقر العباد ابیر سنگ کرارنگ بموجب فرمایش خلیفہ غلام غوث جو ست اختتام یافت ؎

ہر کہ خواند دعا طمع دارم ‏ ‏ ‏ ‏ زانکہ من بندۂ گنہ گارم"

اسی طرح ایک اور شخص بہلوار سنگھ نے ایک اور کتاب نقل کی ہے آخر میں لکھتے ہیں:۔

"بعون اللہ تعالےٰ کتاب جو بہ تصنیف از حضرت شاہ عبدالغفور قدس اللہ سرہٗ العزیز بخط احقر العباد بہلوار سنگھ موافق فرمودہ خلیفہ غلام غوث قادری قلمی یافت ؎

نوشتہ بماند سیہ بر سفید ‏ ‏ ‏ ‏ نویسندہ را فردا امید"

اسی طرح کتاب صحائف المعرفت کو کرارنگ نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

"بخط احقر العباد کرارسنگھ بتاریخ ہفتم شہر شعبان المعظم ۱۲۴۹ھ از کتاب حضرت صاحب فیض رباّنی غلام غوث قادری نقل ساختہ باتمام رسید"

غرضیکہ تصوف و معرفت میں متعدد کتب رسائل آپکے اور آپکے معتقدین کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ فن موسیقی سے بھی آپکو خاص ذوق تھا سماع کے متعلق ایک تصنیف بھی آپکی یادگار ہے آخر عمر میں آپ پر ایک جذبہ طاری ہوگیا تھا سُکر کی کیفیت رہتی ۱۲۵۳ھ میں رحلت کی سید شبیر علی اکملیا لکڑ ہے نے قطعہ تاریخ کہا جسکا شعر ہے ؎

غلام غوث الم را زخود جدا کردہ ‏ ‏ ‏ ‏ دوبارہ شد بہ اجزائیش از مراتب غوث[51]

مزار کٹڑہ بنجار سنگھ سے متصل ہے[52]۔ آپکے کوئی اولاد تھی آپکے بھائی کی اولاد میں مولوی امانت اللہ صدیقی کا خاندان ہے +

---

[51] غلام غوث کے عدد ۲۵۷۷ ہوتے ہیں ان میں سے لفظ الم کے ۷۱ عدد جدا کیے گئے تو ۲۵۰۶ باقی رہے پھر ان اعداد کو نصف کیا گیا تو ۱۲۵۳ ہجری برآمد ہوئے جو سنہ وفات ہے +

[52] پہلے یہاں باغیچہ تھا اہل خاندان نے باستثنائے مزار و مسجد دیگر قطعات اراضی کو فروخت کردیا۔ باغیچہ کی جگہ یہاں آبادی ہوگئی جس میں جولاہوں اور تائیوں وغیرہ کے خام اور پختہ مکانات ہیں ۱۲

۶۴۔ میراں حاتم علی چشتیؒ

خلف سید قربان علی آبائی وطن ہزارہ (صوبہ سرحد) نسباً سید حسینی ابتدائی تعلیم اپنے ذی علم باپ سے حاصل کی۔ ان کی وفات کے بعد مینؔ اکیس سال کی عمر میں علی آئے اور مولانا فخرالدین محمد نظامی کی درسگاہ میں تقریباً پانچ سال تک حدیث تفسیر فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اسی درمیان میں حصول علم باطن میں بھی سعی کرتے رہے بالآخر حضرت مولانا نے مجاز طریقت کیا۔[۱] اور بعد انفراغ تعلیم وطن پہونچکر درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد پاپیادہ سفر کرکے مکہ معظمہ پہونچے حج ادا کیا اور مدینۃ الرسول حاضر ہوکر عرصہ تک مقیم رہے۔ پھر ہندوستان واپس آئے اور کچھ عرصہ وطن میں رہکر درس وتدریس اور خلق اللہ کے فیض رسانی میں مصروف رہے۔ علم باطن کی تکمیل کا خیال ہروقت دامنگیر تھا۔ اسی اثنا میں بشارت ہوئی اور تلاش مرشد میں وطن سے نکل کھڑے ہوئے سندھ ومقامات پر پھرتے رہے مگر جس مرشد کامل کے جویا تھے اس کا سراغ کہیں نہ ملا خود فرماتے ہیں[۲]

پھرا میں بہت جابجا ہند میں ۔۔۔ ازیسہ وبنگالہ وسندھ میں

دکن اور مدراس کاٹ میواڑ ۔۔۔ اودھ گونڈوانہ کماؤن پہاڑ

غرض جابجا میں نے کی گشت وسیر ۔۔۔ نہ پایا کہیں ایسا ہادی خیر

نہ دیکھا کوئی ایسا پنجاب میں ۔۔۔ نہ ملک بلوچاں نہ دوآب میں

آخرکار تلاش مرشد کی بھی طلب کشاں کشاں امروہہ لائی۔ حسن اتفاق سے حضرت شاہ عبدالباریؒ کی خدمت میں باریابی کا موقع دیا۔

---

[۱] شجرہ بیعت یہ ہے۔ مولانا شاہ فخرالدین محمد نظامیؒ مرید ومجاز طریقت از شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ ان کو شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ سے ان کو شیخ یحیی مدنیؒ سے ان کو شاہ محمدؒ سے ان کو شاہ حسنؒ سے ان کو شاہ جمال الدینؒ ان کو شاہ حلیم الدینؒ سے ان کو شاہ کمال الدینؒ سے ان کو حضرت شاہ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ سے ان کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلویؒ سے [۲] صوبہ ممالک متوسط کا قدیم نام ۱۲

جذبات وتخیل نے وہ شبیہ مبارک ان کی آنکھوں کے سامنے پیش کردی جس کی تلاش میں ایک جہاں کی خاک چھان ڈالی تھی ؎

پھرے زمانہ میں چار جانب نگار یکتا تمہی کو دیکھا ۔ حسین دیکھے جمیل دیکھے مگر تمہی سا تمہی کو دیکھا

مسلسل گیارہ برس حضرت شاہ عبدالباری کی خدمت میں رہکر سلوک کے تمام منازل طے کیے شاہ صاحب ان کا غیر معمولی اکرام فرماتے "مولانا میراں" یا "میاں میراں" سے خطاب کرتے۔ شاہ دست محمد نے بھی خرقہ وخلافت سے سرفراز کیا اور بعد وفات مرشد امروہہ میں مقیم رہے آپ عالم باعمل متقی و پرہیزگار متواضع و گوشہ نشین بزرگ تھے بعد وفات مرشد ۱۹ سال تک خانقاہ سے باہر قدم نہ نکالا۔ امروہہ اور گرد ونواح کے باشندوں کو آپ سے عقیدت تھی مریدوں میں نواب محب اللہ خاں نواب غلام معین الدین خاں ساکنان سنبھل قابل ذکر ہیں +

وفات | ۲۱ رجب ۱۲۴۵ھ کو بعارضہ تپ محرقہ علیل ہوکر تقریباً اسی برس کی عمر میں دوشنبہ کے دن ۲۹ رجب ۱۲۴۵ھ (۲۴ جنوری ۱۸۳۰ء) صبح کے ۵ بجے واصل بحق ہوئے پائیں مزار پیرو مرشد دفن ہوئے قطعہ تاریخ وفات

بود حاتم علی در خلق نکو ۔ مطلع مشرق مہر احساں
مصرعہ سال رحلتش بر گیر ۔ سیر حاتم علی شد گو بجناں
۱۲۴۵

---

۱ ملک توفہ براہی کا ایک جزو نواب ممدوح نے میراں موصوف کے عرس کے لیے وقف کیا تھا جس کو اب اہل خاندان نے حضرت شاہ عبدالباری کے عرس کے لیے قرار دیا ہے اور خانقاہ ہی وقف کو خاندانی وقف سے تعبیر کیا جاتا ہے ؛

۲ جب تک شاہ رحمن بخش اور شاہ غلام مصطفی بقید حیات رہے ان کا عرس مقررہ تاریخ پر ہوتا رہا اس کے بعد سے اہل خاندان یعنی اولاد شاہ غلام مصطفی نے آمدنی ملک گسانی مذکورہ سید علی احسن خاں و سید علی مظفر خاں دگٹریاں والے سے عرس فاتحہ کے مصارف ادا کرنا ترک کردیا ہے تاہم مولوی شاہ سلیمان احمد سجادہ نشین بطور خود ایصال ثواب کے لیے فاتحہ وغیرہ دلاتے ہیں ۱۲

۶۵- مولانا سید عبدالحی

خلف شاہ حفیظ اللہ قادری مجددی نسباً سید حسینی مولداً دہلوی سکناً و مدفناً امروہوی۔ شاہ غلام علی دہلوی خلیفہ و جانشین حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے اجلّہ خلفا میں تھے پیر روشن ضمیر کے حسب ارشاد دہلی سے امروہہ گئے اور محلہ مولانا کی ایک مسجد میں جو بعد میں آپ ہی کے نام سے مشہور ہوئی اقامت گزیں ہوئے مدۃ العمر اسی مسجد میں قیام رہا۔ مجردانہ و متوکلانہ زندگی بسر کی اہل دنیا سے نہایت درجہ اجتناب اور رات دن تلاوت کلام پاک اور مراقبہ و مجاہدہ کا شغل رہتا۔ نہ کبھی کسی سے کسی شے کے طالب ہوئے اور نہ کسی کے یہاں ملاقات کو گئے۔ جو کوئی ملنے آتا اندر سے صحن مسجد میں برآمد ہوتے ایک دو ضروری باتیں کرکے کھڑے ہوجاتے اور سلام علیک کہکر پھر اندر چلے جاتے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوجاتے۔ غیر ضروری کوئی بات کسی سے نہ کرتے۔

صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں ایک مرتبہ میں اپنے بچپن میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک دو باتیں کرکے فرمانے لگے کہ ہاں میاں ذرا دعا مانگو اور کہو کہ اے اللہ عبدالحی کو بخش دے۔ میں نے دعا مانگی اور کہا کہ اے اللہ مولوی صاحب کو بخش دے فرمانے لگے نہیں یوں کہو کہ اے اللہ عبدالحی کو بخش دے۔ میں نے پھر وہی کہا انہوں نے پھر اصرار کیا بالآخر میں نے دل میں سوچا کہ جب تک انکے کہنے کے مطابق نہ کہونگا چھٹکارا نہ ہوگا مجبوراً میں نے وہ الفاظ ادا کیے اس پر بہت خوش ہوئے اور صحن مسجد میں امرود کا درخت تھا دو تین امرود اس میں سے توڑ کر مجھے دیے۔

عالم فاضل کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ مقتدائے وقت تھے ۱۲۵۰ھ میں وصال ہوا۔ اسی مسجد کے صحن میں جو عارضی زندگی میں اقامت گاہ تھا۔ مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ مولانا امام الدین بخشی سے بھی مراسم اتحاد تھے مولوی کریم بخش بخشی آپ ہی کے مرید تھے امروہہ کے متعدد اشخاص آپکے فیضیافتہ تھے۔

آپ کے بھتیجے سید عبدالقادر کی سکونت بھی امروہہ میں تھی خط نسخ نہایت پاکیزہ لکھتے قرآن پاک آپ کے قلم کے لکھے ہوئے خاکسار مولف کی نظر سے گذرے۔ شاہ غلام علی دہلوی کے مرید اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے صحبت یافتہ تھے۔ مولوی سید حبیب احمد اُفق امروہوی اُنکے نواسے ہیں۔

۶۶۔ شاہ بدھ قادریؒ

سید نوازش علی نام شاہ بدھ قادری لقب بن سید امانت غوث۔ حقایق و معارف آگاہ شاہ گدا آقادریؒ کے اخلاف میں صاحب حال بزرگ تھے انکے جدامجد سید سراج الدین بن سید نوراللہ بن سید شاہ گدا امروہہ کے رؤسا و اکابر میں سے تھے سید نوازش علی نے بھی معقول جائداد ترکہ میں پائی لیکن مدۃ العمر نہایت سادہ زندگی بسر کی حضرت غوث اعظم کا عرس بہت اہتمام سے کرتے اپنی کل جائیداد چلہ کی مسجد یازدہم شریف کی فاتحہ اور مصارف خیر کے لیئے وقف کی تھی ۱۸۵۷ء کے غدر میں وقف نامہ تلف ہو گیا خود غرض متولیوں نے نہ وقف قایم رکھا اور نہ جائیداد باقی چھوڑی اب ایک مکان مسکونہ رہگیا ہے جس میں تبرکات رکھے جاتے ہیں۔ زیادہ عمر پاکر ۱۲۵۲ھ میں وفات پائی اور صحن مسجد چلہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ان سے کوئی عقب نہیں۔

۶۷۔ حاجی غلام علی شاہؒ

قوم کے جاٹ ساکن پنجاب آبائی مذہب ترک کرکے مشرف بہ اسلام ہوئے حضرت حافظ موسیٰ مانکپوری قدس سرہ سے نسبت بیعت درست کی ریاضات و مجاہدات سے مرتبہ کمال پر پہونچے بڑے ذاکر و شاغل عابد و زاہد تھے۔ مسجد محلہ چلہ میں طالبین کو ذکر جہر کی تلقین کرتے اس زمانہ میں امروہہ کے شرفا و سادات سے متعدد اشخاص صوفیانہ لباس پہنے حلقہ میں شامل ہوتے اس وقت مسجد کے در و دیوار سے اللہ اللہ کی آواز بازگشت دور دور تک سنائی دیتی ۲۶ جمادی الاول ۱۲۵۳ھ

کو واصل بحق ہوئے۔ مسجد چلہ کے عقب میں اندرون باغیچہ مزار واقع ہے۔ آپکے مریدین میں کریم شاہ اور انکے بعد احمد شاہ جانشین ہوئے۔ سید امین اللہ شاہ ساکن محلہ گذری کریم شاہ کے مرید بڑے پاکباز اور ذاکر و شاغل بزرگ تھے ان کا مزار ہجڑوں کی مسجد سے باہر ہے۔

حاجی غلام علی شاہؒ کے دوسرے مرید فجو شاہ تھے۔ ان کا اصلی نام سید فیض اللہ تھا نسباً فاطمی سید موضع نورپور کے ساکن ذاکر و شاغل بزرگ تھے۔ مسجد محلہ بیگم سرائے میں مزار ہے۔ صوفی عبد المجید متخلص بہ سالک انکے مرید و خلیفہ ہیں اور اپنے اہتمام سے عرس بھی کرتے ہیں۔

۶۸۔ شاہ امین اللہ نقشبندیؒ

بن شاہ غلام غوث چشتی بن شاہ محمد امان بن شیخ بلاقی بن شیخ محمد عاقل بن شیخ ججو بن شیخ محمد عارف[1] انکے پدر بزرگوار شاہ غلام غوث مشائخ و صالحین وقت تھے "شوق الٰہی" لقب اور شاہ احسان اللہ چشتی پاک پٹنیؒ کے دست گرفتہ تھے۔ شاہ امین اللہ اوائل عمر میں بغرض تحصیل علوم ظاہری علیگڈھ گئے اور مولوی عبد الجلیل اسرائیلی کے درس میں شامل ہوئے۔ ابتدائے سن میں مولانا امام الدین نخشبی کی صحبت میں تصوف کا چسکا لگ گیا تھا۔ خاندان میں درویشی کا سلسلہ آبائی تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کا خیال ترک کر کے طریقت کا مسلک اختیار کیا۔ دریائے گنگا کے کنارے ایک موضع میں اقامت گزیں ہو کر ذکر و شغل میں مصروف تھے۔ کبھی کبھی امروہہ آتے۔ قوی النسبت بزرگ تھے عمر زیادہ نہ ہوئی ۴ محرم ۱۲۳۲ھ کو رحلت کی اور تکیہ ساہو میں پائیں مزار مولانا امام الدین نخشبی مدفون ہوئے شاہ بہاء الدینؒ اور غلام نقشبند دو فرزند ہوئے۔

---

[1] شاہ ضیاء الدین احمد مولف مرآۃ الانساب نے قلت مبادرہ کی بنا پر اپنے خاندانی شجرہ میں یہ نام ترک کر دیا ہے خاکسار مولف کے پاس اس کی تائید میں متعدد دستخطی دستاویزات موجود ہیں ۱۲

۶۹. شاہ رحمٰن بخش چشتیؒ

ولادت ونام تیسری صفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۷۸۶ء یوم جمعہ بوقت صبح صادق متولد ہوئے۔

قطعہ سنہ ولادت

بوقت خوب تقویم مبارک | چوں رحمان بخش از خالق عطا شد
(۱۲۰۱ھ)

بتاریخ ولادت گفت ہاتف | طلوع مہر تابان از دعا شد
(۱۲۰۱ھ)

اصلی نام عبدالرحمٰن۔ تاریخی نام رحمٰن بخش اور جد مادری[1] کا رکھا ہوا نام بخش الدین کنیت ابوالمحمودؒ

تعلیم وتربیت فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم کے بعد بعض علوم کی درسیات مولانا شاہ ضیف اللہؒ میراں حاتم علیؒ سے پڑھیں پھر دہلی جاکر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خانقاہ میں قیام رہا حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ سے بھی کسب فیض کیا۔ امروہہ آکر شاہ دوست محمد میراں سید حاتم علیؒ سے تصوف کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں ۱۲۱۹ھ میں مولانا شاہ عبدالرحمٰن چشتی لکھنوی سے حسن اتفاق سے اس وقت امروہہ تشریف لائے تھے کچھ عرصہ تک حدیث تفسیر نیز کتب تصوف التزام کے ساتھ پڑھیں ۲۰ یا ۲۲ سال ہی کی عمر میں زیور علم سے آراستہ ہوکر باطنی علوم کے حصول میں مصروف ہوگئے مسلسل چار سال تک مجاہدات و ریاضات میں رات دن مصروف رہے استفادہ کی غرض سے بعض بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے یعنی شاہ فیض بخش المشہور بہ شاہ درگاہیؒ شاہ سراج احمد محدثؒ شاہ ضیف اللہؒ خلیفہ غلام غوث قادریؒ انکے علاوہ اپنے پدر بزرگوار کے مخلص ومحب با اخلاص شاہ نوازش علی عرف شاہ بدھ قادریؒ سے نسبت قادریہ کو اخذ کیا۔

---

[1] آپکے جد مادری شیخ معین الدین بن شیخ شاہ غلام انبیا صدیقی اولاد قاضی نظام الدین سے تھے۔ ان کی اولاد میں صرف ایک دختر سراجا نام شاہ رحمٰن بخش کی والدہ تھیں۔

۲۴ سال کی عمر میں اپنے چچا حکیم مولوی نجیب اللہ کی دختر ہدایت النساء سے جو آخر میں عام طور پر بڑھیا ماما کے نام سے یاد کی جاتی تھیں عقد ہوا یہ بہت نیک اور عبادت گذار بی بی تھیں۔ گویا دونوں زوج زوجہ الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات کے مصداق تھے۔ شادی سے ایک سال بعد یعنی ۱۲۲۶ھ میں شاہ عبدالباریؒ کا انتقال ہوا ان کی وفات کے بعد کچھ عرصہ شاہ دوست محمدؒ کی خدمت میں مقام رانی حاضر رہے۔ ان سے اور میراں حاتم علی سے خرقہ خلافت پایا

دارالخیر اجمیر کا سفر اوائل ربیع الثانی ۱۲۳۹ھ میں بعض مخلصین کی معیت میں جن میں مولانا سید تراب علی حسینی سید نیاز علی خان (کٹہر پال والے) سید انور علی حسینی خاص کر قابل ذکر ہیں اجمیر کا سفر کیا۔ اثنائے سفر میں کچھ دن دہلی میں خانقاہ مرزا مظہر جان جاناںؒ میں قیام رہا اس زمانہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیل و صاحب فراش تھے۔ آپ بغرض عیادت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے دیر تک باہم گفتگو ہوتی رہی حضرت مولانا نے اپنے طریقہ اور دلائل الخیرات و حزب البحر کی اجازت عطا کی نیز ارشاد فرمایا کہ دربار حضرت خواجہ بزرگؒ میں آپ حاضر ہوں تو میرا سلام عرض کر دیں اور جب واپس تشریف لائیں تو نماز جنازہ میں شرکت کریں یا قبر پر فاتحہ پڑھکر جائیں۔ اجمیر میں آخر رمضان ۱۲۳۹ھ تک قیام رہا واپسی پر دہلی پہونچکر معلوم ہوا کہ آج ہی حضرت مولانا کا وصال ہو گیا۔ آپنے جنازہ میں شرکت کی۔ پھر پانی پت کرنال پاکپٹن سرہند، گنگوہ، کلیر ہوتے ہوئے امروہہ واپس آئے۔

اعلان جہاد اور شرکت پر آمادگی ۱۲۴۱ھ میں حضرت شاہ سید احمدؒ رائے بریلوی نے سکھ حکومت کے مظالم کی بنا پر سکھ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور ایک اشتہار جس پر ہندوستان کے علماء و مشائخ کے دستخط ثبت تھے شائع ہوا۔ یہ اشتہار اس خانقاہ میں بھی آیا۔ اس اعلان پر آپنے ان کی لبیک کہا اور میراں حاتم علی سے اجازت طلب کی موصوف نے اجازت دینے سے یہ کہکر انکار کیا

تم اس خاندان کے تنہا چشم و چراغ ہو تمہارے جانے کے بعد خانقاہ سونی ہو جائیگی اس لیے

بہتر ہے کہ خانقاہ کی جانب سے حاجی عبدالرحیم ولایتی کو بھیجا جائے جو قوی اور توانا ہیں اور فن حرب سے بھی اچھی طرح واقف ہیں"۔

چنانچہ حاجی صاحبؒ کو بجانب خانقاہ پانصد روپیہ دے کر مع ایک خط حضرت شاہ سید احمدؒ کی خدمت میں بھیجدیا۔ حاجی صاحبؒ مختار (علاقہ سرحد) میں سکھوں سے لڑکر شہید ہوئے۔ سنہ ۱۲۴۵ھ میں بعد وفات میراں حاتم علی مستقل طور پر سجادۂ پدر بزرگوار پر متمکن ہوئے۔ آپکے زمانہ میں خانقاہ کو خوب رونق ہوئی، طالبان حق کی آمد و رفت کا سلسلہ بندھا رہتا۔

عادات و خصوصیات سن شعور سے زوال بصارت ظاہری تک معمول تھا کہ تیسرے دن ایک قرآن ختم کرتے سفر حضر اور بیماری میں کبھی فرق نہ آیا۔ اسیطرح دلائل الخیرات کی روزانہ ایک منزل پڑھتے۔ وظیفۂ ابجد[۵۱] جو اس خاندان کا خاص وظیفہ ہے آپکے معمولات سے تھا۔ نماز باجماعت پڑھتے حتیٰ کہ تکبیر اولیٰ فوت ہونے نہ دیتے۔ صبح کو بعد نماز جد امجد کے مزار کی حاضری اور وہاں کا مراقبہ اور بعد عصر مزار شاہ عضدالدین محمدؒ کی حاضری اور یہاں کے معمولات میں ۹۰ سال کی عمر تک فرق نہ آیا۔ خوراک صبح اور شام گیارہ لقموں سے زیادہ نہ تھی۔ قد بلند جسم سڈول اور کسرتی تھا لباس ہمیشہ سفید ہوتا اور اسی کو پسند فرماتے سر پر کبھی دو پلی کبھی چوگوشیہ ٹوپی اور سبز یا سفید عمامہ کا معمول تھا نیچا کرتا گھنڈی دار اور شرعی پاجامہ کبھی کبھی تہبند استعمال فرماتے جب باہر تشریف لے جاتے بند دار اچکن کمر میں پٹکا اور اس پر عبا پہنا کرتے اور ہاتھ میں عصا ہوتا دن کے اکثر حصہ میں تسبیح پڑھا کرتے شب میں دو بجے کے بعد تمام عمر نہیں سوئے کبھی کسی فتوے پر دستخط نہیں کیے نہ درس تدریس جاری رکھا۔ آپ کا قول تھا کہ جس کا عمل اچھا نہیں اس کا بدن پاک صاف نہیں اور جس کا بدن صاف ستھرا نہیں اس کا دل بھی پاکیزہ نہیں ہوسکتا اور جب کا دل صاف نہ ہوگا اس کا سارا گھر ہی ناپاک ہے جائیداد وغیرہ کی آمدنی بہت تھی مگر ذات پر بہت کم صرف کرتے

[۵۱] ملاحظہ ہوں حالات شاہ عبدالہادی "برکات حمیدیہ" ۱۲

فقیروں محتاجوں عزیز اہل حاجت کو تقسیم کر دیا کرتے۔ مہینہ میں ایک دو فاقہ ضرور ہوتا۔

بعض کرامات آپکے فرزند شیخ نبی بخش گھوڑے کی سواری کے شوقین تھے ایکمرتبہ گھوڑا خریدنے میلہ پشکر دنواح اجمیر، گئے بہ تقدیر الٰہی ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور وہیں انتقال کیا حضرت شاہ صاحب کو بذریعہ کشف اس حادثہ کا علم ہوگیا آپنے اسی دن فرمایا کہ آج ہمارے نبو کا انتقال ہوگیا۔ مرضی الٰہی یوں ہی تھی +

مولوی عبدالسعید مہاجر مدنی جو آپکے خلفائے خاص میں سے تھے درد پسلی میں مبتلا ہوئے۔ تکلیف ناقابل برداشت تھی آپ مزاج پرسی کے لیے مسجد سے تشریف لائے + مولانا نے عرض کیا کہ حضرت! دعا فرمائیے کہ اس تکلیف سے نجات ملے آپنے فرمایا مجھے تو بتلاؤ کہ درد کہاں ہے؟ پسلیوں پر ہاتھ رکھا اور درد کافور ہوگیا +

امروہہ کے ایک وارفتہ مزاج بزرگ گنڈار شاہ جن پر جذب و سکر کا غلبہ تھا اور اکثر برہنہ رہا کرتے تھے ہفتہ میں ایک دو مرتبہ درگاہ شاہ عبدالہادیؒ کے راستہ میں آبیٹھتے جس وقت شاہ صاحب کا اس طرف گذر ہوتا فوراً اپنے جسم کو یتوں ریت یا اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سے ڈھانپ لیتے اور ادب سے سلام کرتے +

مولوی رجب علی کتب فروش بریلی جو عامل بالحدیث تھے اور قاضی عیوض علی سے مخلص دوست فرمایا کرتے کہ مریدی میں کیا دھرا ہے؟ جو کتاب سنت سے ثابت ہو وہی کافی ہے اتفاق سے ایکدن قاضی صاحب کے ہمراہ حاضر ہوئے آپنے فرمایا کہ "مولانا یہاں کیا دھرا ہے؟ خدا کے فضل و کرم سے آپ تو کتاب و سنت پر عامل ہیں" ندامت سے سر جھکا لیا آپنے توجہ فرمائی ایک کیفیت ان پر طاری ہوگئی یہ معلوم ہوتا تھا کہ مکان میں آگ لگ گئی ہے کچھ دیر بعد سنبھلے تو سلسلہ میں بیعت کی +

آپ کی بیٹی بی بی ولایت النساء جنکا عقد حکیم زین الدین سے ہوا تھا ایکعرصہ معاش کی تنگی سے پریشانی رہی وہ جب کبھی باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتیں کہ ابا میاں مجھے بہ

کی تنگی سے بڑی تکلیف ہے، دعا فرمایئے کہ یہ دونوں بچے کام سے لگ جائیں، آپ ہمیشہ اس کا جواب یہ دیتے "جا، جانی کمائیگا" جب وہ پھر عرض کرتیں کہ جانی[ا] کو تو آپ کہتے ہو بدھ کے حق میں بھی تو دعا فرمایئے مگر آپ یہی فرماتے کہ "جا، جانی کمائیگا" خدا کی شان جانی یعنی پیر محمد علی جان مرحوم نے اپنی عمر میں لاکھوں روپیہ کمایا اور لاکھوں کی جائداد چھوڑ کر انتقال کیا مگر دوسرے بھائی بدھو[ا] معمولی حالت میں رہے۔

آپکے داماد مولوی سید سبحان علی نبیرۂ حضرت شاہ آتن امروہہ میں اپنے زمانہ کے بڑے ذی وجاہت اکابر میں تھے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں معزول شاہ دہلی کے حضور میں اپنی ارادتمندی کی درخواست پیش کی جس میں عقیدت اور وفاداری کا اظہار تھا۔ بعد غدر کے جن لوگوں نے ایسی درخواستیں ارسال کی تھیں سب ہی کی دارو گیر ہوئی مگر شاہ صاحبؒ کی دعا کی برکت تھی کہ ان سے مطلقاً کوئی بازپرس اور گرفت نہ ہوتی بلکہ حکومت برطانیہ میں اثر اور رسوخ پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد امروہہ میں انگریزی حکومت کے مخالفوں اور باغیوں کی عام طور سے بہت زیادہ دارو گیر ہوئی لیکن جن لوگوں نے آپ کی خانقاہ میں پناہ لی خدا کے فضل و کرم سے سب کے سب محفوظ و مامون رہے۔

مولوی نادر شاہ خاں مرحوم وکیل کا، جو شاہ صاحب کی خدمت میں تقریباً ۱۵ سال حاضر باش رہے، بیان ہے کہ ۱۵ برس کی عمر سے ۳۰ سال کی عمر تک میرے اس معمول میں کبھی فرق نہ آیا، ایکمرتبہ غلطی سے نفس نے یہ خواہش کی کہ کیا اچھا ہو کہ حاضری پر کوئی چیز کھانے کی ملجایا کرے تاکہ دیر تک اطمینان سے حاضر باش رہوں۔ تا وصال جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ میں حاضر ہوا ہوں اور کوئی چیز کھانے کے لیے شاہ صاحب نے مجھے نہ دی ہو۔

ذریعہ معاش بخلاف اکثر صاحب سلسلہ مشائخ کے آپنے پیری مریدی کو اپنے خاندان کا ذریعہ معاش نہ

[ا] ان کے دو فرزند تھے ایک پیر محمد علیجان عرف جانی دوسرے پیر بدرالدین عرف بدھو جنکے فرزند آغا اعجاز احمد صاحب ہیں [ا] یعنی پیر بدرالدین ۱۲

بنایا ابتداءً شاہ عالم عالی گہر بادشاہ نے دو صدی ذات بست سوار کا منصب یا اور ایک موضع
برائے پوز جو ابتک آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہے مدد معاش میں عطا ہوا فرامین موجود ہیں جنکے عکس و رفوٹو
تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے جداگانہ شائع کیے جاتے ہیں +

خلفاء

(۱) شاہ غلام مصطفےٰ۔ آپ کا تذکرہ مفصلاً دوسری جگہ جداگانہ کیا گیا ہے +

(۲) شاہ محمود بخش۔ آپ شاہ صاحب کے تیسرے فرزند صاحب زہد و تقویٰ تھے۔ مگر
اتباع سنت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ تلاوت قرآن سب سے بڑا شغلہ حیات تہا اور مسجد آپ کا مسکن ۲۰ محرم الحرام
سنہ ۱۲۹۲ھ بوقت شب انتقال کیا۔ احاطہ روضہ منورہ شاہ عبداللہ آبادی میں شرقی دروازہ کے متصل ہی
مدفون ہوئے +

(۳) مولانا شاہ عبدالمجید ہزاروی مہاجر مدنی عالم باعمل اور صاحب کشف و حال بزرگ تھے ۱۲ سال تک
حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر رہے اور کسب سلوک فرماکر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے سنہ ۱۲۶۶ھ
میں ہجرت فرماکر مدینہ منورہ چلے گئے +

(۴) مولانا حاجی شاہ محمد روشن۔ پنجاب کے رہنے والے ذی علم اور نسباً سادات بنی فاطمہ سے تھے برسوں
شیخ کی خدمت میں حاضرباش رہے پھر مکہ معظمہ چلے گئے مدتوں حرم محترم میں درس حدیث دیا وہیں سنہ ۱۲۶۸ھ
میں انتقال کیا +

(۵) قاضی عیوض علی میلپور ضلع پیلی بھیت خاندان قضاۃ سے ہیں عہد عالمگیری میں آبا و اجداد
عہدۂ قضا پر ممتاز تھے۔ اصل وطن کانٹ تہا۔ پیر شیخ اور سلسلہ کے کل بزرگوں کے حالات میں ایک
کتاب ان کی تصنیف سے ہے + انکے فرزند قاضی لطافت علی اور برادرزادہ قاضی ریاست علی اور انکے
فرزند قاضی عطاء علی بھی خاندان شیخ سے عقیدت رکھتے ہیں +

(۶) مولانا حبیب علی بریلوی اتباع سنت اور رد بدعت میں بےنظیر تھے۔ آخر عمر حصہ میں استغراق تام
حاصل تہا مگر آخر دم تک درس حدیث و قرآن میں مصروف رہے۔ مزار احاطہ درگاہ حضرت شاہ

داتا دلی میں ہے +

(۷) مولنا ظہور الدینؒ جیلپوری علم سے بہرہ ور اور اپنے شیخ کے خلیفہ تھے +

(۸) شاہ ولی محمدؒ بریلویؒ ذاکر و شاغل بزرگ تھے عرصہ دراز تک شیخ کی صحبت میں رہے ۱۲۱۷ھ میں وفات پائی +

(۹) ملا حاجی کریم اللہؒ قوم کے جولاہے ریاست رامپور قصبہ مینی شاہ آباد کے رہنے والے کسب حلال کی وجہ سے اپنے پیشہ کو ترک نہ کیا جو کچھ روزانہ کام کرتے اسکے ذریعہ اپنی اور بچوں کی پرورش کرتے اور نصف کو خیرات کر دیا کرتے۔ دن بھر اپنا کام کرتے اور شب بھر خدا کی یاد میں بسر کرتے +

(۱۰) مولنا امانت حسین صدیقی روسار قاضی ٹولہ بریلی سے ہیں۔ مولانا شیخ الاسلام خلیفہ شاہ عبدالہادیؒ کے نبیروں میں سے ہیں باوجود ثروت و وجاہت ظاہری اپنے کو خاک کر دیا تھا۔ علم و عمل میں بھی بلند مرتبہ تھا +

(۱۱) قاضی رحمت اللہ صدیقی چاندپوری عالم باعمل اور صاحب حال بزرگ تھے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں عہدۂ صدر الصدور پر بدایوں میں مامور تھے جو دستخط کا یہ عالم تھا تنخواہ تو درکنار جسم کا لباس بھی اہل حاجت کی نذر کر دیتے +

(۱۲) قاضی ابوالحسنؒ چاندپوری عرصہ تک بریلی میں منصف رہے بالآخر پنشن لی اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب سلوک کیا۔ آخر میں جذب و سکر کا غلبہ ہوا۔ اس نسبت کے حصول اور اس میں کمال حاصل کرنے کیلئے دو سال براہی قیام کیا اسکے بعد کلیر میں عرصہ تک مقیم رہے پائیں مزار حضرت مخدوم مدفون ہیں

(۱۳) شیخ احمد الدین فاروقی امروہوی شاہ صاحب کے ہمشیر زادے ابتداً عملیات کا غیر معمولی شوق تھا اور اس فن میں کامل دستگاہ حاصل تھی مگر آخر میں سب ترک فرما کر عزلت گزینی اختیار فرمائی تھی

(۱۴) مولنا سید تراب علیؒ حسینی امروہہ کے ذی ثروت اور باوجاہت لوگوں میں تھے علوم دینیہ حدیث تفسیر فقہ کے عالم اور فنون رمل جفر میں کامل اپنے شیخ کے مقرب اور صاحب فتوی بزرگ تھے

(۱۵) سید ضیاء علی خاں (گڑھیاں والے) ذیعلم اور دیندار رئیس تھے ابتدائی عمر میں شاہ عبدالباری کے یہاں حاضر باش رہے پھر میراں حاتم علی سے فیض حاصل کرتے رہے آخر میں شاہ صاحب سے بیعت ہو کر کسب سلوک کیا کثیر جائداد کے مالک تھے جس کو اپنی حیات میں ہی وقف فی سبیل اللہ کر دیا۔

انکے علاوہ خاتونوں کا تذکرہ بھی اس سلسلہ میں ضروری ہے ایک شاہ صاحب کی اہلیہ ہدایت النساء جنکا ذکر ابتداء میں ہو چکا ہے دوسری قتنی بیگم نواب محب اللہ خاں ساکن سنبھل کی اولاد اور نواب امیر خاں والی ٹونک کی ہوشیں تہیں شادی ٹونک ہوئی تہی۔ ۱۱۵ سال کی عمر پاکر تہوڑا عرصہ ہوا جو وفات ہوئی بڑی عابدہ زاہدہ اور باوقات بی بی تہیں۔

شاہ صاحب کی زندگی کے آخری چند سال

وصال سے تقریباً ڈیڑھ دو سال پہلے بصارت ظاہری کثرت مراقبات و استغراق کی وجہ سے زائل ہو گئی تہی۔ اس حالت میں بہی نماز با جماعت فوت نہ ہوتی۔ کہانا تناول کرتے وقت اکثر بحالت استغراق پانی اور سالن میں تمیز نہ ہوتی بعض وقت دیا ہوتا کہ کہانا پانی سے ہی تناول فرما لیتے۔ جب عرض کیا جاتا تو فرماتے "کیا ہوا پیٹ میں جا کر سالن اور پانی سب ایک ہو جاتا ہے"۔

آخر حصہ عمر میں اپنے عزیزوں اولاد و اولاد اولاد سب کو ہی فراموش کر دیا تہا۔ تجلیات الٰہی میں محو و مستغرق رہتے۔ سماع بہت سنتے تہے مگر آخر میں ترک کر دیا تہا۔ معمولات میں تہا کہ مہینہ میں تین روزے ایام بیض سال میں ایک ایک روزہ عرفہ اور عاشورہ کا۔ ۱۵ شعبان کا روزہ۔ چہہ روزہ اول شوال کے رکہا کرتے۔ روزہ ہمیشہ چہوارے کہجور آب زمزم سے افطار کرتے۔ نفل نمازوں میں تہجد۔ اشراق۔ چاشت۔ زوال۔ اوابین۔ جمعہ کے دن صلوۃ التسبیح تا وصال ترک نہیں فرمائیں۔ نماز میں تعدیل ارکان کو مرعی رکہتے اور طمانیت کے ساتھ رکوع۔ سجود۔ قومہ جلسہ فرمایا کرتے۔ اسی طرح افطار میں تعجیل فرماتے۔ مسواک باوجود منہ میں دانت نہ ہونے کے ترک نہیں فرمائی۔ رمضان المبارک کے آخر عشرہ کا اعتکاف اور عشرہ اولیٰ ذی الحجہ میں گوشہ نشینی فرمایا کرتے۔ ہر کام کے لئے استخارہ کیا کرتے۔ حسن تقریر میں منفرد

تھے، کلام مختصر اور جامع ہوتا تھا۔ طبیعت سادگی پسند واقع ہوئی تھی باوجود غایت خلق و کرم حق تعالےٰ نے آپ کو رعب و وقار عطا کیا تھا سچ ہے سہ

ہیبت حق است و ایں از خلق نیست　　ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

مریدین اور وابستگان کی ضروریات کا خیال رکھتے آپ کے بعض مکاتیب جو آپ کے فرزند شاہ محمد ابراہیم علیؒ کے موسومہ ہیں خاکسار مولف کی نظر سے گذرے ہیں، ان میں جابجا مریدین اور وابستگان کی خاطر و مدارات اور دلدہی کی تاکید فرماتے ہیں۔

مرض الموت اور وصال ۸۰ سال کی عمر میں بعارضۂ تپ محرقہ و اسہال چند دن سخت علیل رہ کر ۱۸ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۵ جولائی ۱۸۶۳ء کو دوشنبہ کے دن آخر حصہ شب میں واصل بحق ہوئے۔ مولٰنا سید امانت علی چشتی صابریؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پائیں مزار والد بزرگوار مدفون ہوئے مولٰنا سید تراب علی حسینی نے قیل ادخل الجنۃ ھٰذا دیا سے سنہ وصال نکالا قاضی حشمت علی صدیقی بریلوی تخلص بہ ذکی[۱] نے قطعہ فارسی لکھا:-

قطعۂ تاریخ وصال

ہادی اہل یقیں مرشد ما رحمان بخش　　کہ دریں عصر نبود است مثالش پیدا
کرد رحلت زجہاں سوئے جہاں جاوید　　در جہاں نور دگر شد زجمالش پیدا
از سر فاتحہ بسم اللہ و اخلاص عدد　　می نویسم کہ شود سال وصالش پیدا
یا سر معرفت و وجد مضاعف بنویس　　گشت ایں طرز ہم از فیض خصالش پیدا
نام او بر سر فردوس نوشتہ دیدم　　یافتم باز ہماں سنہ زکمالش پیدا

محبوب علی شاہؒ

مولٰنا امروہوی مرقد آ حیدر آبادی مجذوب وارفتہ حال تھے۔ ایک لنگوٹہ باندھے ملد حیدرآباد

---

[۱] تاریخ دکن صفحہ ۶۳ مصنفہ مولوی نصراللہ خاں مرحوم۔

دکن مختصر سا کرتہ پہنے سر و پا برہنہ گلی کوچوں میں پھرتے۔ بکریوں کے سینگ اور کپڑوں کے پھٹے پرانے ٹکڑے بغل میں دبائے رہتے۔ لوگ انہیں اپنے گھر لیجاتے اور کھانا کھلاتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر بیٹھتے اور قرآن شریف کے ایک دو رکوع نہایت خوش الحانی و قرات کے ساتھ پڑھتے یا کبھی کبھی مرثیہ کا کوئی بند یا کوئی کبت دہریت خیال و ٹپہ نہایت درد انگیز انداز سے پڑھکر سنا دیتے۔ موسیقی سے خوب ماہر تھے۔ عربی فارسی میں اور کبھی کبھی انگریزی اور مرہٹی زبان میں گفتگو کرنے لگتے تھے۔

صاحب تاریخ گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ ایک دن میرے مکان پر آئے آیا تھا منت نوازی کی پوشاک پہنائی۔ پھر کہنا کہدیا اور سے ایک مخالف کے متعلق جو اس زمانہ میں ذی اقتدار رہتا اور جسکے حیدرآباد آنے کی خبریں گرم تھیں دریافت کیا کہ وہ یہاں آئیگا یا نہیں۔ انہوں نے فرمایا:۔

"خانہ نظام خراب نخواہد شد، مرہٹہ بخود نخواہد آمد"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک روز اس زمانہ کے ایک مقتدر شخص علی بیگ خان بہادر کا گذر ادھر سے ہوا انہوں نے خلاف معمول انہیں آواز دیکر پکارا کہ علی بیگ خاں یہاں آؤ جب وہ نزدیک آئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں اب ہم اس جہان فانی سے کوچ کرنیوالے ہیں تمہارے دل میں جو خواہش ہو بیان کرو ہم اسے پورا کرتے جائیں۔ علی بیگ خان بہادر نے کہا کہ شاہ صاحب تم میرے پاس آتے جاتے ہو مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔ مغرب کے وقت پھر علی بیگ خاں گذرے تو پاس سے ہوا کو شاہ صاحب نے ان کی کلفت کا حال دیکھ انہوں نے پھر وہی جواب دیا دوسرے روز صبح کو جب علی بیگ خاں نے سنا کہ رات میں شاہ صاحب واقعی جہان فانی سے کوچ کر گئے تو دست تاسف ملتے رہے۔ ستر سال کی عمر پائی ماہ رجب [illegible] میں انتقال فرمایا۔

محلہ چیلکنی پورہ بیرون شہر مدفون ہوئے مستورم شاہ کے مرید تھے ہر سال ماہ رجب ۱۸ کو میں آپ کا عرس ہوتا ہے پہلے مصارف عرس کے لیے ۔ کا بندوبست مقرر تھا۔

لہ تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۳۲۵ تذکرہ دکن صفحہ مولوی نصیر الدین خان مرحوم۔

۱۷۔ حاجی سید سعادت علیؒ

سلسلۂ نسب بواسطہ مولانا بدرالدین اسحٰق دہلوی عمر الاشرف بن امام زین العابدین سے متصل ہوتا ہے باپ طریق بن سید عاشق علی بن سید غلام انبیا بن سید محمد حافظ بن سید ہدایت اللہ بن سید عبدالقادر بن سید عبدالغفور بن سید ابراہیم بن سید محمد حاجی بن سید برہان الدین بن سید عبداللہ بن سید داؤد بن سید ابراہیم قاری بن سید فخر الدین نبیرۂ مولانا بدرالدین اسحٰق الدہلوی۔ وطن آبائی موضع لوگانوہ مضافات امروہہ، تھا۔ بچپن میں والدین کے ساتھ مکہ معظمہ گئے، والدہ معظمہ بلدہ طیبہ پہونچنے سے پہلے ہی اثنائے راہ میں فوت ہوگئیں اور واپسی پہ پدر بزرگوار نے بھی وطن مالوفہ پہونچنے سے پہلے ہی وطن اصلی کا سفر اختیار کیا۔ صغر سنی میں داغ یتیمی نصیب ہوا۔ بعض ہم وطنوں کے ساتھ لوگانوہ واپس آئے اکثر اعزہ شیعہ مذہب تھے اس نوعمر یتیم کو بھی مذہب امامیہ اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگے، جو انہیں کسی طرح منظور نہ ہوا لوگانوہ کا قیام موجب آزار پاکر گھر بار[1] اور آبائی جائیداد پر لات مار کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے لوگانوہ سے اغوانپور اپنی ننھیال میں پہونچے وہاں سے مرادآباد آئے اور مسجد سید محمد خاں میں اقامت اختیار کی اور تحصیل علوم کی جانب متوجہ رہے پھر تکمیل علوم ظاہری کا شوق کشاں کشاں رامپور لے گیا جہاں دوران تحصیل علوم ظاہری میں میاں نعیم شاہ[2] سے فیض باطنی حاصل کیا۔ صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں کہ

"از اصل و نسل سادات لوگانوہ بودند در خورد سالگی پدر و مادرش ویرا ہمراہ خود بمکہ معظمہ بردند

باز وقت مراجعت بوطن درمیاں راہ پدرش ویرا تنہا گذاشتہ فوت کردند و مادرا و قبل از سید

---

[1] آبائی مکان لوگانوہ میں ابتک موجود ہے جو دوسروں کے قبضہ میں ہے جسے خاکسار مولف کو بھی دیکھنے کا موقع ملا ہے [2] سلسلۂ بیعت اس طرح ہے حاجی سید سعادت علی مستفیض میاں نعیم شاہ مستفیض شاہ درگاہی مستفیض شاہ جمال اللہ مستفیض شاہ قطب الدین مستفیض خواجہ محمد زبیر مستفیض جد خواجہ محمد نقشبند مستفیض والد خواجہ محمد معصوم مستفیض والد امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ۱۲

کہ در راہ فوت شدہ بودند ہمراہ دیگر کساں ہموطن در قصبۂ مذکور رسیدند اقربائے وے از مذہب

شیعہ بودند چو سعادت ازلی مددگار او بود وطن را گذاشتہ در مرادآباد تشریف آوردہ مسجد محمد سید خاں

قیام نمودہ۔ الی آخرہ[1]

عرصہ دراز تک پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہکر ریاضات و مجاہدات و مراقبات میں مصروف رہے مراتب سلوک طے کیئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے مدۃ العمر عبادت اور ذکر و اشغال اور خدمت خلق اللہ میں بسر کی نہایت درجہ بے طمع تھے اپنے شیخ کی مسجد کا حجرہ اقامت گاہ تھا۔

بعد انتقال شیخ چند کس را ارشاد کردند و بعضے را اجازت دادند و علم ادراک نسبت زندہ دلی

خوب می فہمیدند و بردراہل دنیائی گردیدند تا آنکہ عمر خود را در حجرۂ مسجد شیخ خود گذرانیدند[2]

اپنے پیر و مرشد کے ارشاد کی تعمیل میں تاہل اختیار کیا اور سید بہاء الدین رضوی ساکن رامپور کی دختر کو حبالۂ عقد میں لائے باوجود تاہل کے آزاد زندگی بسر کی آخر حصہ میں انکے ایک فرزند سید انور علی متولد ہوئے جنکو خورد سال چھوڑکر ۲۷ رمضان سنہ ۱۲۷۰ھ میں رحلت کی۔ محلہ راج دروازہ پائین مزار میاں شاہ نعیم شاہ مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ سید انور علی مذکور نیک نہاد مشائخ و صوفیہ کے عقیدتمند کچھ عرصہ سے امروہہ میں سکن گزیں ہیں ان کی شادی سید علی نقی بن سید نیاز علی بلگرامی سے ہوئی جنکے بطن سے انکے ایک دختر مسماۃ اختری بانو متولد ہوئیں جو مولوی سید شعیب احمد ساکن محلہ چلہ کی زوجہ ثانیہ ہیں۔

صوفی خدابخش عباسیؒ

خلف سید محمد سپاہ بن محمد صالح بن مولنا عبدالرحیم ازاولاد مولنا داؤد بن عباسی۔ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور باقیات الصالحات سے تھے امروہہ کی عیدگاہ اور مسجد جامع کی ترمیم و مرمت

۱؎ انوار العارفین ۲؎ انوار العارفین ۳؎ آپ خاکسار مولف کے والد ماجد کے جد مادری تھے

آپ ہی کی کوشش اور ہمت عالی سے ہوئی۔ مسجد مذکور کے صحن میں جانب شمال آپ کی قبر موجود ہے۔ صاحب تحفۃ التواریخ لکھتے ہیں کہ:۔

صوفی خدا بخش عجب بزرگے بود باصفا و بسخناں صوفیہ آشنا و رباقیات صالحات ہمت عالی داشت و در ترمیم مسجد کہ اکنوں جامع است سعیہائے بلیغ کردہ و ہم چنیں ترمیم مسجد عید گاہ بہت او شدہ قبرش در جانب شمال پیوستہ بصحن مسجد جامع است[۵۱]

۱۵ر شعبان ۱۲۸۶ھ میں رحلت کی۔ صفی امروہوی نے قطعہ تاریخ کہا ؎

چوں خدا بخش صوفی صافی | از جہاں شد بہ نیمہ شعبان
بہر تاریخ گوسہ بار صفی | ھلہ کل من علیہا فان

آپکے دو فرزند ذی علم اور ذی کمال ہوئے، مولوی محمد حسن اور خلیفہ ظہور حسن ان کا تذکرہ صاحب تحفہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

خلیفہ ظہور حسن در فارسی دستگاہے و در شعر ذہنے سیدار دلیا بخلیق وخوشنویس نسخ و نستعلیق است[۵۲]

دونوں بھائیوں کی نسل باقی نہیں۔ اولاد دختری البتہ موجود ہے منشی انوار الحق جعفری خلیفہ صاحب کے نواسہ ہیں +

۷۳۔ مولٰنا سیّد امانت علی چشتی قدس سرہٗ

بن سیّد حفیظ اللہ بن سید عزیز اللہ۔ بزرگوں کا وطن سنبھل تھا، مولٰنا کے والد کسی تعلق سے مراد آباد چلے آئے تھے عنفوان شباب میں کتاب علوم دینی کا شوق ہوا۔ ابتداءً مراد آباد میں سید محمد حسین شاہ سرہندی سے استفادہ کیا پھر انکے خلیفہ کرم رضاں سے فیض صحبت حاصل کرتے رہے

---

[۵۱] تحفۃ التواریخ صفحہ ۔ [۵۲] تحفۃ التواریخ صفحہ

۱۲۲۹ھ میں خان مذکور کے انتقال پر مرادآباد سے تلاش مرشد میں چل کھڑے ہوئے۔ جہاں کہیں درویش صاحب باطن کی خبر پاتے وہاں ضرور پہونچتے۔ کچھ عرصہ تک مختلف دیار وامصار میں پھرتے رہے لیکن مدعائے دلی کہیں حاصل نہ ہوا لاچار دہلی آئے اور علوم ظاہری کی تکمیل میں مشغول ہوئے۔ سید محمد حسین شاہ اور خلیفہ کامگار خاںؒ کی صحبت کا اثر طبیعت پر غالب تھا مطالعہ کتب میں استغراق کی حالت طاری ہوجاتی اسی دوران میں حضرت حافظ موسیٰ مانکپوری قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے حافظ بلاخیؒ سے اتفاق ملاقات کا ہوا ان کی زبان سے حضرت حافظ صاحب کے حالات سنکر مانکپور پہنچے اور حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ عرصہ تک خدمت مرشد میں حاضر رہکر ذکر جہر مجاہدات و ریاضات میں انہماک رہا۔ دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے حضرت حافظ صاحب بھی خاص توجہ مبذول فرماتے حجرہ میں اپنے پلنگ کے پاس ان کے لیے تخت بچھوادیا گیا تھا تعلیم وتلقین کا یہ طریقہ عرصہ تک جاری رہا۔ سیر وسلوک کے جملہ منازل طے کیے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

مولانا موصوف اپنے زمانہ میں خانوادہ چشتیہ کے امام اور شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ آپ نے درویشوں اور صوفیوں کی نہ کبھی وضع اختیار کی اور نہ تصوف کو کسب معاش کا ذریعہ بنایا صدق وصفا شیوہ اور قناعت وتوکل پر عمل رہا۔ اکثر سیر وسیاحت میں رہتے پنجاب اور کشمیر میں مرید بکثرت تھے نذر اور تحفہ میں جو کچھ آتا وہ سب مہمانوں تہیدستوں اور مسکینوں پر صرف کردیتے اس کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے صرف میں ہرگز نہ لاتے۔ آبائی جائیداد ذریعہ معاش تھی۔ سفر وحضر میں فقرا اور طلبا کی ایک جماعت ہمیشہ ساتھ رہتی۔ انکے خورد ونوش کے خود ہی متکفل تھے عبادت اور ریاضت کا جو معمول تھا اُسے مرتے دم تک نباہا۔ ہر سال اپنے پیر ومرشد کے مزار پر حاضر ہوتے اور کچھ عرصہ وہاں قیام فرماتے نماز پنجگانہ ہمیشہ مسجد میں ادا کرتے۔ اشراق چاشت اور نوافل کبھی ترک نہ کرتے۔ نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت طاری رہتی۔ مرض موت

میں بھی نماز ترک نہ ہوئی جس طرح زہد و اتقا میں فرد تھے اسی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی یگانہ عصر تھے تصوف کے نکات و معارف دلنشین پیرایہ میں بیان فرماتے. آپ کی صحبت میں علوم و معارف کا ذکر رہتا مسلک وجودیہ تھا۔

۱۹ ذیقعدہ ۱۲۸۰ھ میں فرشتہ اجل کو لبیک کہا، حافظ سید عبدالغنی کشمیری نے قطعہ تاریخ موزوں کیا

وادریغا شد ز دنیا پیشوائے اہل جود ۔۔۔ واصلاں را مقصد جان عارفاں را کعبہ بود

سید صوری و معنی مولوی معنوی ۔۔۔ رہبر اہل کمال و بہتر اہل شہود

مظہر انوار حق و موجب اظہار حق ۔۔۔ مخزن اسرار حق ماحی کفر و جحود

چوں امین گنج اسرار نبی بود و علی ۔۔۔ زاں مرکب ہر دو اسم پاک زو نامش نمود

فیض جو با کن متوریا الہ العالمین ۔۔۔ ہادی راہ زماں او از کمال جود بود

گفت ہاتف سال وصلش لشمر از روئے کمال ۔۔۔ قطب جملہ کائنات و سید السادات بود

محلہ نل میں لب سڑک دہلی مرتفع چبوترہ پر مزار فائض الانوار ہے اُسکے جانب شمال جو مختصر سی مسجد تھی محلہ کے جولاہوں نے حال ہی میں مرمت کراکے دیسی اور خوشنما بنا لیا ہے پہلے عرس اہتمام سے ہوتا تھا اب بھی اہل خاندان عرس کرتے ہیں۔

آپ کے تین فرزندان رشید ہوئے حکیم سید انوار الحق حافظ سید اسرار الحق و مولوی سید اظہار الحق اول الذکر کے فرزند سید برہان الحق کی اولاد مراد آباد میں ہے دوسرے فرزند حافظ سید اسرار الحق کے سید احمد اور سعید احمد دو فرزند اور چھ بیٹیاں تھیں. ان کی ایک بیٹی سید ظہور حسن نبیرہ سید دوست علی کے حبالہ عقد میں آئیں جو سید وصال محمد بی اے ایل ایل بی وکیل کی والدہ تھیں دوسری بیٹیاں سید ضیاء الغنی (محلہ ٹکولی) سید حبیب احمد (محلہ چلہ) سید حاجی حسن (محلہ لکڑہ) کو منسوب ہوئیں. تیسرے فرزند سید ابرار الحق کے سید عزیز احمد و سید قطب الہدیٰ دو فرزند ہوئے شجرہ اولاد ذیل میں درج ہے،

علاوہ عزیز احمد کے ہمارے صاحبزادگان

امروہہ میں حضرت مولانا کے بہت سے مرید تھے جن میں حافظ عنایت اللہ قریشی ذکر و شاغل نہایت درجہ رقیق القلب تھے۔ ہوا کے سناٹے اور پتوں کی آواز سے ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی بقول کسے

ہر آنکس کہ یزداں پرستی کنند — بآواز دولاب مستی کنند

ان کا مزار حاجی ملا باغ میں حضرت شاہ عبدالہادیؒ کے روضہ سے متصل ہے۔ حکیم عبدالصمد مرحوم آنکے مرید تھے انکے علاوہ حافظ سید یوسف علی (محلہ کٹکوئی)، حافظ محمد حسین (محلہ قریشی) مولوی عبدالعزیز برادر امام شاہ جنکا انتقال مولانا کے حیات میں ہوگیا تھا اور سعادت اللہ شاہ متوفی ۱۲۸۵ھ آپکے مریدین میں قابل تذکرہ ہیں۔ امروہہ کے علاوہ بیرونجات کے مریدین میں سے مولانا سید نجابت علی شاہ آبادی سید عنایت علی ساکن کہڑ، رسول شاہ کشمیری، حافظ سید عبدالغنی ساکن کشمیر، مولوی محمد حسن ولد مولوی رحمت علی ساکن مرادآباد اور مولانا احمد حسن مرادآبادی ممتاز تھے۔ (شجرہ اولاد)

مولانا سید امانت علی

- انوار الحق
  - برہان الحق
- اسرار الحق
  - سید احمد
    - شبیہ احمد
  - سعید احمد
    - وحید احمد
    - منیر احمد
    - ہلال احمد
- ابرار الحق
  - عزیز احمد
    - دختران
  - قطب عالم
    - محبوب احمد

۴۷- حاجی عبداللہ شاہؒ

حضرت حافظ محمد موسیٰ مانکپوری کے خلفا میں صاحب ذوق و شوق تھے۔ انکے مرشد آخر زمانہ میں طالبین کو بغرض تعلیم انکے سپرد فرمادیتے نسبت قوی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ بحالت انقباض جو درویشوں پر کبھی کبھی طاری ہوجاتی ہے خانقاہ کی مسجد کی چھت سے سرنگوں گر پڑے مگر بقدرت خداوندی آفت جسمانی سے محفوظ رہے۔

ابتدا کچھ عرصہ تک فتحپور میں قیام رہا پھر امروہہ چلے آئے۔ ریاضت و مجاہدہ کی یہ کیفیت تھی

کہ بیس سال تک ان کی پیٹھ بستر سے نہ لگی۔ شبیر علی خاں جو مراد آباد کے بڑے رئیس تھے اور شیخ نجیب اللہ یہ دونوں حضرات ۱۲۔۔ھ میں بمقام تھانہ بھون حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اپنے پیر و مرشد کے بعض حالات انہوں نے تحریر کئے ہیں۔ شیخ نجیب اللہ کا بیان ہے کہ میں نے بہادر علی شاہ فرمانے لگے کہ ہم نے بہت درویش دیکھے دور دراز مقامات کی سیر کی لیکن حاجی حامد شاہ جیسا با خدا بزرگ مرتاض قوی النسبت بزرگ نہیں دیکھا طالبان خدا کو ایسا ہی مرشد چاہیئے۔

۱۲۔۔ھ میں عالم آخرت کو کوچ فرمایا۔

۷۵۔ حضرت مولانا سید احمد علی شاہ عباسی قدس سرہٗ

جد نبیرہ خاکسار مؤلف سلسلۂ انساب ... واسطوں سے مولانا بابن بن مولانا رکن الدین عباسی سے متصل ہوتا ہے ... حضرت مولانا سید احمد علی شاہ عباسی بن مولوی سید سعادت علی بن مولانا عبدالحی بن مولانا ... بن ... محمد بن ... بن مولانا محمد بن مولانا بابن بن مولانا رکن الدین عباسی۔

حضرت ممدوح کی ولادت باسعادت ۱۲۔۔ھ میں ہوئی۔ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور نہایت ... تھے۔ علوم ظاہری کے ساتھ ... جمال ... کا حصہ وافر عطا فرمایا ... کی تفصیل ... بہت مسرت رکھی ... تحصیل علوم ظاہری میں علوم باطنی کے حصول کا شوق اور ولولہ ... مولوی سید اسد علی و منصور علی آپ کے حقیقی بھائی تھے۔ اول الذکر قبل غدر ۱۸۵۷ء ضلع مراد آباد میں پیشکار و نائب تحصیلدار رہے ... ذی ثروت و ذی وجاہت تھے مولوی سید ... حضرت شاہ ان کی دختر سے ان کی شادی ہوئی تھی جن سے صرف ایک ... بیگم ... مولوی سید محمد ... پانچ فرزند ... علی محمد عثمان عبدالرحمن عبداللطیف عبدالہادی ہوئے ... اور سب متفرق ... دوسرے مولوی منصور علی ... ان کی اولاد موجود ہے۔

پیدا ہوا پدر بزرگوار کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۲۳۰ھ میں بجاذبہ آلٰہیہ حضرت حافظ موسیٰ چشتی مانکپوری قدس سرہ کی خدمت میں پہونچکر سلسلہ چشتیہ قادریہ میں بیعت درست کی ریاضات ومجاہدات میں انہماک رہا کئی سال متواتر پیرومرشد کی صحبت میں رہکر فضائل وکمالات کا ذخیرہ فراہم کیا سلوک کے تمام مراتب طے ہوجانے پر سند اجازت وخرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے آپ جامع طرق تھے۔ خاندان چشتیہ قادریہ صابریہ میں خصوصاً اور سہروردیہ نقشبندیہ اور مداریہ میں عموماً آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی۔ بعد کسب کمالات وطن مالوفہ کو مراجعت فرمائی۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے باصرار تمام اپنے ہی خاندان کے ایک ذی علم گھرانے میں یعنی فضیلت پناہ صوفی خدابخش عباسی کی دختر سے آپ کی شادی کردی متاہل ہونیکے بعد بھی دنیوی کاروبار کی جانب آپنے التفات نہ فرمایا۔ آپکے پدربزرگوار مولوی سید سعادت علی کے وقت رحلت آپ کی عمر بیس سال سے زائد نہ تھی۔ مرحوم نے اپنے ورثہ کیلئے معقول جائیداد دیہات ودوکانات واراضیات زرعی وباغات وحولیات واراضیات سکنائی وزرنقد کے علاوہ بہت کچھ اثاث البیت ترکہ میں چھوڑا تھا۔ مگر اس نوعمری کے زمانہ میں بھی آپکو دنیاوی ساز وسامان مرغوب خاطر نہ ہوا۔ متروکات پدری میں سے جو شے آپکو عزیز ترین تھی وہ صحیفہ ربانی وذخیرہ کتب تھا۔ بھائیوں کی اجازت سے قرآن پاک اور کتب دینیہ کی جلدیں حاصل کیں اور اسی صحیفہ مقدسہ کے احکام کی متابعت میں تمام زندگی بسر کی۔ بڑے بھائیوں سے جو جائیداد کے مہتمم ومنتظم تھے نہ کبھی حساب فہمی کی اور نہ کبھی اس کی پرواہ ہوئی کہ آپکے حصہ کی کیا آمدنی آتی ہے اور کتنی آپکے متعلقین کو وصول ہوتی ہے تقسیم جائیداد کی نوبت بھی اس وقت آئی جب آپکے اکلوتے فرزند صاحب اختیار ہوئے[1]

[1] بموجب اقرارنامہ ثالثی مرقومہ یازدہم ماہ محرم الحرام ۱۲۸۱ھ جو "چار حولیات تعمیر پختہ ومع [illegible] سکونت سفید پاٹان وقطعات اراضی سکنائی واقع قصبہ امروہہ واملاک [illegible] شہباز پور عرف رائے پور ودھکہ وتاجپور وغیرہ واراضیات زرعی وباغات واقع قصبہ امروہہ وزرفاضلات [illegible]" وغیرہ کی تقسیم کیلئے تحریر ہوا۔

غرضیکہ دنیا کے مخصوص سے آپ کو طلق کوئی واسطہ و تعلق نہ تہا۔ آپ کی والدہ ماجدہ جب کبھی دنیوی کاروبار کی جانب توجہ دلاتیں آپ خاموش سے سنتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے الدنیا ملعونۃ ومافیھا الا ذکر اللہ پر ہمیشہ قدم استوار رہا۔ آپ حقیقتًا ان نفوس قدسیہ سے تھے جنہوں نے تزکیہ باطن وصفائے قلب ہی کو مقصود اصلی سمجہا ؎

چیست دُنیا خاکدان کہنہ و ویرانۂ	غصہ جائے محنت آبادی ملامت خانۂ

ہر لئیمے ناسزائے ترک دنیا کے کند	سرفرازی را رسد دریا دلے مردانۂ

برخلاف اکثر متصوفین ہمزماں نہ پیری و مریدی کی کوئی دوکان کہولی اور نہ مشیخت کو جلب منفعت اور کشید زر کا آلہ بنایا۔ آرایش دنیات منزہ و پاک اور نہایت درجہ محتاط زندگی بسر کی اہل و عیال کی معاش کے لیے ترکۂ آبائی پر قانع رہے القناعۃ افضل الغنا شیخ غلام حسین ساکن محلہ سدہ؛ آپ کے عقیدتمندوں میں تہے۔ ان کی یہ آرزو تہی کہ شاہ صاحب کسی طرح انکے گہر تشریف لیجاکر ماحضر تناول فرمالیں مگر آپ نے محض اس احتیاط سے کہ شیخ صاحب کے یہاں صندوک پڑہ دے کی آمدنی آتی ہے باوجود بار بار کے اصرار کے دعوت قبول نہ فرمائی +

عمر کا زیادہ حصہ ادائے حج و زیارت مدینۃ الرسول کی حاضری بزرگان سلسلہ کے مزارات پر مراقبہ و چلہ کشی اور سیاحت میں بسر ہوا۔ سات حج ادا کیے اول مرتبہ تقریبًا ۱۲۹۵ھ میں بیعت سید معین الدین معروف بہ شاہ خاموش حج و زیارت اماکن مقدسہ سے شرف اندوز سعادت ہوئے ممالک اسلامیہ کی سیاحت اس زمانہ میں کی جب ذرائع آمدورفت بہت دشوار تھے۔ ان ممالک کے اکثر اہل اللہ و صاحبان باطن سے صحبت رہی سفر سے واپسی پر جب وطن تشریف لاتے چند روز تو گہر پر قیام رہتا پہر مراقبہ و چلہ کشی کے لیے کسی تنہائی کے مقام پر چلے جاتے تزکیہ نفس اور صفائے قلب کے لیے سخت سخت مجاہدات کرتے آپ کی والدہ ماجدہ جب تک حیات رہیں انکے سلام کو آتے تو اس شان سے کہ چہرۂ انور پر نقاب پڑا ہوتا۔ آپکا کشف شہود نہایت درجہ پاک و صاف تہا

عالم مثال آپ پر روشن تھا جس کسی شخص کے جیسے اعمال ہوتے اس کی صورت مثالی سامنے آجاتی اتنا زماں کو اس حالت میں دیکھنا آپ پسند نہ فرماتے اس لیئے چہرہ مبارک پر نقاب ڈال لیتے صاحب انوار العارفین آپکے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ:-

"مولانا احمد علی شاہ مرید حضرت حافظ موسیٰ صاحب مستند مجاز و ماذون و ساکن امروہہ در قصبۂ شیخ عباسی زادہ و حاجی الحرمین الشریفین مستند بود و از وجہال بدر و خرد دست تکلف زینت می کنند و صحرا و جنگل را دوست میدارند و تحصیل علم ضروری ہم میدارند مستعد صفائے"[1]

علم تصوف کے غوامض و نکات پر عبور تام حاصل تھا کتب تصوف مطالعہ میں رہتیں متقدمین صوفیہ کے ملفوظات اور بعض کتب تصوف بالخصوص نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص اور وہ کی اکثر پر آپ کے دست مبارک کی تحریرات موجود ہیں اپنے سلسلہ مشائخ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری حضرت شیخ نظام الدین ابن عبدالشکور العمری تھانیسری کی مصنفات و ملفوظات کا ذخیرہ آپکے کتب خانہ میں فراہم تھا جو اس وقت اس عاجز کی نظر عقیدت کی ضیا اندوزی کا موجب ہے۔

آخر حصہ عمر امروہہ میں بسر فرمایا نہایت درجہ عزلت گزین تھے۔ مولانا سید رمضان علی اور مولانا سید امانت علی چشتی اپنے پیر بھائی سے البتہ بعض اوقات صحبت رہتی ورنہ بیشتر حصہ شب و روز کا ذکر و اشغال و عبادت میں صرف کرتے آپ صبح صادق کے وقت جب ذکر فرماتے اس وقت کچھ عجب سماں طاری ہوتا اور رحمت الٰہی کا اس درجہ نزول ہوتا کہ گھر کے دیگر اشخاص بھی محسوس کرتے آپکے آب دہن میں عجب تاثیر تھی آپکے کرامات و خوارق عادات کے بہت سے پہلو یہ عاجز شمار کر سکتا ہے مگر جودۃ الکلام فی الاختصار کے لحاظ سے بیان کو مختصر کرتا ہوں۔

وصال سے چند ماہ پیشتر نزول الماء کی شکایت ہوگئی تھی اپنے دیوانخانہ کے اندرونی حصہ میں

---

[1] انوار العارفین صفحہ ۴۹۱

اکثر اوقات مراقبہ میں رہتے۔ خاصان خدا میں سے کوئی ملاقات کو آتا تو آپ بلا اطلاع خود بخود باہر تشریف لے آتے۔ اس قسم کے متعدد واقعات ہیں کہ آپ کی ملاقات کو کسی صاحب باطن کو آتا دیکھکر جب کوئی اطلاع دینے کی غرض سے جاتا آپ خلاف معمول خود بخود اندرونی حصہ سے باہر تشریف لاتے ہوئے ملتے۔ دادی صاحبہ مرحومہ کے مرض موت میں اہل خاندان نے باصرار عرض کیا کہ صحتیابی کے لیئے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائیں آپنے بعد مراقبہ ارشاد فرمایا کہ اب ان کی زندگی کے ایام پورے ہوگئے۔ انکے انتقال کے وقت فرمایا کہ اب ہم بھی جائینگے چنانچہ آٹھ دن بعد اللہ اللہ کہتے ہوئے ۲۹ شوال ۱۳۲۵ھ کو گلشن روحانی کی سیر کو تشریف لے گئے۔ سن شریف اسی سال سے متجاوز تھا۔ قدیم خاندانی قبرستان کے بجائے حسب وصیت حضرت شاہ علاول کے پہلو میں جن سے روحانی نسبت حاصل تھی مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

قطعہ تاریخ

صوفی و صافی و حاجی حضرت احمد علی — عابد و زاہد و ولی و متقی اہل کمال
عاشقان حق میں معصروں بیچ یہ فرد تھے — سات حج پیہم کیئے اللہ رے عشق ذوالجلال
صورت زیبا میں تھے انداز لطف و قہر کے — گاہ تھے عکس جمال و گاہ تھے شان جلال
آسمان معرفت کے نیر تابندہ تھے — فیض سے بنتا تھا جنکے بدر کامل ہر ہلال
ذی وجاہت شہر میں تھے قوم میں ممتاز تھے — حضرت عباس کی اولاد تھے وہ خوشخصال
سانظ موتی سے تھا انکو مریدی کا شرف — خاندان صابری چشتی میں ہیں جو بے مثال
جب تلک زندہ رہے یاد الٰہی میں رہے — واصل حق ہوگئے جس دم بڑھا شوق وصال
ہے جوار شہ علاول قبر انور آپ کی — ہوتا ہے محسوس واں لطف خدائے ذوالجلال

بارہ سو ستانوے میں عازم جنت ہوئے
وہ گئے اے عیش زندوں کو جدائی کا ملال

حضرت جدّی کے اکلوتے فرزند حضرت قبلہ گاہی مولانا سید علی محمد عباسیؒ کی ولادت ۱۲۴۷ھ میں ہوئی آپؒ نے علوم متداولہ و درس نظامیہ کی پوری تعلیم حاصل کی مولانا حلیم اللہ بجنوری شاگرد مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی سے اخذ علوم کیا اور ان ہی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہو کر کچھ عرصہ اپنے مکان پر طلبہ کو بلا معاوضہ درس دیا مولوی سید نذر اللہ عباسی تخلص ہاشمی آپکے تلامذہ سے تھے۔ اسکے بعد حکومت کے بعض محکمہ جات میں کچھ عرصہ تک ملازمت کی اسی دوران میں وکالت کی سند حاصل کر کے مختلف مقامات پر اور بالآخر امروہہ میں پریکٹس کی نہایت درجہ سنجیدہ و متین خوش تقریر متقی و پرہیزگار اکابر و عمائد شہر سے تھے۔ صاحب نخبۃ التواریخ لکھتے ہیں:۔

" مولوی علی محمد از علوم بہرہ وافر برگرفتہ و معزز روزگار است۔[1]

۱۸۹۶ء میں رحلت کی اور حسب وصیت جوار پدر بزرگوار مدفون ہوئے۔ آپؒ نے دو عقد کیے جن سے آٹھ فرزند اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ زوجہ اولیٰ بنت شیخ ضیاء علی بن شیخ ظہور علی انصاری سے دو بیٹیاں اور چار فرزند ہوئے۔ بڑی بیٹی چودھری غلام صادق جعفری کے عقد میں آئیں اور دوسری مولوی سید عبدالحق عباسیؒ کے عقد میں۔ فرزند اکبر مولوی سید محمد ایوب ناظم و ناثر انگریزی تعلیم یافتہ محکمہ کلکٹری میں عہدہ دار رہے ۱۵ مئی ۱۹۲۹ء کو لاولد انتقال کیا دوسرے فرزند مولوی سید محمد داؤد و علی گڈھ کے دور اولین کے گریجویٹ مشہور ادیب اور شاعر شیریں مقال تھے عرصہ تحصیلدار رہے ۲۷ جون ۱۹۰۸ء کو عالم شباب میں بمقام فتح آباد ضلع آگرہ انتقال کیا۔ ان کی شادی حافظ سید محمد عمر عباسی کی دختر سے ہوئی جنکے بطن سے ایک فرزند اور ایک دختر متولد ہوئے دونوں خوردسال فوت ہوئے۔ تیسرے فرزند ڈاکٹر سید محمد احسن عباسی پنشنر میڈیکل افیسر کی شادی شیخ محمد ابراہیم زیدی فاروقی سے ہوئی انکے پسر اکبر سید محمد احمد عباسی بی ایس سی رملیگ، محکمہ تعلیمات

۱؎ نخبۃ التواریخ صفحہ ۱۰۰

حیدرآباد دکن میں ملازم ہیں۔ دوسرے صاحبزادے زیر تعلیم ہیں۔ چوتھے فرزند مولوی حکیم سید فرید احمد عباسی پروفیسر و ہاؤس فزیشن طبیہ کالج دہلی کی شادی مولوی مظہر علی انصاری کی دختر سے ہوئی جنکے فرزند اکبر سید علی احمد عباسی نے امسال علی گڈھ یونیورسٹی سے ایم۔ ایس سی کی ڈگری حاصل کی ہے دوسرے فرزند زیر تعلیم ہیں۔ حضرت قبلہ گاہی کا دوسرا عقد بنت شیخ غلام محمد بن شیخ حمید بخش صدیقی نبیرہ مولانا عبد السلام اولاد قاضی نظام الدین صدیقی سے ہوا جن سے ایک دختر اور چار فرزند ہوئے دختر مذکور چودھری سعید حسن جعفری کے حبالۂ عقد میں آئیں فرزندوں میں ایک یہ عاجز ہے جو قسم قسم کے علم و ہنر سے عاری ہے۔ میری شادی منشی ابراہیم علی بن شیخ وزیر علی صدیقی کی دختر سے ہوئی خدائے بزرگ برتر نے اکلوتی بیٹی نور چشمی پروین جہاں کے وجود سے انکے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں دوسرے فرزند سید مسعود احمد عباسی سول انجینیر اوّل ۔ شمال میں ممتاز محکمۂ نہری میں بیش قرار مشاہرہ کے افسر اور ذوق علمی سے بہرہ ور نئی دہلی میں سکونت پذیر ہیں جہاں حال ہی میں تقریباً پچاس ہزار روپیہ کی لاگت سے اپنی ایک خوشنما کوٹھی تعمیر کی ہے۔ ان کی زوجہ عزیزہ سلیقہ بیگم مرحومہ بنت سید عبد اللطیف صاحب عباسی مرحوم صفات حسنہ سے متصف روشن خیال اور بڑی خوبیوں کی خاتون تھیں ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء کو دہلی میں انتقال کیا اور امروہہ میں جوار مزار حضرت شاہ علاول و حضرت جدی مدفون ہوئیں ان کی قبر سنگ مرمر سے خوشنما تعمیر ہے جس پر حسب ذیل کتبہ کندہ ہے

هو الغفور

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

پاک باطن سلیقہ خاتون

رات بس کر جیسے پھول کھلا جاتے ہیں ۔۔۔ چار دن کی چاندنی ہے باغ عالم کی بہار
کیسے کیسے نیک بندے اٹھ گئے دنیا سے آہ ۔۔۔ اچھے اچھے لوگوں کی بھی عمر ہے ناپائیدار
تازہ غم اہلیہ مسعود احمد کا ہوا ۔۔۔ چل بسی کیا نیک بی بی پاک باطن دیندار

کہتے ہیں اخلاق مرحومہ کے ہیں ثواب   فاتحہ پڑھئے اک رابعہ کا ہے مزار

تاریخ وفات ۲۶ جولائی ۱۹۲۶ء ۱۳۴۵ھ بروز پنجشنبہ وقت عصر

مرحومہ سے ایک فرزند برخوردار سید انور مسعود سلمہ متعلم کیمبرج اسکول دہرہ دون اور ایک دختر نور چشمی ملقبہ جہاں بیگم یادگار ہیں۔ دختر موصوفہ کی شادی مسٹر نظام الدین احمد خلف قاضی محتشم الدین احمد اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ساکن دہلی سے ہوئی جو فن انجنیری میں جرمن یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ گورنمنٹ آف انڈیا میں بیش قرار مشاہرہ کے افسر ہیں۔ تیسرے فرزند حکیم سید مقصود احمد مرحوم جن کی شادی بنت عبدالحمید عباسی سے ہوئی تھی عالم شباب میں لاولد فوت ہوئے چوتھے فرزند سید سعید احمد عباسی عرصہ تک ملک پبلک سروس کمیشن دہرہ دون میں اور سیر رہے آپکی دو شادیاں خاندان سادات جعفری میں ہوئیں

۷۶۔ شاہ محمد امین غازی

خلف پیر غلام فرید نبیرہ شاہ مخدوم عالم تقریباً ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے فارسی ادبیات میں دستگاہ حاصل تھی عربی سے بھی بقدر مایحتاج واقفیت تھی۔ فن حرب و شناخت اسلحہ کے ماہر تھے عنفوان شباب میں حضرت مولنا سید احمد شہید کے زمرہ مجاہدین میں شامل ہو کر جنگ میں شریک ہوئے۔ اس زمانہ کے اکثر پرجوش اور غیرتمند مسلمانوں کی طرح یہ بھی اپنی قومی حکومت کے بجائے کسی غیر قوم کے تسلط کو پسند نہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا سید احمدؒ اور انکے ساتھی مجاہدین کے کارناموں کا ایک منظوم تذکرہ فارسی میں لکھا ہے۔ جس سے ان کی ذہنی قابلیت اور قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے حمد کے بعض اشعار نقل کرتا ہوں شروع میں اپنے اکلوتے فرزند کے غازی بننے کی تمنا کا اظہار بھی کرتے ہیں ؎

ثنا ہا ہمہ قادر پاک را   بسر تاج لولاک نہ خاک را

خداوند خشک و خداوند تر   خداوند بحر و خداوند بر

. . . .

بنام خدا احسن الخالقین   کہ او آفرید است روح الامین

کریا کرم کن کہ ہستی کریم | رحیا رحم کن کہ ہستی رحیم
چناں خواہم آں پاک پروردگار | کہ روح الامین را کنی بختیار
بعلم و عمل بہرہ مندی دہی | ز تاج ادب سر بلندی دہی
مجاہد چنانش کن اندر غزا | کز و نار سد بر نصارے سزا

ایکدوسرے موقع پر اپنے زمانہ کے عام مسلمانوں کی اخلاقی پستی کا ذمہ دار حاکمانِ وقت کی "بدینی" کو قرار دیتے ہیں سے

بنا روئے اسلامیاں زور دہ | کہ شد از سگان شہرہا کور دہ
ز بد دینیٔ حاکمانِ زمن | نشانِ حیا نیست در مرد و زن
ز بد دینیٔ حاکمانِ زماں | حیا روئے پوشید و رفت از جہاں
بجاں آمدیم از تعدی شاں | بلے الاماں الدد الاماں

شناخت اسلحہ میں کمال حاصل تھا۔ ریاست ٹونک کے دوران قیام میں ایک دن نواب صاحب ٹونک نے ریاست کا اسلحہ خانہ دیکھنے کا موقع دیا۔ دیگر آلات حرب کے علاوہ تلواروں کا بھی ذخیرہ موجود تھا جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کی تلواریں تھیں مگر آپنے اس ذخیرہ میں سے صرف ایک تلوار پسند کی جو حقیقتاً بے مثل تھی۔

نہایت درجہ محتاط عابد و زاہد بزرگ تھے آخر میں مسجد میر بھاوَن کے اندر عبادت آلہی میں مصروف رہتے اور اوّل وقت نماز ادا کرتے شیخ احمدالدین ساکن محلہ صندوک یہاں نشست کا معمول تھا گذشتہ زمانہ کے باوضع لوگوں کی طرح اسکو حتی المقدور نباہتے تقریباً روزانہ وقت مقررہ پر جاتے کچھ دیر بیٹھتے مگر احتیاط کا یہ عالم تھا کہ پیاس معلوم ہوتی تو انکے یہاں کا پانی بھی نہ پیتے اسکی وجہ یہ تھی کہ شیخ صاحب کے یہاں صندوکی آمدنی آتی تھی جسکو وہ ناجائز سمجھتے تھے تقریباً ۱۲۸۵ھ میں انتقال فرمایا

رحمۃ اللہ علیہ پیر روح الامین انکے اکلوتے فرزند زیادہ تر باہر مریدین میں رہتے ہیں +

"میاں نبی بخش"

سید معین الدین المعروف بہ شاہ خاموش کے مرید و خلیفہ ذاکر و شاغل و خوش اوقات بزرگ تھے حضرت شاہ خاموش بن سید میراں حسینی شہر بیدر (علاقہ حیدرآباد دکن) کے ساکن حضرت خواجہ محمد بندہ نواز گیسو دراز (گلبرگہ) کے برادر حقیقی میاں چندن حسینی کی اولاد میں تھے تلاش مرشد میں وطن سے نکلے بیدر سے اجمیر اور اجمیر سے مانچور (ضلع انبالہ) میں آکر حضرت حافظ موسیٰ مانچوری سے نسبت بیعت درست کی کثرت پاس انفاس وغیرہ سے خاموشی کی عادت اختیار کی تھی اسی وجہ سے "خاموش" کے لقب سے ملقب ہوئے اپنے پیر کے اشارہ سے امروہہ آئے اول شیخے خاں کی مسجد (واقع بیرون شہر) میں قیام کیا۔ اللہ اللہ ان خاصان خدا کو بھی دنیا کے ساز و سامان سے کس درجہ بے پرواہی ہوتی ہے اجنبی شہر میں اس شان سے آئے کہ ایک تہبند اور ایک چادر کے سوا کوئی چیز پاس نہ تھی پا برہنہ و سر عریاں تھے۔ شیخے خاں کی مسجد میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد بہلول خاں کی مسجد (واقع محلہ کنکوئی) میں اٹھ آئے وہاں سے پھر مسجد محلہ گھیر شوال میں قیام پذیر ہوئے۔ مدت تک یہاں قیام رہا۔ اس عرصہ میں ایک خانقاہ بھی بن گئی جب بعد وفات اپنے پیر و مرشد سفر حج کو جانے لگے تو میاں نبی بخش کو امروہہ میں اپنا جانشین کیا اور خانقاہ کے مصارف کے لیے کچھ جائیداد بھی وقف کی۔ میاں نبی بخش بعد انتقال اسی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے قطب شاہ وجو نسباً سید حسینی جہاں دیدہ اور مردم شناس خوش اوقات شخص تھے میاں نبی بخش کی جگہ بیٹھے ۱۲۸۰ھ کے بعد تک بقید حیات تھے۔

سید محمد حسین سید تخلص بن سید انور علی مکین محلہ گذری بھی ابتداً شاہ خاموشؒ کے مرید ہوئے اسکے بعد میاں عبداللہ شاہ سے بیعت کی۔ میاں عبداللہ شاہ کا نام عبدالغفور تھا نسباً فاروقی نبور ریاست پٹیالہ کے ساکن تھے۔ صغر سنی میں مولوی سید امانت علی امروہوی سے مرید ہوئے سن تمیز پہنچکر جودھپور و اجمیر ہوتے ہوئے حیدرآباد گئے وہاں حضرت شاہ خاموشؒ سے نسبت بیعت

درست کی بعد وصال شاہ صاحب صحرانوردی اختیار کی دہلی پانی پت اور گنگوہ ہوتے ہوئے وطن گئے چند روز قیام کرکے درگاہ میراں شاہ بھیکہ میں رہے یکم رمضان ۱۲۹۰ھ کو امروہہ آئے اور اپنے پیر بھائی قطب شاہ کے پاس مسجد محلہ بٹوال میں قیام کیا۔ امروہہ کے متعدد اشخاص ان کے مرید ہوئے منجملہ انکے سید محمد حسنین اور انکے برادر عمزاد سید آماد نبی سادات محلہ گذری انکے خاص مرید عقیدتمند تھے

۷۰۔ شاہ غلام حمید خان

خلف نواب محراب خان رئیس و جاگیردار پٹیز دو سال اور چار ماہ کی عمر تھی کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آبائی جائیداد پر جو تقریباً ۲۲ مواضعات پر مشتمل تھی اعمام نے قبضہ کرلیا جدہ مشفقہ نے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی احمد علی خاں کو پرورش کیا۔ سات سال کی عمر ہوئے پائی تھی کہ دادی نے بھی رحلت کی بے رحم اعمام نے کچھ توجہ نہ کی اور یہ دونوں یتیم بھائی آوارہ وطن ہو کر پیٹر سے نکل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے کنجپورہ (ضلع کرنال) پہونچے نواب صاحب کنجپورہ سے خاندانی تعلقات تھے جب انکا محل نظر آیا بے جھجک داخل ہونیکا قصد کیا۔ دربان نے روکا انہوں نے اپنا پتہ نشان بتایا نواب صاحب کو خبر ہوئی سنتے ہی بلا لیا سینے سے لگایا اور خاطر و مدارات سے اپنے یہاں ٹھہرایا چودہ سال کی عمر تک آپنے یہاں قیام فرمایا۔ فطرتاً دولت فقر آپکو عطا ہوئی تھی شب روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ اسی اثنا میں حضرت مولنا سید امانت علی چشتی امروہوی کے اوصاف کا شہرہ سن کر اور اشتیاق ملاقات سے بیقرار ہوکر آپ کی خدمت میں ماچھیوڑہ حاضر ہوئے جہاں اس زمانہ میں مولنا موصوف کا قیام تھا۔ حضرت مولنا نے سمجھا ایک جوہر قابل اور بادۂ عشق الٰہی سے سرشار ہے بیعت سے فیضیاب کیا چند روز کے بعد آپ کے اضطراب اور نالہائے نیم شبی نے اثر کیا اور حضرت مولانا نے کنجپورہ تشریف فرماکر آپکو ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ لے لیا پھر تو آپکا یہ حال ہوا کہ دم بھر کو پیر و مرشد سے جدا نہ ہوتے سفر حضر میں شب و روز فیضیاب ہوتے ایک مرتبہ حضرت مولانا دہلی

تشریف فرما ہوئے اور شاہ غلام حیدر خاںؒ کو دہلی کے قیام کا حکم فرمایا کہ یہاں رہکر علوم ظاہری حاصل کرو۔ اس پر مولانا شاہ غلام محمد گنجپوری نے مولانا سے عرض کیا کہ حضور انکو اپنے سے جدا نہ فرمائے یہ تاب مفارقت نہیں لاسکتے۔ مولانا نے فرمایا میرا جی تو نہیں چاہتا لیکن اس میں مصلحت یہ ہے کہ یہاں رہکر علوم ظاہری کی تحصیل کے ساتھ کچھ مجاہدہ بھی کرینگے چنانچہ شاہ غلام حیدرؒ نے دہلی رہکر مجاہدہ تو اس حد تک کیا کہ صرف بمقدار سد رمق تناول فرماتے لیکن علوم ظاہری میں ملا حسن سے زاید نہ پڑھ سکے۔ اشتیاق لقائے مرشد نے اس قدر بیتاب کیا کہ تصور شیخ میں بیہوش ہوکر مراجعت امروہہ پر مجبور ہوگئے۔ حضرت مولاناؒ نے وقت ملاقات دریافت کیا کہ عزیزم غلام حیدر دہلی میں کیا پڑھا؟ آپنے عرض کیا حضور ملا حسن پڑھنا شروع کی تھی مگر اسکے مطالب بھی حل نہ ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ کل کتاب مشکل نہیں ہوا کرتی کوئی مقام مشکل ہوتا ہے۔ اچھا بتاؤ کونسا مقام حل نہیں ہوا۔ آپنے وہ مقام بتایا، حضرت مولاناؒ نے ایک نکتہ سمجھا کر اول سے آخر تک تمام کتاب سمجھا دی اور مطالعہ کی بھی حاجت نہ رہی مولانا کے سفرہائے پنجاب میں آپ رفیق طریق رہے ایک مرتبہ حضرت مولاناؒ سخت علیل ہوگئے اور دل میں خیال وصال جاگزین ہوگیا، اپنا تمام سامان فقر کو تقسیم کرنا شروع کردیا۔ شاہ غلام حیدرؒ نے قوت مشاہدہ سے کام لیکر عرض کیا کہ حضور ایک شخص کو پردہ غیب سے ندا آئی ہے کہ ابھی آپکی عمر کے چار سال اور باقی ہیں یہ سنکر مولاناؒ آپ کی طرف دیکھکر خاموش ہورہے اور افاقہ شروع ہوا چنانچہ پورے چار سال بقید حیات رہے

شاہ غلام حیدر خاں درویش صفت، ذاکر شاغل، خوش اوقات و خوش طبع بزرگ تھے مجردانہ زندگی بسر کی عرصہ تک پیر و مرشد کے مزار فائض الانوار کے متصل نلوں کی مسجد میں جو اب محلہ کے جولاہوں کے اہتمام سے اور چندہ سے از سر نو تعمیر ہوئی ہے قیام پذیر رہے مزاج میں ترک آزادی بدرجہ کمال تھی بحالت خواب کرامتی تلب اس طرح جاری تھا کہ خاص و عام محسوس کرتے مشتبہات سے قطعاً اجتناب تھا بالغ لڑکے کے ہاتھ سے پانی تک پینا ناجائز سمجھتے تھے جیدو بند تھے سردی کے موسم میں بھی

غسل و وضو کیلئے گرم پانی استعمال نہ فرماتے مہذب ظریف تھے کہتے تھے کہ ہم فقیر کھانے کے جو آداب جانتے ہیں امراکو ان سے مس نہیں ہمارے مرشد ہماری تربیت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے ایک مرتبہ دعوت کے مجمع پر میں نے ثابت بوٹی منہ میں رکھ لی حضرت مرشد کی نظر پڑ گئی ایک بڑا تھڈا اٹھا کر مجھے دیا اور فرمایا لو غلام حیدر یہ بڈا اس شخص کے منہ میں دیدو میں نے عاجزی سے معافی مانگی فرمانے لگے کہ اتنے دن نہیں صحبت میں گذر گئے اور اب تک کھانا ہی نہیں آیا کھچڑی یا چاول اس طرح کھانے کہ جو کچھ باقی بچا معلوم ہوتا کہ چھری سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا ہے تاکہ دوسرا شخص اس کو بلا کسی کراہت کے کھا سکے ۔

ایک مرتبہ کسی معتقد نے کھانا بھیجا اتفاق سے سالن میں اپلے کی کرسی نکل آئی آپنے اس کو نکال کر اور اوپر کی روٹی پر رکھکر اسی طرح دسترخوان لپیٹ کر واپس بھیجدیا جب ان سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بیوی سے کچھ کہنا نہیں سالن میں اپلے کی کرسی نکل آئی تھی میں نے سمجھا دیا ہے کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے ۔

ایک مرتبہ امروہہ میں ایک صوفی مشرب اور فقیر دوست منصف صاحب آگئے تھے ایک مجلس میں بہ تذکرہ حافظ سید یوسف علی نے شاہ صاحب کا ذکر کیا کہ بہت ہی نیک درخوش اوقات شخص ہیں منصف صاحب نے کہا کہ ہم بھی ملاقات کرینگے اپنے ملازم کو بھیجا کہ شاہ صاحب سے دعوت کو کہہ آئے۔ ملازم نے جاکر کہا کہ اگر آپ قبول فرمائیں تو منصف صاحب دعوت کرنا چاہتے ہیں آپنے کہا کہ مجھے تو دعوت کی ضرورت نہیں میرا کھانا ایک جگہ سے آجاتا ہے منصف صاحب نے حافظ سید یوسف علی سے شکایتاً کہا کہ ہمنے شاہ صاحب کی دعوت کی تھی مگر انہوں نے قبول نہ فرمائی حافظ صاحب نے اس کا ذکر شاہ صاحب سے کیا کہنے لگے ہاں ان کا آدمی آیا تھا مگر وہ تو مجھ سے سوال کرنا چاہتا تھا کہنے لگا کہ آپ کھانا چاہیں تو منصف صاحب آپ کی دعوت کرنا چاہتے ہیں میں نے کہدیا کہ مجھے ضرورت نہیں اس کے علاوہ مجھے احتمال ہے کہ انکے یہاں رشوت کا مال ہوگا میں نہیں جاؤنگا ۔

ایک مرتبہ شاہ صاحب کے ایک دوست ان سے ملنے گئے وہ درخت میں ایک ستا ڈالے ایک شاخ توڑنا چاہتے تھے اور زور لگا کر کھینچ رہے تھے اپنے دوست سے کہنے لگے تم بھی زور کرو دونوں ملکر اس کو

کھینچا اور شاہ صاحب نے نعرہ لگایا یا علیؑ[1] اسکے دوست نے زور سے ہاتھ سے چھوڑ دیا شاہ صاحب نے دوبارہ نعرہ لگایا یا علیؑ[2]۔ انہوں نے پھر تھام لیا۔

ایک مرتبہ مسجد کے صحن میں حافظ شیرازی کا کوئی شعر پڑھتے ہوئے سرور کی حالت میں ٹہل رہے تھے۔ حافظ سید یوسف علی وضو کر رہے تھے۔ ایک شخص صاحب حاجت آیا اس نے حافظ صاحب سے کہا کہ لڑکے کی شادی کی جگہ ٹھہر رہی ہے۔ ماں تو راضی ہے مگر باپ راضی نہیں شاہ صاحب کوئی ایسا وظیفہ پڑھ دیں کہ باپ بھی راضی ہو جائے۔ حافظ صاحب نے شاہ صاحب سے اس کا ذکر کیا کہنے لگے واہ اچھا قرم بنایا۔ میاں مجھے کوئی ایسا وظیفہ یاد ہوتا تو اس طرح مسجد کی روٹیاں کھا کر اپنا پیٹ پالتا۔ میں اپنے ہی لیے کوئی شہزادی نہ لاتا۔

شاہ صاحب اکثر مرادآباد تشریف لے جاتے تھے ایکمرتبہ وہاں علیل ہو گئے تو خود بھیجکر حافظ سید یوسف علی کو بلایا۔ حافظ صاحب حاضر خدمت ہوئے اور اپنے ساتھ شاہ صاحب کو امروہہ لائے اپنے مکان پر ٹھہرایا۔ چنانچہ متواتر تین سال تک خانقاہ حنفیہ میں آپ نے قیام فرمایا چند روز بعد آپ پر اکثر اوقات حالت وجد و استغراق طاری رہتی اور اشتیاق جمال الٰہی میں مضطرب و بیقرار رہتا ایک روز حالت نزع طاری ہوگئی اسی عالم میں فرمایا دوستو! ہوشیار ہو جاؤ اپنی کہو اور میری سنو مجھے معشوق حقیقی کا بلاوا اس جگہ سے آیا ہے جہاں جا کر کوئی واپس نہیں آتا ذکر الٰہی سے دل لگاؤ اور ہر ہر سانس میں اسی کو بساؤ کچھ اور کلمات نصیحت فرمائے اور کلمہ شریف وآمنت باللہ بامعنی تلاوت فرمایا پھر وہ کلمہ اخیر جو مرشدان طریقت سے سینہ بسینہ پہنچتا ہے حافظ یوسف علی کو سینہ سے لگا کر تلقین فرمایا اور سکوت و خاموشی سے مشاہدہ جمال حق میں مستغرق ہو کر رحلت کی۔ ۲۲ جمادی الثانی یوم پنجشنبہ [illegible] میں وفات پائی۔

(قطعہ تاریخ از مولوی محمد امانت اللہ صدیقی)

آنکہ غاسق تعلق ز طلب [illegible]   ہمہ تن خود ز بدید ز غم و درد [illegible] خفت

از سر افسوس ہاتف با امانت بگفت   سال رحلت شد مجید [illegible] شاہ گفت

---

[1] نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ [2] اسم باری تعالیٰ

مدفن پایئں مزار حضرت مولانا سید امانت علی محلہ نل میں ہے۔

۹۔ شاہ غلام مصطفیٰ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور نام | ۱۳ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۸۱۵ء یوم دوشنبہ شب کے آخر حصہ میں ولادت ہوئی۔ بزرگان خاندان نے بمناسبت اسم تاریخی والد بزرگوار نام کرم بخش تجویز کیا۔ میراں حاتم علیؒ نے غلام مصطفیٰ رکھا اسی نام سے موسوم رہے ؎

چو شاہ مصطفیٰ آمد بدنیا | کہ باشد طالبان را نیک رہبر
ندہ موشت تاریخ ولادت | بہا گلشن عرفان حیدر
۱۲۳۱ھ

تعلیم و تربیت | بچے کا پہلا مکتب درحقیقت آغوش مادر ہے۔ شاہ غلام مصطفیٰ کی والدہ ماجدہ عادات و شمائل کے اعتبار سے اپنے وقت کی رابعہ ثانیہ تھیں۔ ایسی پاکیزہ خصال ماں کی نگہداشت کے سبب صغر سنی ہی سے ان صفات حسنہ کی بنیاد پڑ چکی تھی جو ان کی سیرت میں مابہ الامتیاز نظر آتی ہیں ابتدائی تعلیم امروہہ میں حاصل کرنے کے بعد بریلی گئے اور ایک عرصہ تک مولوی غلام سرور سے جو اپنے زمانہ میں بریلی کے مشہور فارسی داں تھے فارسی درسیات کی تکمیل کی، سی سلسلہ عربی کی کتابیں مولانا امانت حسین رئیس بریلی سے جو آپ کے پدر بزرگوار کے ارادتمند وں میں سے تھے پڑھیں۔ ۱۲۴۳ھ میں حسب الطلب میراں حاتم علیؒ امروہہ آئے اور تقریباً چھ ماہ کامل زمانہ علالت میراںؒ میں ان کی خدمت گزاری میں بسر کئے۔ حضرت ممدوح نے سلسلۂ بیعت میں منسلک کیا۔ بعد وفات میراںؒ پھر تحصیل علوم میں مصروف ہوئے۔

اس زمانہ میں امروہہ کے دو مقدس بزرگ عالموں کا جو اپنے زمانہ کے محدث، فقیہ اور مفسر مانے جاتے تھے افادۂ درس جاری تھا (۱) مولانا امام الدین نخشبی (۲) مولانا سید رمضان علی چشتی قادری۔

شاہ غلام مصطفیٰ سے انہی حضرات سے کسب علوم کیا شادی کے بعد جو ۱۱ رجمادی الاول ۱۲۵۳ھ میں خاندان فاروقی میں ہوئی تعلیم ظاہری کا سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن تعلیم باطنی کے ابتدائی مراحل طے کرنے کی سعی میں غیر معمولی انہماک رہا مولنا شاہ بدرالدین جعفری سے مدتوں منازل سلوک طے فرماتے رہے مشارق الانوار و مثنوی مولنا روم و عوارف المعارف کو سبقاً سبقاً حضرت مولنا سے پڑھا معمول تھا کہ اپنے پدر بزرگوار اور مولنا شاہ بدرالدینؒ کے زیر توجہات ذکر اذکار، مراقبات میں زیادہ وقت صرف کرتے ریاضات شاقہ میں مشغول رہتے۔ دونوں بزرگوں نے بیک وقت اپنا اپنا خلیفہ مجاز کیا اکتساب طریقت کی غرض سے کچھ عرصہ شاہ روشن علیؒ ایک بزرگ مغلوب الحال کی خدمت میں بھی حاضر رہے۔

تربیت مریدین | تربیت مریدین و طالبین میں آپ کو خاص ملکہ تھا معلومات تصوف میں اعلیٰ پایہ رکھتے تھے جو طالب راہ حق خانقاہ میں ایک مرتبہ حاضر ہو جاتا پھر کسی دوسری خانقاہ میں جانے کا نام نہ لیتا مرادآباد بریلی بدایوں شاہجہانپور میں عقیدتمندوں کی تعداد زیادہ تھی طریق تعلیم بھی آسان اور شریعت محمدی کی متابعت میں تھا موجودہ زمانے کے نام نہاد صوفی اور درویشوں کی طرح شریعت اور احکام شریعت سے بے نیاز نہ تھے علماء زمانہ کی غیر معمولی عزت و حرمت فرماتے تھے نقوش و اعمال میں خاص ملکہ تھا صاحب انوار العارفین نے لکھا ہے۔

در علم و عمل دیگر دون نقشہائے عجیبہ داشت، دید و نمود سجادہ نشین پدر بزرگوار خود ہستند سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جن مسائل شریعت و طریقت میں شک یا خلجان ہوتا یا کسی مسئلہ میں کثر علماء کو مختلف الخیال پاتے اس کے متعلق علماء فحول سے تبادلہ خیالات کرنے میں کبھی تامل نہ ہوتا مولانا عبدالعزیز محدث امروہہ مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند مولانا کریم بخش تختی مولنا کریم اللہ صدیقی سے مسائل شریعت دریافت کرنے میں مطلق باک نہ تھا۔ آخر حصہ عمر میں اکثر مسائل کے متعلق مولوی شاہ عبدالعزیز قادری سے تبادلہ خیالات فرمانے میں تامل نہ کرتے۔

اکرام صحابہ وحب اہلبیت حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو بعد الانبیاء افضل الامت سمجھتے اور خلفاء اربعہ کی فضیلت علی الترتیب کے قائل تھے۔ تمام اولیاء امت ادنیٰ صحابی کو بھی افضل خیال کرتے تھے جناب امیر معاویہؓ کی بھی دل سے عظمت کرتے اسی کے ساتھ علی مرتضیٰؓ اور اہلبیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت رکھتے کثرت فرمایا کرتے:۔

علی امام منست ومنم غلام علیؓ ہزار جان گرامی فدائے نام علیؓ

سادات امروہہ کے بعض خاندانوں کے مرد وزن آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ ان میں بعض امامیہ مذہب بھی تھے۔

عام حالات زندگی لباس حد درجہ سادہ ہوتا کسی قسم کا تکلف لباس زیب تن نہ کرتے انگریزی ساخت کی ہر چیز سے دلی نفرت تھی۔ دوسروں کیلئے بھی اس کو پسند نہ فرماتے آپ کا سب سے بڑا وظیفہ تلاوت قرآن تھا اور اسی کو اپنے لئے ذریعہ نجات خیال کرتے۔ جانوروں میں گھوڑے، کبوتر، قمری کا شوق نہیں بلکہ انس تھا۔ سال کے چھ ماہ امروہہ کی خانقاہ میں بسر فرماتے اور چھ ماہ کامل خانقاہ برابھی میں قیام رہتا کسی خادم مرید متوسل مخلص سے اپنا کوئی ذاتی کام یا خدمت لینا پسند نہ فرماتے بلکہ اپنا کام خود اپنے ہاتھوں کرتے۔ شہر کے معزز وممتاز خاندانوں میں سب سے زیادہ اخلاص ومحبت گنج یاب والوں کے خاندان سے تھی۔ اس خاندان کا چھوٹا بڑا آپ کا غیر معمولی اکرام کرتا۔ اس سلسلہ میں سید محمد احسن خاں سید علی مظفر خاں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے اظہار عقیدت و خلاص کی بنا پر گمسانی اور بھینیلہ کی ملاک بطور نذر عقیدت پیش کی تھیں جواب تک آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہیں اسی طرح سرائے ترین ضلع سنبھل کے ایک رئیس نواب شمس الدین خاں نے موضع شہباز پور خورد کے دس بسوے آپ کے ذاتی مصارف خانقاہ کیلئے پیش کئے جواب تک آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔ ترکہ پدری سے معقول جائداد کے وارث قرار پائے جس کی آمدنی آپ کی اولاد اور خدام خانقاہ کے مصارف میں آتی رہی۔

سماع سے آپکو شوق تہا۔ اہل کے لیے اُس کو مباح جانتے۔ تمام مجالس اعراس میں مجلس سماع منعقد ہوتی جس میں علمار مشائخ اور صلحا کو مدعو کرتے۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ قابل ذکر ہے یعنی ۹ ار رجب میراں حاتم علیؒ کی تاریخ وصال پر اتفاق سے مجلس سماع خانقاہ میں منعقد تھی حضرت مولانا محمد قاسم تشریف لے آئے۔ غلام مرتضیٰ قوال گا رہا تھا۔ ڈہولک۔ سارنگی ستار سب کچھ موجود تھا۔ آپنے مولانا کو دیکھکر قوال سے گانے کی ممانعت کردی مولانا نے فرمایا میں آپکے ذوق وشوق کی مجلس میں سد راہ ہوگیا۔ جس کا افسوس ہے چونکہ ارادہ حاضری کرچکا تھا۔ اس لیے واپس ہونا ترک ادب تھا۔ آپنے مسکراکر فرمایا مولانا! میں نے حضرت سلطان الاولیا کی سنت پر عمل کیا ہے۔ بزرگوں سے سُنا ہے کہ حضرت سلطان الاولیار کی مجلس میں سماع ہوتا اور حضرت روشن چراغ دہلویؒ تشریف لے آتے تو سماع بند کردیا جاتا تھا اس پر مولانا نے فرمایش کی کہ مجھے بھی کچھ سنوا دیجیے۔ آپنے قوال کو حکم دیا کہ نعت کی کوئی غزل گاؤ مگر بلا آلات اُس نے مولانا جامیؒ کی غزل گائی مولانا پر ایک کیفیت ذوق وشوق پیدا ہوئی۔ کچھ دیر توقف کے بعد اپنے شاگرد رشید مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی سے قوال کو ایک روپیہ انعام دلواکر مولانا خانقاہ سے رخصت ہوگئے۔

ایک مرتبہ نواب وقار الملک مرحوم سے جو آپسے خاص عقیدت رکھتے تھے نواب بشیر الدولہ مرحوم نے ہندوستان کے مشائخ وعلمائے متعلق استفسار کیا نواب صاحبنے آپکا نام پیش کیا اور آپکے اوصاف بیان فرمائے بشیر الدولہ مرحوم کو اشتیاق ملاقات پیدا ہوا نواب صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب کو حیدرآباد بلائیے۔ نواب وقار الملک مرحوم نے بہ اظہار واقعات عریضہ لکھا اور وہاں آنے کی استدعا کی۔ آپنے جواب میں لکھا کہ بڑھاپے کا زمانہ ہے حج نہ کرسکا۔ مدینۂ رسول سے محروم رہا۔ اب سفر کرتے اور حیدرآباد آتے شرم آتی ہے۔

خلفائے مجاز | خلفائے مجاز میں حاجی سکین شاہ حاجی حبیب بخش حاجی خلیل شاہ حافظ

بدرالدین، حاجی کریم اللہ (کندرکی) سید محمد رضا (سبولی) صوفی عبدالمجید بریلوی حاجی رحیم شاہ صوفی عبدالرزاق سلمہ اللہ تعالےٰ شاہ محمد ابراہیم وغیرہ قابل تذکرہ ہیں۔

سید مہدی علی شاہ ابن سید ناصر علی ساکن محلہ گذری جو سید نذر الحسن طپش کے بھائی تھے شاہ صاحب کے مرید با اخلاص ذاکر و شاغل بزرگ تھے مرزا قیام الملک خلیفہ حافظ بانکے صاحب سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ حضرات شیخین سے بہت محبت رکھتے تھے تفضیلی صوفیوں میں نہ تھے۔ رنگین کپڑے پہنتے قوی الجثہ اور دراز قد تھے۔ خلاف مذہب والے اہل خاندان نے طنزاً "لال دیو" خطاب دے رکھا تھا۔

اسکے علاوہ آپکے خاص مریدین میں حکیم مولوی عبدالوہاب عباسی بریلوی حکیم مولوی عبدالقیوم امروہوی۔ نواب شمس الدین خاں (سنبھل)، قاضی حمید حسین (بریلی) قاضی عبدالرشید بریلی۔ قاضی حکمت علی رئیس (بریلی) منشی محمد یحییٰ (بریلی) حکیم مولوی امتیاز الدین حسن افسر الاطبار حیدرآباد دکن مولوی عبدالقادر وکیل (بریلی) سید مہدی علی (امروہہ محلہ گذری) وغیرہ شامل تھے۔

اولاد آپکے بھی تین فرزند تھے شاہ محمد ابراہیم جو سجادہ پدری پر متمکن ہوئے۔ میاں عبدالخالق جنکے لائق فرزند مسٹر عبدالقادر بی اے (علیگ) گورنمنٹ آف انڈیا سکریٹ میں ملازم ہیں اور تیسرے میاں عبدالحق جو ماشاء اللہ باوجود پیرانہ سالی صحیح و سالم موجود ہیں۔

وفات ۸۱ سال (یکماہ ۷ یوم) کی عمر پاکر یکم جمادی الاول بعد نماز عشار عالم آخرت کو کوچ کیا۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۵ء ۸ بجے دن کے مجمع کثیر کے ساتھ مولنا احمد حسن محدث نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پائیں مزار حضرت والد بزرگوار دفن کیا گیا۔

قطعہ تاریخ وفات

شد یا ان غلام مصطفےٰ شاہ	ناوک چو اجل شد و قضا توس
شد از سرجہد در طریقت	آرام گہش بقصر فردوس

۱۳ ۔ ۱۳

۸۰- حافظ سید یوسف علی چشتی قادریؒ

خلف سید شاہ وصی اللہ بن حضرت مولانا شاہ ضیف اللہ کاظمی نقشبندی مجددی ۱۴ ربیع الاول یوم دوشنبہ ۱۲۲۶ھ میں ولادت ہوئی چھ سال تک والدہ ماجدہ کے ہمراہ ریاست رامپور میں اپنے نانا حضرت مولانا محمد برکت اللہ کے مکان پر جو ایک بزرگ عالم تھے قیام رہا۔ ساتویں سال آپ کے والد بزرگوار نے قرآن مجید کا آخری حصہ ختم کرایا اور اپنے ہمراہ بیت اللہ شریف کو لیگئے واپسی پر کچھ عرصہ تک والد نے ہی تعلیم دی پھر حافظ محمد عنایت اللہ صدیقی ژنبی مرید رشید حضرت مولانا امانت علی چشتی کی خدمت میں ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت سے آراستگی کے ساتھ پندرہ ہویں سال حفظ کلام اللہ سے فارغ ہوئے، اسال کی عمر میں ماہ شوال ۱۲۳۸ھ کو حضرت مولانا سید شاہ امانت علی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خاص توجہ فرمانے کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا اپنے استاد حافظ محمد عنایت اللہ کی خدمتیں ادا کرو چنانچہ آپ نے حسب الارشاد مرشد فیض بنیاد شب و روز حضرت حافظ صاحب کی خدمتیں بکر بدرجہ کمال حق خدمت ادا کرکے فیض بے پایاں حاصل کیا ہر جمعہ کو پیر و مرشد یعنی مولانا صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مراد آباد تشریف فرما تھے آپ شتیاق قدمبوسی بیقرار ہوکر رات کے وقت پیادہ پا مراد آباد روانہ ہوگئے اور نماز فجر سے پہلے شرف حضوری سے مشرف ہوئے حسن اتفاق سے اشراق کے وقت کوئی اور شخص موجود نہیں تھا مولانا نے فرمایا آؤ بیٹھ جاؤ اور ایسی کامل توجہ فرمائی کہ فرش سے عرش تک روشن منور ہوگیا۔ ارشاد ہوا کہ کوٹھری میں جاکر ذکر جہر کرو چنانچہ بکمال ذکر جہر آپ کے قلب پر تجلیات انوار الٰہی کی لامتناہی بارش ہونے لگی اس فیض رسانی کے بعد حکم ہوا اب اپنے استاد کی خدمت میں واپس جاؤ۔ چنانچہ حسب الحکم اسی جذبہ بیخودی میں خدمت استاد میں حاضر ہوئے جب آئے ۱۲۷۲ھ میں حضرت مولانا امانت علیؒ کے وصال کے بعد آپ نے چند روز میاں سعادت اللہ شاہ سے اور پھر مکمل طور پر حضرت شاہ غلام حیدر خاںؒ سے تعلیم باطنی کی تکمیل فرمائی حضرت شاہ غلام حیدر خاں

تادم حیات آپ پر برابر توجہ فرماتے رہے اور کوئی دقیقہ او رنکتہ تعلیم باطنی کا نہیں چھوڑا جس نقطہ کو آپنے فرمایا کہ اس سے آگے کچھ نہیں ہے اُسی پر آپکا خاتمہ ہوا۔

آپ نہایت طہارت پسند صاف گو آزاد مزاج اور متقی و پرہیزگار تھے۔ چہرے سے شان جلالی آشکارا تھی۔ ضرورت کے مطابق فارسی اور کتب فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ کتب تصوف بالخصوص مثنوی شریف سے خاص ذوق تھا۔ صدہا بزرگان دین و مشائخ کرام کی صحبتوں اور مزارات اولیا اللہ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ اور حضرت شاہ غلام حیدر یکجان و دو قالب تھے اور سفر و حضر کے رفیق تھے۔ شاہ صاحب بحالت قیام امروہہ آپ ہی کے ہاں کھانا کھاتے تھے آپ ہی کے ہاتھوں پر سر رکھے ہوئے شاہ صاحب نے وصال فرمایا۔ قرآن مجید آپ ایسی خوش الحانی وصحت مخارج اور مؤثر لہجے سے تلاوت فرماتے تھے کہ سننے والے روحانی مسرت حاصل کرتے تھے ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۵ھ میں وفات پائی (مغفرلہٗ) تاریخ وفات ہے پائیں مزار پیر و مرشد حضرت مولنا سید امانت علی محلہ نل امروہہ میں مدفون ہیں۔

آپنے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کی تھیں پہلی بیوی سے مولوی سید ایوب علی مرحوم اور مولوی سید مختار احمد مرحوم تھے اور دوسری بیوی (جو مولوی سید عبدالقادر برادر زادۂ مولانا سید عبدالحی دہلوی امروہوی کی بیٹی تھیں) اُن سے دو فرزند حافظ سید علی احمد و مولوی سید حبیب احمد اتق سلمہٗ موجود ہیں۔

زبان مرشد اور افادات یوسفی۔ آپ کی تالیفات موجود ہیں۔

۱۸۰۔ شاہ قیام الدین جعفریؒ

بن شاہ بدر الدین جعفریؒ سالک مجذوب تھے ابتدا میں جذب کی کیفیت زیادہ غالب تھی۔ بارہ برس تک اسی حالت میں رہے گھر سے باہر نکلنا بھی ترک ہوگیا تھا سکے بعد اکثر اوقات سلوک میں

رہتے۔ لیکن مرید کرنے سے بہت بچتے جو زیادہ اصرار کرتا اپنے صاحبزادے میاں سعید الدین سے بیعت کرا دیتے۔ خاص اوقات میں خاص اشخاص کو خود بھی مرید کر لیتے اکثر خانقاہ کے ایک گوشہ میں تنہا بیٹھے رہتے اور آپ ہی آپ کچھ فرماتے رہتے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوتا اور وہ آپ کی باتوں میں دخل دیتے تو خفا نہ ہوتے بلکہ یہ کہہ دیتے کہ میاں میں آپ سے نہیں کہتا۔ بات چیت میں ہر کہ ومہ کو میاں یا میاں جی کے لفظ سے مخاطب کرتے حقہ بکثرت پیتے اور اکثر خود ہی حقہ بھر لاتے آنے جانے والوں کی اسی سے تواضع کرتے۔ ایسا شاید ہی کسی کو اتفاق ہوا ہو کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور آپ اپنی حویلی کے دروازہ پر یا باہر نہ ملے ہوں۔ کشف و شہود اس درجہ صاف اور پاک تھا کہ ہر مرید و معتقد اور آیندہ و روندہ کے دلی خیالات اور مرادات کو بغیر بیان کیئے خود ہی بتا دیتے تھے مگر اس طرح نہیں جیسے کوئی نجومی یا رمال بتاتا ہو بلکہ باتوں باتوں میں اسکے خیال اور سوال قلبی کا جواب عطا فرما دیتے۔ آپکے بڑے صاحبزادے میاں سعید الدینؒ بھی سالک تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے پائیں دریچہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ ان کو کیف صحو زیادہ تھا۔ جب وہ ہنستے تو آپ ان کو مخاطب کر کے اکثر فرماتے "میاں سعید الدین! تم ہم پر ہنستے ہو یا ہمارے بنانے والے پر"۔ رات کو بہت کم سوتے اکثر چارپائی پر بیٹھے رہتے کبھی کسی سے طالب نہ ہوتے کوئی نذر پیش کرتا تو بمشکل قبول کرتے اور اکثر کسی سائل یا حاجتمند کو دیدیتے ابتدائے عمر سے فارسی ادبیات اور دیوان حافظ کے مطالعہ کا شوق تھا۔ ایک مرتبہ حکیم اسرار الحق صدیقی نے جو آپ سے نسبت ارادت رکھتے تھے فرمانے لگے کہ میاں جی اس شعر کا کیا مطلب ہے؟ ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است　　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

انہوں نے جو مطلب عام طور سے لوگ سمجھتے ہیں بیان کیا فرمایا میاں جی! یہ مطلب نہیں ہے اس کو دل بدست آوردن نہیں کہتے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنا دل اپنے ہاتھ میں لا اور اس پر نظر کر اور دیکھ کیا خطرات آتے ہیں تاکہ خطرات نفسانی و شیطانی سے محفوظ رہے۔ میاں! آج میں کیا

ہوتا ہے خدا کے گھر اسی لیئے جاتے ہیں کہ خدا کا دیدار ہو اسی لیئے کہا ہے کہ دل کو ہاتھ میں لیکر ہر وقت اس پر نظر کرنا حج اکبر ہے کیونکہ دل گذرگاہ جلیل اکبر است ٭

کبھی کبھی مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ میں درس کے وقت تشریف لیجاتے مولانا سید احمد حسن صاحب محدّث امروہوی کو آپ سے عقیدت تھی وہ طلبہ کا سبق ملتوی کرنا چاہتے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تو فرماتے میاں جی آپ اپنا کام کرتے رہیں میں بیٹھا ہوں کبھی حدیث و تفسیر کا سبق سننے کبھی تھوڑی دیر میں کھڑے ہو جاتے ایک مرتبہ امساک باراں سے مخلوق خدا پریشان تھی مولانا محدث امروہوی اور دیگر اکابرین شہر کی تحریک پر نماز استسقا کے لیئے مسلمانان شہر کا عیدگاہ پر اجتماع ہوا بعض اکابرین شہر اور مولانا محدّث امروہوی عیدگاہ جاتے ہوئے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بھی شرکت کی درخواست کی ہرچند اصرار فرمایا مگر آپ یہی فرماتے رہے کہ میاں جی میری کیا ضرورت ہے آپ تشریف لے جلیئے مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں دعائیں کیں مگر مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے اس سال بارش برائے نام ہوئی بیماروں کی صحت یابی کی دعا کے لیئے لوگ حاضر ہوتے آپ اگر دعائے خیر فرماتے لوگوں کو یقین ہو جاتا کہ مریض صحت یاب ہو گا اور اگر خاموشی اختیار کرتے تو لوگ یقین کر لیتے کہ مریض زندہ نہ بچیگا ٭

آپ کے کشف و شہود کے اکثر واقعات مشہور ہیں۔ دو ایک جو ثقہ اشخاص کی زبانی سنے یہاں درج کرتا ہوں صوفی نور اللہ صدیقی متخلص بہ عیش امروہوی جو شاہ صاحب کے مرید با خلاص ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اور میرے پیر بھائی حافظ برکت اللہ حاضر خدمت ہوئے۔ مغرب کا وقت آگیا اذان کی آواز سنکر ہم لوگ اٹھکر مسجد میں آئے اور شاہ صاحب حویلی میں تشریف لے گئے۔ جب ہم دونوں نماز سے فارغ ہو کر باہر آئے شاہ صاحب اندر سے برآمد ہوئے اور فرمایا میاں نماز کا پڑھنا نہ پڑھنا اپنے واسطے ہے پڑھنے کا ثواب ہو گا نہ پڑھنے کا عذاب میں مبتلا ہو گا مگر میاں جی دوسرں کی عیب نہیں دیکھتے اس سے کیا بحث کوئی نماز کا پابند ہو یا تارک صوفی صاحب کا بیان ہے کہ جب

ہم گھر کو واپس جانے لگے تو حافظ صاحب نے کہا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ شاہ صاحب اذان سُنکر مسجد میں تشریف نہ لائے اور گھر میں چلے گئے یہ اس خطرہ کا جواب تھا۔ صوفی صاحب راوی ہیں کہ ایکمرتبہ حکیم آغا مراد اللہ مرحوم کے یہاں درویشوں کا ذکر ہو رہا تھا کچھ لوگ اس فرقہ کی مذمت کر رہے تھے دوسرے دن جو میں حاضر خدمت ہوا تو آپنے اپنے صاحبزادہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میاں سعیدالدین رات تم کو کچھ آواز آرہی تھی اس طرف (یعنی محلہ قریشی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) ادھر سے آواز بُرا رہی نہیں کوئی درویشوں کی مذمت بیان کرتا تھا سنتے سنتے ہمارے کان تو پک گئے میاں جی آپا بُرا ہے اور سب اچھے ہیں ؎

مرا پیر دانائے فرخ شہاب ۔۔۔ دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش ۔۔۔ دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

ایک دن پیر جی احمد حسن حاضر خدمت ہوئے نکے ماموں کی لڑکی کی نسبت ان کی رائے کے خلاف ایسی جگہ ہو گئی تھی جو انکو ناپسند تھی سی ملال کی حالت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے انہیں دیکھکر فرمایا میاں پیر جی ذات اللہ کی اچھی ہو سب آدم کی اولاد ہیں ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ۔۔۔ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

ایک مرتبہ حضرت وارث علی شاہ کے مرید ملنے آئے آپ حویلی میں سے تشریف لائے انہیں دیکھکر فرمایا میاں وارث اللہ ہے۔ وہ کہتے تھے میرے دل میں یہ خطرہ آیا کہ اگر شاہ صاحب کمال جمال باطنی کے ساتھ جمال ظاہری سے بھی کامل حصہ رکھتے ہوتے تو مریدوں کو دوہرا لطف تصور میں حاصل ہوتا۔ اس خطرہ کا آنا تھا فرمانے لگے میاں جی مٹی کا کیا قصور ہے کمہار نے جیسا چاہا بنا دیا شاہ صاحب حسن صورت میں ممتاز نہ تھے۔ مگر آپ کی مخمور آنکھوں میں عجیب کیفیت تھی بارہا دیکھا گیا کہ حاضرین مجلس چہرہ مبارک کو تک رہے ہیں آپنے سر اٹھایا اور آنکھیں چار ہوئیں کہ سب کی گردنیں ہیبت شہر شیۂ توحید سے جھک گئیں ؎

نظر پنچی ادا بانکی غضب کی آنکھ شرمیلی عجب انداز ہے پایا قیام الدین چشتی کا

اس عاجز کو بھی ابتدائے عمر میں اپنے برادر معظم مولوی حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی نقشبندی کی معیت میں چند مرتبہ حاضر خدمت ہونے کی سعادت نصیب ہوئی آج تک اس بزرگ دین و ولی کامل کی نورانی صورت اور مخمور آنکھوں کی یاد اور یہ حسرت باقی ہے کہ یہ گنہگار فیض سے محروم رہا ؎

آپکے چھوٹے صاحبزادے شاہ نظام الدین پر ایک وارفتگی کی کیفیت طاری رہتی' رات دن دیوار پر کھڑے رہتے' جو منہ میں آتا بکتے رہتے' غصہ بہت تھا کھانا پینا سب ترک تھا جس روز شاہ صاحب کا وصال ہوا ہے اس روز مابعد کے وقت آپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ میاں نظام الدین کل کو ہمارے یہاں برات آنے والی ہے آپ یہاں رہینگے تو مخلوق کو تکلیف ہوگی۔ یہ دو روپیہ لیجئے اور کہیں چلے جایئے کیا شان تصرف ہے کہ اس وارفتہ مزاج نے دو روپیہ لیے اور اسٹیشن چلے گئے' صبح کو حضرت کا وصال ہوگیا خدا کی شان دیکھئے' جس وقت حضرت ممدوح نے عالم فانی سے جوار رحمت الٰہی کی طرف سفر فرمایا اسی وقت بے کم و بیش اس قمری نے جو آپنے پالی تھی اور جو چارپائی کے پاس پنجرے میں ٹنگی رہتی تھی اپنی جان نثار کی اور راہی جناں ہوئی۔ مزار منور کے پائیں اس قمری کو بھی دفن کیا گیا

سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

۷ شعبان ۱۴۰۲ھ کو رحلت کی یک عدد بیش کن نجواجہ چشت تاریخ برآمد ہوتی ہے ؎

جس وقت جنازہ تیار ہوا مخلوق کا یہ اژدہام تھا کہ تل رکھنے کو جگہ نہ تھی ہر فرقہ کے مسلمان موجود تھے مولانا محدث امروہوی نے نماز جنازہ پڑھائی جد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے ارادتمندوں اور عام مسلمانوں کے قلوب پر غم و صدمہ کا اثر تھا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ ایک مخلص نے اس کیفیت کا یوں اظہار کیا ہے ؎

المدد مرشدی و مولائی سندی سیدی و آقائی

آہ کیا زندگی ہے اسکی جسے شکل انور نظر نہیں آئی

ہوئے بچپن میں قرآن شریف حفظ کیا پھر حسب رواج خاندانی اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی عربی بھی بقدر ما یحتاج جانتے ہیں عنفوان شباب میں ابتداً تقریباً بارہ برس امروہہ و مرادآباد وسنبھل میں بسلسلہ ملازمت مقیم رہے آگرہ بھی کچھ عرصہ تک قیام رہا تصوف تو گھٹی میں پڑا تھا ملازمت کی پابندیوں سے آزاد ہو کر مزارات بزرگان دین کی زیارت اور چلہ کشی کے سلسلہ میں سندھ و بلوچستان پنجاب سرحد کے مختلف مقامات کی سیاحت کی امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور دوسرے بزرگوں بالخصوص علی الہجویری داتا گنج بخش لاہوری صاحب کشف المحجوب کی روحانیت سے اکتساب فیض کیا دوران کے قیام میں مولانا قطب الدین صدیقی امروہوی کی صحبت میں فیوض باطنی سے بہرہ مند ہوئے خوش خلق، مرنجان مرنج، تصنع و ظاہر داری سے نفور موزوں طبع ہیں اردو و فارسی کے کلام کا ذخیرہ موجود ہے اردو کا دیوان طبع ہو گیا ہے نمونہ کلام زمرہ شعراء میں ملاحظہ ہو یہاں وہ چند شعر درج کرتا ہوں جس میں اپنے واقعات زندگی ایک طویل مناجات کے سلسلہ میں تحریر کئے ہیں ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

نوکری میں گرچہ حاصل تھیں مجھے آزادیاں
تھا مگر دل پھر بھی پابندی سے اس کی بے قرار

با دل ناخواستہ کرتا رہا لیکن سب مجھے
فکر تھی ہر وقت چھوڑ دے یہ دنیا نابکار

ہے توکل جب خدا پر پھر کیسی نوکری
سعی کرنے کی ضرورت جبکہ ہے وہ سازگار

. . . .

قصہ کوتہ چھوڑ کر میں نوکری چلتا ہوا
پیش ویس سے کام تھا سوچا نہ کچھ انجام کار

چند مہینے تک مزارات بزرگاں کا طواف
خوب میں کرتا رہا جس جا سنا کوئی مزار

آ کے پھر لاہور میں دربار داتا گنج بخش
میں نے جب دیکھا تو یہ دل نے کہا بے اختیار

ایسے دروازے کو ہرگز چھوڑ کر جانا نہیں
جب تلک حاصل نہ ہو کچھ جا نہ تو مت زینہار

. . . .

میں رہا حاضر یہاں گیارہ مہینے سات دن
پھر ہوا یہ حکم جا کشمیر کر سیر دیار

وہاں سے فارغ ہو کے پھر پہنچا پشاور کی طرف ۔۔۔ دیکھے سب اطراف دیکھے اور قصبے بے شمار
واپس آتے ہی مجھے لاہور، فیروز پور تا ۔۔۔ کرسفر ملتان، بہاول پور، شکر آخر تا ر
پاک پٹن ہو کے حاضر میں گیا ملتان کو ۔۔۔ پندرہ رہ کے وہاں دیکھی تصوف کی بہار
پھر بہاول پور آکر خان پور ہوتا ہوا ۔۔۔ چاچڑان دکوٹ مٹھن بھی گیا پُر اشکبار
آیا تو نشہرہ امرتسر پھر احمد پور میں ۔۔۔ اس ریاست کے بھی دیکھے خوب مصار و دیار

. . . .

عُرس مخدوم علاء الدین صابر دیکھ کر ۔۔۔ دیکھتے پھرتے رہے چاروں طرف شہر و دیار
مشکرا، انبیٹہ، سہارنپور گنگوہ و سر ہند ۔۔۔ پھر گئے پٹیالہ، وہاں تھے حضرت والا تبار
نام قطب الدین وسکن اُن کا امرتسر شریف ۔۔۔ مخزن علم و ہنر تھے اور وحید روزگار
بایزید عصر کہیئے یا انہیں غوث زمان ۔۔۔ شبلی ثانی کہوں میں ان کو یا قطب مدار
ظاہراً ان کی وضع رندانہ شریف و خوش مزاج ۔۔۔ آنکھ میں جام مئے اللہ غنی کا خمار
مجھکو تھا اُن کی قدم بوسی کا گو برسوں فخر ۔۔۔ پھر سمجھتا تھا میں ہیں یہ خدا کے رازدار
رات دن تھا گو تعلق حال سے واقف تھا ۔۔۔ ایک میں کیا کوئی بھی ان کا رفیق و غمگسار
از رہ لطف و کرم مجھ سے یہ فرمانے لگے ۔۔۔ ہو گیا ہے اب تیرا فقر و توکل استوار
ہم بھی بتلا دیں تجھے جو کچھ ہمیں معلوم ہے ۔۔۔ کل خدا جانے کرے کیا گردشِ لیل و نہار
شغل نورِ ہدایت سے منور کر دیا ۔۔۔ خانۂ دل میرا دم میں بن گیا آئینہ دار

. . . .

اب عرصے سے مجیٹھ ضلع امرتسر مستقل فروکش ہیں۔ زیادہ تر سیر و سیاحت میں وقت گذرتا ہے۔ خوش مزاج، عبادت گذار و بذلہ سنج بزرگ ہیں سلمہ اللہ تعالے آپ کی تصویر بھی شائع کی جاتی ہے جو اب سے تقریباً بیس سال پہلے کی ہے ؞

مجاذیب

۰۶۔ پناہ شاہ

تیرہویں صدی ہجری کے شروع میں امروہہ کے صاحب خدمت تھے، عالم استغراق اکثر طاری تھا نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو سمت قبلہ کی کوئی تخصیص نہ ہوتی، جدھر چاہتے منہ کرکے کھڑے ہو جاتے، حالت صحو میں آتے تو حاضرین سے بخندہ پیشانی پیش آتے اور اکثر پند و نصائح سے مستفیض فرماتے۔ خدا کا نام ادب کے لحاظ سے کبھی نہ لیتے نام کے بجائے "سچا بادشاہ" کہتے۔ مزار لب سڑک دہلی متصل مزار شاہ عبدالغنی ہے۔

۰۷۔ گنڈا شاہ

مجذوب وارفتہ حال تھے۔ تن بدن کا ہوش مطلق نہ تھا ثقہ اشخاص سے روایت ہے کہ جذبہ کی حالت میں جو پیشین گوئی کرتے وہی واقع ہوتا۔ غدر ۱۸۵۷ء سے کئی ماہ پہلے سے کہا کرتے "اب ہوا بگڑ گئی" تقریباً ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا اور حضرت شیخ الصوفیہ سید نظام گنج رواں کے جوار مزار مدفون ہوئے۔

۰۸۔ بنو شاہ

خاندان سادات عقیلی ساکن محلہ مولانا اولاد سید رکن الدین عقیلی سے تھے۔ علائق دنیا ترک کرکے سید عزالدین سہروردیؒ کے مزار پر جا بیٹھے۔ چالیس سال اسی طرح آزادانہ مجردانہ بسر کئے اس اثناء میں نہ کبھی شہر میں آئے اور نہ کسی سے چیز کے طالب ہوئے، درویش صاحب جذبہ اور وارفتہ حال بزرگ تھے۔ عمر نوے سال سے زیادہ ہوئی جس مقام پر حالت استغراق میں بیٹھے رہتے وہی آرامگاہ ہے ان ہی کے نام سے سید عزالدینؒ کا مزار عوام میں مشہور ہوگیا۔ بعد وفات ان کے قائمقام شاہ مظہر علی

بن حکیم نادعلی ان کے بیٹے ہوئیں خاندان میں شاہ نواز محمد قادری بن گل محمد عقیلی اور ان کے فرزند شاہ محمد فضیل عقیلی اور شاہ عبدالوہاب بھی درویش صاحب نسبت ہوئے ۔

۸۹۔ سید احمد شاہ

امروہہ کے صاحب خدمت بڑے باکرامت ولایت بزرگ تھے تمام عمر آزادانہ و مجردانہ و متوکلانہ بسر کر کے وطن اصلی کو سدھارے ۔ پناہ شاہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئے ۔

۹۰۔ عبداللہ شاہ

ساکن محلہ قریشی قوم کے جولاہے وارفتہ مزاج مجذوب تھے اکثر جنگل میں لب سڑک ننگا تودہ ریت میں بیٹھے رہتے رات کو شہر میں آجاتے ۔ کچھ عرصہ تک چودہری عبدالصمد مرحوم ساکن محلہ چاہ شور کے یہاں شب میں آکر قیام کرتے رہے اسکے بعد کسی اور جگہ چلے گئے ۔ صاحب نسبت تھے ۔

صالحات

۹۱۔ بی بی حسنو ؒ

ساکن پنجاب کی تھیں عالم شباب میں مولانا سید امانت علی چشتی ؒ سے بیعت کی اور انہیں کے ساتھ امروہہ آئیں ، مدۃ العمر یہیں رہیں ۔ بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں ۔ پیرومرشد کے مزار سے متصل ایک خام مکان میں سکونت تھی محلہ کے جولاہوں کو آپ سے خاص عقیدت تھی طویل عمر پا کر انتقال کیا اور پائین مزار مرشد مدفون ہوئیں ۔

حاجی شاہ محمد ابراہیم رح ٭

ولادت وطفولیت آپ شاہ غلام مصطفےٰ ابن شاہ رحمن بخش کے صاحبزادے تھے جو حضرت شاہ عبد الہادی کے پانچویں پشت میں تھے آپ کی ولادت ۵ ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ کو ہوئی اور یہ حسن باتفاق ہے کہ آئندہ ہونے والے شیخ کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" ملانے سے تاریخ ولادت برآمد ہوتی ہے۔ ایام طفولیت ہی میں آثار بزرگی پائے جاتے تھے اور آپ بچپن میں نہایت خدا ترس رحم دل متین سنجیدہ۔ غیور باحیا۔ صابر حلیم مہذب۔ باادب۔ پابند صوم وصلوٰۃ تھے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہری سے مالامال کیا تھا چنانچہ آپ صحیح معنی میں خورشید عالم تھے جو آپکا تاریخی نام تھا آپ نہایت خوش جمال حسین۔ متناسب الاعضا خوش پوش اور جامہ زیب تھے جو شخص آپکو دیکھتا تھا حسن صورت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا بسم اللہ خوانی آپکی والدہ کی خواہش پر اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر عمل میں آئی عربی وفارسی کی درسی کتابیں پڑھنے کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں آپنے اپنے جد امجد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور دو سال متواتر خلوت میں بسر کیے اور اس عرصہ میں اس قدر مجاہدات وریاضات شاقہ کیں کہ جسم پر پوست واستخواں کے سوائے کچھ باقی نہ رہا اور ضعف اس درجہ غالب ہو گیا کہ امید زیست نہ رہی لیکن جو دھن لگ گئی تھی اس کو پورا کرکے چھوڑا۔

بزرگوں سے امداد حاصل خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ درگاہ حضرت شاہ عبد الہادی کے شمالی برج میں مقیم تھا اور وظیفہ پڑھا کرتا تھا برج کی شمالی کھڑکی پر نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک شیر چوکھٹ کو پکڑے ہوئے مجھے گھور رہا ہے میں خائف ہو کر صحن میں آگیا لیکن پشت پھیر کر دیکھا تو شیر میرے مصلے پر تھا اس نے مجھے اور خائف کر دیا اور میں جنوبی برج میں گیا لیکن وہاں سے جو دیکھا تو شیر کو صحن میں کھڑا پایا اب خیال ہوا کہ یہاں سے بھاگنا چاہئے چنانچہ برج سے کود کر گھر کی طرف روانہ ہوا احاطہ درگاہ سے باہر ہو کر راستہ پر آنا چاہتا تھا کہ حضرت شاہ عبد الہادی رح نے سامنے سے آکر مجھے بغل میں لے لیا اور تسلی اور تشفی دیکر اپنے ہمراہ لیگئے اور برج میں بٹھا دیا یہ مقام ابتدائے عمر کا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شروع سے ہی آپکو اپنے بزرگوں کی

٭ آپکے حالات بعد ترتیب مسودہ موصول ہوئے اس لیے آخر میں درج کیے جاتے ہیں ۱۲

امداد حاصل ہوتی رہی۔

زہد و مجاہدات برسہا برس آپ نے مجاہدات میں گذارے ایک دفعہ چھ مہینے اور دوسری دفعہ چار مہینے مسلسل روزے رکھے اور رجب کے مہینے سے شروع کر کے عید کا چاند دیکھکر روزے افطار کرنا تو معمولات میں سے تھا۔ ایک مرتبہ متصل چھ ماہ درگاہ حضرت شاہ عبد آبادی میں رہکر چلہ کیا جس سے اس قدر ضعیف اور نحیف ہو گئے کہ پالکی میں روئی بچھا کر اور اس میں سوار کر کے آپ کو مکان پر لایا گیا۔

کبھی صوفی عالم یا دنیا دار کی برائی آپ کی زبان سے کبھی سننے میں نہیں آئی، نہ کسی دوسرے کسی کی مذمت یا غیبت سنا گوارا کرتے۔

آپ کی کرامت ایک دفعہ آپ خانقاہ میں بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے اور آپ کی رفیق زندگی بھی مہینوں سے بیمار اور وقت موعود کے منتظر تھیں جمعہ کا دن تھا کہنے لگیں کہ بھائی (مولوی سید آل علی مرحوم) کو بلا دو۔ مولوی صاحب نے ان کو دیکھکر آبدیدہ ہو گئیں اور فرمایا کہ بھائی میں چند روز کی مہمان ہوں میری بچی جوان اور شادی کے لائق ہے سب زیور وغیرہ تیار ہے بالائی مصارف کی البتہ ضرورت ہے جس طرح ممکن ہو اس تقریب کا سرانجام کرا دیجئے بھائی نے اپنی عزیز بہن کی خواہش پوری کرنے کا اقرار کر کے مصارف شادی کی کفالت اپنے ذمہ لی خانقاہ میں جا کر حضرت سے اجازت طلب کی گئی فرمایا آج کیا دن ہے عرض کیا گیا کہ جمعہ ہے۔ فرمایا کب ہو رہا ہے۔ عرض کیا کہ آئندہ جمعہ کو کسی قدر سکوت کے بعد فرمایا میاں آئندہ جمعہ کس نے دیکھا ہے بہتر ہو کہ آج ہی ہو جائے عرض کیا کہ آج کیونکر انتظام ہو سکتا ہے اس پر ارشاد ہو کہ نہیں آج ہی ہوگا۔ عبدالخالق (برادر خورد حضرت ممدوح) کو داماد بنا کر تعمیل حکم کے لئے اور اسی دن نکاح رخصتی اور سب کچھ ہو گیا چھٹے دن انکی رفیق زندگی کا انتقال ہو گیا۔

حضرت کی زوجہ محترمہ بھی ان اوصاف حمیدہ سے متصف تھیں اس کا یہ اثر تھا کہ انتقال سے چند لمحہ قبل نماز عشا پڑھی اور اپنے لڑکوں سے فرمایا کہ مکان میں روشنی کر دو اور سب کو اپنی چارپائی سے ہٹ جانے کو فرمایا اور کہا کہ حضرت فاطمہ زہرا تشریف لا رہی ہیں اس کے بعد یہ کہکر کہ وہ تشریف لے آئیں سر قدکھڑے ہو کر تعظیم دینے کا ارادہ کیا لیکن ضعف و نقاہت کی وجہ سے پلنگ پر گر گئیں اور چند لمحہ کے بعد جان شیریں جان آفرین

کے سپرد کی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

آپکے عقاید سماع سے آپکو ہمیشہ شوق رہا لیکن آخر میں کچھ کم ہوگیا تھا۔ تصوف میں حضرت شیخ اکبر شیخ عبدالقدوس و شیخ محب اللہ الہ آبادی کا مسلک ضیاء فرماتے تھے۔ اور اصولاً علماے ماتریدیہ و اشعریہ کے طریقہ کو سب سے افضل شمار کرتے تھے بعض مسائل میں کچھ علماے دیوبند سے اختلاف تھا و اکثر مسائل میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقلد تھے۔

آپکا مجد و شرف باوجودیکہ زرعی و سکنائی جائیداد کے تعلقات کی وجہ سے اکثر عدالت میں مقدمات رہتے تھے لیکن کبھی آپکو عدالت میں جانیکی نوبت نہیں پہونچی۔ وقت برآہی کے مقدمہ میں وکلاء اور پیروکاران کی رائے میں آپکا اظہار ضروری تھا اور اس کے لئے عدالت میں حاضر ہونا لازم تھا لیکن آپ کی کرامت دیکھئے کہ سب جج نے جنکے اجلاس میں مقدمہ دائر تھا از خود کہا کہ ہم میاں صاحب عدالتی آنے کی تکلیف دینا نہیں چاہتے جب وہ مقیم ہیں ہم وہیں جاکر انکا اظہار قلمبند کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کی بے نفسی بے نفسی فروتنی آپ میں بدرجہ اتم تھی۔ محلہ کے ایک صاحب جو حضرت کے خوردانہ و عقیدتمندانہ تعلق تھا انکا ہمنام ایک لڑکا حضرت کے خادموں میں تھا اول الذکر کے صاحبزادہ و بلند اقبال کو یہ ام گراں گذرا کہ انکے باپکا ہمنام ایک خادم جو معمولی نوکر کی حیثیت رکھتاہے اورا نہینے تو اربی اور دوسرے جانوروں کے نام حضرت اور حضرت کی اولاد کے ناموں پر رکھنے سے کیا ہوتاہے اس ذکر چھوڑو کام کی باتیں کرو۔

دوسری کرامت جو بات آپ کی زبان سے نکل جاتی وہ ہوہی جاتی وقتہ ظہور میں آتا۔ مقدمہ برآہی کے ختم ہونیکے بعد خاندان کے ایک نوعمر لیکن گستاخ لڑکے نے عرس برآہی کے شیرینی او تبرکات میں تصرف کرنا چاہا اور حضرت کے سامنے سے مٹھائی اٹھالی اتفاق سے اسکو اس حرکت سے منع کیا حالانکہ آپ بڑی سے بڑی بات پر بھی ناخوشی کا اظہار کرتے تھے فرمایا کہ جتنے آج مٹھائی لے لو انشاء اللہ آئندہ عرس میں یہ مٹھائی اٹھانیکے قابل نہ رہیگے چنانچہ یہ واقعہ ہی کہ چند روز زندہ رہے مگر وہ لڑکا وجع مفاصل میں مبتلا ہوا اور مرتے دم تک دو سرونکی محتاج رہے۔ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں بیکار ہوگئے تھے۔ اسی طرح آپکے مستفید یا وہ عزیز جو بانی کے فرزند نے غلط اور جھوٹے الزامات لگاکر ایسے متنفر تیار کئے وہ نہ

علماء وقت سے فتویٰ تکفیر طلب کیا۔ علماء نے استفتاء کے مضامین کی بناء پر حضرت کی تکفیر کا فتویٰ صادر کر دیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس فتوے کی اشاعت اُس سرزمین سے ہوئی جہاں سب سے پہلے اسلام کے علمبرداروں نے قدم رکھا تھا اور جہاں سے تبلیغ دینِ قیم کا اجراء ہوکر مشرکین اور کفار دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ فتویٰ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا الحمد للہ آج اولیاء متقدمین کی سنت سے سرفراز ہوا۔ اور شائع کنندہ کی نسبت ایک لفظ بھی زبان پر نہ آیا۔

استغناء و استقلال کی یہ حالت تھی کہ قاضی حکمت علی بریلوی اور ان کی اہلیہ حضرت کے مخلص خادموں میں تھے اور کثیر مالیت کی جائیداد کے مالک تھے۔ قاضی صاحب نے مرض الموت میں اپنی جائداد حضرت کو ہبہ کرنی چاہی اور ہبہ تحریر ہوگیا لیکن رجسٹری کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا اور قاضی صاحب کے رشتہ داروں نے ہبہ و رشتہ تھا دستاویز چاک کر دی اور جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ حضرت نے اُن کی پرواہ بھی نہ کی اور انکے ورثاء سے اسی محبت اور اخلاص سے ملتے رہے جیسے کہ اس سے قبل دستور تھا۔

واقعات حج بیت اللہ حج بیت اللہ و زیارت مدینۃ الرسول کے حالات میں خود فرماتے تھے کہ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد دوسرے دن اشراق کا وقت گذر گیا تھا میں اور حاجی مسکین شاہ ایک رہبر کے ہمراہ حضرت حاجی امداد اللہ کے مکان پر حاضر ہوئے۔ شیخ خلوت کے باہر وضو فرما رہے تھے میں نے اپنی حاضری کی اطلاع نہ دی تھی مجھے دیکھ کر وضو چھوڑ کر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے صحن خلوت میں بچھا عصا بھی دیا اور فرمایا کہ اے شیخ پہلے تیرا باپ آئے پیر انکا اور شیخ کا ... عجیب ... [illegible] ... اپنے سر باندھ لیا مصافحہ اور معانقہ کے بعد دونوں دیر تک روتے رہے اُسکے بعد سلسلہ کلام شروع ہوا دوسرے دن خود حضرت شیخ جائے قیام پر تشریف لائے اور فرمانے کے بعد حرم محترم میں ملاقات ہوئی۔ اکثر حج کے بعد خود آپ ہمراہ آکر زیارت مقامات مقدسہ کی زیارت کرائے ایک دن فرمانے لگے کہ جیسے تم یہاں آئے ہو اپنے سلسلے کے بزرگوں کی عنایت بہت زیادہ پاتا ہوں۔ عرفات سے مزدلفہ میں مجھے ساتھ ہی کہا جس طور دعا چاہا ... مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور شب بھر دونوں ہاں حاضر رہے ... اکثر مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے لیکن زمانہ حج ... قریب آگیا تو مجھے حضرت شیخ نے باقاعدہ دعوت میں مدعو فرمایا جس میں حجاز، مصر، ہندوستان کے متعدد علماء و مشائخ شریک تھے سب سے میرا تعارف کرایا اور فرمایا کہ یہ دعوت آپ کے اعزاز میں کی گئی ہے۔ ... فقیر کا یہ معمول ... رجال الغیب ... دوسری دفعہ عرفات شریف میں حج کی قبولیت کی بشارت دی حزب البحر کے متعدد طریق مجھے اجازت

وصال ... [illegible] ... مولانا شاہ ... احمد مولوی محمد ... اور محمد قاسم تین فرزند آپ کے یادگار ہیں۔

ہوئے بچپن میں قرآن شریف حفظ کیا پھر حسب رواج خاندانی اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی عربی بھی بقدر احتیاج جانتے ہیں عنفوانِ شباب میں ابتداً تقریباً بارہ برس امروہہ و مرادآباد و سنبھل میں بسلسلہ ملازمت مقیم رہے آگرہ بھی کچھ عرصہ تک قیام رہا۔ تصوف تو گھٹی میں پڑا تھا ملازمت کی پابندی سے آزاد ہو کر مزارات بزرگانِ دین کی زیارت اور چلہ کشی کے سلسلہ میں سندھ و بلوچستان پنجاب سرحد کے مختلف مقامات کی سیاحت کی۔ امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ اور دوسرے بزرگو بالخصوص علی الہجویری داتا گنج بخش لاہوریؒ صاحب کشف المحجوب کی روحانیت سے اکتساب فیض کیا اور پشاور کے قیام میں مولانا قطب الدین صدیقی امروہوی کی صحبت میں فیوض باطنی سے بہرہ مند ہوئے خوش خلق، مرنجان مرنج، تصنع و ظاہر داری سے نفور، موزوں طبع ہیں، اردو و فارسی کے کلام کا ذخیرہ موجود ہے، اردو کا دیوان طبع ہو گیا ہے نمونہ کلام زمرہ شعراء میں ملاحظہ ہو یہاں وہ چند شعر درج کرتا ہوں جس میں اپنے واقعات زندگی ایک طویل مناجات کے سلسلہ میں تحریر کیے ہیں، ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ؎

نوکری میں گرچہ حاصل تھیں مجھے آزادیاں	تھا مگر دل پھر بھی پابندی سے اس کی بے قرار
بادل ناخواستہ کرتا رہا لیکن سبھی	فکر تھی ہر وقت چھوڑ دے یہ دُنیا بکار
ہے توکل جب خدا پر پھر کیسی نوکری	سعی کرنے کی ضرورت جبکہ ہے وہ سازگار
. . . .	. . . .
قصہ کوتہ چھوڑ کر میں نوکری چلتا ہوا	عیش و کیف سے کام تھا سوچا نہ کچھ انجام کار
چند مہینہ تک مزارات بزرگاں کا طواف	خوب میں کرتا رہا جس جا سنا کوئی مزار
آکے پھر لاہور میں دربار داتا گنج بخش	میں نے جب دیکھا تو یہ دل نے کہا بے اختیار
ایسے دروازے کو ہرگز چھوڑ کر جانا نہیں	جب تک حاصل نہ ہو کچھ جائیو مت زینہار
. . . .	. . . .
میں رہا حاضر یہاں گیارہ مہینے سات دن	پھر ہوا یہ حکم جا کشمیر کر سیر دیار

وہاں سے فارغ ہو کے پھر پہنچا پشاور کی طرف　　لیکے سب اطراف دیکھے اور قصبے بے شمار
واپس آتے ہی مجھے لاہور پھر فرمان ملا　　کر سفر ملتان وبہاولپور وشکار پور دیار
پاک پٹن ہو کے حاضر میں گیا ملتان کو　　پندرہ رہ کے وہاں دیکھی تصوف کی بہار
پھر بہاول پور آکر خانپور ہوتا ہوا　　چاچڑاں وکوٹ مٹھن بھی گیا پڑا اسقدر بار
آباد شہرہ، سرسٹہ پھر احمد پور میں　　اس ریاست کے بھی دیکھے خوب امصار ودیار

. . . .

عرس مخدوم علاء الدین صابر دیکھ کر　　دیکھتے پھرتے رہے چاروں طرف شہر ودیار
شکار انبیٹھہ سہارنپور گنگوہ وسر ہند　　پھر گئے پٹیالہ وہاں تھے حضرت والا تبار
نام قطب الدین وسکن اُنکا امرتسر شریف　　مخزن علم وہنر تھے اور وحید روزگار
بایزید عصر کہئے یا انہیں غوث زمان　　شبلی ثانی کہوں میں ان کو یا قطب مدار
ظاہراً ان کی وضع رندانہ شریف وخوش مزاج　　آنکھ میں جام مئے الفقر فخری کا خمار
مجھکو تھا اُن کی قدم بوسی کا گو برسوں فخر　　پھر سمجھتا تھا نہیں میں یہ خدا کے راز دار
رات دن تھا گو تعلق حال سے واقف نہ تھا　　ایک میں کیا کوئی بھی اس کا نہیں تھا رازدار
از رہ لطف وکرم مجھ سے یہ فرمانے لگے　　ہو گیا ہے اب تیرا فقرہ توکل استوار
ہم بھی بتلا دیں تجھے جو کچھ ہمیں معلوم ہے　　کل خدا جانے رہے کیا گردش لیل ونہار
شغل نور ہدایت سے منور کر دیا　　خانۂ دل میرا دم میں بن گیا آئینہ دار

. . . .

اب رہائش مجیٹھ ضلع امرتسر کو مستقر قرار دے لیا ہے زیادہ تر سیر وسیاحت میں وقت گذرتا ہے۔ خوش مزاج عبادت گذار وبذلہ سنج بزرگ ہیں سلمہ اللہ تعالے آپ کی تصویر بھی شایع کیجاتی ہے جو اب سے تقریباً بیس سال پیشتر کی ہے۔

مجاذیب

۸۶۔ پناہ شاہ

تیرہویں صدی ہجری کے شروع میں اقروبہ کے صاحب خدمت تھے، عالم استغراق اکثر طاری تھا نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو سمت قبلہ کی کوئی تخصیص نہ ہوتی، جدھر چاہتے منہ کرکے کھڑے ہو جاتے، حالت صحو میں آتے تو حاضرین سے بکشادہ پیشانی پیش آتے اور اکثر پند و نصائح سے مستفیض فرماتے۔ خدا کا نام ادب کے لحاظ سے کبھی نہ لیتے نام کے بجائے "سچا بادشاہ" کہتے۔ مزار لب سڑک دہلی متصل مزار شاہ عبدالغنیؒ ہے۔

۸۷۔ گنڈار شاہ

مجذوب وارفتہ حال تھے۔ تن بدن کا ہوش مطلق نہ تھا۔ ثقہ اشخاص سے روایت ہے کہ جذبہ کی حالت میں جو پیشین گوئی کرتے وہی واقع ہوتا۔ غدر ۱۸۵۷ء سے کئی ماہ پہلے سے کہا کرتے "اب ہو گا گئی" تقریباً ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا اور حضرت شیخ معروف سید نقشبند روں کے جوار مزار مدفون ہوئے۔

۸۸۔ بنو شاہ

خاندان سادات عقیلی ساکنان محلہ مولانا، اولاد سید رکن الدین عقیلی سے تھے۔ علائق دنیا ترک کرکے سید اعز الدین سہروردیؒ کے مزار پر جا بیٹھے چالیس سال سے زیادہ مجردانہ بسر کئے اس اثنا میں نہ کبھی شہر میں آئے، اور نہ کسی سے چیز کے طالب ہوئے، درویش صاحب جذبہ اور وارفتہ حال بزرگ تھے۔ عمر نوے سال سے زائد ہوئی تب مقام پر حالت استغراق میں بیٹھے رہتے وہی آرامگاہ ہے ان ہی کے نام سے سید اعز الدینؒ کا مزار عوام میں مشہور ہوگیا۔ بعد وفات ان کے قائم مقام شاہ مظہر علی

بن حکیم نابینا بنے بیٹھے ہوئے اس خاندان میں شاہ نواز محمد قادری بن گل محمد عقیلی اور انکے فرزند شاہ محمد فضیل عقیلی اور شاہ عبدالوہاب بھی درویش صاحب نسبت ہوئے ۔

۸۹۔ سید احمد شاہ

امروہہ کے صاحب خدمت بڑے باکرامت ولایت بزرگ تھے تمام عمر آزادانہ و مجردانہ و متوکلانہ بسر کر کے وطن اصلی کو سدھارے۔ پیادہ شاہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئے ۔

۹۰۔ عبداللہ شاہ

ساکن محلہ قریشی قوم کے جولاہے وارفتہ مزاج مجذوب تھے۔ اکثر جنگل میں لب سڑک نوگانوہ ریت میں بیٹھے رہتے رات کو شہر میں آجاتے۔ کچھ عرصہ تک چودہری عبدالصمد مرحوم ساکن محلہ چاہ شور کے یہاں شب میں آکر قیام کرتے رہے اسکے بعد کسی اور جگہ چلے گئے۔ صاحب نسبت تھے ۔

صالحات

۹۱۔ بی بی حسنو

ساکن پنجاب کی تھیں عالم شباب میں مولانا سید امانت علی چشتی سے بیعت کی اور انہیں کے ساتھ امروہہ آئیں۔ مدۃ العمر یہیں رہیں۔ بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ پیر و مرشد کے مزار سے متصل ایک خام مکان میں سکونت تھی محلہ کے جولاہوں کو آپ سے خاص عقیدت تھی طویل عمر پا کر انتقال کیا اور پائین مزار مرشد مدفون ہوئیں ۔

حاجی شاہ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

ولادت وطفولیت ✻ آپ شاہ غلام مصطفےٰ بن شاہ حسن بخش کے صاحبزادہ تھے جو حضرت شاہ عبد الباری کے پانچویں پشت میں تھے آپ کی ولادت ۵ ذی قعدہ ۱۲۶۱ھ کو ہوئی اور یہ حسن اتفاق ہے کہ آئندہ ہونے والے شیخ کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" ملانے سے تاریخ ولادت برآمد ہوتی ہے۔ ایام طفولیت ہی میں آثار بزرگی پائے جاتے تھے اور آپ بچپن میں نہایت فداترس رحم دل متین سنجیدہ، غیور باحیا، صابر حلیم مہذب، باادب، پابند صوم وصلوٰۃ تھے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہری سے مالا مال کیا تھا۔ چنانچہ آپ صحیح معنی میں خورشید عالم تھے جو آپکا تاریخی نام تھا آپ نہایت خوش جمال حسین، متناسب الاعضاء خوش پوش اور جامہ زیب تھے جو شخص آپکو دیکھتا تھا حسن صورت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا بسم اللہ خوانی آپکی والدہ کی خواہش پر اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر عمل میں آئی، عربی وفارسی کی درسی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۲ سال کی عمر میں آپنے اپنے جد امجد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور دو سال متواتر خلوت میں بسر کیے اور اس عرصہ میں اس قدر مجاہدات و ریاضات شاقہ کیں کہ جسم پر پوست واستخواں کے سوائے کچھ باقی نہ رہا اور ضعف اس درجہ غالب ہو گیا کہ امید زیست نہ رہی لیکن جو دھن لگ گئی تھی اس کو پورا کرکے چھوڑا۔

بزرگوں کی امداد و اعانت خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ درگاہ حضرت شاہ عبد الباری کے شمالی برج میں مقیم تھا اور وظیفہ ادا کرتا تھا برج کی شمالی کھڑکی پر نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک شیر چوکھٹ کو پکڑے ہوئے گھور رہا ہے میں خائف ہو کر صحن میں آ گیا لیکن پشت پھیر کر دیکھا تو شیر میرے مصلے پر تھا اس نے مجھے اور خائف کر دیا اور میں جنوبی برج میں آ گیا لیکن وہاں سے جو دیکھا تو شیر کو صحن میں کھڑا پایا اب خیال ہوا کہ یہاں سے بھاگنا چاہئے چنانچہ برج سے کود کر گھر کی طرف روانہ ہوا احاطہ درگاہ سے باہر ہو کر راستہ پر آنا چاہتا تھا کہ حضرت شاہ عبد الباری نے سامنے سے آکر مجھے بغل میں لے لیا و تسلی اور تشفی دیکر اپنے ہمراہ لیگئے اور برج میں بٹھا دیا۔ یہ مقام ابتدائے عمر کا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شروع سے ہی آپکو اپنے بزرگوں کی

✻ آپکے حالات بعد ترتیب مسودہ موصول ہوئے اس لیے آخر میں درج کیے جاتے ہیں ۱۲

امداد حاصل ہوتی رہی ۔

زہد و مجاہدات بر سہا برس آپنے مجاہدات میں گذارے۔ ایک دفعہ چھ مہینے اور دوسری دفعہ چار مہینے مسلسل روزے رکھے اور رجب کے مہینے سے شروع کرکے عید کا چاند دیکھکر روزے افطار کرنا تو معمولات میں سے تھا۔ ایک مرتبہ متصل چھ ماہ درگاہ حضرت شاہ عبد آبادی میں رہکر چلہ کیا جس سے اس قدر ضعیف اور نحیف ہوگئے کہ پالکی میں روئی بچھاکر اور اس میں سوار کرکے آپ کو مکان پر لایا گیا۔

کبھی صوفی عالم یا دنیا دار کی برائی آپ کی زبان سے کبھی سننے میں نہیں آئی نہ کسی دوسرے سے کسی کی مذمت یا غیبت سنا گوارا کرتے ۔

آپ کی کرامت ایک دفعہ آپ خانقاہ میں بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے اور آپ کی رفیق زندگی بھی مہینوں سے بیمار اور وقت موعود کے منتظر تھیں جمعہ کا دن تھا کہنے لگیں کہ بھائی (مولوی سید آل علی مرحوم) کو بلادو۔ مولوی صاحب آئے تو انکو دیکھکر آبدیدہ ہوئیں اور فرمایا کہ بھائی میں چند روز کی مہمان ہوں میری بچی جوان اور شادی کے لائق ہے سب زیور وغیرہ تیار ہے بالائی مصارف کی البتہ ضرورت ہے جس طرح ممکن ہو اس تقریب کا سرانجام کرا دیجئے۔ بھائی نے اپنی عزیز بہن کی خواہش پوری کرنے کا اقرار کرکے مصارف شادی کی کفالت اپنے ذمہ لی خانقاہ میں جاکر حضرت سے اجازت طلب کی گئی فرمایا آج کیا دن ہے عرض کیا گیا کہ جمعہ ہے۔ فرمایا کب ارادہ ہے۔ عرض کیا کہ آئندہ جمعہ کو۔ کسی قدر سکوت کے بعد فرمایا میاں آئندہ جمعہ کس نے دیکھا ہے بہتر ہو کہ آج ہی ہو جائے۔ عرض کیا کہ آج کیونکر انتظام ہوسکتا ہے اس پر ارشاد ہوا کہ نہیں آج ہی ہوگا۔ حسب الحکم برادر خورد حضرت ممدوح کو بڑا چہ تعمیل حکم کرنے ۔ اور اسی دن نکاح رخصتی اور سب کچھ ہوگیا چھٹے دن انکی رفیق زندگی کا انتقال ہوگیا۔

حضرت کی زوجہ محترمہ بھی بہن اوصاف حمیدہ سے متصف تھیں ان کا یہ اذنجا کہ انتقال سے چند لمحہ قبل نماز عشا پڑھی اور اپنے لڑکوں سے فرمایا کہ مکان میں روشنی کردو۔ اور سب کو اپنی چارپائی سے ہٹ جانے کو فرمایا اور کہا کہ حضرت فاطمہ زہرا تشریف لارہی ہیں اس کے بعد یہ کہکر وہ تشریف لے آئیں سرقد کھڑے ہوکر تعظیم دینے کا ارادہ کیا لیکن ضعف و نقاہت کی وجہ سے پلنگ پر گر گئیں اور چند لمحے کے بعد جان شیریں جان آفرین

کے سپرد کی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

آپکے عقاید سماع سے آپکو ہمیشہ شوق رہا لیکن آخر میں کچھ کم ہو گیا تھا۔ تصوف میں حضرت شیخ اکبر شیخ عبدالقدوس و شیخ محب اللہ الہ آبادی کا مسلک ختیار فرماتے تھے۔ اور اصول علمائے ماتریدیہ و اشعریہ کے طریقہ کو سب سے افضل شمار کرتے تھے بعض مسائل میں آپکو علمائے دیوبند سے اختلاف تھا اور اکثر مسائل میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقلد تھے۔

آپکا مجدد و شرف باوجودیکہ زرعی و سکنائی جائیداد کے تعلقات کی وجہ سے اکثر عدالت میں مقدمات رہتے تھے لیکن کبھی آپکو عدالت میں جانیکی نوبت نہیں پہونچی۔ وقف برانچی کے مقدمہ میں وکلا اور پیروکاران کی رائے میں آپکا اظہار ضروری تھا اور اس کے لئے عدالت میں حاضر ہونا لازم تھا لیکن آپ کی کرامت دیکھئے کہ سب جج نے جنکے اجلاس میں مقدمہ دایر تھا ازخود کہا کہ ہم میاں صاحب کو عدالت میں آنے کی تکلیف دینا نہیں چاہتے جہاں وہ مقیم ہیں ہم وہیں جا کر انکا اظہار قلمبند کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کی بے نفسی بے نفسی فروتنی آپ میں بدرجہ اتم تھی۔ محلہ کے ایک صاحب جنکو حضرت سے خوردانہ عقیدت تھی یہ شوق تھا انکا ہمنام ایک لڑکا حضرت کے خادموں میں تھا اول الذکر کے صاحبزادہ بلند اقبال کو یہ امر گراں گذرا کہ انکے باپ کا ہمنام ایک خادم جو معمولی نوکر کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے کتے اور بلی اور دیگر جانوروں کا نام حضرت رحضرت کی اولاد کے ناموں پر رکھنے سے کیا ہوتا ہے انکا ذکر چھوڑ دو کام کی باتیں کرو۔

دوسری کرامت جو بات آپ کی زبان سے نکل جاتی کہ وہی واقعہ ظہور میں آتا۔ مقدمہ برانچی کے ختم ہونیکے بعد خاندان کے ایک نوعمر لیکن گستاخ لڑکے نے عرس برانچی کے شیرینی اور تبرکات میں تصرف کرنا چاہا اور حضرت کے سامنے سے مٹھائی اٹھالی۔ اتفاقات آپکو اس حرکت سے غصہ آگیا حالانکہ آپ بڑی سے بڑی بات پر بھی ناخوشی کا اظہار نہ کرتے تھے اور فرمایا کہ بہتر ہے آج مٹھائی لے لو انشاءاللہ تمکو عرس میں یہ مٹھائی اٹھانیکے قابل نہ رہیں گے چنانچہ بدوش... زندگی... ... ...کا مرض فالج میں مبتلا ہوا اور مرتے دم تک دوسروں کے ہاتھ روٹی کھاتا رہا... جب ... ہو گئے ... طرح آپکے سب سے زیادہ ... زبانی ... فرزند نے غلط و جھوٹ ... ...

علماء وقت سے فتویٰ تکفیر طلب کیا۔ علماء نے استفتاء کے مضامین کی بنا پر حضرت کی تکفیر کا فتوے صادر کر دیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس فتوے کی اشاعت اُس سرزمین سے ہوئی جہاں سب سے پہلے اسلام کے علمبرداروں نے قدم رکھا تھا اور جہاں سے تبلیغ دین قیم کا اجراء ہو کر مشرکین اور کفار دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ فتوے آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا الحمد للہ آج اولیاء متقدمین کی سنت سے سرفراز ہوا اور شائع کنندہ کی نسبت ایک لفظ بھی زبان پر نہ آیا۔

استغناء: استغناء کی یہ حالت تھی کہ قاضی حکمت علی بریلوی اور ان کی اہلیہ حضرت کے مخلص خادموں میں سے تھے اور کثیر مالیت کی جائیداد کے مالک تھے۔ قاضی صاحب نے مرض الموت میں اپنی جائداد حضرت کو ہبہ کرنی چاہی، وہ ہبہ نامہ تحریر ہو گیا لیکن رجسٹری کی نوبت نہ پہونچی تھی کہ اُن کا انتقال ہو گیا اور قاضی صاحب کے رشتہ داروں نے جنکو ورثہ ملتا تھا دستاویز چاک کر دی اور جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ حضرت نے اُنکی پرواہ بھی نہ کی اور انکے ورثاء سے اسی محبت اور اخلاص سے ملتے رہے جیسے کہ اس سے قبل دستور تھا۔

واقعات حج بیت اللہ: حج بیت اللہ و زیارت مدینۃ الرسولؐ کے حالات میں خود فرماتے تھے کہ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد دوسرے دن اشراق کا وقت گذر گیا تھا میں اور حاجی مسکین شاہ ایک رہبر کے ہمراہ حضرت حاجی امداد اللہ کے مکان پر حاضر ہوئے۔ شیخ خلوت کے باہر وضو فرما رہے تھے میں نے اپنی حاضری کی کوئی اطلاع نہ دی تھی مجھے دیکھکر وضو چھوڑ کر فوراً کھڑے ہو گئے صحن خلوت میں بٹھا کر مصلیٰ بچھایا اور فرمایا کہ اس پر بیٹھیے [illegible] دوسرے دن کا اصرار عجیب [illegible] عمامہ کا کنارہ [illegible] اپنے سر سے باندھ لیا مصافحہ اور معانقہ کے بعد دونوں پر ایک رنگ رہا اسکے بعد سلسلہ کلام شروع ہوا۔ دوسرے دن جو [illegible] تھا قیام پر تشریف آوری فرمانے کے بعد حرم محترم میں ملاقات ہوئی۔ اشراق کے بعد خود شیخ ہمراہ ہو کر متبرکہ مقامات مقدسہ کی زیارت کرائی۔ ایک دن فرمانے لگے کہ جب تم یہاں آئے ہو بہت سے بزرگوں کی عنایات بہت زیادہ ہیں تا بوقت وفات منیٰ و مزدلفہ میں مجھے ساتھ ہی رکھا جبل ثور و غار حرا [illegible] شب گزاری اور شب بھر دونوں اس غار میں رہے [illegible] اگر مجھ [illegible] کہا [illegible] تھے لیکن جب زمانہ حج بالکل قریب آگیا تو مجھے حضرت شیخ نے باقاعدہ دعوت میں مدعو فرمایا جس میں حجاز، مصر، یمن، ہند و شام کے مقتدر علماء و مشائخ شریک تھے سب سے [illegible] تعارف کرایا اور فرمایا کہ یہ دعوت آپ کی [illegible] میں [illegible] جان [illegible] ہوئی دوسری دفعہ عرفات شریف میں حج کی قبولیت کی بشارت [illegible] حزب البحر کے متعدد طریق [illegible] مجھے اجازت

وصال بھی اسی سنہ میں ہوا [illegible] وصال ہوا شاہ سلیمان احمد مولوی محمد مخدوم اور محمد قاسم تین فرزند آپ کے یادگار رہے۔

علماء و فضلا

۱۔ قاضی نظام الدین قریشی

آپ صدیقیان امروہہ و نگینہ و مسوده و پنجاب کے جد القبیلہ و تعلقداران بھواسو و ٹھیرا و ہتوابا[1] داو دھ کے مورث اعلیٰ بزرگان عہد قدیم سے ہیں سلسلہ نسب بواسطہ قاضی جلال الدین بخاری حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رض[2] سے متصل ہوتا ہے باین طریق قاضی نظام الدین بن شیخ محمد بن شیخ اوحد الدین بن شیخ شمس الدین بن قاضی جلال الدین بن شیخ محمد بن شیخ ابو نصر بن شیخ عبدالمجید بن شیخ تاج الدین بن شیخ یا محمد تقی بن شیخ عبدالملک بن شیخ ابو محمد بن شیخ داؤد بن شیخ محمد بن شیخ محمد الک شتر بن شیخ قیام الدین بن عبدالجلیل بن حمزہ بن احمد بن حضرت قاسم بن محمد بن سیدنا صدیق اکبر رض آپکے جد چہارم قاضی جلال الدین جو عہد ملتبی کے اکابر فضلا سے تھے بعہد سلطان شمس الدین التمش بخارا سے ہندوستان آئے اور درس تدریس

---

[1] خاندان صدیقیان بھواسو و بابو پور و خمت پور و دبسنیا و گڑھوڑ نیز خاندان محمود آباد و مہیز و متورہ و بھوری بشن پور و محمد پور و سدرا و ن قاضی نصرۃ اللہ عرف قاضی شمس بن قاضی محمد بن قاضی امجد بن قاضی نصراللہ بن قاضی نظام مذکور کی نسل سے ہیں (آثار یادگار)

[2] حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رض کی والدہ اسماء بنت عمیس بعد وفات حضرت صدیق اکبر رض حضرت علی رض کے عقد میں آئیں اسلئے محمد بن ابی بکر صدیق رض حضرت علی رض کے فرزند ربیب ہوئے جناب امیر کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور آپکے زمانہ خلافت میں مصر کے حاکم ہوئے جناب امیر معاویہ کے عہد میں حضرت عمرو بن عاص کے لشکر سے مقابلہ میں بعمر تیئیس برس شہید ہوئے۔ آپکے اکلوتے فرزند حضرت قاسم تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ تھے نسل چلی ۔

میں مشغول ہوئے ؎

"وہم در عصر بادشاہی سلطان بلبن چندیں علماء سرآمدہ کہ از نوادر استادان بودند بر صدر افادت سبق
می گفتند چنانکہ مولانا برہان الدین بلخی .... و قاضی جلال الدین و چندین استادان و مفتیان
و سرآمدگان کہ شاگردان پسران علماء جملہ شمسی در گفتن سبق و نوشتن جواب فتوی معتبر بودند" [1]

قاضی نظام الدین مذکور غالباً سلطان فیروز شاہ خلجی [2] کے عہد میں امروہہ کے قاضی مقرر ہوئے، آپکا عقد قصبہ امروہہ کے خاندان سادات میں حضرت شاہ جمال عاشق متوفی ۶۹۰ھ خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خاندان میں ہوا۔ اس سیدانی کے بطن سے قاضی نصر اللہ متولد ہوئے جو عہد فیروز شاہ تغلق سے [illegible] روایت ہے کہ بادشاہ کے دربار میں کوئی مسئلہ فقہی جسکے حل کرنے سے علمائے وقت عاجز تھے قاضی نصر اللہ نے بسہولت حل کیا تھا۔ انکے چار فرزند ہوئے۔ قاضی عطاء اللہ، قاضی اشرف، قاضی بدھن اور قاضی مجد الدین۔ مذکورہ خاندان چند پشت تک امروہہ میں رہا اسکے بعد اس شاخ کا حال تحقیق نہ ہوسکا۔ قاضی اشرف [illegible] کے قاضی تھے ان کی اولاد وہاں آباد ہے۔ قاضی بدھن کی اولاد قصبہ سودھرہ پنجاب میں ہے۔ قاضی امجد امروہہ میں رہے اور انکے چھ فرزند ہوئے، قاضی محمود، قاضی خان، قاضی ماجد، قاضی حمید، قاضی قاسم اور قاضی محمد۔ اول الذکرین لاولد رہے، قاضی حمید اور قاضی قاسم کی اولاد بھی چند پشت کے بعد منقطع ہوگئی صرف قاضی محمد کی نسل باقی ہے۔ انکے ایک دختر بی بی [illegible] ہوا اور چھ فرزند تھے۔ قاضی نصر اللہ، [illegible] قاضی نظام الدین ثانی، قاضی عبد العزیز، قاضی عبد الملک اور قاضی عبد اللہ۔ قاضی نصر اللہ عرف [illegible] کا نام کہنہ شجرہ موجودہ خاندان امروہہ میں قاضی فضل اللہ تحریر ہے جسے ہمایوں بادشاہ نے اودھ میں جاگیر دی ان کی اولاد میں تعلقداران محمود آباد و بھرو و بھواسو

---

[1] تاریخ فیروز شاہی ضیاء برنی صفحہ ۱۱۳ [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر عہد بلبن میں تھے چنانچہ فہرست

[2] مطبوعہ تاریخ امروہہ میں یہی زمانہ تحریر ہے لیکن زیادہ قرین صحت یہ ہے کہ آپ عہد فیروز شاہ خلجی میں یہاں کے قاضی تھے"

وغیرہ ہیں۔ قاضی مٹھے کے صلب سے صرف ایک فرزند قاضی حسن ہوئے جن کی نسل میں مولوی امانت اللہ
خلیفہ سلیم اللہ شیخ نیاز اللہ شیخ کریم اللہ شیخ اسد علی و خلیفہ عطاء اللہ ساکنان محلہ قریشی کے خاندان ہیں
مولوی شفیق احمد مدرس ہائی اسکول بریلی ان میں ہیں۔ قاضی نظام الدین ثانی کے اخلاف میں حافظ
عنایت اللہ چشتی شیخ عبد الکریم و شیخ عبد الرحیم کے خاندان ہیں۔ جن میں حافظ عبد الہادی حافظ عزیز الدین
اور منشی شریف الدین عرف اچھن ہیں۔ نیز خاندان شیخ مخدوم و شیخ مقیم بخش کاشتکاران اور شیخ جلیل الدین
جن کی اولاد میں مولوی فضل احمد مدرس مدرسہ [illegible] اور رضوان احمد محرر ہیں۔ اس نسل سے ایک شاخ نگینہ
میں ہے۔ قاضی عبد العزیز کی نسل سے خاندان مولوی [illegible] جن کی ایک شاخ قصبہ سہسوان چلی
گئی۔ امروہہ میں خاندان شیخ اکبر علی جن کی اولاد میں شیخ [illegible] و شیخ [illegible] وغیرہ ہیں اور خاندان
شیخ محمد علی جن کی اولاد میں مولوی علی نذر ہیں۔ نیز خاندان حکیم علیم اللہ [illegible] کی اولاد میں حکیم عبد الحلیم ہیں قاضی
مذکور کی نسل سے ہے۔ قاضی عبد الملک کے سات فرزند ہوئے یعنی قاضی احمد مفتی محمد طاہر قاضی یحییٰ
قاضی تاج الدین قاضی حسین قاضی اسمٰعیل و قاضی [illegible] ان میں سے [illegible] کی نسل [illegible]
پشت کے بعد منقطع ہوئیں صرف دو کی نسل باقی ہے یعنی قاضی احمد و مفتی محمد طاہر کی [illegible] اولاد
میں صوفی [illegible] شیخ ریحان احمد شیخ سعادت اللہ و شیخ غلام جیلانی و شیخ نذیر احمد وغیرہ کے خاندان
ہیں شیخ عبد السلام ساکن محلہ جھنڈا شہید بھی ان میں ہیں۔ مفتی محمد طاہر و خاندان [illegible]
نظام الدین قریشی کو مختلف اوقات میں املاک معافیات ہوئیں مفتی موصوف کے فرزند شیخ محمد [illegible]
فرمان عبد اکبری مجریہ ماہ جمادی الاول [illegible] موضع [illegible]
موضع [illegible] میں املاک معافی ہیں نیز [illegible]
موضع [illegible] میں ملی۔ مولانا موصوف کی اولاد میں [illegible]
بن شیخ امام بخش بن شیخ عبد القادر بن شیخ [illegible]

اسی نسل میں خاندان نمبردار محمد سعید و محمد حسین وغیرہ نیز خاندان شیخ آفتاب علی و شیخ سلامت اللہ و شیخ عزیز اللہ جو بڑے دادا کے پوتے مشہور تھے نیز مفتی ابن حسن بن شیخ محمد احسن و شیخ محمد محسن پسران شیخ حسین شاہ ساکنان محلہ بتوال کے خاندان ہیں، نیز شیخ محمد سمیع بن شیخ محمد بن مفتی محمد طاہر مذکور کی اولاد میں خاندان حضرت شاہ عبدالہادی قدس سرہ العزیز ہے جن میں شاہ عبدالحق و شاہ ممتاز الرحمٰن و مولوی شاہ سلیمان احمد و حکیم اسرار الحق و حکیم احسان الحق وغیرہ کے خاندان ہیں۔ قاضی عبداللہ بن قاضی محمد بن قاضی امجد مذکور کی اولاد کا حال تحقیق نہ ہو سکا۔

۲۔ قاضی سید امیر علی

خلف کبیر حضرت سید شرف الدین حسن شاہ ولایت عہد تغلقیہ کے فضلاء سے تھے۔ سلطان محمد تغلق عادل کے زمانہ میں امروہہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے[1] سنہ ۷۴۲ھ میں جب مشہور سیاح ابن بطوطہ امروہہ آیا آپ نے ضیافت کی جس کا تذکرہ اس نے سفرنامہ میں خاص طور سے کیا ہے۔[2] آپ کی اولاد میں علمائے شریعت اور مشائخ طریقت ہوئے۔ منجملہ آپ کے فرزند سید اشرف جہانگیر الملقب بہ شرف الدین شاہ ولایت ثانی نیز آپ کے نبیرہ سید محمد فرزند پیران سید خادم جن کی اولاد نے قصبہ اغوانپور میں بود و باش اختیار کی اور جائے سکونت کو اُن کے آفا روقی کے نام سے موسوم کیا نیز عمدۃ الواصلین سید عبدالحکیم مرید و خلیفہ قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالمجید علوی آپ کے فرزند سید محمد کی نسل میں ہوئے۔ علمائے شریعت میں مولانا سید

---

[1] بعض ناواقف ان کو قاضی القضاۃ لکھتے ہیں جو ہرگز صحیح نہیں۔ پرگنہ کا قاضی قاضی القضاۃ کیسے ہو سکتا ہے سلطان محمد شاہ تغلق کے عہد میں قاضی کمال الدین بن برہان الدین قاضی القضاۃ تھے جسے اس زمانہ کی اصطلاح میں صدر جہاں کہتے ہیں ۱۲

[2] تاریخ امروہہ صفحہ ۳۸

سید طاہرؒ سید قطب الدین بن سید عمرؒ اور سید محسن بن سید قطب الدین مذکور آپ ہی کے اخلاف میں ہوئے۔ شجرہ اولاد:۔

قاضی سید اسد علی

- سید اشرف جہانگیر — ملقب بہ شرف الدین شاہ ولایت ثانی — لاولد
- سید محمد
  - سید ابو بکر — آپکی اولاد میں متولیان ویشنو دیا جو ہری کے سادات جو گونڈلی کے والے مشہور ہیں بہ حیثیت خاندان قطبیہ و صدور ہیں۔
  - سید یحییٰ — ذریک بسیخی و لی کے تحت خاندان قطبیہ کی اولاد ہیں
  - سید نعیم — سید شاہ قوام — سید عمر زندہ پیر — اولاد اعزان پور میں ہے

۳۔ مفتی محمود نخشبی

بن خواجہ عطار اللہ نخشبی۔ فاضل جید جامع علوم معقول و منقول عہد سلطان بہلول لودی کے ذمہ داری سے ۸۸۰ھ میں امروہہ کے مفتی مقرر ہوئے۔ آپکے بھائی مفتی جمیل بھی مفتی رہے بعض قدیم دستاویزات پر انکے دستخط بھی ثبت ہیں مفتی محمود کے بعد سے افتا کا منصب سلسلہ اس خاندان میں متوارث ہو گیا مفتی عبد الملک ۹۱۷ھ میں مفتی عبد الغفور ۹۵۵ھ میں مفتی عبد القادر ۹۹۶ھ میں مفتی مراد ۱۰۲۲ھ میں مفتی عبد اللہ عہد عالمگیری میں مفتی محمد شاہ ثانی ۱۱۱۱ھ میں مفتی شیر علی ۱۱۴۶ھ میں یکے بعد دیگرے اس منصب پر فائز رہے۔ ان میں سے تقریباً تمام حضرات کی مہریں اور سجلات مختلف عہد کی دستاویزات پر ثبت ہیں جو راقم کے پاس موجود ہیں مفتی حمید علی بن محمد اشرف بن مفتی محمد شاہ ثانی جو ۱۱۸۳ھ میں مفتی ہوئے

---

۵ مطبوعہ شجرہ میں سید یحییٰ کا فرزند نہایت نصیبی کے بیٹے خافضہ ہو۔ شجرہ مطبوعہ میں سید قطب الدین کی کنیت ابو الفضل تحریر ہے جو درست و تحقیق مگر صحیح نہیں ہے۔ ان کا نام عمر ہی تھا جو جنت الانساب کے مطبوعہ شجرہ میں ان کا نام تاج الدین تحریر ہے جو صحیح نہیں ہے۔ ۔۔۔ شجرہ میں ان کا نام ۔۔۔ الدین درست ہے۔ مگر صحیح ہیں نصیبی جنت ۔۔۔

خاندان مفتیان امروہہ کے آخری مفتی تھے۔ اس خاندان کی قرابتیں خاندان فاروقی اولاد حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود گنجشکر سے نیز حضرت شاہ ابن بدر چشتی قدس للہ اسرارہم کے خاندان سے ہوئی ہی ہیں مفتی محمود بخشی کے فرزند مفتی میاں عبد الملک حقانی ملقب بہ امام اعظم ثانی علوم شریعت و معارف طریقت کے جامع سید شاہ ابو الحسن خلف میر سید محمد میر عدل کے فاضل استاد تھے۔ اپنی عمارکر سرنگ نخستان متصل محاسیتی کی اراضی میں مدفون ہوئے۔ مزار موجود ہے۔ شجرہ اولاد:

مفتی محمود بخشی

میاں عبد الملک حقانی

- میاں ذکریا (منقرض النسل)
- مفتی عبد الغفور
  - مفتی عبد القدوس
    - مفتی محمد شاہد
      - مفتی عبد الواحد
        - مفتی عبد الواجد
          - مفتی محمد شاہ ثانی
            - مفتی لشیر علی
        - عبد الماجد
        - محمد اشرف
    - محمد عابد
    - محمد ساجد
    - سراج الدین
  - عبد الودود
  - عبد الحی
  - عبد الحمید
    - شیخ احمد عرف اچھن
- مولنا عبد الصمد — ان کی اولاد میں خواجہ نصیر اللہ خاں اور مولنا امام الدین بخشی کے نانا ہیں۔

۴ مولنا رکن الدین عباسی

جد اعلی سادات عباسی متوطنہ امروہہ سلسلہ النسب بچند واسطہ حضرت عباس عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہوتا ہے بایں طریق مولنا رکن الدین بن مولنا نظام الدین بن مولانا شمس الدین بن شرف الدین بن حسین الدین بن تاج الدین بن مخدوم زادہ محمد یوسف بن محمد عزیز بن محمد اسحق بن محمد اسمعیل بن محمد باقر بن علاء الدین بن قطب الدین بن محمد تقی بن محمد نقی بن سلطان ... علی باللہ بن ناصر الدین

سلہ یہ تمام شجرہ مصنف آئینہ عباسی میں درج ہو یا مجز مجرو میں موجود ہو۔

محمد الامین بن امیر المومنین مولانا الامام ابی جعفر ہارون الرشید بن امیر المومنین امام محمد مہدی بن امیر المومنین امام ابو جعفر عبداللہ المنصور بن امام محمد عباسی بن امام علی سجاد عباسی بن حبر الامہ حضرت عبداللہ بن مولانا و سیدنا ابوالفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین +

آپ کے جد ششم میں مخدوم زادہ محمد یوسف بعد تباہی دارالخلافہ بغداد بعہد سلطان غیاث الدین بلبن ہندوستان آئے۔[۵۱] بادشاہ ہند نے اس گوہر کان خلافت کو باعزاز و اکرام پایہ تخت دہلی میں ٹھہرایا اقامت گاہ "محلہ عباسی" سے موسوم ہوا[۵۲] جو شاہزادے چنگیزیوں کے مظالم سے بچکر عہد بلبنی میں وارد ہوئے صاحب فرشتہ ان کی آمد کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

پانزدہ پادشاہزادہ از ترکستان و ماوراءالنہر و خراسان و عراق و آذربائجان و فارس و روم و شام از آسیب بلائے چنگیزیہ از مرکز دولت خود پراگندہ شدہ در عہد او (یعنی سلطان بلبن) بدہلی رسیدند ہریک بر لباط عزت و امارت متمکن گشتہ در کمال ذوق و شوق دست بستہ پیش تخت می ایستادند مگر دو پادشاہزادہ کہ در پایے تخت می نشستند و آں ہر دو از اولاد خلفائے عباسی بودند[۵۳]

ترکستان و ماوراءالنہر و خراسان و عراق و آذربائجان و فارس و روم و شام سے پندرہ شہزادے چنگیزیوں کی فوج کشی کی وجہ سے اپنے مرکز دولت سے منتشر ہوکر بلبن کے عہد میں دہلی پہونچے تھے انمیں سے ہر ایک مسند عزت اور امارت پر متمکن ہوکر نہایت شوق و ذوق سے ہاتھ باندھکر تخت کے سامنے کھڑے ہوتے مگر دو بادشاہزادے جو تخت کے نیچے بیٹھتے اور وہ دونوں خلفاء عباسی کی اولاد سے تھے

ایک صدی سے زیادہ مدت تک یہ خاندان پایہ تخت دہلی میں باعزاز تمام متوطن رہا۔ جب فتنہ تیمور سے دہلی تباہ ہوئی دیگر اعیان و اشراف کی طرح آپکے جد امجد مولانا شمس الدین بھی جلاوطن ہوئے۔ عرصہ تک پنجاب میں مسکن گزیں رہے سلطان سکندر لودی کے عہد میں مولانا زین الدین

۵۱ ڈسٹرکٹ گزیٹر مرادآباد ۵۲ تاریخ فرشتہ مطبوعہ ۱۲

۵۳ تاریخ فرشتہ مطبوعہ ۱۲

جاسی امروہہ آئے، آپ جامع علوم وفنون صاحب تصنیف اور اپنے عہد کے اکابر فضلا سے تھے آپ کی اولاد امجاد بھی علم وفضل کی دولت سے مالا مال رہی۔ ایک شیعی مذہب مصنف صاحب تاریخ اصغری محض مولانا کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ:

"ایک گروہ عباسیوں کا جو سلطان محمد امین خلیفہ معتصم بغداد کی اولاد میں ہیں اور محمد امین کا نسب آٹھ واسطوں سے حضرت شفیع الناس یعنی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ تک پہنچتا ہے جب ہلاکو خاں نے خاندان بنی عباس کی خلافت کو درہم برہم کر دیا اور مستعصم باللہ خلیفہ آخر کو قتل کیا تو یہ لوگ اسکے خوف سے سکونت بغداد کی چھوڑ چھوڑ کر بھاگے اکثر آدمیوں نے سندھ میں پناہ لی۔ اور بہتیروں نے ملتان اور بہاولپور[1] کی راہ لی ورخدا جانے کتنے کہاں کہاں بہ گئے کچھ لوگ ان میں سے دہلی میں رہ گئے جب امیر تیمور نے دہلی کو فتح کیا تو یہ لوگ وہاں سے بھی جلا وطن ہو کر پنجاب میں جا رہے، اور وہیں مولوی میاں شیخ جن کو طولی پنجاب کہنا لائق ہے پیدا ہوئے، ان کا سلسلہ گیارہ واسطوں سے سلطان محمد امین تک پہنچتا ہے۔ انکے تین بیٹے ہوئے[2] ایک مولوی ابخشن جن کی اولاد امروہہ میں نہیں ہے دوسرے مولوی تعلیم سوزن مسجد جامع اکبری تیسرے مولوی جتن معلم شاہزادگان۔ ان دونوں بھائیوں کی اولاد اس محلے میں ہے اکثر لوگ اس خاندان کے صاحب علم اور لائق ہوتے رہے ہیں"

---

[1] یہ صحیح نہیں، بہاولپور کا تو اس زمانہ میں وجود ہی نہ تھا۔ یہ شہر ۱۱۶۲ھ میں نواب بہاول خاں عباسی نے اپنے نام پر بسایا (صادق التواریخ)۔

[2] صاحب تاریخ اصغری نے قلت مبالغہ وعدم تجسس حالات کی بنا پر مولانا ابخشن اور مولانا ابن کو اسکے برادر حقیقی مولانا شیخ ابن مولانا رکن الدین عباسی کا فرزند لکھا ہو حالانکہ مولانا الہداد عرف مولانا ابخشن مولانا ابن اور مولانا شیخ یہ تینوں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سے تاریخ اصغری صفحہ ۳۱

مولانا رکن الدین عباسی کے مولانا الہ داد عرف ایڈھن، مولانا بابن اور مولانا شیخ تین فرزند ذی علم وذی کمال صاحب وجاہت ہوئے۔ اوّل الذکر کے عقب باقی نہ رہا باقی دونوں بھائیوں کی نسل سے چند خاندان محلہ مولانا، سرائے کہنہ اور محلہ چلہ میں شاد وآباد ہیں ÷

۵۔ مولانا سیّد میر علی

نبیرہ قاضی سیّد امیر علی بن سیّد شرف الدین شاہ ولایتؒ۔ ابتدائے عہد مغلیہ کے عالم عامل و فاضل کامل تھے سنہ ۹۷۲ھ کے ایک فرمان عطائے ملک مدد معاش میں جو الفاظ آپ کے نام کیساتھ تحریر ہیں اس سے مرتبہ علم وفضل کا اندازہ ہوسکتا ہے ÷

"سیادت مآب مرتضوی انتساب، فضیلت آیات کمالات اکتساب زبدۃ الفضلاء والاتقیا سید میر علی"

مولفین تاریخ اصغری دو واسطیہ نے قلت مبالغہ و عدم تجسس حالات کی بنا پر مولانا موصوف کو آپکے نبیرہ سیّد جعفر کی اولاد میں ظاہر کیا ہے حالانکہ آپ سیّد جعفر مذکور کے پوتے نہیں بلکہ دادا ہیں سیّد جعفر مذکور کے ایک فرزند کا نام میر علی ضرور ہے مگر موخر الذکر اس زمانہ سے جو خود ان مولفین نے مولانا موصوف کا تحریر کیا ہے تقریباً ایک صدی بعد ہوتے ہیں۔ سیّد میر علی بن سیّد جعفر شاہجہاں بادشاہ کی ملازمت میں منسلک تھے سنہ ۱۰۵۲ھ میں ان کی اور انکے بھائی سیّد طاہر بن سیّد جعفر مذکور کی معروضات پر حسب ذیل پروانہ حاکم امروہہ کے نام صدر سے جاری ہوا تھا۔ اصل پروانہ خاکسار مولف کے پاس موجود ہے

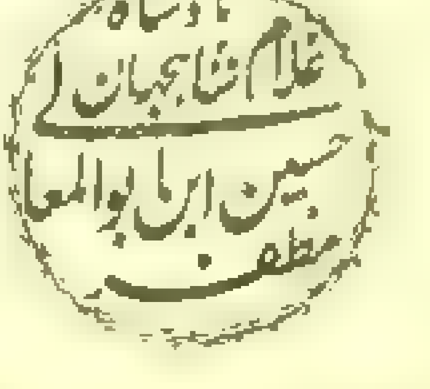

گماشتہ رفعت و عزت دستگاہ محتشم نشان کہ در پرگنہ امروہہ است بداند سیّد میر علی و سیّد طاہر پسر

سید خضر[۱] متوطنان قصبہ امروہہ .... آمدہ نمودند کہ بیدہا ازمدت مدید نوکری سرکار خاصہ شریفہ در رکاب سعادت ...... بیگذرانند و مسماۃ لاڈلی بحمایت بعضے مردم انواع آزار و مزاحمت بفرزندان و وابستہائے کہ در وطن اند میرساند باید کہ باتفاق قاضی آنجا بحقیقت رسیدہ بہر تقدیر وقوع اورا مانع .... کہ من بعد بیوجہ شرعی احوال فرزندان و وابستہائے مشارالیہا گردد و چناں کنند کہ از افغاں دوبارہ اظہار ایں معنی نسازند و اگر قصہ شخص شود طرفین رابعد .... کہ مطابق شریعت غرا جہاں آرا تحقیق نمودہ فیصل دادہ شود۔

تحریر فی التاریخ ۱۲ شہر ربیع الاول سنہ جلوس (مطابق ...)

۶۔ میر سید محمد میر عدل

نقادۂ دودمان سیادت باعث افتخار سلف و خلف عہد اکبری کے مشاہیر علما و فضلا اور ارکین سلطنت تھے سلسلہ نسب چند واسطوں سے سید شرف الدین حسن شاہ ولایت سے متصل ہوتا ہے یعنی میر سید محمد میر عدل بن سید منتجب ثانی بن سید بدہ بن سید چاند بن سید منتجب بن سید راجے بن سید عزیز اللہ بن سید شرف الدین حسن شاہ ولایت۔

تقریباً ۹۰۰ھ میں پیدا ہوئے[۲] عنفوان شباب میں تکمیل علم کی غرض سے وطن چھوڑا سنبھل اور بداؤں

۱؎ مطبوعہ شجروں میں مولانا سید میر علی کو سید یحییٰ کا فرزند لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں ضمیمہ جات ۔ سنہ کاغذ دریدہ ۱۲

۲؎ سید مبارک آپکے برادر حقیقی تھے آبائی مکان شہر کے اس حصہ آبادی میں تھا جو اب محلہ حقانی سے موسوم ہے یہ مکان بہ تبدیل ہیئت ابتک موجود ہے۔ دسویں صدی ہجری کے وسط تک یعنی جبتک میر سید محمد میر عدل اور سید مبارک کی اولاد نے شہر کے دوسرے مقامات پر اپنے مکانات نہ تعمیر کرالئے حضرت شاہ ولایت کی اکثر اولاد کی سکونت محلہ حقانی (دیکھو روضۃ الحسنین) میں رہی ۱۲

اس زمانہ میں علما و فضلائے عصر کی موجودگی سے جنکے درس کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی علوم وفنون کے معدن و مخزن بنے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں یہ عام دستور تھا کہ تحصیل و تکمیل علم کی غرض سے شریف زادے اکثر وطن سے باہر چلے جاتے اور سالہا سال پردیس میں رہ کر علم حاصل کرتے۔ اس نوجوان طالب علم کو بھی تکمیل علم کا شوق اور ولولہ امروہہ سے کھینچ کر اول سنبھل لے گیا۔ استاذ الاساتذہ میاں حاتم سنبھلی[۵] قدس سرہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ سنبھل میں قیام زیادہ رہا میاں صاحب کے علاوہ بعض کتابیں دیگر اساتذہ سے بھی پڑھیں سنبھل سے بداؤں گئے اور سید جلال دانشمند[۶] کے درس میں جو علم حدیث میں سید رفیع الدین کے شاگرد تھے شامل ہوئے۔ منقولات میں درجہ تبحر حاصل کیا۔ تکمیل و تحصیل علوم کے بعد وطن واپس آئے اور درس و تدریس میں مصروف ہوئے تقریباً پندرہ بیس برس تک امروہہ میں افادہ درس جاری رہا۔ ۹۴۴ھ کی دستاویز پر آپ کے دستخط ان الفاظ میں ملتے ہیں "شہد علی اقرارہ محمد بن منتجب الحسینی تحریر بالامر حامداً و مصلیاً" اس دستاویز پر آپ کے برادر حقیقی سید مبارک کے دستخط انہی الفاظ میں ثبت ہیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ کے پدر بزرگوار شیخ ملوک شاہ سنبھل اور بدایوں میں میر سید محمد میر عدل کے ہمدرس تھے ۹۵۰ھ میں امروہہ آکر میر صاحب موصوف کے حلقہ درس میں شامل ہوئے تھے۔

---

۵ میاں حاتم سنبھلی قدس سرہ لسانی اسرائیل میاں عزیز اللہ تلمبنی کے شاگرد اپنے زمانہ کے مشہور عالم اور شیخ وقت تھے ابتداء جذبہ کی کیفیت ان پر طاری ہوگئی تھی دس سال تک سنبھل اور امروہہ کے جنگلوں میں سر و پا برہنہ پھرتے رہے شیخ علاء الدین چشتی دہلوی سے سیر و سلوک کے مراتب طے کیے اور بقیہ عمر درس و تدریس اور جویان حق کی رہنمائی میں بسر کی مشہور ہے کہ علاوہ دیگر منتہیانہ کتب کے شرح مفتاح و مطول کا مع حواشی شروع سے آخر تک چالیس مرتبہ درس دیا تھا ۹۶۸ھ میں وفات ہوئی سنبھل میں مقبرہ اس وقت تک موجود ہے۔

۶ سید جلال دانشمند مولانا کمال الدین حسین شیرازی بن مولانا حسن شیرازی کے شاگرد تھے۔ مولانا حسن شیرازی صفویہ کی داروگیر سے بھاگ کر تبریز سے مکہ معظمہ چلے گئے تھے وہاں سے سید رفیع الدین محدث کے قافلہ کے ساتھ سکندر لودی کے عہد میں ہندوستان آئے۔ مولانا کمال کے شاگرد سید جلال تھے اور ان کے شاگرد میر سید محمد [illegible]

اوائل عہد اکبری میں علما کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ میر سید محمد بھی تقریباً ۹۶۶ھ میں بیرم خان خانخاناں کی وساطت سے دربار اکبری میں پہونچے اور تھوڑے ہی عرصہ میں اہل دربار اور خود شہنشاہ اکبر پر اپنے تبحر علمی کا سکہ جما دیا۔

۹۶۶ھ میں میر سید محمد میر عدل کا قیام آگرہ میں تھا۔ اس زمانہ کا ایک واقعہ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے جسکے سلسلہ میں میر موصوف کی گفتگو کے بعض فقرات بھی نقل کیے ہیں ان فقرات سے انکے طرز استدلال کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ ان ایام میں شیخ مبارک ناگوری سے میں آگرہ میں پڑھتا تھا۔ میاں حاتم سنبھلی بھی کسی تقریب سے آگرہ میں تشریف فرما تھے۔ شیخ مبارک کا ایک استفتا میں نے میاں صاحب کے سامنے پیش کیا۔ میر سید محمد میر عدل بھی اس صحبت میں موجود تھے۔ میر سید محمد جونپوری کے دعوے مہدویت پر گفتگو چھڑ گئی۔ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ:-

درآں مجلس میر سید محمد میر عدل مرحومی مغفوری ہم کہ نسبت	اس مجلس میں میر سید محمد میر عدل بھی جو میاں صاحب کے
تلمذ میاں داشت حاضر بود گفت کہ ایشاں (یعنی سید محمد	شاگرد تھے حاضر تھے انہوں نے دریافت کیا کہ پھر انہیں (یعنی
جونپوری) را مہدی بچہ سبب می گویند گفتم بتقریب امر معروف	میر سید محمد جونپوری) کو مہدی کیوں کہتے ہیں۔ میں نے کہا
و نہی منکر باز استفسار نمودند کہ میر عبدالحی خراسانی کہ چندگاہ	کہ وہ سب کو وعظ و پند (امر معروف و نہی منکر) کرتے
اسم صدارت داشت چرا مذمت شیخ پیش خانخاناں میکرد	رہتے ہیں۔ میر عدل نے یہ دریافت کیا کہ میر عبدالحی خراسانی
تقریب آں را دانستی کہ چہ بود گفتم چوں شیخ رقعہ بوے نوشتہ بود	جو کچھ عرصہ عہدہ صدارت پر مامور رہے خانخاناں کے سامنے
مشتمل بر مواعظ و نصائح دراں جملہ ترغیب بر سنت در مسجدی	شیخ (مبارک) کی مذمت کرتے تھے اسکا سبب تمہیں
او را بد آمد و حمل بریں کرد کہ شیخ را بدو نسبت است و مراد شماتت بر بعض	معلوم ہے۔ میں نے کہا کہ شیخ نے انکو وعظ و نصیحت میں
دادہ میر سید محمد گفت ایں مستدل میر بر نفس خویش ہست	ایک رقعہ بھیجا تھا اور اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ مسجد میں
بریں مقدمہ است کہ تو نماز بجماعت نمیگذاری و ہر کہ نماز	اگر نماز باجماعت پڑھا کرو یہ امر انہیں ناگوار ہوا اور

بجماعت نمی گزارد رافضی است پس تو رافضی باشی وکبری ممنوع است ہمچنیں ایں مقدمہ کہ شیخ امر معروف می کند ہرکہ امر معروف است مہدیست وایں نیز ناسلّم است [۵۱]	خیال ہو کہ شیخ مہدی ہیں اور مجھے رفض سے متہم کرتے ہیں میر سید محمد نے فرمایا کہ یہ استدلال میر (سید محمد جونپوری) کا اپنے رفض سے متہم ہونے کا اس مقدمہ پر موقوف کہ تم نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے اور جو نماز جماعت نہیں پڑہتا وہ رافضی ہو حالانکہ کبری اس کا ممنوع ہے۔ اوراسیطرح یہ مقدمہ بھی ناسلّم ہو کہ شیخ امر معروف کرتے ہیں اور جو کوئی امر معروف کرتا ہے وہ مہدوی ہی +

میر عدلی پر تقرر شاہی دربار میں پہنچکر اپنی خداداد قابلیتوں اور گوناگوں اوصاف کو کام میں لانے کے بہت سے موقعے ملے وہ اپنے خاندان کے پہلے فرد تھے جو شاہی ملازمت میں داخل ہوکر اعلیٰ مرتبہ پر پہونچے ملازمت بھی اگرچہ آخر حصہ عمر میں اختیار کی تھی لیکن بایں ہمہ انکا تبحر علمی انکا زہد وتقوی انکا تدین ان کی راست بازی انکا بے لاگ انصاف ان کی شجاعت انکی شہامت انکا تدبر ان کی حمیت دین انکا جوش اسلامی یہ اور اسی قسم کے وہ مختلف اوصاف اور کمالات تھے جن کی بدولت بہت جلد انہیں حریم اختصاص اور علو مرتبت حاصل ہو گیا اور وہ ۹۸۱ھ میں "میر عدلی" کے اعلیٰ منصب پر مامور ہوئے +

دراواخر در سلک ملازمان درگاہ بادشاہی بمرتبہ اختصاص رسید وبمنصب میر عدلی امتیاز یافت [۵۲] +

اس عہدہ کے فرائض کو انہوں نے کس دیانت اور کس قابلیت کے ساتھ انجام دیا اسے ایک معاصر کے الفاظ میں سنیئے +

دریں منصب جلیل القدر طریق عدالت وانصاف وصدق امانت مسلوک داشتے چنانکہ قاضی قضات ہم بہمہ حال نظر	اس منصب جلیل القدر میں انہوں نے عدالت وانصاف اور صدق وامانت کا طریقہ اختیار کیا تھا حتیٰ کہ قاضی القضاۃ

[۵۱] منتخب التواریخ مطبوعہ صفحہ ۹۲

[۵۲] میر عدل اور قاضی کے دو جداگانہ عہدے تھے۔ قاضی کے فیصلے کے نفاذ کا حکم میر عدل کی عدالت سے ہوتا

صلابت عمری او از خیانت و خبث باز ماندہ بود تا زمانیکہ بھی ان کی بزرگی کے لحاظ سے خیانت اور خباثت سے باز رہتا
او بدربار بود ہیچ مبتدعے و ملحدے را قدرت رخنہ انداختن   تہا جبتک اکا دخل دربار شاہی میں رہا کسی ملحد اور بدعتی کو
در دین اسلام نبود بعد از و نام میر عدل بر سابرمرقع مجازی   دین اسلام میں رخنہ ڈالنے کی جرأت نہوئی انکے بعد سے نو میر
و عاریتی گشت[1]۔   عدل کا عہدہ دوسروں کے لیے محض برائے نام رہگیا تہا۔

میر عدل کی مہر میں یہ عبارت کندہ تھی: المفتقر الی اللہ ذی الغفران والفضل عبدہ محمد الحسینی میر العدل

اور مہر کی شکل یہ تھی۔

میر سید محمد میر عدل کا سن اس زمانہ میں تقریباً چہتر برس کا تہا ان کی بزرگی زہد و ورع اور تبحر علمی کی بنا پر بادشاہ بھی ادب اکرام سے پیش آتا۔ بڑے بڑے قاضی او مفتی بلکہ قاضی القضاۃ کو بھی دم مارنے کی مجال نہوتی۔ ملا صاحب نے ایک نقل لکھا ہے جسے مولانا آزاد کے الفاظ میں سنیئے:۔

"حاجی[2] سرہندی کی سرداری طبیعت کی اور کوئی دم نہ مار سکا۔ اس کی مختصر حکایت یہ ہے کہ حاجی موصوف نے ایک موقع پر اکبر کا شوق دیکھکر فتویٰ لکھا کہ سرخ و زعفرانی لباس پہننا جائز ہے اور سند میں کوئی ضعیف بلکہ غیر مشہور سی حدیث بھی لکھدی۔ قاضی پیچھے لینے اور جلسہ علما میں وہ فتویٰ پیش ہوا انہوں نے حدیث مذکور کی صحت میں سند دوڑائی میر عدل موصوف ان پر بہت جہنجلائے اور عین مجلس بادشاہی میں بدبخت ملعون اور دشنامی الفاظ کے حق میں صرف کرکے عصا مارے

---

[1] منتخب التواریخ ۲ ص [illegible] ... سب جلسوں میں حریف کا منہ بند کر دیتے مغالطہ کے [illegible] ... جب یہ چاہا کہ دستی [illegible] ... بادشاہ کی رغبت دیکھکر سرخ و زعفرانی لباس کا فتویٰ دیا ۹۹۵ھ میں [illegible] ... قلعہ میں قید کئے گئے [illegible] والوں نے سازش کرکے [illegible] ... [illegible]

کو اٹھایا یہ اُٹھ کر بھاگ گئے ، ہر سنتے تو ضرور مار کھاتے ۔ اُن کا وقار رعب اس قدر دلوں میں

پیدا ہوا تھا کہ سب بجا و برحق سمجھتے تھے[1]

بھکر کی صوبہ داری لیکن اب اکبر کے مذہبی خیالات میں انقلاب پیدا ہو رہا تھا علامہ ابوالفضل و فیضی کی رسائی دربار شاہی میں ہو چکی تھی آزاد خیالی کا دور دورہ تھا، علما کی سخت گیری سے طبیعتیں بیزار تھیں۔ میر صاحب کی دربار میں موجودگی آزاد خیالوں کے لیے مانع اظہار خیال تھی شاید اسی لیے بادشاہ نے صوبہ بھکر کی گورنری پر یہ کہکر انھیں نامزد کیا کہ ملک کنارہ ہے قندھار اور ایران سے پہلو لگتا ہے آپکے سوائے کسی دوسرے پر اطمینان نہیں۔ یہ پچھتر برس کے بڈھے تو تھے لیکن جس طرح علم و فضل اور دیانت و امانت میں یکتائے روزگار تھے شجاعت و بہادری اور سیاست و تدبیر میں بھی ممتاز تھے[2]

میرزا سید محمد میر عدل۔ ۔ ۔ از سادات ہندوستان در کمال فضیلت و شجاعت اختصاص داشت

بڑے بڑے معرکوں میں داد شجاعت و مردانگی دے چکے تھے ۹۸۱ھ میں راجہ باد ہو کر بندیلہ[3] کی تادیب کے لیے جو بغاوت پر آمادہ تھا، سید محمود خاں[4] بارہہ کے ساتھ میر سید محمد بھی متعین ہوئے تھے اس معرکہ میں انھوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، اسی طرح ۹۸۲ھ میں حسین خاں ٹکریہ کی شورش فرو کرنے میں صادق محمد خاں کی معیت میں اور انکے برادر زادے جو شاہی ملازمت میں منسلک ہو چکے تھے شریک کار تھے تب تک انکا منصب یک صدی تھا، بھکر کی ایالت و حکومت جب تفویض ہوئی تو منصب میں بھی اضافہ ہو

---

[1] دربار اکبری [2] مآثر جہانگیری [3] علاقہ بندیلکھنڈ کا ایک باغی راجہ۔

[4] سید محمود خاں بارہہ عہد اکبری کے دو ہزاری ذات منصبدار بڑے سادہ مزاج تھے راجہ باد ہو کر بندیلہ کے بعد جب دربار شاہی میں واپس آئے اپنی کارگزاریوں کی داستان چھیڑی اس وقت آصف خاں بھی حاضر تھے۔ انھوں نے کہا کہ میر جی یہ فتح تو اقبال شاہی کی بدولت حاصل ہوئی ہے میر موصوف اپنی سادہ مزاجی سے یہ سمجھے کہ اقبال امرائے بادشاہی میں سے کسی کا نام ہے آصف خاں کو مخاطب کر کے جواب دیا کہ چرا غلط می گوئی در آنجا ہیچ اقبال بادشاہی نبود من بودم و برادرانم تیغ دو دستی زدہ ایم۔

نہ صدی سے ہزاری ذات کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ شمشیر[1] خاص، خلعت اور اسپ بادشاہ نے عنایت کیا۔ ملا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ "اسی سال اکبر نے مسئلہ متعہ کی تحقیق سے پہلے میر سید محمد میر عدل کو جنکا وہ بہت لحاظ کرتا تھا بھکر کا صوبہ مقرر کرکے بھیجدیا اور ایک شمشیر خاص اور گھوڑا اور خلعت عنایت کیا۔"[2] ۹۸۳ھ میں وہ مع اپنے فرزند سید ابوالفضل کے بھکر گئے۔ صوبہ داری کے فرائض کے علاوہ بوجہ ان کی علم و فضل دیانت و امانت اور سیادت کے زمان صدارت بھی بھکر بھی بادشاہ نے انکو تفویض کیا۔ اس خدمت کو انہوں نے اس خلق و مروت و سخاوت کے ساتھ انجام دیا جو لازمہ سیادت و بزرگی ہے اسکا چشم دید حال بھکر ہی کے ایک مصنف کے الفاظ میں سنیئے۔ سید معصوم بھکری اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ:-

"چوں وے سید و عالم بود فرمان صدارت ایہ بھکر با و تفویض فرمودند کہ فراخور استحقاق مدد معاش تعین نماید در تاریخ ۱۱ ماہ رمضان ۹۸۳ھ بہ بھکر تشریف آوردند مخادیم و اکابر با اعزاز تمام پیش آمدہ قریب پنجاہ ہزار بیگہ زمین مدد معاش بہ سادات و علماء و مشائخ و موالی و اہالی درخور حال ہر کس تعین نمودہ و مخادیم در زمان دولت آں فراغت کردند"[3]

اس زمانہ میں صوبہ بھکر کے بعض حصص میں رعایا نے تمرد و سرکشی پر کمر باندھ لی تھی میر موصوف نے جاتے ہی سیوی (موجودہ سبی) پر لشکر کشی کی میر ابوالفضل سردار لشکر تھے۔ میر ں کے دوسرے بھائی میر ابوالقاسم اور میر ابوالمعالی بھی اس مہم میں شریک تھے۔ ان دلاوروں نے ہاشمی شجاعت کے جوہر دکھائے اور تھوڑے ہی دنوں میں قلعہ فتح کرلیا۔ میر معصوم مصنف تاریخ معصومی کے والد میر سید صفائی نے تاریخ کہی

فتح سیوی شد بیاد لادبی"
۹۸۴

گنجہ پرگنہ کاری (علاقہ سندھ) کی رعایا ملکادوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتی۔ لگان کی ادائیگی میں

---

[1] اکبرنامہ [2] منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی ۱۲

[3] تاریخ معصومی قلمی مؤلفہ میر معصوم بن سید صفائی الحسینی الترمذی اسد والکبری سکنا (?) ۱۲

حیلہ حوالہ کر دی۔ میر صاحب نے تمام علاقہ کا از سرِ نو انتظام کیا۔ تحصیل محصول کے قواعد و ضوابط منضبط کیے اور مزروعات پر صاحب اہتمامات مقرر کیے بعض اہلکاروں کی سختی اور تشدد کی وجہ سے کمنجہ کی رعایا نے میر عدل کے آدمیوں کا مقابلہ کیا ۔ یہ لوگ جب قلعہ میں محصور ہو گئے تو تیروں کا مینہ برسا دیا میر عدل کے بہت سے آدمی شہید ہو گئے لیکن ان ظالموں نے کافر و مومن سب کو ایک ہی کنویں میں ڈالکر برابر کر دیا۔

"جمع از مردم خوب میر عدل شہادت رسیدند و ایں بے سعادتاں چنانچہ کہ درون قلعہ بود مومن و کافر را با جمیعہم در آں چاہ انگندہ برابر ساختند"[1]

میر صاحب اس واقعہ سے بہت متاثر و متالم ہوئے فوراً اپنے لشکر کو جو انکے فرزند سید ابو الفضل کی قیادت میں اس وقت قلعہ سیوی (سبی) میں مقیم تھا ان متمردین کی سزا دہی کیلئے طلب کیا۔

"میر عدل ازیں واقعہ درہم شدہ مردم خود را از سیوی طلب نمود آں مردم بجہت انتظام مردم کاکری توجہ تہر بودند باندک توجہ مردم کمنجہ جلا وطن شدند و گریزہ نہادند۔ آخرالامر سید ابو الفضل ولد میر عدل کہ سردار لشکر بود عناں تعجب سرتافتہ عزیمت مراجعت نمودہ و در قلعہ بھکر آمد"[2]

میر سید محمد میر عدل جب گردش سے بھکر جانے لگے تو ملا عبد القادر بدایونی بھی کچھ دور تک پہنچانے گئے۔ راستہ میں انہوں نے میر صاحب سے حسین خاں ٹکریہ کے انتقال کی خبر بیان کی اور اس دلاور اور فیاض امیر کی موت کے واقعات سنائے جنکو سنکر وہ زار زار روئے اور دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے تھے اس وقت ملا صاحب سے جو گفتگو ہوئی اسکے متعلق مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ ایسی چپ لگی ہوئی تھی حیرت برستی تھی اور بولا نہ جاتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ بھکر سے اپنے زندہ لوٹنے کی میر صاحب کو کوئی امید نہ تھی اور امید کیا ہوتی ن بڑے کے بڈھے تھے ایک ایسے دور دراز سرحدی صوبہ کے حاکم اعلیٰ بنکر جا رہے تھے جہاں آئے دن جنگ قتل کا طوفان برپا تھا۔ رخصت کے وقت ملا صاحب سے کہنے لگے کہ سب یار ہمارے چلدیئے خدا جانے

[1] تاریخ معصومی قلمی ۔ [2] تاریخ معصومی قلمی ۱۲

اب تم سے ملاقات ہو یا نہ ہو۔ حقیقتاً یہ پیشین گوئی انکی پوری ہوگئی اسکے بعد ملا صاحب[۱] ان کی پھر ملاقات نہ ہو سکی اور وہ بھکر سے پھر نہ پلٹے۔

وفات | صوبہ سندھ کی زمام حکومت ہاتھ میں لیئے دوسرا ہی سال تھا۔ کاروبار کی مصروفیت آب و ہوا کی ناموافقت گرمی کی حدت سے کچھ سوء مزاجی ہوئی۔ فصد لی خون زیادہ آیا جس سے ضعف بہت زیادہ عارض ہوا فصد لینا ہی بہانہ موت ہوگیا اور آٹھویں شعبان ۹۸۵ھ کو آفتاب علم و فضل ہندوستان کے مغربی حصہ میں غروب ہوگیا۔ بھکر کے پرانے قلعہ میں جسم خاکی سپرد خاک ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

"سید فاضل اور اللہ بالفضل تاریخیں ہوئیں"

اولاد | چار فرزندان نامدار یادگار چھوڑے، سید ابو الفضل، سید شاہ ابو الحسن، سید القاسم، اور سید ابو المعالی۔ یہ چاروں بھائی عہد اکبری کے نامور منصبدار تھے۔

(شجرہ اولاد ملاحظہ ہو جلد سوم میں)

---

[۱] ملا عبد القادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں امیر کبیر حسین خاں ٹکریہ کے حالات بیان کرتے ہوئے اس دلاور اور فیاض رئیس کی موت کا جانکاہ واقعہ لکھا ہے اس سلسلہ میں اس کی وفات پر میر سید محمد میر عدل کے اظہار رنج و غم کرنے کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میر صاحب سے میری یہ آخری ملاقات تھی اسکے بعد ملا صاحب نے اس موقع پر اپنے مربی حسین خاں ٹکریہ کے فضائل و اوصاف ان کی دلاوری و شجاعت، فیاضی و سخاوت زہد و تقوی کے حالات تفصیلاً بیان کیے ہیں اور ٹکریہ لقب کی وجہ بھی ظاہر کی ہے۔ مگر مولف "تاریخ" زبرعکس ہند نام زنگی کا نور واسطیہ نے اس تمام عبارت کو جو حسین خاں ٹکریہ کے متعلق ہے میر سید محمد میر عدل کی طرف منسوب کر کے اپنی تاریخ دانی کا شرمناک ثبوت پیش کیا ہے۔ میر عدل موصوف کے ذاتی محامد اور اوصاف کیا کچھ کم تھے جو ان مولف صاحب نے یہ سرقہ جائز سمجھا منتخب التواریخ فارسی (قلمی و مطبوعہ) نایاب نہیں۔ اصل کتاب کچھ پڑھا ہوتا، اور صدق بیانی مطلوب ہوتی تو یہ غلط بیانی کیوں واقع ہوتی ۱۲

میر سید محمد میر عدل

- سید ابوالفضل — ان کی اولاد میں سادات محلہ کڑاہ غلام علی کا خاندان ہے جن میں صرف دو سے چند لوگ باقی ہیں
- سید شاہ ابوالحسن
  - سید عبدالخالق — ان کی نسل میں دربار کلاں و گدڑی و دمشقات پوتہ و محلہ پوتہ وغیرہ کے سادات ہیں
  - سید عبدالواسع — ان کی اولاد میں محلہ بیتی سرائے گڑھ کے بعض خاندان اور مولوی سید راحت علی وغیرہ کے خاندان ہیں
  - سید عبدالباقی (منقرض نسل)
- سید ابوالمعالی — لاولد
- سید ابوالقاسم
  - سید حسن — مسماۃ بی بی ریجہ شاہ گڑھ
  - سید عبدالمنعم — لاولد

۷۔ مولانا الہ داد عباسی

الہ داد نام امیٹھی[1] عرف ابن مولنا رکن الدین عباسی فاضل باپ کے فاضل فرزند عہد اکبری کے فضلا سے تھے ملا عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ سے مراسم اتحاد و یگانگت تھے ان کے متعلق وہ لکھتے ہیں :-

"ملائے مستعد خوش طبع بے قید شیرین سخن خوش صحبت ندیم پیشہ بود و معاملہ بلیغ داشت و مایہ حضور و سرمایہ سرور اہل مجلس بود[2]"

ابتدا شہنشاہ اکبر کی فوج میں منسلک تھے ۹۸۹ھ کی مہم کابل میں جس میں بادشاہ بذات خود شریک تھا مولنا موصوف بھی ایک دستہ فوج کے سردار تھے[3]۔ بالآخر بقصد و پنجاہی ذات[4] کے منصب پر سرفراز اور بادشاہ کے معتمد علیہ ہوئے۔ صوبہ پنجاب کی حکومت جب راجہ بھگونداس اور سعید خاں کے سپرد ہوئی

[1] صاحب تذکرہ عباسی نے عدم تفحص حالات کی بنا پر اور غالباً مولنا الہ داد عرف امیٹھی کے مقطوع النسل ہونے نیز اس خیال سے کہ صاحب تاریخ بدایونی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور بدایوں میں بھی عباسیوں کا ایک خاندان ہے یہ گمان کیا کہ مولنا موصوف کی اولاد بدایوں میں ہے حالانکہ عباسیان بدایوں امیر المومنین معتصم باللہ کی اولاد میں ہیں اور عباسیان امروہہ امیر المومنین محمد الامین بن رشید کی نسل سے ہیں [2] منتخب التواریخ ۰۰۰ ۱۴ [3] اکبر نامہ"

معافیات کی تحقیقات کے لئے علما کا کمیشن مقرر ہوا مولانا اللہ داد امروہوی اس کمیشن میں شامل تھے اس خدمت کی انجام دہی میں نیک نامی حاصل کی [۵۱] ۹۹۰ھ میں نواح سیالکوٹ میں وفات پائی جنازہ وطن لایا گیا اور امروہہ کے قریب اپنی جاگیر کے موضع میں مدفون ہوئے۔ آپ کے صرف اولاد دختری تھی۔ بی بی زینب بنت مولانا موصوف مولانا ہاشم بن مولانا ابن عباسی کے عقد میں آئیں۔

۸۔ مولانا ابن عباسی

جد البعید راقم السطور مؤلف نام نامی شمس الدین عرف ابن خلف الصدق مولانا رکن الدین عباسی گرامی باپ کے گرامی فرزند عہد شیر شاہی دہلی کے فضلاء سے تھے صاحب آئینہ عباسی لکھتے ہیں کہ:-

"مولانا ابن شاہزادوں کے معلم تھے ان کو بھی چکوک اور املاک معافی میں ملے" [۵۲]

شاہزادوں کے معلم ہونے کی روایت کا کوئی تحریری ثبوت خاکسار مؤلف کو دستیاب نہیں ہوا معلوم نہیں یہ روایت کہاں تک صحیح ہے لیکن قدیم تحریرات سے آپ کے مرتبہ علم و فضل کا اندازہ ہوتا ہے عہد ہمایون بادشاہ کے فرمان مجریہ [illegible]ھ میں جس کے ذریعہ چار سو بیگہ اراضی مدد معاش میں عطا ہوئی "شرافت انتساب فضیلت آیات" وغیرہ الفاظ درج ہیں سنہ وفات بھی تحقیق نہ ہو سکا غالب قیاس ہے کہ وسط عہد اکبری میں وفات پائی آپ کے دو فرزند باکمال مولانا محمد اور مولانا ہاشم اور چار صاحبزادیاں مسماۃ زینب، ام النساء، مہرن، خورما، بیبا [illegible] نصیب دولت ہوئی ان خواتین کو بھی ابتدائے عہد جہانگیری میں مدد معاش ملی جسکا اصل فرمان خاکسار مؤلف کے پاس موجود ہے۔

---

۵۱ منتخب التواریخ مطبوعہ ۱۲

۵۲ آئینہ عباسی ۱۲

۹۔ اخوند سید سعید

ابتدائے عہد مغلیہ کے فضلا سے تھے سلسلہ نسب سید عمر بن سید زید ثانی کے واسطے سے زید شہید بن امام زین العابدین سے متصل ہوتا ہے[۱] قصبہ بارودہ ضلع میرٹھ کی سکونت ترک کرکے امروہہ آئے اسلئے اکا محلہ گاڑی اور خاندان جزو دیہ مشہور ہوا۔ آپکے فرزند سید اشرف بھی ذیعلم و ذی وجاہت تھے سنہ ۹۰۳ھ کی بعض سنادونپر آپکے دستخط ثبت ہیں۔ انہوں نے محلہ مجھر ٹولہ میں سکونت اختیار کی انکے اخلاف میں سید رفیع الزمان خاں بن سید عمر بن سید اشرف ثانی عہد شاہ عالم ثانی گوہر میں یک ہزاری ذات کے منصبدار تھے۔ انکے اولاد میں سید سبط حسن و سید عسکری حسن ابنائے سید سنہ حسین ساکنان محلہ نوگیاں وغیرہ ہیں ؞

۱۰۔ مُلّا امانُ اللّٰہ

فضلائے عہد اکبری سے تھے محلہ چاہ ملا امان غالباً آپ ہی کے نام سے موسوم ہو صاحب تحفۃ التواریخ نے ملّا موصوف کا سلسلہ سید جلال میر سرخ بخاری سے متصل کیا ہو اور لکھا ہو کہ :۔

سید امان اللہ کہ دانشمند متبحر و آراستہ بکمالات صوری و معنوی بود کہ ذکرش در زمرہ اولیائے آئین اکبری است و دریں طائفہ سادات فضل اوکم بودہ و اکبر جلال الدین در اثنائے حال حلقہ عقیدت و اخلاص بجناب وی در گوش می داشت ؞[۲]	سید امان اللہ عالم متبحر کمالات صوری و معنوی سے آراستہ تھے ان کا ذکر آئین اکبری کی مندرجہ فہرست اولیا میں ہے اس خاندان سادات میں ان سے فاضل کوئی نہیں ہوا۔ اور شاہ اکبر جلال الدین کو ابتدائی زمانہ میں آپ سے ارادت و عقیدت تھی ؞

[۱] مولف تاریخ اسعدیہ نے آپکا نام اخوند سعید تحریر کیا ہو جو صحیح نہیں ہے آپکے فرزند سید اشرف بھی اسی طرح نام اخوند سعید لکھتے ہیں لفظ اخوند [illegible] لفظ اخوند کا استعمال زیادہ تر [illegible] بعد کو سنہ ۹۵۵ھ پر جو شجرہ نسب درج کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں [illegible] ملاحظہ ہو ضمیمہ متعلق نسب [illegible] [۲] [illegible]

لیکن صاحب نخبہ کا یہ بیان صحیح نہیں شیخ امان اللہ جنسے اکبر کو عقیدت تھی اور جنکا نام نامی آئین اکبری کی جدول "دانش اندوزان جاوید دولت" میں درج ہے وہ ملا امان اللہ امروہوی نہیں تھے بلکہ شیخ امان اللہ پانی پتی تھے جو شیخ امان کے عرف سے بھی مشہور ہیں۔[۱] ملا موصوف کی اولاد میں منشی احمد حسن و منشی رفیق احمد انکے منشی ابراہیم علی اور منشی زاہد حسن اسٹینٹ ماسٹر بن معصوم علی وغیرہ ہیں ملاحظہ ہو ضمیمہ جہاں حضرت بڑگیہ کے نسب پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

۱۱۔ قاضی سید کبیر

سید سالار[۲] بن سید حسین بن سید ظہیر بن سید اشرف بن سید منیر بن سید سید حدہ علوی آدمی جد القبیلہ بنی قضاۃ سنہ ۹۵۳ھ میں امروہہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے۔ مہر میں یہ الفاظ کندہ تھے:۔

"راجی بارگاہ زمان یقینی کبیر سالار حسینی حاکم امروہہ"۔

آخر عہد مغلیہ تک قاضی کے فرائض حسب ذیل تھے جن کی تصریح سندات تقرر میں بھی کی جاتی تھی:۔

"فصل قضایا و خصومات و اجرائے حدود و تعزیرات	مقدمات و تنازعات کا فیصلہ حدود شرعیہ اور سزاؤں کا اجرا
و اقامت جمعہ و جماعات و ترغیب مردم بطاعات و	جمعہ اور جماعت کا قیام لوگوں کو طاعات کی ترغیب دینا اور
انکاح من لاولی لہ و قسمت ترکات و حفظ اموال غیب	جنکے اولیا نہ ہوں انکے نکاح کرنا ترکات کی تقسیم معقود الخبر
ایتام و تعیین اوصیا و نصب قوام"۔	اور یتیموں کے مال کی نگہداشت اوصیا کا تعین اور نگہبانوں کا تقرر

عہد عالمگیری تک عہدہ قضا پر صرف ان اشخاص کا تقرر عمل میں آتا تھا جو دیگر اوصاف کے علاوہ علم و فضل

[۱] اصلی نام حبیب اللہ ملقب امان اللہ ساکن پانی پت مرید شیخ حسن جو اپنے پیر کے لاہوری مرید و خلیفہ تھے اکبر بادشاہ کو ابتدا آپ سے ارادت و عقیدت تھی۔ [۲] قاضی سید کبیر کا جو سلسلہ نسب تاریخ واسطی میں درج کیا گیا ہے وہ ہمارے زدیک تحقیق صحیح نہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ جہاں خاندان قاضیان کے نسب کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

سے بھی بہرہ وافر رکھتے تھے۔ انکے بعد سے تو یہ عہدہ موروثی ہوگیا تھا۔ قاضی سید کبیر اور انکے فرزند سید عبدالرسول نیز انکے نبیرہ قاضی سید یار محمد یہ سب حضرات فضلائے عہد سے تھے۔ موخرالذکر فرائض مفوضہ کے علاوہ درس بھی دیتے تھے۔ اس خاندان میں قاضی سید یزدبخش بن قاضی ولایت بخش آخری قاضی تھے۔ انکے بعد سے قاضی کا کام صرف نکاح پڑھانا رہگیا تھا۔ لیکن جب سے شیعہ مذہب کا رواج اس خاندان میں ہوا۔ اہلسنت وجماعت نے انسے نکاح پڑھوانا بھی ترک کردیا اور نائب قاضی مولوی احمد علی عباسی کو اپنا قاضی بنایا

۱۲۔ علاء الدین محمد لاری

خلف مرزا کمال الدین حسین لاری عہد اکبری کے فضلا سے تھے قیام زیادہ تر آگرہ میں تھا جہاں ایک مدرسہ بھی جاری کیا تھا۔ شرح عقائد نسفی پر حاشیہ لکھا جس پر میاں حاتم سنبھلیؒ نے وہ تنقید کی کہ ملا صاحب سے جواب بن نہ پڑا مدۃ العمر درس تدریس کا شغل رہا۔ اس خاندان کی سکونت محلہ مولانا میں تھی آپکے فرزند مولانا محمد فضل اللہ بھی فاضل عہد تھے ۱۰۴۲ھ کی بعض دستاویزات پر انکے دستخط اس عبارت سے ملتے ہیں "الامر کما حررہ فی الصدر حررہ وشہد بہ محمد فضل اللہ بامامہ حامداً ومصلیاً"

ملا علاء الدین محمد لاری کے تین فرزند مولنا محمد فضل اللہ مرزا علاء الدین اور مرزا محمد امین ہوئے اول الذکر دو کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ مرزا محمد امین کے چھ فرزند زین العابدین محمد امان کمال الدین فیض محمد غلام محمد اور جلال الدین حسین ہوئے۔ اول الذکر تین بھائیوں کے اولاد نہ تھی فیض محمد کے غلام حسن غلام محمد کے احمد علی ہوئے۔ آخرالذکر کے ایک دختر مسماۃ خیرن ہوئیں جو شیخ عبدالقادر بن میاں منگا بن ابوالقاسم جعفری کے عقد میں آئیں جن کی اولاد میں حاجی ریاض الحق و مرزا یعقوب الدین وغیرہ ہیں

۱۳- مولٰنا سید قطب الدین

بن سید عمر[1] از اولاد قاضی سید امیر علی خلف اکبر حضرت سید شرف الدین شاہ ولایت عہد اکبری میں امروہہ کے ممتاز علماء سے تھے ۹۹۳ھ میں آپکو نیز بعض دیگر اشخاص گیارہ سو بیگہ پختہ اراضی مدمعاش میں عطا ہوئی۔ فرمان شاہی میں آپکا نام بایں القاب تحریر ہے "سیادت و فضیلت آثار تقوی شعار، صلاح آثار سید قطب الدین" سنہ وفات معلوم نہو سکا متعدد دستاویزات آپ کی مہریں نظر سے گذری ہیں جس پر یہ عبارت کندہ ہے "المتوکل علی اللہ الغنی قطب الدین بن عمر الحسینی" آپکے فرزند سید محمد محسن بھی ذیعلم تھے ان کی نسل سے چند اشخاص محلہ حقانی میں ہیں *

۱۴- مولٰنا لال عباسی

مولٰنا مٹھو کے فرزند مولانا رکن الدین عباسی کے پوتے عہد اکبری کے فضلاء سے تھے صاحب آئینہ عباسی لکھتے ہیں کہ:-

مولٰنا لال محمد زمانہ اکبر میں آگرہ میں موذن مسجد جامع اکبری تھے مولٰنا اسمٰعیل عباسی کہ انکی اولاد بدایوں میں ہے[2] امام مسجد تھے موذن اور امام بادشاہوں کا ہاشمی بڑا عالم ذی رتبہ

---

[1] مولف تاریخ واسطیہ صفحہ ۲۳۴، ۲۳۳ پر سید قطب الدین کے باپ کا نام بجائے "سید عمر" کے "سید غازی خاں" تحریر کیا ہے غازی خاں سید قطب الدین کے والد نہیں بلکہ بھائی تھے متعدد دستاویزات پر خاندان کے دیگر عمائد کے دستخطوں اور مہروں کے ساتھ سید غازی خاں کے دستخط اور مہریں موجود ہیں جن میں غازی خاں بن سید عمر اور قطب الدین بن سید عمر تحریر ہے۔ مولف مذکور کا یہ مذہبی تعصب ہے کہ سادات کے خاندانوں میں جہاں "عمر" نام آتا ہے وہ اکثر فرضی اسماء سے تبدیل کر لیتے ہیں اور غالباً اسی کے اتباع میں خاندان کے مطبوعہ شجرہ میں بھی ولدیت تبدیل کردی گئی ہے ۱۲

[2] جیسا کہ کئی جگہ ثابت کیا گیا ہے مولانا اسمٰعیل کی اولاد بدایوں میں نہیں، وہ امام مسجد بھی نہیں تھے بلکہ شاہی فوج میں منسلک اور سپاہی تھے ان سے کوئی عقب نہیں صرف اولاد دختری تھی ۱۲

ہوتا ہے جس کے پیچھے بادشاہ نماز پڑھتا ہے . . . . . مولانا لال کو علاوہ چکوک دیہات چک امروہہ خاص قصبہ ایک ہزار بیگہ پختہ اراضی کا لا اور اکثر دیہات میں املاک معافی ملیں فرامین عطیات موجود ہیں۔[۱]

خاکسار مولف کو یہ فرامین دستیاب نہیں ہوئے لیکن ایک تقسیم نامہ کی نقل سے جو اس عاجز کے پاس ہے یہ ضرور ثابت ہے کہ مولنا موصوف کی مملوکہ و مقبوضہ اراضی کی تعداد ایکہزار اور ساٹھ بیگہ پختہ تھی حسب تصریح صاحب منتخب التواریخ ابتدائے عہد اکبری میں ایسے علما و فضلا کو جو ہدایہ وغیرہ منتہیانہ کتب پڑھا سکتے تھے صرف سو بیگہ اراضی مدد معاش ملتی تھی۔[۲] عبد النبی اور بدایونی کو جو ایک زمانہ میں امام مسجد اکبری تھے، بادشاہ نے یکہزار بیگہ اراضی بطور مدد معاش عطا کی تھی۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا لال عباسی اس عہد کے فاضل اور ذی رتبہ تھے۔ ۹۸۳ھ و ۹۹۲ھ اور اسکے بعد کی اکثر دستاویزات پر آپکے دستخط ان الفاظ میں ثبت ہیں "مولانا لال محمد بخط خود" باکثر صاحب تحفۃ التواریخ لکھتے ہیں:-

از تحریرات دیرینہ موثقہ بدرجہ تحقیق است کہ در زمانہ اکبر جلال الدین ملا لال و ملا تقی و ملا رکن الدین عباسی در امروہہ از معززان وقت بودند[۳]	قدیم مستند تحریرات سے تحقیق ہے کہ شہنشاہ اکبر جلال الدین کے عہد میں ملا لال و ملا تقی و ملا رکن الدین عباسی جو تینوں حضرت کے زمانہ میں امروہہ کے رئیس تھے

آپکے حالات سے اتنا ثابت معلوم ہوتا ہے کہ آپ فضائل و کمالات سے متصف ذی وجاہت و بزرگ عہد تھے۔ شہر کے مختلف خاندانوں بالخصوص سادات امروہہ اور حضرت ... حضرت شاہ ولایتؒ کی بعض ان دستاویزات پر جن پر مولنا سید محمد میر عدل کی مہریں موجود ہیں آپکے دستخط ثبت ہیں یہ امر ثابت ہے کہ ۹۸۳ھ میں اور اسکے بعد سے آپکا قیام امروہہ میں تھا اس سے زیادہ قرین قیاس

۱؎ جیسا کہ کسی دوسری جگہ ثابت کیا گیا ہے مولانا عبد النبی کی اور بدایونی کی نہیں ہے وہ امام عہد ہی نہیں تھے بلکہ فوج میں منسلک اور منصبدار تھے۔ ان سے کوئی عقب نہیں صرف اولاد دختری تھی۔ ۲؎ منتخب التواریخ

۳؎ تحفۃ التواریخ صفحہ ۱

واللہ اعلم سنہ وفات بھی تحقیق نہ ہو سکا ۱۲۳۲ھ کی دستاویزات پر آپکے دستخط ملتے ہیں۔ آپکے سات فرزند[۵۱] ہوئے۔ عبدالکریم، عبدالرحیم، عبدالشکور، عبدالحکیم شہید، عبدالنبی، عبدالحلیم اور محمد اکبر۔ اول الذکر تینوں بھائی ... لاولد رہے۔ باقی کی نسل چند پشتوں کے بعد منقطع ہوگئی۔

عبدالحکیم شہید کی اولاد میں حکیم محمد محب **علی** خاں عباسی مولف آئینہ عباسی کا خاندان ہے موصوف بزمانہ غدر ۱۸۵۷ء امروہہ میں تحصیلدار رہے۔ ریاست رامپور جہاں کے متوسلین سے تھے خطاب خانی عطا ہوا۔ امروہہ کے ذی وجاہت اکابر میں تھے۔ اشاعت تعلیم اور امور خیر سے خاص دلچسپی تھی۔ صاحب نگار محمود[۵۲] نے آپ کی مدح میں طویل قصیدہ لکھا ہے جسکے چند شعر جن سے موصوف کی سیرت پر روشنی پڑتی ہو یہاں نقل کرتا ہوں۔

بزرگی ز دودمان حسین نامی — امروہہ بشان و گرامی
پیشش که بود جناب عباسؒ — بود علم نبیؐ امیر کرباس

. . . .

بود همه فرقه حسان بیون — با روز رشید و نیز مامون
از نسل همان شہان ابرار — این ... میر نیک کردار
... که محب ... ست — ... محب علی خاں ست

. . . .

... بر ... — برکات علوم دین و عارس
... لسان علما — با دانش و علم زیب حکما
با ... عارف ... مصحف — گردید بانس و جان معرف

۵۱ صاحب آئینہ عباسی نے صرف پانچ ... کی بنا پر صرف پانچ فرزند لکھے ہیں حالانکہ آپکے سات فرزند تحریرات درست سے ثابت ہیں۔ ۵۲ مثنوی نگار محمود مؤلفہ مولوی ... علی زیدی فاروقی ... ۱۲۹۶ھ

۱۴ شعبان ۱۳۲۲ھ کو بعمر بیاسی سال وفات پائی آپکے فرزند مولوی غلام نبی خاں تخلص شیاعر جو عرصہ تک سب رجسٹرار رہے ادبیات فارسی واردو میں ذی کمال تھے انکے دو فرزند مولوی سبط عباس اور آل عباس موجود ہیں۔

مولانا عبد النبی بن مولانا لال عباسی کے شاہ محمد اور محمد دایم دو فرزند ہوئے۔ اول الذکر کی نسل دو پشت کے بعد منقطع ہوگئی۔ محمد دایم کی اولاد میں تین خاندان ہیں یعنی خاندان عنایت علی جس میں مفتی حسن مفتی عبد الباقی مفتی فاضل اور مولوی عبد السلام وغیرہ ہیں خاندان قایم علی جس میں مولوی عبد الوحید بن مولوی عبد الکریم اور مولوی انوار الحق حکیم ابرار الحق ومولوی اظہار الحق مولوی فاضل ومولوی ریاض الحق مولوی فاضل اور جلیل اللہ بن مولوی مظہر اللہ وغیرہ ہیں۔ خاندان خدا بخش جس میں مفتی مہدی حسن مقیم ریاست جیپور اور نبی عباس و آل عباس ابنائے حافظ محمد عمر وغیرہ ہیں:

مولانا عبد الحلیم بن مولانا لال کی اولاد میں اکثر کی نسل منقطع ہوگئی اب صرف [illegible] حکیم الدین و زاہد حسن ابنائے علی الدین اور غازی الدین ولد معین الدین و شہاب الدین کے خاندان باقی ہیں

مولانا محمد اکبر بن مولانا لال کے ایک فرزند ملا احمد تھے جن کا خاندان متفرق ہوا خاندان مولانا محمد چند پشتوں کے بعد منقطع ہوگیا خاندان واثق جن میں ناسی ابن عباس [illegible] اور محمد عباس ولد شاہ علی وغیرہ ہیں و خاندان [illegible] صدر الدین جنکا جداگانہ تذکرہ [illegible]

۱۵۔ مولانا محمد عباسی رحمۃ اللہ علیہ

خلف صدق مولانا باقی ابن مولانا رکن الدین عباسی وارث علوم اجداد [illegible] یگانہ افراد عہد اکبری کے ممتاز علما سے تھے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آئین اکبری [illegible] دانشمندان جاوید دولت میں جن مولانا محمد کا نام درج ہے آیا ان سے مراد آپ ہی کی ذات مجمع کمالات سے ہے کیونکہ جدول مذکور میں ولدیت و قومیت یا سکونت کی تصریح نہیں کی گئی البتہ امر ثابت ہے کہ اس زمانہ میں آپ اکبر آباد میں سکونت گزیں اور شاہی درسگاہ سے منسلک تھے آخر عہد اکبری میں وطن واپس آئے اور یہاں مدة العمر افادہ درس [illegible] املاک معافیات [illegible] بزرگ [illegible]

پر آپکے دستخط ان الفاظ میں ملتے ہیں۔

"مولانا محمد بن مولانا ابن کتبہ بخطہ یا صرف ملا محمد کتبہ بخطہ"

مکان سکونت سے متصل ایک پختہ مسجد بھی آپ نے تعمیر کی تھی جسکے مصارف کے لئے بعد میں حسب فرمان عہد عالمگیری مجریہ ۲۲ شہر ذیقعدہ سنہ ۸ جلوس مبلغ شش ونیم تنکہ یومیہ بلا قصور از محصول پرگنہ امروہہ "مقرر تھا ۱۰۸۴ھ میں جسکے بالعوض ضنگہ پختہ اراضی عطا ہوئی[1]۔ سنہ وفات تحقیق نہ ہو سکا۔ آپکے دو فرزند مولانا پیر محمد اور مولانا حاجی محمد صالح ذی علم اور ذی وجاہت ہوئے برادری و اہل شہر

لہ شیخ ہاشمی عباسی اور خلفائے عباسیہ کی اولاد ہونے کی بنا پر اس خاندان کے افراد "مخدوم زادہ" اور مولانا کے لقب سے ملقب تھے۔ اسی وجہ سے اپنے ناموں کے ساتھ مخدوم زادہ اور مولانا کے الفاظ اسی طرح لکھتے تھے جس طرح مشائخ وصوفیوں کے سجادہ نشین وغیرہ کی اولاد پیر و پیرزادہ ومفتی وقاضی وغیرہ الفاظ عام طور سے لگتی رہی ہے قدیم دستاویزات میں اس خاندان کو "قبیلہ مولانا" اور انکے اقامت گاہ کو "محلہ مولانا" اور بعض دستاویزات میں افراد خاندان کو ان کے نام سے مخدوم زادہ کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔

۵۲ مرزا عابد بیگ کروری سرکار پروانہ بریہ نسبت نیم تنکہ شعبان ۱۰۸۲ھ موسومہ مولانا عبد الرشید عباسی نبیرہ مولانا محمد عباسی ہے تحریر ہے کہ چودھریان وقانونگویان ورعایا و مزارعان قصبہ امروہہ سرکار سنبھل مضافات صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد بدانند کہ مسجد شریفہ وجاگیر دران محال واستقبال بدانند کہ چون موازی سہ تنکہ و نیم تنکہ یومی بلا قصور یومیہ حضرت فضیلت پناہ حقائق ومعارف دستگاہ ہدایت و رشاد انتباہ میاں شیخ عبد الرحیم بموجب پروانہ نواب مستطاب غفران پناہ رضوان دستگاہ عمدۃ الملکی مدار المہامی نواب جعفر خان ... در وجہ مدد معاش مسجد پختہ بنا کردہ مولانا محمد کہ در قصبہ مذکور واقع است بموجب حکم ظل حضرت خلیفہ ربانی شاہ عالمگیر خلد مکان بود در عوض یومیہ مذکور موازی پنجاہ بیگہ زمین بجنسہ بجگاہ الٰہی از ابتدائے ... مذکورہ تعلقہ سیادت پناہ ... ماکین مقرر نمودہ ...

کی دستاویزات پر مولنا پیر محمد عباسی کے دستخط ثبت شدہ ملتے ہیں. مدد معاش میں ان کو بھی املاک ویکوک معافی میں عطا ہوئے۔ "چک ملا پیر محمد" انہی کے نام سے موسوم تھا. محمد اشرف علام محی الدین ابوالقاسم عبدالواحد اور مولانا عبدالصمد و مولانا عبدالرشید انکے چند فرزند تھے اوّل الذکر تین بھائیوں سے نسل باقی نہیں رہی مولانا عبدالرشید کی اولاد میں جنکا تذکرہ زمرہ مشائخ میں لاحظہ ہو منشی قمرالدین عباسی کا خاندان ہے اور عبدالواحد کی نسل میں خلیفہ فضل احمد کا ہے

مولانا محمد عباسی کے دوسرے فرزند مولانا محمد صالح حاجی حرمین شریفین بزرگ عہد سے عہد جہانگیری میں حسب فرمان مجریہ ۲۹ مہر ماہ الٰہی سنہ جلوس مطابق ۱۰۲۲ھ جس کا عکس بھی جداگانہ شائع کیا جاتا ہے شصت و پنج بیگہ پختہ اراضی مدد معاش میں عطا ہوئی آپکا مزار بھی اپنے برادر حقیقی مولانا پیر محمد کے مزار سے جانب جنوب مرتفع چبوترہ پر ہے اور آپ کی اولاد اور خاندان کے قبرستان بھی جو عرف عام میں جوالاپوریوں کے قبرستان مشہور ہیں. آپکے مزار سے متصل ہیں. آپکے نبیرہ مولنا شیخ عنایت اللہ عباسی شروع عہد عالمگیری یعنی تقریباً ۱۰۸۲ھ میں بتعلق ملازمت شاہی پرگنہ بھوگپور عرف جوالاپور سرکار فیض آباد چلے گئے تھے جہاں کم و بیش پچیس برس تک سکونت گزیں رہے. تقریباً ۱۱۱۰ھ میں اس خاندان نے اپنے وطن ملوفہ مراجعت کی اس لئے برادری میں جوالاپوری سے نسبت ملقب ہیں. پرگنہ بھوگپور عرف جوالاپور میں معقول جاگیر مدد معاش میں مقرر تھی جو موقت تھی البتہ اس خاندان کی بعض خواتین کی مدد معاش میں کچھ املاک آخر عہد مغلیہ تک پرگنہ مذکور میں بحال و برقرار رہی جنکے متعلق پروانجات

ق شیخ عنایت اللہ عباسی جوالاپور کی روانگی کے وقت اگرچہ ہمراہ لے گئے تھے مگر شیخ ... کو ... بمع اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اسکے متعلقین کی مدد معاش کے لئے چند بیگہ زمین ... انکے ... عباسی ... سب ... عہد ... موجود ہیں مولوی علیم الدین عبد ... بن شیخ عنایت اللہ عباسی ... پائے جاتے ہیں

کے عکس جداگانہ درج کیے جاتے ہیں[۱]

شیخ عنایت اللہ بن نذر محمد بن مولانا محمد صالح عباسی کے تین فرزند ہوئے[۲]. عبدالکریم عبدالحکیم اور عبدالرحیم. اول الذکر دو بھائیوں کے اولاد دختری تھی. مولانا عبدالرحیم کے چار فرزند تھے علیم اللہ عبدالغفور محمد صلاح اور عبدالحی اول الذکر کے اولاد نہ تھی مولانا عبدالغفور کی نسل میں خاندان بخش اللہ ہے جس میں ملا عبدالغفور و عبدالشکور وغیرہ ہیں. مولانا محمد صلاح کی اولاد میں صوفی خدابخش کا گھرانا ہے جس میں اولاد دختری کے سوائے کوئی باقی نہیں. مولانا عبدالحی عباسی عالم فاضل ذی وجاہت تھے. ان کی مہر میں یہ سجع کندہ تھا "ھو الحی القیوم" ان سے چند خاندان متفرع ہوئے یعنی خاندان محمد نور اللہ و ولی اللہ ابنائے کریم اللہ بن سلیم اللہ بن مولانا عبدالحی اس میں منشی سردار احمد بن حاجی کلیم اللہ ہیں. دوسرا خاندان محمد عارف جن کے پوتے محمد علی بن شجاعت علی عباسی عرصہ دراز سے باہر چلے گئے. اور تیسرا خاندان مولوی سعادت علی عباسی کا جس میں خاکسار مولف کا خاندان ہے *

۱۷- مولانا محمد قاسم خطیب

بن شیخ طاہر اعظمپوری. عہد اکبری و جہانگیری میں امروہہ کے خطیب صاحب علم و فضل تھے

---

[۱] یعنی پروانہ سند تجدید مرقومہ یازدہم رجب سنہ ہفتم جلوس فرخ سیر بادشاہ بابت الاملاک معافی موازی یکصد و پنج بیگہ اراضی مدد معاش متعلقان مولوی عبدالکریم بن شیخ عنایت اللہ عباسی و سند دیگر مرقومہ ستم شہر شعبان سنہ ۵ جلوس شاہ عالم عالی گہر بابت و ابت موازی . . صد و پنج بیگہ اراضی مدد معاش متعلقات مولوی عبدالرحیم بن شیخ عنایت اللہ عباسی مذکور ۱۲

[۲] چونکہ مولانا عبدالکریم و عبدالحکیم سے نسل نہیں چلی تجرۂ سید و عہ آئینہ عباسی میں یہ نام ترک ہوگئے قدیم دستاویزات و تقسیم نامجات میں یہ نام موجود ہیں ۱۲

وطن آبائی اعظمپور تھا آپنے امروہہ میں توطن اختیار کیا۔ آپکے فرزند شیخ بدھ بھی بزرگ عہد ہوئے ۱۰۶۰ھ تک دستاویزات پر دستخط ملتے ہیں۔ اسکے بعد خاندان کا کچھ حال تحقیق نہ ہو سکا۔

۱۷۔ مولٰنا سید اشرف دانشمند

بن سید سعید خاں بنیرہ سید خیر الدین جونپوری سلسلۂ نسب بواسطہ سید عبداللہ زر بخش جو بزمانہ سلطان مسعود بن سلطان محمود خراسان سے ہندوستان آکر نواح لاہور میں مقیم ہوئے بسید موسی مبرقع بن امام محمد نقی سے متصل ہوتا ہے۔ سید عبداللہ زربخش کے اخلاف میں کچھ لوگ جونپور اور صوبہ بہار میں متوطن ہوئے۔ ان میں سے سید خیر الدین جونپور سے نہٹور ضلع بجنور میں آکر مقیم ہوئے۔ سید خیر الدین مذکور کے پوتے چار واسطوں سے سید اشرف ہوئے جو نہٹور سے ابتدائے عہد جہانگیری میں امروہہ آئے۔ عالم متبحر اور فاضل کامل دانشمند کے لقب سے ملقب تھے جو اس زمانہ کی اصطلاح میں عالم متبحر کے لیے مستعمل تھا۔ امروہہ آکر درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کا شغل رہا۔ اس عہد کی اکثر دستاویزات پر آپکے دستخط ثبت ہیں۔ خط نسخ پاکیزہ لکھتے تھے۔ آپکے قلم کی بعض تحریرات خاکسار مولف کے پاس محفوظ ہیں۔ ۲۰ ماہ ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ کی مرقومہ ایک تحریر میں اس امر کے متعلق مسئلہ شرعی بیان کیا ہے کہ اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام سے نکاح کرلے تو اولاد غلام ہوگی یا آزاد۔ فرماتے ہیں:

"اگر از حرہ فرزندے حاصل شدہ باشد و پدرا و اگرچہ عبد کسے باشد آں فرزند حکم مادر دارد

حرات الولد تتبع الام فی ھذا الحکم

حررہ اشرف بن سید سعید خاں بانامله حامداً ومصلیاً"

۱۰۴۰ھ میں بیرون حصار قدیم اس مقام پر جہاں محلہ دانشمندان واقع ہے سکونت کے لئے مکان تعمیر کیا مادہ تاریخ "دار الخیر" یادگار ہے۔

صاحب امترا دیہ سے مولانا سید اشرف کے تعلقات تھے وہ لکھتے ہیں کہ :-

"بن سید اشرف را دیدم عالم بود وفقیہ و بزرگ ساده و بمن لطف و عنایت داشتے گویند

وقتے خورد کے را کہ کجی پائے بیلی داشت پیش وے آورده دگفتند دعائے کن کہ پائیش بہ شود او

پائے گرفت وگفت خورد کا اپنے درست بنه این گفتن ہم بود و درست شدن پائیہ" [۱]

وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اُنکے آخری وقت لوگ مفارقت دائمی کا افسوس کر کے کہنے لگے کہ

حضرت آپکا وجود غنیمت ہے اور آپ کی ذات متبرک ہے سنکر سید موصوف نے فرمایا کہ ہاں ہم جیسے بھی

آیندہ نہوں گے۔ سچ ہے کل یوم بتر ۱۰۹۲ھ میں عالم ارواح کو کوچ کیا۔

مولانا سید اشرف کا پہلا نکاح نہوٹر میں ہوا تھا دوسری شادی سنبھل میں خاندان شیخ

میں ہوئی۔ منکوحہ سنبھل کے بطن سے سید محمود متولد ہوئے جنکا تذکرہ زمرہ مشائخ میں کیا گیا ہے

۱۸- ملّا فیضی

فضلائے عہد جہانگیری و شاہجہانی ستھے۔ شیخ نبیین قنوجی [۲] سے جو عہد اکبری کے مشہور عالم ستھے

اخذ علم کیا۔ مدۃ العمر درس و تدریس کا شغل رہا سید سعداللہ بلگرامی جو اپنے زمانہ کے مشہور عالم اور

درویش تھے انکے ارشد تلامذہ سے تھے۔ مزید حال کچھ معلوم نہو سکا ۱۰۶۱ھ کو شاہ و یز پر "فضیات پناہ

شیخ فیضی" کے الفاظ تحریر ہیں۔ موضع بند کی علاوہ پرگنہ امروہہ میں آپ کی املاک مدد معاش مقرر تھی

۱۹- شیخ عبدالحکیم

بن شیخ سعد اللہ بن شیخ مٹھے بن شیخ الہ بخش بن شیخ فیض اللہ بن شیخ محمد جہاں بن شیخ عبدالرحمٰن عہد

[۱] صاحب تحفۃ التواریخ نے سید اشرف کو شیخ تاج الدین سنبھلی کا داماد لکھا ہے جیسا کہ شیخ سید محمود بن سید زادہ

الحسنہ شیخ موصوف کے داماد تھے ۱۲ [۲] ماثر الکرام ۱۲

جہانگیری و شاہجہانی کے فضلاء سے تھے۔ سنہ ۱۰۳۲ھ میں محلہ مولانا میں سکونت اختیار کی۔ صاحب نخبۃ التواریخ انکے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

گویند کہ وے عالمے بود جلیل در اوائل بجہت تعلیم رستم خاں دکنی مرادآبادی کہ از امرائے شاہجہاں آباد بود بمرادآباد اقامت میداشت بتقریبے در امروہہ توطن گرفت[51]

کہتے ہیں کہ وہ ذی علم مولانا عبدالحکیم ممتاز عالم تھے ابتداً رستم خاں دکنی مرادآبادی کی تعلیم کے لیے جو امرائے شاہجہاں بادشاہ میں سے تھے مرادآباد میں مقیم تھے کسی تقریب سے امروہہ میں توطن اختیار کیا۔

صاحب نخبہ کا بیان کہ شیخ عبدالحکیم مذکور رستم خاں دکنی کی تعلیم کی غرض سے مرادآباد میں اقامت گزین تھے صحیح نہیں رستم خاں مذکور ابتداً نظام الملک دکنی کی ملازمت میں منسلک اور مقرب خاں کے خطاب سے ممتاز تھے سنہ ۱۰۴۰ھ میں شاہجہاں بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہو کر مراتب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ شہر مرادآباد جو سابق میں چوپلہ کہلاتا تھا اسی امیر کا بسایا ہوا ہے پس ایسی حالت میں مولانا عبدالحکیم کا رستم خاں کے معلم کی حیثیت سے مرادآباد میں اقامت گزین ہونا محض لغو ہے۔ علاوہ ازیں مستند دیرینہ کاغذات سے ثابت ہے کہ وہ اس عہد سے بہت پیشتر امروہہ میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ بہت ممکن ہے کہ رستم خاں دکنی مذکور کے خاندان کے کسی فرد کی تعلیم پر مقرر ہوں بہرحال انکے ایک دختر مسماۃ سلیمہ خاتون اور سات فرزند ہوئے یعنی فیض محمد، شیخ برہان، شیخ محمد، محمد عارف، عبدالرحمن، محمد یوسف اور محمد شفیع۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ انساب جہاں اس خاندان کے نسب کے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

۲۰۔ ملا صدرالدین عباسی

بن مولانا احمد بن ملا اکبر بن مولانا لال عباسی۔ عہد عالمگیری میں امروہہ کے ممتاز علماء اور

---

[51] نخبۃ التواریخ ۱۲

اکابر سے تھے تقریباً شاہجہان سے آخر عہد عالمگیری تک اہل شہر کی اکثر دستاویزات پر آپ کی گواہیاں ثبت ہیں ہمیشہ اپنے دستخط اس عبارت سے کرتے :-

" ملا صدر الدین ابن مولانا احمد قریشی العباسی حررہ باٗناملہ "

آپ کے پانچ فرزند ہوئے حافظ غلام محمد قاری عبدالواحد قطب الدین اور میاں گہی اور ملا عبداللہ پسر اکبر حافظ غلام محمد قاری اپنے عہد کے مشہور حافظ اور قاری ہوئے مدد معاش میں یکصد بگیہ اراضی عطا ہوئی دو پشتوں کے بعد ان کی نسل منقطع ہوگئی فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں حسب ذیل سند تصحیح کے ذریعہ انکے خاندان کی بعض خواتین کے نام اراضی مذکور بحال ہوئی

نقل سبحانی عالمگیر ثانی محمد فرخ سیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہٗ وسلطانہٗ

خلد منزل

گماشتہائے جاگیرداران وکروریان حال واستقبال پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل مضاف صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد بدانند کہ بموجب فرمان عالی شان عہد حضرت مرقوم بتاریخ بست دوم سنہ ۱۵ موازی یکصد بگہ زمین لگز آلہی از پرگنہ مذکور وجہ مدد معاش مسماۃ صاحب دولت وغیرہ متعلقان

حافظ غلام محمد قاری مقرر است تصحیح صدور سابق بدست دارند در نیولا تصدیق معتبر بظہور پیوست کہ تا الیوم حق وقایم بر اراضی مذکورہ قابض ومتصرف اند بنابریں بندہ درگاہ بتصدق فرق مبارک بندگان خدیو جہاں وسیلہ آرائش عالمیان مقنن قوانین جہانداری مجتہد مبادی کرام گستری ناشر العدل والاحسان علی الانام باسط الامن والامان فی الایام خلافت پناہ حضرت اراضی مسطورہ را فی الضمن بحال داشتہ تصحیح رسانیدی باید کہ زمین مذکورہ را بدستور سابق از محلقہ پیمائش برآمدہ تمامی واگذارند کہ حاصلات آنرا صرف معیشت خود بنمودہ بوظائف دعاگوئی دوام دولت ابد مدت مشتغل نمایند۔ تحریر فی التاریخ ۱۱ شہر محرم الحرام سنہ پنجم جلوس والا۔

۲۱- مولوی سید محمد اشرف

بن حافظ سید عبد القادر نبیرہ سید خوندمعید زیدی. عہد عالمگیری کے علما و فضلا سے تھے۔ درس تدریس اور تبلیغ مذہب اسلام آپکا شغل تھا۔ شاہ عنایت جو پہلے ہندو تھے آپ ہی کے دست حق پرست پر مذہب اسلام قبول کیا۔ آپکے دو فرزند سید محمد اور سید عمر ہوئے۔ اول الذکر کی نسل دو پشتوں کے منقطع ہوگئی۔ سید عمر کے فرزند سید بدیع الزماں عہد شاہ عالم عالی گہر میں یک ہزاری ذات کے منصب[1] اور عہدہ بخشی پر ممتاز تھے اسی لیئے یہ خاندان بخشی والا مشہور ہے۔ اب اس خاندان میں سید سبط حسن اور سید عسکری حسن ابنائے سید اصغر حسین ساکن محلہ تو گیاں ہیں ۔

۲۲- شیخ نور محمد قریشی متخلص بہ ذاکر

بن شیخ جمال بن شیخ منظفر قریشی. فضلائے عہد عالمگیری سے تھے درس تدریس کا شغل تھا فقہ کی مشہور کتاب مجموعہ خانی آپکے قلم کی لکھی ہوئی خاکسار مولف کے پاس ہے سنہ کتابت ۱۰۹۶ھ ہے

۲۳- سید غلام محمد

عہد عالمگیری کے فضلا اور شاہزادہ محمد اکبر کے متوسلین سے تھے ۱۰۹۲ھ میں جب شاہزادہ مذکور نے باغوائے راجہ درگاداس بغاوت اختیار کی تو قاضی خوب اللہ محمد عاقل وغیرہ کی طرح اس بغاوت کے جواز میں سید غلام محمد امروہوی نے بھی فتوی دیا۔ شاہزادہ کی شکست و فرار ہونے کے بعد قاضی مذکور کے ساتھ انکو بھی پھانسی کی سزا ملی۔

---

[1] تاریخ عالمگیری مولفہ احمد علی صندوی ۱۲

۲۴۔ مولانا نور محمد عباسی

بن مولانا احمد بن مولانا اکبر بن مولانا لال عباسی۔ جامع علوم و فنون۔ تھے آخر عہد عالمگیری میں آپکا افادہ درس امروہہ میں جاری تھا سلطنت سے مدد معاش مقرر تھی۔ فرمان کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر طلبا آپکے درس سے فیض علمی حاصل کرتے۔

چوں درینولا حقیقت استحقاق شیخت و فضیلت پناہ شیخ نور محمد مدرس بظہور پیوست کہ کثیر العیال است ہموارہ بتدریس علوم دینی مشغول می باشد بنابراں نظر بر استحقاق و حصول افادہ مردم طلبا نمودہ موازی یکصد بیگہ زمین جزآبی بنجر افتادہ خارج جمع دہی زراعت از پرگنہ مذکور ....[1]

۲۵۔ قاضی سید محمد فیاض

بن سید رحمت اللہ بن سید عصمت اللہ بن سید محمود بن سید اشرف دانشمند دانش صوری و علوم ظاہری سے بہرہ مند تھے ۱۰۷۲ھ یعنی ابتدائے عہد عالمگیری میں سرکار سنبھل کے منصب احتساب و داروغگی عدالت پر فائز ہوئے پھر سنہ ۵ جلوس عہد مذکور میں پرگنہ مسعود آباد کے عہدہ قضا پر مامور ہوئے[2] تقریباً پچاس سال تک خدمات مفوضہ کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے ۱۱۲۴ھ میں بعہد جہاندار شاہ دوبارہ پرگنہ مرادآباد وغیرہ کا منصب احتساب و داروغگی عدالت سپرد ہوا۔ دو سال بعد ان خدمات کے علاوہ پرگنہ حویلی سرکار قنوج و اکبرآباد کے عہدہ قضا کی خدمات بھی آپ کو تفویض ہوئیں[3] بڑے کارگذار عہدہ دار دیندار سنی حنفی مذہب تھے سنہ وفات تحقیق نہ ہو سکا۔ آپکے تین فرزند سید احمد رضا، سید محمد نیاز اور سید رب حسن دل ہوئے اول الذکر کی نسل میں مولانا سید یوسف حسین نجفی مجتہد

---

[1] نمیجہ عہد محمد شاہ بادشاہ غازی ۱۲ [2] منصب احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ سرکار سنبھل کے اہم مقامات کی خدمات احتساب آپکے سپرد تھیں۔ پروانہ شاہی میں ان مقامات کی تفصیل درج ہے [3] صاحب مرادیہ و زبدۃ التاریخ اصغری نے صوبہ گجرات کے ایک پرگنہ کے عہدہ قضا پر مامور ہونا بھی تحریر کیا ہے خاکسار مولف کو پروانہ جات وغیرہ میں اس کا کوئی تحریری ثبوت بہم نہیں پہنچا ۱۲

سید جواد حسین شمیم و سید مہدی رضا کا خاندان ہے۔ سید محمد نیاز کے پوتے ... صرف ...
سید کریم اللہ کی نسل موجود ہے سید روشن علی ... خدمت
پر مامور رہے سید محمد حسین وغیرہ کا خاندان ہے۔

۲۶۔ مولانا عبدالواحد عباسی خطیب

خلف مولانا صدرالدین عباسی فاضل جوشیلے ... خوش تقریر ... دارالخلافہ شاہجہان آباد کے خطیب رہے خط نسخ بہت پاکیزہ لکھتے تھے آپ کی بعض تحریرات خاکسار مولف کے پاس موجود ہیں۔ ایک پشت کے بعد آپ کی نسل منقطع ہو گئی۔

۲۷۔ مولانا عبدالکریم عباسی

بن مولانا عنایت اللہ عباسی جامع علوم و فنون ... ممتاز علما سے تھے خط پاکیزہ تھا آپ کی بعض تحریرات خاکسار مولف کے پاس موجود ہیں بعض ... ہیں۔ ما فی المتن لاریب فیہ۔ عبدالکریم ابن شیخ عنایت ... آپ کے صرف اولاد دختری تھی جن کی مدد معاش ... مقرر تھی۔

۲۸۔ مولوی خان محمد انصاری

بن شیخ ... محمد بن شیخ کامل بن مولانا حامد انصاری۔ ... جد امجد شیخ کامل انصاری موضع ... کی سکونت ترک کرکے عہد شاہنشاہ عالمگیر اکبر آباد میں سکونت پذیر ہوئے ... مولوی خان محمد انصاری اپنے عہد میں ادبیات فارسی کے صاحب تصانیف ... تھے ... کی بہت اچھی شرح ... تصنیف کی تھی ... نایاب ہو گیا ہے

ان کی نسل سے منشی محمد علی (سابق منصرم) بن منشی نذیر علی انصاری ساکن محلہ چلّہ کا خاندان ہے

۲۹۔ مولانا سلطان الدین محمد

سلطان الدین محمد نام شیخ گدائی لقب۔ شاہ قیام الدین محمد کے فرزند جامع علوم و فنون عہد فرخ سیری میں امروہہ کے علما سے تھے آپکے افادۂ درس مدۃ العمر جاری رہا۔ آپکو اور آپکے برادر زادہ و شاگرد شیخ فیض احمد کو مدد معاش میں یومیہ ملتا تھا۔[1]

۳۰۔ مولوی محمد اکرم

بن پیر غلام فرید نبیرہ شاہ آدم بن حضرت شاہ ابن بدر چشتیؒ۔ فاضل خوش استعداد جامع علوم تھے۔ درس و تدریس کا شغل تھا۔ علم فرائض میں خاص مہارت حاصل تھی اور اس فن میں ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ مدد معاش میں املاک معافی عطا ہوئی تھی۔ یومیہ بھی ملتا تھا۔ ذیل میں ایک پروانہ مرقومہ ۱۹ رجب ۱۱۵۵ھ کی نقل درج کی جاتی ہے جس سے ان کی علمی زندگی پر روشنی پڑتی ہے:

نقل

پروانہ مجریہ ۱۹ رجب ۱۱۵۵ھ

بوضوح پیوست کہ فضیلت شعار تقوی دثار شیخ محمد اکرم از فرزندان قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین حضرت شاہ ابن قدس سرہ واجب الرعایت است و اکثر اوقات در تدریس علوم دینی و اشتغال عبادت می گذارد بنا بران نظر بر استحقاق نمودہ مبلغ دوازدہ روپیہ در وجہ فضلانہ از محال ذات جناب ظہیر الدولہ بہادر جنگ من ابتدائے فصل خریف ۱۱۵۵ھ مقرر نمودہ شد۔

۱۱۷۰ھ میں انتقال ہوا۔ مولوی امانت علی و حافظ کرامت علی انکے دو فرزند تھے۔

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ امروہہ صفحہ ۱۲۷

۳۱- قاضی امانت علی

بن مولوی محمد اکرم۔ لایق باپکے لایق فرزند ۔ ۱۲۰۳ھ میں پرگنہ بچھرایوں کے عہدہ قضا پر مامور ہوئے۔ سند تقرری میں ان کی علمی فضیلت و کمالات کا ذکر ہے جو بطور یادگار ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

نقـــــــــــــــــل

پروانہ بہر دلاور الملک عزت الدولہ نواب دوندے خاں بہادر بہرام جنگ فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی

چودھریان و قانون گویان و جمہور سکنہ پرگنہ بچھرایوں سرکار سنبھل متعلقات صوبہ دارالخلافہ

شاہجہاں آباد اعلام آنکہ درینولا منصب قضا پرگنہ مذکور از تغیر محمد ی دامانت علی پسر ولد علی بعہدہ

شریعت پناہ فضیلت و کمالات دستگاہ مولوی امانت علی مقرر و مفوض نمودہ شد کہ در اجرائے

امور شرعیہ وانفصال قضایا و خصومات و قسمت زکات و امامت جمعہ و جماعات سرگرم باشند

باید کہ موی الیہ را قاضی مستقل دانستہ سکوک و سجلات را بمہر الیہ معتبر شناسند و دیگرے را سہیم

و شریک شار الیہ ندانند۔ دریں باب تاکید مزید دقد غن بلیغ دانستہ حسب المسطور عمل نمایند تاریخ

بست و ششم شہر محرم الحرام ۱۲۰۳ھ قلمی شد۔

۱۲۰۵ھ کے بعد تک عہدہ قضا بچھرایوں پر فائز رہے۔ سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا انکے اولاد ذکور نہ ہوئی صرف دو بیٹیاں تھیں۔

بڑی لڑکی حکیم محمد بخش اللہ کو بیاہی تھیں جنکے بطن سے حکیم حسن عسکری پیدا ہوئے چھوٹی لڑکی شیخ اولاد محمد فریدی کے عقد میں آئیں۔ جنکے بیٹے چودھری ابدال محمد تھے۔

۳۲- مولوی عزیز اللہ

بن لطف اللہ بن محمد شاکر بن ولی محمد بن شاہ احمد بن حضرت شاہ آبن بدر چشتی باپ دادا

شاہی منصبدار صاحب جاگیر صاحب توقیر تھے آپ دولت علم و فضل سے مالا مال ہوئے، درس
و تدریس کا شغل اور علم فراغت ہی ہجرت کی وہ معاش میں شکستہ جانب سلطنت اسلامیہ قبر
تمام آتے تک ایک فرزند بیٹا حضرت تھے دو لڑکے پیر صدیق اللہ و حافظ خلیق اللہ ہوئے حافظ
خلیق اللہ کے صاحبزادے مولوی اکبر فارغ التحصیل تھے، لڑکے سید ... الاسلام
سید ... حافظ خلیق اللہ نے ... جہاں اب ... کی آبادی ہے ایک مسجد تعمیر
کی تھی جو اب تک ... مسجد موسوم ہے ان ... محلہ ... سے اب ... ہیں

۴۴۔ مولانا شاہ حنیف اللہ نقشبندی مجددیؒ

خلف مولانا سید سیف اللہ بن سید محمد اشرف سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظم سے متصل ہوتا ہے، تقریباً
۱۱۴۵ھ میں ولادت ہوئی صغر سنی میں والدین کے ساتھ دہلی سے امروہہ آئے۔ انکے جد امجد مولوی
سید محمد اشرف احمد شاہ ابدالی کے منصبدار و تعلیم صوفی منش اور مولانا حاجی سید محمد اعتماد الدین بلخی
چشتی قادری کے مرید تھے، اور انکے والد مولانا سید سیف اللہ آزاد کے بزرگ کے داماد و مرید تھے
۱۱۹۳ھ میں وفات پائی اور مغربی دروازہ مسجد محلہ گنگولی، بالائے چبوترہ مدفون ہوئے۔ ملا احمد عدل
عامل پانی پت آپکے مرید خاص تھے۔ حضرت مولانا شاہ حنیف اللہ نے علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم
اور سلسلہ چشتیہ قادریہ میں بیعت پدر بزرگوار سے حاصل کی پھر دہلی میں اکابر علماء سے حدیث و تفسیر
و فقہ کی تکمیل کی۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اور
کمالات باطنی سے آراستہ ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے۔ امروہہ واپس آ کر اپنے مکان مسکونہ و
مزار پدر بزرگوار سے متصل ایک مسجد تعمیر کی، اور اسکے جانب شمال اپنی اقامت کے لیے خانقاہ بنائی
اور مسافر خانہ تعمیر کیا۔ مدۃ العمر علوم دینیہ حدیث و تفسیر اور علوم تصوف کے درس و افادہ میں مصروف
طالبان علوم ظاہری و باطنی کو کثرت سے مستفیض فرمایا آپکے ممتاز و مخصوص تلامذہ میں مولانا

امام الدین نجشبی، مولوی سید محمد یادآت (شیعی مذہب ساکن محلہ شفاعت پوتہ) مولوی سید سعادت علی عباسی (ساکن محلہ مولانا) مولوی سید منور علی، مولوی سید تراب علی و مولوی سید حسن بخش (ساکنان محلہ دربار کلاں) تھے۔ مولانا امام الدین نجشبی نے جو ابتداً شیعی مذہب تھے آپ ہی کے فیض صحبت سے مذہب اہلسنت والجماعت اختیار کیا تھا۔

حضرت شاہ صاحب اعلیٰ درجہ کی روحانیت کے مالک سراپائے نور صاحب جلال و جمال و طہارت ظاہری و باطنی میں بے مثال نہایت قانع اور متوکل بزرگ تھے۔ آپ کے علم و فضل اور کمالات باطنی کا شہرہ سنکر نواب فیض اللہ خاں والی رامپور نے آپ سے رامپور میں قیام فرمانے کی خواہش کی جاگیر و وظیفہ مقرر کرنا چاہا مگر آپ نے فقر و توکل کی مسند چھوڑ کر دربار امراء کی حاضری پسند نہ فرمائی۔ آبائی جائیداد ذریعہ معاش رہی۔ اسی جائیداد میں سے ایک ملک معافی تعدادی ڈیڑھ سو بیگہ پختہ واقع موضع بلینہ پرگنہ امروہہ اپنی معمرہ مسجد کے مصارف اور والد ماجد کی فاتحہ خوانی کے لیے وقف کر دی۔ وقف کے موجودہ متولی مولوی سید عبدالعزیز ہیں۔ آپ کی تصنیف سے ایک کتاب "مصباح الایمان" بتائی جاتی ہے جو کتب احادیث کی مشہور اور صحیح احادیث کا انتخاب ہے۔ ۱۰ رجب ۱۲۴۰ھ کو بوقت عصر بحالت سجدہ وصال ہوا۔ اپنی خانقاہ کے صحن میں اندرون احاطہ مدفون ہوئے۔ ایک معتقد کا نتیجہ فکر مصرعہ تاریخ کہا ہے

ندا آمد کہ شد ضیف الٰہی
سنہ ۱۲۴۰

آپ کے تین فرزند ہوئے مولوی سید فیض علی، مولوی سید اسد اللہ اور مولانا شاہ وصی اللہ تینوں ذی علم و ذی لیاقت اور پدر بزرگوار کے شاگرد تھے۔ مولوی سید فیض علی صاحب صلاح و تقویٰ اور بزرگ منش تھے۔ مولوی سید اسد اللہ عرصہ تک سید ضیاء علی خاں (گھڑیال والے) کے مختار عام و مشیر خاص رہے۔ مولانا شاہ وصی اللہ نے پدر بزرگوار سے علوم ظاہری و باطنی کا سرمایہ حاصل کیا۔ سیاحت کے دلدادہ تھے۔ اکابر اولیاء کے مزارات پر چلہ کشی ہو کر فیوض باطنی حاصل کرتے۔ راجپوتانہ اور گوالیار کے علاقہ میں تبلیغ و اشاعت دین کا بڑے انہاک سے کام کیا۔ سات مرتبہ حج و زیارت

مدینہ منورہ سے مشرف اندوز سعادت ہوئے۔ آخر مرتبہ سفر حج سے واپسی پر بمقام سونا پور کلاں
بمبئی ۱۲۶۹ھ میں انتقال کیا۔ انکے تین فرزند حکیم حافظ سید خلیل اللہ۔ حافظ شاہ یوسف علی حاجی
حاجی سید یعقوب علی ہوئے تینوں صالح و متقی اور علم باطنی میں پدر بزرگوار کے لائق جانشین تھے
مولوی صاحب موصوف نے اپنے فرائض کو بڑی خوش اسلوبی دیانتداری اور خیر خواہی
سے انجام دیا چنانچہ سید بنیاد علی خاں موصوف کی تحریر (نزد مولف) اس کی شاہد عادل ہے

۴۳۔ مولانا امام الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

بن مولوی علی احمد نبیرہ خواجہ احمد خان نخشبی ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے انکے والد خاندان نخشبی
متولینہ امروہہ میں پہلے شخص تھے جنہوں نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا تھا اس لیے اوائل عمر میں یہ
بھی باپ ہی کے مسلک پر رہے۔ انکے نبیرہ مولوی آل حسن مولف نخبۃ التواریخ تبدیل مذہب کے واقعہ
حسب ذیل الفاظ میں لکھتے ہیں کہ:۔

آنجناب راضی مولانا امام الدین نخشبی در اوائل عمر	آنجناب (یعنی مولانا امام الدین نخشبی) ابتدائے عمر میں اپنے باپ
بتقلید پدر بمسلک امامیہ بود و پدرش در ابتدائے مذہب	کی تقلید میں امامیہ مذہب رکھتے تھے۔ آپ کے والد ابتدا میں قدیم
قدیم اہل سنت والجماعت داشت چوں او با دیگر	مذہب اہلسنت والجماعت پر تھے جب انہیں اور دوسرے
سادات جاگیرداران امروہہ بہ استخلاص بحال	جاگیرداران سادات امروہہ کو اپنی ضبط شدہ جاگیر کی
جاگیر ضبط شدہ بہ آصف الدولہ کہ دراں وقت متصرف	بحال کرانے کی غرض سے نواب آصف الدولہ کے جو ان
ایں ممالک بود اتفاق بہ لکھنؤ افتاد و چندگاہ در آنجا اقامت	ایام میں اس خطہ ملک پر قابض و متصرف تھے ضبط کر لیا تھا
گزیدہ بصحبت شیعیان ستمگار معاشرت نمودند	لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا کچھ عرصہ وہاں ان لوگوں نے قیام کیا وہاں
بود ... بہ ہوائے الصحبۃ موثرۃ مذہب شیعہ اختیار	وہاں شیعوں کی صحبتوں میں رہے جو بحالی جاگیر کے کام میں
کرد ... اندر ورق سلسلہ ... شدہ	انکے معاون و مددگار رہتے تھے آخر کار صحبت کی تاثیر سے شیعہ ہوگئے

علی ہٰذا در دیگر سادات ۔

ان حضرات نے بھی شیعہ مذہب اختیار کر لیا ورنہ اس سے پہلے اس خاندان میں نیز دوسرے سادات میں کوئی شیعیت سے متہم نہیں ہوا تھا

مولانا امام الدینؒ نے ابتداءً مولانا شاہ ضیف اللہ نقشبندی مجددی امروہوی سے تحصیل علم کی۔ اسی اثنا میں عقائد مذہبی کی تحقیق کا خیال پیدا ہوا اور شاہ صاحب کے فیض صحبت سے بعد تحقیق شیعیت ترک کر کے اپنا قدیم اور آبائی مذہب اہلسنت والجماعت اختیار کیا۔ انکے والد کو جب یہ حال معلوم ہوا وہ انکے ساتھ نہایت سختی سے پیش آئے آخر حسب الارشاد فیض بنیاد حضرت مولانا شاہ ضیف اللہ یہ وطن سے نکلکر دہلی پہنچے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے درس میں شامل ہو گئے۔ درسیات کی کتابیں شاہ صاحب سے ختم کیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی بھی انکے ہمدرس تھے۔ وہ اپنے وطن سے دہلی آتے جاتے امروہہ تشریف لاتے محلہ کی مسجد میں قیام کرتے اور انکے ساتھ دہلی کا سفر کرتے۔ اسی اثنا میں روحانیت کا ایک جذبہ انکے دل پر طاری ہوا اس وقت بھی حسب مشورہ و بذریعہ سفارش خاص حضرت مولانا شاہ ضیف اللہؒ آپ شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی کی خدمت میں حاضر ہو کر حقایق و معارف کے باطنی درس سے مستفیض ہوئے۔ مجاہدہ و ریاضت سے مقامات عالیہ طے کئے اور خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ پیر و مرشد کے اشارہ سے وطن کو واپس آئے اس وقت انکے والد نہایت بیٹے کے فضل و کمال کا حال سنکر خدا کا شکر بجا لائے اور لائق فرزند کو محبت پدری سے آغوش میں لیا۔

امروہہ آکر مولانا امام الدینؒ درس تدریس اور طالبان حق کے افادہ میں مصروف رہے۔ ان مشاغل سے جو وقت بچتا یاد الٰہی میں صرف کرتے گوشہ نشینی و عزلت گزینی زیادہ پسند تھی۔ مولانا سید عبدالحیؒ سے جو انکے پیر حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے اجلہ خلفا میں سے تھے۔ بہت زیادہ اتحاد تھا گویا دونوں بزرگ یک جان دو قالب کے مصداق تھے۔ کسر نفسی کا یہ حال تھا کہ جو شخص بیعت ہونیکا خواہشمند ہوتا اور مرید ہونا چاہتا تو مرید نہ کرتے۔ مولانا

سید عبدالحیؒ کے پاس بھیجدیتے. اپنے اہل وعیال کو بھی ان ہی کا مرید کرادیا تھا. لیکن کوئی شخص بہت زیادہ اصرار کرتا تو مجبوراً خود بھی مرید کرلیتے. مولانا سید عبدالحی کی وفات کے بعد لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اور بیعت ہوتے +

نورانی صورت، خندہ پیشانی، عابد زاہد بزرگ تھے. کوئی سنت اور مستحب بھی فروگذاشت نہ کرتے معمولات یہ تھے کہ نماز فجر کے بعد مراقبہ واشراق سے فراغت پاتے تو حدیث وتفسیر وفقہ کا درس دیتے. انکے درس کی شہرت دور ونزدیک پھیل گئی تھی، بیرونجات سے علم کے شیدائی آتے اور فیضیاب ہوتے. قاری عبدالرحمٰن پانی پتی جو کچھ عرصہ امروہہ میں مقیم رہے. فن تجوید میں مولانا کے شاگرد تھے ظہر کے بعد پھر طلبار کو درس دیتے، بعد نماز عصر طالبان حق کی تعلیم باطنی میں مصروف ہو جاتے، جمعہ کے دن وعظ کہتے. محلہ کی مسجد کو درست کرایا تھا. اسکے متعلق حسب ذیل قطعہ تاریخ مسجد مذکور میں کندہ ہے ؎

بود سابق سجدگاہ کہنہ کج تعمیرہم	کرتا احسن بتوفیق الٰہ ذوالکرم
کرد ایں مسجد چو مولٰنا امام الدین بنا	بالغش تاریخ گفتا ثانی بیت الحرم ۱۲ ۵ ۲

باوجود اہل وعیال فقر وفاقہ سے زندگی بسر کی کسی سے امداد کے طالب نہ ہوئے اور نہ اپنی حالت کا کسی پر اظہار کیا بڑے متوکل اور قناعت دوست تھے، امروہہ کے بہت سے لوگ ان سے فیضیاب ہوئے. حافظ سید مہربان علی اور شاہ امین اللہ انکے دو خلفائے باکمال تھے. کشف الغطا، رد الربا السماع والغنا یہ تین کتابیں نیز تجوید میں چند رسائل ان کی تالیف ہیں اسکے علاوہ مولوی محمد سیادت شیعی مذہب سے جو مولانا سید شاہ ضیف اللہ نقشبندی مجددی کے حلقہ درس میں انکے رفیق تھے تحقیق مذہب شیعہ میں تحریری مناظرہ بھی ہوا +

۶ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۶ھ میں بعمر ۹۳ سال جوار رحمت الٰہی میں پہونچے اور تکیہ ساہو میں مدفون ہوئے مولوی نذیر احمد اور مولوی کریم بخش دو لائق فرزند تھے. اول الذکر سنہ ۱۲۶۳ھ میں فوت ہوئے +

۳۵۔ مُلّا پہلوان

سنہ ۱۲۵۳ھ کے بعض فتاویٰ پر آپ کے دستخط ثبت ہیں۔ اظہار رائے میں اپنے لقب کی مناسبت کا خیال رکھتے ہیں۔ ایک مسئلہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "من انکر عن ھذا الحکم فلیس من مومن بالقران العبد۔ ملا پہلوان عفی عنہ" مزید حال کچھ تحقیق نہ ہو سکا۔

۳۶۔ مولوی سید رمضان علی

خلف سید نور الدین از اولاد حضرت شاہ گدا قادریؒ۔ عالم ربانی برگزیدۂ سبحانی واعظ خوش تقریر صاحب تاثیر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے تلامذہ سے تھے۔ مدۃ العمر درس تدریس تبلیغ و اشاعت اسلام کا شغل رہا۔ عقائد باطلہ اور بدعات کے استیصال میں ہمیشہ سرگرم رہتے مجاہدین کی جماعت آپ کے ساتھ رہتی۔ آپ کے مستفیضین کی تعداد کثیر تھی۔ مسائل شرعیہ کے متعلق آپ کی تحریرات اور فتاویٰ خاکسار مولف کی نظر سے گذرے ہیں۔ مہر میں "انی عبد اللہ کندہ تھا۔ حضرت حافظ موسیٰ مانکپوریؒ سے سلسلہ چشتیہ کا فیض آپ کو حاصل تھا۔ سنہ ۱۲۵۷ھ میں منزل عقبیٰ طے کی ع

مولوی دستی و باخدا

مصرعہ تاریخ وفات ہے۔ آپ کے اکلوتے فرزند مولوی سید نذر اللہ ذاکر میلاد حضور سرور کائنات صلعم صاحب صلاح و تقویٰ بندوق کے نشانہ میں بڑے قادر انداز تھے سنہ ۱۹۰۷ھ میں وفات پائی مولوی سید شبیب احمد و سید حبیب احمد انکے دو فرزند موجود ہیں۔

۳۷۔ مولوی محمد کریم اللہ صدیقی

خلف شیخ نجیب اللہ بن شیخ ظہور اللہ بن حضرت شاہ عبد النبادیؒ۔ عرصہ تک بریلی میں مدرس علوم

سند اور مدرسہ عربیہ کی تعلیم حاصل کی۔ انکے اُستاد مولوی نجابت حسین علم فرائض میں کامل اور اس علم کی بعض کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ مولوی محمد کریم اللہ نے بھی اس فن میں خاص مہارت حاصل کی علاوہ حدیث و تفسیر و فقہ کے علم ریاضی و نجوم بھی سیکھے۔ اکثر کتب درسیہ کے قلمی نسخوں پر حواشی انکے قلم کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ امانت و دیانت میں مشہور تھے۔ شہر کے اشخاص قیمتی اشیا اور اہم دستاویزات کو اپنے گھر سے زیادہ محفوظ جان کر آپکے پاس امانت رکھتے۔ اس سلسلہ میں سید علی احسن خان رئیس (گھڑیال والے) کی آپکے موسومہ ایک تحریر کا نقل کرنا بے محل نہ ہوگا جو اسی قسم کی امانتوں کے متعلق ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

مولوی صاحب مخدوم و مکرم بندہ جناب مولوی محمد کریم اللہ صاحب زاد مجدہم

بعد سلام نیاز گذارش خدمت والا است انچہ اسناد ہبہ نامہ وغیرہ دیگر مفوضات امانت نیازمند تا امروز بخدمت سامی بودند تمام و کمال معرفت محمد نعیم خان نزد نحیف واپس رسیدند آمدہ را کدام شے امانت نحیف نزد آنجناب باقی نماندہ تا فی الحال مطالبہ کدام شے از اشیاء مفوضہ از آں مخدوم بعمل نخواہد آمد اطلاعاً گذارش است المرقوم یازدہم شہر ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ

اپنے برادر حقیقی حکیم محمد رحیم اللہ کی تمام آمدنی اُنکے پاس رہتی مدۃ العمر نہ اُنہوں نے حساب طلب کیا اور نہ اُنہوں نے پیش کیا۔ اس آمدنی میں سے بھائی کے لیے چار قطعات مکان خریدے چار باغ تصنیف کئے بھائی کی اولاد کی شادیاں کیں اور آخر میں ایک ایک پائی کا حساب لکھا ہوا بھائی کو دیدیا۔ انکے صرف ایک فرزند محمد سعید تھے مگر مشیت ایزدی سے ایسے فاضل باپ کا بیٹا دولت علم سے محروم رہا۔

۲۰۸۔ مولوی سید محمد سیادت

تلف الصدق مولوی سید محمد عبادت بن سید محمد نجابت بن سید محمد شفاعت نبیرہ سید علامہ تجلیل

بن سید مبارک. سیدداں نژاد وفاضل خوش استعداد تھے ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پدر بزرگوار سے حاصل کی جو فرقہ سنیہ کے امروہہ میں اولین پیش نماز اور ذی استعداد عالم تھے۔ کچھ عرصہ تک مولانا شاہ ضیف اللہ نقشبندی مجددی (محلہ گنگولی) سے بھی تعلیم پائی پھر لکھنؤ جاکر مولوی سید دلدار علی نصیرآبادی کے فرزند مولوی سید محمد مجتہد نیز دیگر علمائے شیعہ سے اخذ علوم کیا. فارغ التحصیل ہونے پر اساتذہ نے جو سند واجازے تحریر کیے ان سے انکے علمی تبحر اور ذکاوت طبع کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے. امروہہ آکر صحت اچھی نہ رہی متواتر کئی سال بیمار رہے. مولانا امام الدین بخشی کے کسی رسالہ کے جواب میں ایک رسالہ تحریر کیا تھا طب کی کتابیں بھی مطالعہ کی تھیں حافظہ اس بلا کا تھا کہ جو کتابیں زیر مطالعہ رہیں انکے صفحہ کے صفحہ ازبر یاد تھے. ایام بیماری میں اکثر حکیم سید نثار علی عبادت کو تشریف لائے کسی مسئلہ پر گفتگو چھڑ گئی باوجود اشتداد مرض شرح اسباب کی عبارتیں ازبر سنادیں خط پاکیزہ تھا استفتا کا جواب قلم برداشتہ لکھتے. ایک مرتبہ نکاح بیوگان کے متعلق جس کو اس زمانہ میں امروہہ کے شرفا عملاً معیوب سمجھتے تھے استفتا پیش ہوا. آپنے حسب ذیل رائے لکھکر مہر ثبت فرمائی اس پر علمائے اہلسنت وجماعت کے تحریرات بھی درج ہیں.

> بشرط رضا بنت وعدم وقوع اجبار وانقضاء عدۃ نکاح ثانی جائز بلکہ دربعض صور باعث وموجب اجر خواہد بود وعاداتے کہ عوام ہندوستان دریں امر مشروع از پیش خود تراشیدہ اند بعید بہ حقیر اصلی ندارد اما التزام آں بطریق فوریت وتاکید آں بایں قسم تشدیدات وعہود کذائی کہ چنداں ضرورتے ندارد پس بر عہدہ لزومی نیست.

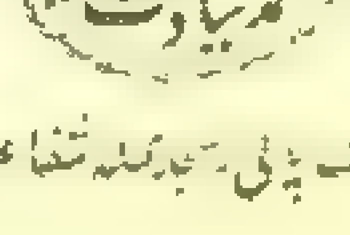

متقی پرہیزگار. وعبادت گذار تھے ۱۲۹۰ھ میں وفات پائی. مدفن تکیہ شفاعت پوتہ سے

متی جانب جنوب مدفون ہوئے۔ سید محمد عسکری اور سید محمد حسن دو فرزند یادگار چھوڑے دونو عالم فاضل ہوئے مصرعہ تاریخ وفات:۔

مقام کرد بہ گلزار جنت الاعلیٰ
۱۲۲۶ھ

۲۹۔ مولوی سید سعادت علی عباسی

بن سید عنایت علی بن صاحب علی از اولاد مولٰنا عبدالغنی عباسی ۱۲۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل ادیب کامل ذی وجاہت تھے۔ مولٰنا شاہ ضیف اللہ نقشبندی مجددی سے اخذ علوم کیا اور حکیم رضی الدین خاں دہوی سے علم طب حاصل کیا۔ ادبیات فارسی اور انشای میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ صاحب تحفۃ التواریخ لکھتے ہیں کہ:۔

طبیب وادیب وخوش تقریر در انشای بےنظیر بود صرف ونحو ومعانی بسیار خوب میدانست واخلاق خلیقہ داشت +

مدۃ العمر درس وتدریس کا شغل رہا۔ عرصہ تک راجہ پرتاب سنگھ رئیس تاڑیدہ کے یہاں اتالیق رہے شعر سے ذوق تھا طبیعت موزوں پائی تھی۔ فارسی کے بعض قصائد آپ کے یادگار ہیں تفنن طبع کے لیے چیستان بھی کہتے تھے ۱۲۹۶ھ میں رحلت کی۔ خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ لوح مزار پر مولوی سید غلام نبی خان تخلص بہ شاعر کے مصنفہ قطعات تاریخ کندہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے سہ

چوں سعادت علی ز دنیا رفت | از ہمہ خلق شد فراز وشکیب
نکتہ داں نکتہ سنج اصل وفا | عالم وشاعر ودبیر وطبیب
ہمہ تن خلق وصاحب عزت | بامروت ومجسم تہذیب
آں یگانہ رستم مودہ بود | سال مولودو جو جفظ غریب
گفت سال وفات او شاعر | بےشبہ دستک غریب وعجیب
۱۲۹۶ھ

یک عدد گرچہ زاید است دریں — لیک تاریخ شد عجیب و غریب

آپکے چاروں فرزند حکیم عبدالحکیم حکیم عبدالرحمن مولوی عبدالعلی ناظر اور متوفی ۱۲۹۶ھ مولوی امجد علی وکیل ذیعلم وذی وجاہت و باتوقیر تھے۔ اوّل الذکر لاولد ہے باقی تینوں بھائیوں کی اولاد موجود ہے جن میں مولوی عبدالسلام و منشی عبدالباری و منشی عبدالغفار و عبدالستار و عبدالرزاق وغیرہ ہیں۔

۴۰۔ مولوی سید شبیر علی

بن مولوی سید فیض علی بن مولانا شاہ ضیف اللہ عالم ربانی متقی و پرہیزگار تھے ابتدا میں اپنے والد سے پھر لکھنؤ میں ایک مجتہد شیعی المذہب سے اخذ علم کیا۔ اسکے بعد دہلی گئے اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی سے بیعت خلافت حاصل کی شروع شروع میں جب دہلی پہنچے تو ایک مختلف فیہ مسئلہ پر جسکے متعلق اس زمانہ کے علمائے دہلی میں بحث ومباحثہ کا بازار گرم تھا جامع مسجد دہلی میں ایک جامع اور موثر تقریر کی اس وقت سے دہلی کے علمی حلقہ میں ان کی قدر و منزلت ہونے لگی۔ مدت تک دہلی میں رہے وہاں کے مشاہیر علماء میں سمجھے جاتے تھے ایک فتوی انجمن نعمانیہ لاہور نے اپنے ماہانہ رسالہ میں شائع کیا تھا جو کسی کتاب قلمی نسخہ سے منقول تھا اس فتوی کو بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی نے مجلس میلاد شریف کے جواز میں علماء دہلی سے تیار کرایا تھا۔ مولوی سید شبیر علی کے دستخط بھی اس پر ثبت ہیں۔ آخر عمر میں دہلی سے وطن چلے آئے اپنے محلہ کی مسجد میں ہر جمعہ کو وعظ کہتے جس میں ہر فرقہ و مشرب کے لوگ ذوق وشوق سے شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ اپنے اعزہ یا اہل محلہ سے ناراض ہو کر عیدگاہ کے قریب احاطہ مزار شاہ عبدالمجید قدس سرہ کی مسجد میں جاکر مقیم ہوگئے اس زمانہ میں یہ بالکل ویران جگہ تھی شاید ہی کوئی شخص ادہر آنکلتا ہو مگر آپکے یہاں مقیم ہونیکے بعد وہاں مجمع رہنے لگا۔ اور جمعہ کی بڑی جماعت ہونے لگی۔ آخر چند روز کے بعد لوگ جاکر اصرار کے ساتھ انہیں واپس لے آئے ۱۲۸۵ھ کے بعد انتقال

کیا۔ مولانا شاہ شفیق اللہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ کی صرف ایک لڑکی تھیں جو حافظ سید رحمت علی ساکن دربار کلاں کے عقد میں آئیں۔

۴۱۔ مولوی سید فضل اللہ خان

بن پیر اسرار احمد عرف پیر لہو۔ شاہ نورالدین فرزند و صاحب سجادہ حضرت شاہ ابن بدر چشتی کی اولا ست تھے۔ ابتدائی تعلیم اور ادبیات فارسی کی تحصیل اپنے پدر بزرگوار سے کی جو علم ریاضی کے ماہر اور ادبیات فارسی کے مشہور اُستاد تھے۔ عربی کی مبادیات وطن میں پڑھ کر تکمیل کی غرض سے رامپور گئے مولانا سید حیدر علی رامپوری سے جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے اجلۂ تلامذہ سے تھے علوم دینیہ خصوصاً حدیث و تفسیر کی تکمیل کی اور امروہہ آ کر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ اسی اثنا میں مولانا سید حیدر علی حسب الطلب نواب وزیرالدولہ بہادر ٹونک تشریف لے گئے شفیق اُستاد نے عزیز شاگرد کو بھی اپنے پاس ٹونک بلا لیا۔ ابتداءً صاحبزادگان کی اتالیقی و افتا کا عہدہ تفویض ہوا ولیعہد ریاست نواب محمد علی خاں آپ ہی کے دامن تربیت کے فیضیافتہ تھے۔ انہوں نے مسند نشین ہو کر گرامی پایہ اُستا کی غیر معمولی قدردانی کی خلعت گرانبہا مع فیل و اسپ و پالکی اور خطاب خانی عطا ہوا۔ دو موضع بطور ال تمغا جاگیر میں ملے مفتی شہر سے مفتی اعظم مقرر ہوئے۔ نواب ممدوح اپنے اُستاد کا انتہائی ادب و احترام ملحوظ رکھتے۔ جب کبھی مولوی صاحب ٹونک سے اپنے وطن امروہہ آتے واپسی پر نواب موصوف بنفس نفیس بنا س ندی تک استقبال کو تشریف لاتے اور اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھا کر قیامگاہ تک پہنچاتے جب بھی مولوی صاحب دربار میں جاتے نواب ممدوح مسند چھوڑ کر انکو اپنی جگہ پر بٹھلاتے اور خود گوشہ مسند پر بیٹھتے کیا آج طبقہ امراء میں شاگرد کے ادب احترام کی کوئی ایسی مثال موجود ہے؟ ذیل میں اس سند کی نقل درج کرتا ہوں جو بوقت عطائے جاگیر دی گئی تھی۔ اس کا کاغذ منقش ۔۔۔ کی قیمت کا ہے۔

بآفاق و افلاک این منجلی است
کہ منقاد حکم محمد علی است

عاملان و متصدیان مہمات حال و استقبال و چودھریان و قانون گویان پرگنہ علی گڈھ بدانند درینولا بحکم تعالیٰ و تقدس از پیشگاہ ابد دولت و اقبال موضع کمہاریہ و موضع زمین پورہ پرگنہ مذکور در وجہ جاگیر افضل الفضلاء اکمل الکملاء استاد خاص مولوی سید فضل اللہ خان صاحب نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن مرحمت و عطا فرمودہ شد سبیل کارپردازان سرکاری آنکہ موضع مذکور را قبض و تصرف استاد صاحب موصوف واگذاشتہ ہر سال سند مجدد نطلبند و سبیل استاد صاحب موصوف آنکہ بر موضع مسطور قابض بودہ ماحصل آن را بصرف خود آوردہ رعایا را بحسن سلوک خود راضی و شاکر داشتہ امورے بارنجیدہ و شکستہ خاطر گردند و مبلغ یکصد روپیہ شش آنہ بموجب پٹہ مقررہ دو حساب فی روپیہ دو نیم آنہ بابت نوکری سواران سالی بسال وقت بفصل [illegible] داخل سرکار نمودہ باشند و رعایائے مواضع مسطور را لازم کہ رجوع بجاگیردار آوردہ حق بادائے مالواجب و رسند

فقط تحریر بتاریخ بست و پنجم ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ھ

نواب محمد علی خاں بہادر تین سال مسند نشین رہ کر ۱۲۸۴ھ میں بوجوہ ریاست سے معزول ہو کر بنارس چلے گئے۔ مولوی صاحب بدستور اپنے عہدہ مفوضہ کے فرائض انجام دیتے رہے لیکن بفضلہ تعالیٰ اسی سال ٹونک میں وفات پائی۔ متقی و پرہیزگار عابد و زاہد بزرگ تھے [illegible] ان کے فرزند مولوی عبد الرحمٰن و عبد السبحان علم سے بہرہ ور ریاست میں ملازم رہے۔ نبیرگان میں مولوی عبد الحکیم مدرسہ عالیہ دیوبند کے فارغ التحصیل و صدر مدرسہ [illegible] حیدر آباد دکن میں مدرس [illegible] رہے۔ مصری

مطبوعات کا اچھا ذخیرہ فراہم کیا تھا سنہ ۱۹۲۰ء میں وفات پائی انکے بھائی مولوی ابوالحسن بھی ذی علم متقی و متورع تھے مطبع دائرۃ المعارف میں بیش قرار مشاہرہ پر آڈیٹر مقرر ہوئے ان کی ترتیب و تہذیب سے متعدد کمیاب و بیش بہا کتب شایع ہوئیں سنہ ۱۹۲۰ء میں بعارضہ طاعون حیدرآباد میں شہادت پائی اب اس نسل میں مولوی خلیل الرحمن بن مولوی عبدالرحمن کا خاندان ہے ۔

۴۲ ۔ حافظ سید مہربان علی

بن سید ولایت علی بن سید رحیم بخش بن سید غلام شرف الدین نبیرہ سید محمد صادق بن سید عبدالمجید عرف سید مجا ساکن محلہ پوتہ ۔ نیک سیرت نورانی صورت صاحب صلاح و تقویٰ واعظ خوش بیان علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور اتقیا و زاہد تھے ۔ بخلاف اکثر اہل خاندان کے اپنے قدیم آبائی مذہب اہلسنت والجماعت کے سختی سے پابند رہے ۔ تاحیات مسجد جامع امروہہ کی امامت آپ سے متعلق رہی ریاست رامپور سے تنخواہ مقرر تھی ۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں مولانا امام الدین نخشبی سے مرید تھے کتب تصوف کے مطالعہ اور ذکر و شغل کا ورد رہتا ۔ عقد ثانی سیدہ بیت علی بن سید اسد علی عباسی کی دختر سے ہوا جنکے بطن سے ایک دختر متولد ہوئیں جو سید ضیاء الحسن بن سید محمد نذر ساکن محلہ حقانی کے عقد میں آئیں زوجہ اولیٰ سے سید عبداللہ و سید محمد حسن دو فرزند تھے اوّل الذکر لاولد فوت ہوئے سید محمد حسن کے مرتضیٰ حسن وغیرہ موجود ہیں ۔

۴۳ ۔ مولوی سیّد حسن بخش

خلف سید امام بخش بن سید دوست علی عالم فاضل ذی وجاہت تھے ابتداءً مولانا شاہ وصیت اللہ نقشبندی مجددی سے اخذ علوم کیا مولوی سید محمد سیادت انکے ہمدرس تھے ۔ پھر لکھنؤ کے علمائے حنفیہ سے تکمیل کیا و بس تدریس کا شغل تھا ۔ فارسی زبان میں دو مجلس آپ کی تصنیف سے ہے ان شرحت کچھ بھی تھی

بعض قطعات تاریخ آپ کے یادگار ہیں، امام باڑہ دوست علی کی مسجد کا قطعہ تاریخ کہا ؎

از عنایات رحمت باری گشت تعمیر مسجد زیبا
گفت تاریخ ہاتف غیبی مسجد پاک دوستان خدا

ایک شخص سید ہادی حسن ساکن محلہ لکڑہ کے عالم جوانی میں قتل ہو جانے کی خبر سنکر یہ تاریخ مصرعہ تاریخ کہا ؎

شدہ کشتہ ہادی حسن بے گناہ

سید باسط علی باسط ساکن محلہ لکڑہ نے دوسرا مصرعہ موزوں کیا ع

باذن ستمگار بد روسیاہ

اپنے محلہ کی مسجد کی تعمیر کا قطعہ تاریخ کہا ؎

گشت بنا این مسجد زیبا خوب مصفا زیب خلایق
سال بنایش ہاتف غیبی گفت عبادتگاہ خلایق

مولوی سید حسن بخش کے اکلوتے فرزند مولوی سید حسن مثنیٰ بھی ذی علم اکابر و عمائد شہر سے تھے خاکسار مولف کے والد ماجد سے مراسم اتحاد و یگانگت تھے۔ ان کے دو فرزند سید سالم حسین سالم ذی علم، سنجیدہ، و متین علم تاریخ اور فن شعر سے دلچسپی رکھتے ہیں اور دوسرے فرزند سید عاقل حسین ہیں

۴۴۔ مولوی سید بہادر حسین

بن سید مظفر حسین بن سید عباد اللہ نبیرہ سید غلام مصطفےٰ بن دیوان سید محمود۔ سال ولادت ... فاضل خوش استعداد طبیب خوشنویس اور علم فرائض کے ماہر تھے علم طب میں حکیم ... اللہ صدیقی کے شاگرد تھے۔ علوم دینیہ کی اکثر کتب درسیہ پڑھی تھیں۔ خط نسخ نہایت پاکیزہ ... خود اسکے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست معلوم ہوا کہ صرف اپنے اعزہ کے واسطے

۲۰ قرآن مجید لکھکر تقسیم کیے۔ بہت خفی لکھنے پر بھی قادر تھے۔ ایک تحریر انکے قلم کی لکھی ہوئی دیکھنے میں آئی جس میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور دوسری سورتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے بعض بغیر خوردبین کے صاف پڑھی جاتی ہیں اور بہت خوشخط لکھی ہیں لیکن بعض اس قدر باریک ہیں کہ بغیر خوردبین کے انکا پڑھنا دشوار ہے۔ علاوہ ازیں علم فرائض کی متعدد کتب اور رسائل انکے ہاتھ کے لکھے ہوئے دیکھنے میں آئے۔ "جدول فرائض اللہ" کیا خوبی سے مرتب کی ہے۔ فرائض نکالنے میں اتنا ملکہ بہم پہونچایا تھا کہ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے زبانی حساب لگا کر متوفی کے ورثا کے حصص شرعی بتلا دیتے۔ ۱۳۰۳ھ میں وفات ہوئی۔ متقی و پرہیزگار ذاکر و شاغل بزرگ تھے حکیم سید آل محمد اور سید دلاور حسین دو فرزند ہوئے۔ آخر الذکر کے فرزند شجاعت حسین لاولد فوت ہوئے۔ اول الذکر کے دو فرزند سید شبیہ الحسن و سید وحید الحسن ہوئے۔ سید وحید الحسن کثیر الاولاد ہیں۔ انکے پسر اکبر سید سعید احمد بی اے ذی لیاقت گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ میں عہدہ دار ہیں۔ انکے چھوٹے بھائی سید سلطان احمد سب انسپکٹر ہیں۔

۵۴۔ مولوی سید محمد عسکری

خلف مولوی سید محمد سیادت۔ جامع علوم تھے۔ ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً اپنے والد سے پڑھا، پھر لکھنؤ جاکر مولانا سید محمد اور آقا سید حسین عرف میرن صاحب مجتہدین کے حلقہ درس میں رہکر عرصہ تک تحصیل علوم میں مصروف رہے۔ امروہہ آکر پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ مجاز امامت اور صاحب نیابت مجتہد نہایت کم گو عبادت گذار عالم تھے۔ علم ہیئت و ہندسہ سے خوب واقفیت اور علاج امراض میں کافی مہارت حاصل تھی۔ بعمر ۷۷ سال ۱۳۰۹ھ میں وفات پائی۔ ع

بجاں بقرب خدا رسید

مصرعہ تاریخ وفات ہے۔ مولوی سید حسین انکے اکلوتے فرزند بھی علوم سے بہرہ ور متقی

محمد عباس مجتہد کے تلامذہ سے تھے۔ اپنے والد کے انتقال سے ایک سال بعد ۱۳۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ سید ابن حسین ایک فرزند ان سے یادگار رہے۔

۴۶۔ مولوی سید محمد حسین جعفری

بن سید مظفر حسین بن سید غلام حسین جعفری بن سید عبد الحفیظ بن سید عبد الحکیم بن سید فرید جعفری سلسلہ نسب بواسطہ علی الزینبی بن عبد اللہ حضرت جعفر بن ابی طالب سے متصل ہوتا ہے۔ ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے جامع علوم عالم تھے۔ ابتداء عمر میں علم کی طرف متوجہ نہ تھے۔ مگر آخر میں شوق پیدا ہوا۔ رامپور پہونچے اور مولانا محمد علی منطقی کے درس میں درسیات ختم کیں پھر امروہہ میں شائقین طلباء کو پڑھانا شروع کیا۔ درس کی شہرت ہونے لگی اور علم دوست طبقہ میں مقبول ہوئے۔ مولانا سید احمد حسن محدث اور مولانا آل حسن صاحب نجفی مصنف "نخبۃ التواریخ" نے بھی ابتدائے عمر میں ان سے پڑھا تھا پھر باہر جاکر تحصیل ختم کی۔ مولانا سید رافت علی امروہوی نے ان ہی سے درس کی تکمیل کی۔ امروہہ کے مشہور اطباء حکیم حکمت اللہ خاں حکیم سید ابن حسن حکیم عبد السلام یہ سب آپ ہی کے شاگرد تھے طب کی کتابوں پر حاوی اور معقولات نیز ریاضیات میں ممتاز تھے۔ طرز تقریر اور طریقہ تعلیم و تفہیم لوگوں کو بہت پسند تھا۔ شروع میں امروہہ میں درس دیا۔ پھر سرکاری مدرسہ عربی و فارسی سہارنپور کے مدرس دوم مقرر ہوئے۔ اسکے بعد گورنمنٹ نظام کی جانب سے صوبہ اورنگ آباد میں مہتمم تعلیمات رہے۔ وہاں سے واپس آنیکے بعد ڈپٹی امداد العلی نے اپنے مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں بہت قدردانی اور اصرار کے ساتھ بلایا وہاں بھی درس دیا۔ اس وقت مولوی آل حسن اور مولوی محمد حسن سنبھلی بھی اسی مدرسہ میں مدرس تھے مگر یہ ان کی عمر کا آخری زمانہ تھا مرض ضیق النفس نے ترقی کی اور مجبور ہوکر واپس آگئے اور صاحب فراش ہوگئے۔ آخر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں وفات پائی اور متصل مزار مسجد حضرت الشیخ حسن شاہ ولایت قدس سرہ مدفون ہوئے۔ دو رسالے اردو میں تصنیف کئے ایک رسالہ شدیۃ قبلت

نماز ظہر کی تحقیق میں۔ دوسرا رسالہ قمریہ حرکت شمس و قمر کے بیان میں مطابق ہیئت جدید۔ مولوی سید احمد حسین آپ کے فرزند لفضلہ تعالیٰ اس وقت تک تندرست ہیں اور لکھنؤ کے کسی مدرسہ میں مدرس ہیں۔

۴۷۔ مولوی امداد العلی

بن شیخ وزیر علی بن شیخ روشن علی بن شیخ محمد حسن عرف شیخ موتی نبیرہ شیخ داؤد ڈپٹی۔ فاضل کامل عالم متبحر حافظ وقاری ومحدث مقتدائے وقت اور طبیب بے بدل تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد قاری عبدالرحمن پانی پتی سے (جنکا قیام اس زمانہ میں امروہہ میں تھا) علم تجوید و قرأت سیکھی۔ مولانا مملوک علی صدیقی نانوتوی اور حضرت شاہ محمد اسحق محدث دہلوی مہاجر مکی سے اخذ علوم کیا۔ طب کی تکمیل حکیم غلام حسن اور حکیم امام الدین خاں دہلوی سے کی۔ بعد تحصیل و تکمیل علوم امروہہ میں قیام رہا اور مدۃ العمر اپنے مکان (واقع محلہ مولانا) پر درس و تدریس مطب کا شغل رہا۔ نہایت نیک نہاد گوشہ نشین و عزلت گزین بزرگ تھے تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ علم طب کے عملی و نظری فنون میں ایک مبسوط کتاب سراج الوہاج نام عربی زبان میں تالیف کی اس کے علاوہ متعدد رسائل مجمع البحرین وغیرہ مختلف مسائل کی تحقیقات میں لکھے تاحیات جامع مسجد کی امامت بھی آپ سے متعلق رہی۔ خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے بعد اس کا ترجمہ سامعین کو سمجھا دیتے۔ خاندان بنی القضاۃ میں شیعی عقائد کا شیوع ہونے لگا تو عیدین کی نماز بھی مولوی صاحب پڑھاتے تھے۔ تقریباً ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی۔ انکے ایک دختر زوجہ حکیم عبدالرحمن عباسی اور ایک فرزند شیخ عبید اللہ ہوئے جنکے تین بیٹے مفتی خلیل احمد و شفیق احمد و رفیق احمد ہیں۔

۴۸۔ مولانا عبدالعزیز

بن شیخ حیات اللہ بن شیخ تحسین اللہ بن شیخ اللہ بخش بن منور ازل۔ عالم متبحر فاضل اجل استاد الاساتذہ جامع علوم و فنون سادہ مزاج و بے تکلف مولوی احمد حسن مرادآبادی کے شاگرد تھے اور وہ

مولٰنا فضل حق خیرآبادی کے۔ ایک مدت تک مدینہ طیبہ میں رہ کر حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی مہاجر مدنی سے علم حدیث پڑھا اور سند اجازت حاصل کی۔ تمام علوم میں بلند پایہ رکھتے تھے تبحر علمی میں متقدمین کی مثال تھے معقولات کی بڑی بڑی کتابیں بے تکلف دور بیٹھے پڑھایا کرتے۔ آپکے شاگردوں سے اکثر سنا گیا کہ طریق تفہیم نہایت عجیب تھا مشکل مسائل میں جب طلبا غلطاں پیچاں تھے اور باہمی مذاکرہ سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوتی آپ کی خدمت میں جاتے آپ دو ایک باتیں ایسی مختصر کہہ دیتے کہ تمام خلجان رفع ہو جاتا اور مسئلہ سمجھ میں آ جاتا صوفی مشرب تھے محفل سماع میں اکثر شریک ہوتے۔ مولٰنا سید امانت علی چشتی امروہوی سے نسبت عقیدت درست کی تھی:۔

مسئلہ وحدۃ الوجود میں قدم راسخ رکھتے تھے ایک رسالہ بطریق استفتا مع جواب کے لکھا تھا جس میں لا الٰہ الا اللہ کے معنی سے بحث کی ہے اور اس کلمہ کی ترکیب میں اگرچہ پانچ احتمالات نکالے مگر ایک احتمال کو ثابت کیا ہے یعنی جملہ الا بمعنی غیر ہو اور لا کی خبر فی الوجود محذوف مانی جائے تو معنی یہ ہونگے کہ جملہ معبودات باطلہ جن کی مشرکین عبادت کیا کرتے تھے غیر خدا نہیں؛ یہی مسئلہ ہمہ اوست ہے:۔

آپ کی ایک تصنیف الحکمۃ الیمانیہ آپکے شاگرد مولوی ارتضی حسن مرحوم[۵] ساکن محلہ گذری کے پاس دی گئی اس کتاب میں فلسفہ کے بعض مسائل میں حکماء کے اقوال نقل کر کے اپنی جانب سے ایک صحیح قول لکھا ہے آخر زمانہ میں مسجد سید ابدال محمد کی امامت آپسے متعلق تھی وقف کی آمدنی سے تنخواہ ملتی تھی اور اسی مسجد میں درس بھی دیتے تھے۔ آپکے شاگردوں میں قاضی سید

---

[۵] مولوی سید ارتضیٰ حسن بن سید کاظم علی شیعی نبیرہ میر اسد اللہ خاں عرف میر کلو صاحب استعداد عالم تھے اور کتب معقول میں ایک خاص ملکہ رکھتے تھے وحدۃ الوجود کے قائل اور اپنے استاد کے بہت ثناخواں تھے۔ ۱۳۲۲ھ میں انتقال کیا حکیم سید نواب حسن انکے خلف ہیں انکے چھوٹے بھائی مولوی سید اصغر حسن بھی ذی استعداد عالم تھے۔ پچھلے سال ان کا انتقال ہوا وہ بھی مولانا کے شاگرد تھے۔ ان کے فرزند سید محمد مجتبیٰ بی اے ایل ٹی علیگ ہیں

ایزدبخش (ساکن محلہ سدو) تھے حکیم سید محمد (محلہ لکڑہ) اور دیگر اشخاص قابل تذکرہ ہیں۔ جذام کے مریض تھے کشتہ جات بنانے کا بھی شوق تھا ۱۳۲۳ھ میں وفات ہوئی آپکے شاگرد مولوی سید المرتضیٰ حسن نے تاریخ نکالی ع

غواص بحر علم بدارالسلام شد

اولاد پسری نہ تھی۔ صرف تین بیٹیاں تھیں ایک حافظ سخاوت علی ساکن محلہ مولانا کے عقد میں آئیں اور دوسری حافظ محمد شفیع ولد حافظ محمد کفایت کی اہلیہ اور تیسری حافظ محمد اسمٰعیل کی زوجہ تھیں آپکے بھائی منشی دلاور علی کی اولاد ہیں منشی ولی محمد ساکن محلہ شیخ زادگان (جہنڈا شہید) کا خاندان ہے اور بنی اعمام ہیں محلہ مولانا کا خاندان حفاظ ہے۔ اس خاندان میں مولوی اعجاز حسین خلف منشی محمد حسین مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد کے فارغ التحصیل جوان صالح خوش اطوار اسی مدرسہ میں مدرس ہیں *

۴۹۔ مولوی سید فضل حسین عرف محمد فاضل

بن مولوی سید عبداللہ بن مولانا سید شاہ حنیف اللہ نقشبندی مجددی۔ عالم متجر درویش سیرت نیک طینت متوکل ومرتاض بزرگ تھے کتب معقول ریاست رامپور میں پڑھیں اور نواب محمد سعید خاں سے سند فراغ حاصل کی علم حدیث مولانا حاجی شاہ عبدالغنی دہلوی سے حاصل کیا، علم طب حکیم احسن اللہ خاں دہلوی سے پڑھا کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ ریاست ٹونک میں مدرس رہے پھر امروہہ آکر درس افادہ میں مشغول ہوئے چند رسائل ان کی تصنیف سے ہیں یعنی رسالہ در فضائل ماہ رجب وشعبان ماخوذ از غنیۃ الطالبین، رسالہ اثبات ذکر کلمہ طیبہ بعد نماز پنجگانہ ورسالہ ثبت ایصال ثواب عقب میت وبعض رسوم مروجہ ورسالہ رد محمد بن عبدالوہاب نجدی مولفہ علماء مکہ معظمہ کا اردو ترجمہ مدتفاتہ فوائد بعض کتب حدیث وفقہ پر کچھ حواشی ہیں

تحریر کیے تھے۔ ۲۵ شوال ۱۲۹۹ھ میں بمقام امروہہ انتقال فرمایا اور حضرت شاہ ضیف اللہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

انکے فرزند مولوی سید محمد حسن بھی جوان صالح اور مستند عالم تھے چند کتب درسی پر حاشیے اور بین السطور لکھے ہیں۔ عالم شباب میں بمقام ریاست ٹونک انتقال کیا۔

۵۰ مولوی کریم بخش بخشی

بن مولنا امام الدین بخشی نیک سیرت درویش خصلت متقی وحید از منکسر المزاج راست گو عالم تھے۔ نہ کبھی کسی سے دنیاوی معاملات میں جھگڑا کرتے نہ دینی مسائل میں اکثر خاموش رہتے اور بلا ضرورت بات نہ کرتے۔ اوقات کے پابند تھے۔ آبائی مکان واقع محلہ بخشی تنگی کے باعث چھوڑ کر محلہ کنگوئی سسرال میں جا رہے تھے جو حافظ سید یوسف علی کے مکان سے ملحق تھا شب و روز حافظ صاحب موصوف سے صحبت رہتی تھی اور دونوں مکان ذکر الہی سے گونجتے تھے مگر مدت تک نماز اپنے پدر بزرگوار کی مسجد واقع محلہ بخشی میں ادا کرتے رہے۔ چونکہ اس مسجد کے امام تھے اس لیے وقت پر ضرور پہونچتے حالانکہ دونوں محلوں میں تقریباً نصف میل کا فاصلہ ہے علم فقہ کے ماہر تھے جزئیات فقہیہ پر کامل عبور تھا۔ فتاوی عالمگیری کا اکثر مطالعہ کیا کرتے تھے۔ معقولات مولوی تراب علی لکھنوی سے اور منقولات حضرت شاہ حبیب الحق دہلوی جاجرت حاصل کیے تھے۔ مولانا حبیب الحق صاحب امروہوی کے مرید تھے طلبا کو شرح جامی شرح تہذیب تک پڑھا کر کہہ دیا کرتے کہ اب کسی دوسرے سے پڑھو ہماری استعداد یہیں تک ہے۔

مولوی ابراہیم علی رئیس بکھراؤں کے مکان پر کچھ مدت بحیثیت معلم مقیم رہے اور مولوی صاحب کو پڑھاتے رہے۔ وہاں سے واپس آگئے ہرچند مولوی صاحب نے بلایا کہ آپ یہاں رہیں آپکی تنخواہ برابر ملتی رہے گی مگر نہ گئے۔ کہا کرتے کہ اب ان کو پڑھنے کی ضرورت تو ہے نہیں میں مفت کی تنخواہ

کیوں لوں۔ سید مظفر علی خاں اگہڑیاں والے، رئیس امروہہ کے خاندان کی مسجد واقع محلہ گنج میں امام تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب کے گھر میں چوری ہو گئی۔ خانصاحب کو خبر ہوئی تو انہوں نے مولوی صاحب کی تنخواہ جو چند مہینوں سے چڑھی ہوئی تھی یکمشت انکے پاس بھجوادی۔ مسجد میں آکر کہنے لگے کہ ہمارا جتنا گیا تھا اتنا ہی ملگیا۔ ہمارے یہاں تو گویا چوری ہوئی ہی نہیں۔ انکے بڑے صاحبزادہ مولوی ابن حسن دیندار و متقی عالم تھے۔ عالم جوانی میں انکا انتقال ہوا۔ مولوی صاحب خاموش مسجد میں آبیٹھے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ تیار ہوا تو ہمراہ ہولیے۔ انہیں کچھ بھی خبر نہ ہوئی کہ کس نے غسل دیا کس نے کفن دیا۔ نہ روئے نہ کسی کے سامنے جزع فزع کیا۔ ایکمرتبہ مسجد میں پینے کے لیے پانی مانگا۔ پانی کم تھا مگر سب پی گئے۔ پانی پینے کے بعد بولے الحمد للہ اگر اللہ تعالے سب کنوئیں کا پانی کم کر دیتا تو ہم اس کا کیا کر لیتے۔ مزاج میں حد درجہ صبر و قناعت تھا۔ کبھی اپنی تنگی معاش اور عسرت کی شکایت نہ کرتے اور خاموش زندگی بسر کرتے۔ ۱۳[illegible]ھ میں وفات ہوئی اور محلہ کنکوئی سے بجانب شمال و مغرب موتی باغ میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۵۔ مولوی سید سبحان بخش عباسی

بن خدا بخش بن صاحب علی عباسی۔ ابتداءً مولانا امام الدین بخشی اور مولوی امداد العلی سے امروہہ ہی میں اخذ علوم کیا پھر علمائے سنبھل سے تکمیل کی۔ بعد تحصیل و تکمیل مدۃ العمر اپنے مکان پر درس و تدریس کا شغل رہا۔ مولوی محمد تمان بن قائم علی عباسی نیز مولوی عبدالرحمن و حکیم عبدالحکیم ابنائے مولوی سعادت علی عباسی آپکے تلامذہ میں سے قابل تذکرہ ہیں۔ تصوف سے بھی ذوق تھا۔ مولانا سید عبدالحی خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت تھے۔ بڑے پاک طینت و نیک سیرت تھے۔ صاحب نخبۃ التواریخ لکھتے ہیں کہ:-

مولوی سبحان بخش…… بسیار بزرگ پاک طینت و نیک سیرت بود و انکسار و خاکساری بدرجہ غایت داشت و در خدمت افتادگان کمر ہمت بستہ بود۔

تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں وفات پائی. حافظ محمد عمر و عبدالمجید و عبدالحمید تین فرزند تھے. اول الذکر عرصہ تک جیپور میں اتالیق رہے. منشی آل عباس اور بنی عباس انکے دو فرزند ہیں.

۵۲- مولوی سید داد علی عباسی

بن ہدایت علی بن اسد علی از اولاد مولانا پیر محمد نبیرہ مولانا آبن عباسی. تقریباً ۱۲۶۳ھ میں پیدا ہوئے. ابتداءً رامپور میں مولوی سید غلام نبی رامپوری سے علوم دینیہ کی اور حکیم محمد کفایت اللہ خاں امروہوی سے طب کی تحصیل کی پھر گوالیار میں مولوی ناصر خاں رامپوری سے اخذ علوم کیا. عالم مستند و فاضل ذی استعداد تھے فارغ التحصیل ہو کر ابتداءً مہاراجہ گوالیار کے یہاں طبیب کی حیثیت سے ملازمت کی پھر اسی ریاست میں جہانسی کے جبکہ یہ علاقہ ریاست گوالیار میں شامل تھا مددگار صوبہ مقرر ہوئے. آپکے ماموں شیخ کریم بخش عباسی جنکا تعلق ملازمت بتوسط حضرت شاہ خاموش شمس الامراء امیر کبیر رشید الدین خاں بہادر کے علاقہ میں ہو گیا تھا بعارضہ ضیق النفس مبتلا ہوئے انہوں نے مولوی صاحب کو حیدرآباد طلب کیا رخصت منظور نہ ہونے پر مستعفی ہو گئے شیخ صاحب تو امروہہ واپس چلے آئے مگر مولوی صاحب حیدرآباد پہونچے اور ۱۲۸۲ھ سے وکالت شروع کی صبح سے نو بجے تک مطب کرتے پھر کار وکالت انجام دیتے اس زمانہ میں بلدہ حیدرآباد دکن کے بہترین وکلاء میں انکا شمار تھا ہزاروں روپیہ پیدا کیا اور نہایت فراخ دلی سے صرف بھی کیا. بڑے مہمان نواز کنبہ پرور تھے سہ پہر کو بعض شوقین طلباء کو درس بھی دیتے. مولوی سید داد علی کی موزونی طبع بھی خداداد تھی. شعر بامزہ کہتے کسی موقع پر کہا تھا ؎

قدرت ہر اک رخ کی بہارِ سخن میں ہے | برگ حِنا پہ نقشہ کوہِ بیستون دیں

اپنے بیٹے کے مرنے پر جو بعارضہ چیچک فوت ہوا ایک قطعہ کہا جسکے دو شعر یہ ہیں ؎

بہ آب دیدہ پرورد م نہالے | بامیدے کہ بارے خواہد آورد
برو زگل یگانِ دیگر شگفتہ | بوقت بار بارِ خاطر آورد

حضرت ظفر کی مشہور غزل کی جس کا مطلع ہے ؎

بات کرنا ہمیں مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی | جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

تضمین کی ہے جسکے چند شعر جو آپکے خواہرزادہ مولوی سید عابد حسین رضوی سے دستیاب ہوئے یہاں درج کرتا ہوں ؎

ہوا فرہاد کا جا کر سر کہسار پہ خون | قیس بیچارہ ہوا دشت کے اندر مدفون
غل ہے زنجیر کا کیوں شور قیامت ہے فزوں | پائے کوباں کوئی زنداں میں بنا ہو مجنوں
آتی آواز سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

لاکھ معشوق ملے مجھکو سراپا جادو | ایسے ایسے کہ جنہیں یاد تھے صدہا جادو
نہ چلا پر نہ چلا مجھ پہ کسیکا جادو | تیری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

پوچھتا ہوں دل بیتاب سے میں یہ سو بار | کہ نہ تو برق نہ سیماب نہ شعلہ نہ شرار
پھر جو تو مضطرب اتنا ہے بتا تو اے یار | لے گیا کون ترا چھین کے اب صبر و قرار
بیقراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

حافظ کلام پاک متقی و متورع تھے ۱۳۱۲ھ میں وفات پائی افسر الاطبا حکیم سید احمد سعید مرحوم انکے پھوپی زاد بھائی تھے۔ زوجہ اولیٰ حافظ عزت اللہ عباسی کی دختر تھیں عقد ثانی حیدرآباد دکن میں کیا کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ مولوی نثار احمد عباسی وکیل اورنگ آباد دکن آپکے برادر زادہ ہیں ؞

۵۳- مولوی سید علی حسین

خلف سید محمد علی نبیرہ سید عبد الرسول المخاطب بہ سید میراں خاں، از اعتقاد مخدوم شیخ نصیرالدین چشتی شیعی المذہب، عالم مستعد دس سپاروں کے حافظ صاحب اخلاق حسنہ تھے۔ ابتدا میں مولوی محمد سیادت سے امروہہ میں پڑھا اور خورجہ میں قاری سید جعفر علی سے علم تجوید سیکھا اسکے بعد لکھنؤ میں مولوی سید حسین عرف میرن صاحب مجتہد اور مولوی واجد علی مولوی فضل علی مولوی محمد حسین اور مولوی تراب علی علمائے سنی المذہب سے علوم و فنون کی تکمیل کی اور سندات حاصل کیں معقول کی کتابیں اچھی طرح پڑھاتے تھے اور مذہب امامیہ میں مستند تھے۔ امروہہ میں مدت تک درس دیا مولوی احمد حسین ساکن محلہ شفاعت پوتہ نے زیادہ تر آپ ہی سے علم حاصل کیا۔ انکے علاوہ مولوی حکیم سید مصطفے ساکن محلہ گذر قاضی ایزد بخش مولوی باقر نذر دحکمۃ علی۔ اور مولوی احمد الدین خاں نے بھی آپ سے فیض حاصل کیا بہت ہی منکسر المزاج اور خلیق تھے خیرات پوشیدہ طریقہ پر کرتے۔ طویل القامت اور فربہ اندام تھے پھینکنے کے فن سے بھی خوب واقف تھے ۱۳۰۶ھ میں فوت ہوئے۔

سید ابوالحسن اور سید محمد ابراہیم دو فرزند ہوئے یہ دونوں بھی انتقال کر گئے۔ ان کی اولاد موجود ہے

۵۴- مولوی محمد سید حسن

فرزند اصغر مولوی محمد سیادت تقریباً ۱۲۶۰ھ میں ولادت ہوئی فاضل کامل اور عالم باعمل تھے ابتدا پدر بزرگوار سے تحصیل علوم کی بعد لکھنؤ جا کر مولوی سید محمد اور آقا سید محمد حسین عرف میرن صاحب سے اکثر کمالات علمی اخذ کیے۔ علم طب کی تکمیل کی تھی مطب بھی کرتے تھے اور امروہہ کے فرقہ شیعہ کی پیش نمازی بھی فرماتے تھے۔ جسم لطیف نیک نہاد و نیک صفات بزرگ تھے مزاج میں غوث دنیا کو مطلق دخل نہ تھا۔ احادیث مصائب سید الشہدا بڑے درد سے پڑھتے۔ نظم و نثر میں پوری مہارت

تھی۔ اور خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا چند رسائل اُن کی تصنیف سے ہیں انظار الایمان فی فصول الاذان اور رسالہ خلافۃ بجواب مولوی تراب علی وغیرہ ۹ رجب ۱۳۱۹ھ کو وفات پائی۔ مولانا سید اولاد حسن تخلص بہ تسلیم آپکے اکلوتے فرزند تھے ٭

۵۵۔ مولوی سید اکبر علی شاہ

بن مولوی سید فیض علی بن مولانا سید شاہ حنیف اللہ نقشبندی مجددی اپنے برادر بزرگ مولنا سید بشیر علی سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔ پھر بتبدیل ہیئت بنارس اور گیا میں ماہرین سنسکرت پنڈتوں سے وید شاستر کی تعلیم حاصل کی سنسکرت زبان اور مذاہب ہنود سے کافی واقفیت بہم پہنچا کر مختلف مقامات پر تردید مذاہب باطلہ وتبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔ آخر میں ایک مسجد شہر میرٹھ میں تعمیر کرائی جسکے متعلق چند دکانیں بنواکر مصارف کے لیے وقف کردیں اور اسی میں گوشہ نشین ہوگئے لیکن قبل وفات وطن کی کشش امروہہ کھینچ لائی ۱۳۳۲ھ میں یہاں وفات پائی اُنکی چند تصانیف بھی تھیں جو میرٹھ میں ضائع گئیں۔ بڑے خوش پوش اور شاندار بزرگ تھے اُنکے بھائی مولوی سید فیروز علی بھی ذی استعداد تھے عرصہ تک بھوپال میں مدرس رہے ٭

۵۶۔ مولانا سید فرزند علی

نبیرہ مولوی سید منور علی از احفاد سید شرف الدین بن شاہ ولایت قدس سرہ۔ بزرگوں کا وطن امروہہ تھا۔ اُنکے جد امجد مولوی سید منور علی ترک وطن کرکے دہلی چلے گئے۔ مولنا سید فرزند علی وہیں پیدا ہوئے۔ ابتداءً اساتذہ دہلی سے پڑھا پھر غدر ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی سے لکھنؤ گئے۔ وہاں سے چھپرہ ضلع سارن پہونچکر مولانا جمیل احمد بلگرامی سے جو اس زمانہ کے مشہور فاضل تھے اخذ علم کیا اثنائے درس وتدریس میں یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ ایک سال رمضان المبارک کے مہینے میں مولنا جمیل احمد

بلگرامی کی طبیعت کچھ ناساز تھی نماز تراویح کے لیے جب مسجد میں پہونچے تو انحراف طبیعت کا حال بیان کیا حافظ کو جو تراویح پڑہاتے تھے یہ خیال ہوا کہ مولانا بلگرامی نے نماز تراویح جلد ختم کرنے کے لیے ناسازی طبع کا عذر کیا ہے اسلیے انہوں نے اور بھی دیر تک نماز پڑہائی۔ مولانا سید فرزند علی کو حافظ صاحب کی یہ حرکت ناگوار گذری اسی وقت دل میں نیت کرلی کہ قرآن شریف حفظ کرلوں اور آیندہ سال خود تراویح پڑہاؤں چنانچہ سال بھر کے اندر پورا قرآن مجید حفظ کرلیا اور پھر برابر نماز تراویح پڑہاتے رہے۔ علوم دینی کے علاوہ طب اور انگریزی بھی پڑہی تھی۔ مولانا کے اساتذہ کے نام یہ ہیں۔ علوم دینیہ میں مولنا جمیل احمد بلگرامی و مولنا قاری عبدالرحمن پانی پتی اور حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی علم طب میں حکیم محمد ابراہیم خاں اور انگریزی میں ڈاکٹر چیدن۔

مولانا سید فرزند علی ایک مقدس بزرگ اور صوفی منش درویش تھے۔ ابتداے شباب میں دہلی کے مشہور خوشنویس میر پنجہ کش کی بھتیجی سے ان کی شادی ہوئی تھی مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ان کی زوجہ رحلت کرگئیں تو پھر کبھی شادی نہیں کی گویا ابتداے شباب سے مجرد رہے شعر سے طبعی ذوق تہا۔ بیتاب تخلص کرتے تھے۔ شعر کہتے تھے مگر شاعروں کی طرح نہیں بلکہ دوست احباب کی فرمایش پر یا کسی خاص تحریک پر کبھی کبھی شعر موزوں کردیتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے فرمایش کی کہ مرزا غالب کی قدیم شاعری کے رنگ میں غزل کہئے تو دو ایک غزلیں کہدیں ان ہی میں یہ دو شعر بھی تھے ؎

صبح سے آئینہ تمثال روئے یار کا ہر ذرہ ہے حباب لب خورشید نظارہ
جوہر تیغ نزاکت سے ہیولا ہے بلا کی ادائی سب اشارہ ابروئے غمزہ کا

چہیرہ ہی کے قیام میں حج و زیارت کا ولولہ اٹہا اس خیال سے کہ استطاعت جو شرط حج کی

لہ مولوی سید فرزند علی تین بہائی تھے۔ مولوی حسین علی اور حاجی فخرالدین ان کے دونوں بہائی امروہہ میں محلہ ۔۔۔ میں ساکن ہیں۔ سلسلہ نسب قاضی سید علی فرزند بہ سید شرف الدین شاہ ولایت سے متصل ہوتا ہے

سے پوری ہو وہاں کے اسکول میں مدرسی دوم کا عہدہ قبول کرلیا ایک مدت کے بعد جب استطاعت حاصل ہوگئی تو ۱۳۱۲ھ میں حج و زیارت کو تشریف لے گئے۔ مدینۃ الرسول کے قیام میں حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی کے حلقہ درس میں بیٹھے ان سے ظاہری و باطنی علوم کا فیض حاصل کیا شاہ صاحب مجددی تھے اسکے علاوہ مولانا کو شاہ حبیب اللہ سے سلسلہ نقشبندیہ کا بھی فیض حاصل تھا تصنیفات کے علاوہ رسالہ صیانۃ الناس عن شر وسواس الخناس رسالہ خزینۃ البرکات رسالہ اللبیب فی تذکرۃ الحبیب حواشی عربی بر مشکوٰۃ المصابیح ان کی تصانیف ہیں آخر میں ایک مبسوط تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کے حالات میں زیر تالیف تھا کہ پیغام اجل کو لبیک کہا۔

اس کتاب کا مسودہ مولانا کے شاگرد جناب مولوی اعجاز حسن صاحب رئیس مظفرپور (بہار) کے پاس ہے جن سے خاکسار مؤلف کو مولانا ممدوح کے اکثر حالات معلوم ہوئے۔ مولانا کے رشید تلامذہ میں مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اور مولوی محمد ریاض حسن خاں المتخلص بہ دانش رئیس رسول پور ضلع مظفرپور ہیں۔

مولانا سید فرزند علی پہلے سفر حجاز کے بعد ہندوستان واپس آئے مگر ۱۳۱۸ھ میں دوبارہ ہجرت کی نیت کرکے حجاز تشریف لے گئے اس زمانہ میں حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ سے فیض صحبت حاصل کیا اور وہیں ۱۳۲۰ھ میں مکہ معظمہ میں رحلت کی۔

قطعہ تاریخ

آہ فرزند علی صاحب شراد | چو در جنت ز دل بار فت
سال آں حاجی بحق واصل | گفت دل مرشد کامل رفت

۱۳۲۰ھ

۵۷- مولوی سید عبدالقیوم

... ۱۲۸۸ھ میں ... پیدا ہوئے ... عالم مولوی سید

رافت علی کے ہمدرس تھے. مولوی سید محمد حسین جعفری انکے استاد باعتبار ذہانت اور استعداد کے مولوی سید رافت علی پر انکو ترجیح دیتے تھے. اول سے آخر تک دونوں کے [illegible] ایک ہی رہے رامپور میں تحصیل علم حدیث بھی یک ہی ساتھ کی عمر کم پائی [illegible] کی عمر پاکر ۱۲۷۸ھ میں فوت ہوئے انکے صلب سے صرف ایک فرزند [illegible] میں انتقال کر گئے انکے تیسرے بھائی سید صفی اللہ کی [illegible] ایل. بی (علیگ) سب ڈویژنل مجسٹریٹ ریاست حیدرآباد دکن خلف صدق [illegible] بن سید صفی اللہ مذکور کا خاندان ہے [illegible] فرزند سید [illegible] ہندوستان میں زیر تعلیم ہے [illegible] خاندان کے جملہ افراد اپنے آبائی مذہب اہلسنت و جماعت کے پابند ہیں ۔

۵۸. مولوی حاجی سید رافت علی

بن سید انعام علی[1] از اخلاف سید جہانگیر بن سید عبدالواسع بن شاہ سید ابوالحسن بن سید محمد میر عدل متقی پرہیزگار مستعد عالم تھے. مولوی سید محمد حسین جعفری سے کتب منقول و دیگر فنون پڑھنے کے بعد رامپور میں علوم دینیات کی تکمیل کی اور مدت العمر طلبہ کو اپنے مکان پر درس دیا مولانا [illegible] محدث مولانا آل حسن مجتہد مؤلف تحفۃ التواریخ مولوی سید محمد احسن نادیانی [illegible] مولوی مشتاق حسین انتصار جنگ بہادر حافظ محمد حسین [illegible] مولوی امانت [illegible] اور مولوی سید ذوالفقار [illegible] آپکے درس سے فیضیاب ہوئے ۔

[1] انکے آبا و اجداد اور اس خاندان کی سکونت [illegible] سنبھل کی [illegible] ترک کرکے [illegible] سید [illegible] شاہ کے مکان واقع محلہ دربار [illegible] میں بسے آکے اور اب اس خاندان کی سکونت اسی محلہ میں ہے۔ انکے جدی ساکنان محلہ [illegible] سب شیعی مذہب ہیں ۔

مذاہبِ شیعہ و سنی کی تحقیق میں وقت زیادہ صرف کیا اور اکثر یہی شغلہ رہا علمائے شیعہ سے مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھا باوجودیکہ ان کا اکثر خاندان اور اہلِ محلہ کی اکثریت شیعہ مذہب کے پیرو تھے وردہ حق تعالیٰ پیدا ہونے کے سنی المذہب تھے مگر اپنی وضع پر قایم رہے اور کبھی مرعوب نہ ہوئے۔ ان کی ہمشیرہ شیعیان محلہ تکیہ میں بیاہی گئی تہیں اور یہ ایک ایسی قرابت تھی جو ان کی مرضی کے خلاف شیعوں میں ہوگئی تھی ورنہ اُنہوں نے تاحیات اپنا کوئی رشتہ شیعوں میں نہیں کیا۔ انکے بھانجوں نے اس مذہبی منافرت کو دیکھکر دباؤ ڈالا کہ ہم اپنی والدہ کا حق شرعی لینگے مولوی صاحب موصوف فوراً آمادہ ہوگئے اور اس کا کچھ افسوس نہ کیا۔[1] ایک مرتبہ ان کی مسجد میں ذکر ہوا کہ امسال تراویح میں قرآن کون سنائیگا رمضان المبارک کے صرف ڈہائی مہینے باقی تھے مولوی صاحب نے اسی دن سے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کردیا اور تراویح میں پورا کلام مجید سنا دیا۔ انکے دونوں بھائی سید حشمت علی اور سید رحمت علی بھی حافظ قرآن متقی اور دیندار تھے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں میزان الصرف منظوم مطبوعہ اپنے فرزند سید عبد اللہ کے لیے لکھی فرماتے ہیں ؎

اے کہ میزان صرف را منظوم	می کنم بہر طالبان علوم
عام مطلق و بالخصوص اے ماہ	بہر حفظ محمد عبد اللہ
قرۃ العین نسبتِ لخت جگر	خلف ارشدم حمیدہ سیر

ثبوت التحریف فی مذہب الحریف رسالہ تحریف قرآن پر بحث ہے۔ حق الجواب عند اولی الالباب بدعت تعزیہ داری کے متعلق ہے، کلمۃ التقوی لمن کان احق بہا واہلہا فضائل صحابہ کرام وایمان شیخین کا قرآن پاک سے ثبوت، ایمان الشیخین بحکم الثقلین ایمان حضرات خلفائے ثلثہ کا ثبوت قرآن مجید اقوال ائمہ اہل بیت و دیگر کتب معتبرہ شیعہ سے، فدا داریہ بزاعم اول الخلفا، مسئلہ فدک کی مکمل بحث

---

[1] اس حصہ کے شرفا میں لڑکیاں باپ کی جایداد میں وہ حق شرعی نہیں لیتیں بلکہ حق لینا معیوب سمجھا جاتا ہے ۱۲

سید آل محمد صاحب شیبی کے ایک سوال کا جواب، [٦] القول الفصل وما ہو بالہزل [٧] سوط العذاب علی مفتر کذاب (مقدمہ غصب فدک خلافت کا دعویٰ منجانب حضرت فاطمہ زہرا کا، روائی مقدمہ فوجداری منجانب المعتقد وکلا صحابہ کرام [٨] ان کتابوں کے لکھنے پر مولانا مرحوم کا شیعیان امروہہ کی جانب سے مقاطعہ ہوا) [٩] جواب باصواب (رسالہ طعن احراق قرآن کا جواب [١٠] تقبیح الاذان (اذان میں اشہد ان امیر المومنین کے بدعت شیعہ ہونے کا ثبوت)، [١١] سوال مولوی رافت علی وجواب مولوی احمد حسین بحکیم امجد علیخاں وجواب بجواب مولوی ابوالقاسم (حدیث ثقلین مرویہ محمد ابن ابراہیم قمی کی دلچسپ بحث) [١٢] رسالہ لاجواب محتوی بر صدق وصواب [١٣] اصلاح السراج (حدیث ثقلین کی دلچسپ بحث۔

جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ کو وفات پائی اور جد بزرگوار سید شرف الدین حسن شاہ ولایت قدس سرہ کے احاطہ درگاہ مزار سے بجانب شرق زیر دیوار شرقی مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔ فرزند مولوی سید عبداللہ نے عمر زیادہ نہ پائی مولوی سید عبدالرؤف مدرسہ اسلامیہ امروہہ واقع جامع مسجد کے فارغ التحصیل تھے اور نیک سیرت عالم ہیں درس تدریس کا شغل ہے عرصہ تک مدرسہ گلاوٹھی میں مدرس رہے۔

(شجرہ اولاد)

مولوی سید رافت علی

- مولوی سید عبداللہ
  - سید احمد حسین
- مولوی سید عبدالرؤف
- مولوی سید عبدالمسعود

۵۹۔ مولوی سید بشیر علی

خلف سید نصیر علی بن سید قادر علی بن سید دوست علی نبیرہ سید عبدالباری بن دیوان سید محمود مولوی سید محمد حسین جعفری سے مولوی سید رافت علی کی معیت میں علم حاصل کیا، شیعہ سنی مذہب کی تحقیق کا ان کو بھی شوق تھا بخلاف اپنے اکثر اہل خاندان کے راسخ العقیدہ سنی تھے مناظرہ

شیعہ وسنی میں چند تصانیف حجۃ البالغہ رافع الشبہات در تردید عقاید امامیہ) اور رد عقبات مولوی حامد حسین لکھنوی ان سے یادگار ہیں۔ تقریباً ۵۰ سال کی عمر پائی سنہ میں انتقال ہوا۔
انکے برادر علاتی سید سراج النبی ہیں جو مولوی سید رمضان علی قادری کے نواسہ تھے ذی علم اور صاحب صلاح وتقوی تھے۔

۶۰۔ مولانا حکیم محمد حسنؒ

بن شیخ کرامت علی بن شیخ رستم علی بن شیخ محمد حسن عرف موتی از احفاد شیخ داؤد دہڑ پگہ ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے تاریخی نام خورشید الزماں ہے۔ عالم وطبیب فن شریف خوش خلق زاہد وعابد بزرگ تھے فلسفہ مشائیہ اور علوم عقلیہ میں مولانا فضل حق خیرآبادی کے علوم نقلیہ حدیث وتفسیر وفقہ میں مفتی صدر الدین دہلوی کے شاگرد تھے علم طب حکیم امام الدین دہلوی سے حاصل کیا تھا حضرت شاہ رسول نما شطاری سے نسبت بیعت درست کی تھی۔ حاجی نجم الدین خلیفہ شاہ سلیمانؒ سے بیعت تھے۔
فارغ التحصیل ہوکر ابتداءً آگرہ میں بسلسلہ ملازمت قیام رہا۔ اسی اثنا میں منشی حاجی محمد خاں میر منشی سے ملاقات ہوئی وہ انکو اپنے ساتھ کوہ آبو لے گئے کچھ عرصہ کسی محکمہ میں اہلکار رہے وہاں سے گورنمنٹ کالج اجمیر میں عربی وفارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے کالج کے پرنسپل سے اختلاف ہو طویل رخصت لیکر کچھ عرصہ جہالاواڑ اور اودے پور رمیواڑ کے طبیب خاص رہے ریاست پالن پور میں بھی ملازمت کی۔ اسکے بعد پھر یہی مستقل ملازمت پر چلے آئے۔ تقریباً ۲۹ سال اجمیر میں قیام رہا آخر میں ملازمت کی پابندیوں سے آزاد ہوکر اجمیر میں مطب کرتے رہے۔ عمر کے آخری چند سال وطن میں گذارے۔
علم تصوف سے آپکو خاص دلچسپی تھی۔ توریت وانجیل کا گہرا مطالعہ کیا تھا زمانہ قیام اجمیر میں وہاں کے کتب خانہ میں نادر کتب سے مطالعہ کا شوق ملاحظہ نہایت وسیع تھا تاریخ مذاہب وجغرافیہ قدیم سے جہاں تک کہ ان علوم کو مذہبی تحقیقات سے تعلق تھا پوری واقفیت حاصل تھی۔ انجیل وزبور

وغیرہ کتب سماوی ہیں جو اختلافات تراجم کی بنا پر ہوگئے ہیں انہیں اپنی تصانیف میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتب سماوی کو تین حصوں پر تقسیم کیا ہے' توریت و زبور وغیرہ عہد عتیق کی انجیل عہد متوسط کی اور قرآن کریم عہد جدید کی کتب سماوی و صحیفہ ربانی بتاتے تھے۔ کتب عہد عتیق و متوسط میں حضور سرور کائنات کے متعلق پیشین گوئیاں ثابت کی ہیں۔ مثلاً مکاشفات یوحنا کے چوتھے باب کی ساتویں آیت میں جو عبارت ہے اس کو حضور سرور عالم اور حضور کے چہار اصحاب کے حالات سے منطبق کرتے تھے۔ علاوہ انجیل و زبور و توریت کے وید دل سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے متعلق پیشین گوئی ثابت کی ہے آپ کے خیال میں کلنکی اوتار سے مراد حضور سرور کائنات ہے۔ اور سنبل دیپ کے معنی سرزمین عرب کے ہیں۔ حیدرآباد دکن کا سفر ایک مرتبہ محض اس غرض سے اختیار کیا تھا کہ سید علی بلگرامی مرحوم سے' جو سنسکرت زبان کے عالم تھے' اس سلسلہ میں تبادلہ خیال کریں۔

قرآن کریم میں حروف مقطعات کے معانی بحساب جمل اعداد نکالکر بیان کرتے اور ان کو توریت کی پیشین گوئیوں اور واقعات عالم سے تطبیق دیتے۔ آپکا اعتقاد تھا کہ حروف مقطعات کے یہی معنی ہیں جو ان اعداد سے برآمد ہوں آپکے چند مسائل مخصوصہ بطور نمونہ ذیل میں درج کرتا ہوں:-

(۱) جمع بین الصلاتین بلا کسی عذر کے جائز ہے۔

(۲) جنہ کی ایک قسم حشرات ارض ہیں جو زمین کے سوراخوں میں رہتے ہیں۔

(۳) سد سکندری آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان ایک کوہستانی سلسلہ ہے۔

(۴) یاجوج اور ماجوج روسی انگریز ہیں جو اس سد سکندری کوہستانی سلسلہ کو توڑ کر دنیائی عمود [illegible] دنیا میں داخل ہوئے۔

(۵) دابۃ الارض یا خروج دجال ریل گاڑی ہے۔

(۶) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو معراجیں ہوئی ہیں جن میں واقعہ شق صدر وغیرہ

بھی شامل ہیں۔

(۷) مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح کذاب بتایا ہے کہ وہ کوٹھری میں مسیحیت کا دعویٰ کریگا اور انجیل کی پیشین گوئی کے مطابق پیدا ہوا ہے۔

آپ کی عظیم الشان تصنیف تفسیر القرآن ہے۔ اگرچہ عبارت مغلق اور عسیر الفہم ہے لیکن مولانا مرحوم کی محنت اور کد و کاوش کی داد نہ دینا صریح ناانصافی ہوگی تحقیقات بعض پہلوؤں سے نرالی ہے بعض ایسے معانی پیدا کئے ہیں جن کی طرف غالباً متقدمین کا خیال منتقل نہ ہوا تھا۔

تحقیق اناجیل و ردّ مذہب عیسوی کے متعلق پچھلے دور میں چار بزرگوں کے نام لیے جاسکتے ہیں یعنی مولانا رحمت اللہ کیرانوی، سر سید احمد خاں، ڈاکٹر صادق علی (کوہ ہند) اور مرزا غلام احمد قادیانی مگر ان بزرگوں کی تحقیقات اور تصانیف سے بالکل جداگانہ مولانا حکیم محمد حسن امروہی کی تصنیف کی ہے۔ وہ کتب سماوی سے حضور سرور کائنات اور مذہب اسلام کے متعلق ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیشین گوئیاں نکالتے ہیں اور اسلام کی عظمت و حقانیت خود مخالفین کی کتب مقدسہ سے ثابت کرتے ہیں ع بود در انجیل نام مصطفےٰ

چند مسائل میں مولانا کا خیال جمہور علماء سے بالکل جداگانہ تھا اثبات وحدۃ الوجود میں مستعد اور سرگرم تھے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر میں آپ کا وہی خیال تھا جو مولانا عبدالعزیز امروہوی نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے۔ آپکا قول تھا کہ وجود کا مرتبہ اطلاق یعنی ہستی محض جو جزئیات موجودہ کے درمیان مابہ الاشتراک ہے اور خود بھی کلی نہیں بلکہ جزئی حقیقی ہے ذات واجب تعالیٰ ہے اور موجودات متعددہ اس کے مظاہر ہیں۔ آپکی ایک تقریر یہ تھی اللہ ما یحتاج الیہ الکل و مایحتاج الیہ الکل ھو الموجود فاللہ ھو الموجود۔ صوفیہ میں جو لوگ وحدۃ الوجود کو بطریق عقل ثابت کرتے ہیں ان کا طریق استدلال بھی یہی ہے اور خود آپکے استاد مولانا فضل حق خیرآبادی نے اپنے رسالہ الروض المجود فی وحدۃ الوجود میں جو استدلال پیش کیا ہے وہ بھی یہی ہے خلاصہ

مولانا حکیم محمد حسن اپنی تحقیق میں بالکل جداگانہ مسلک رکھتے تھے اور اپنے خیال پر اس پختگی سے قائم تھے کہ اسکے خلاف گویا ہو ہی نہیں سکتا۔

آپ کی خصوصیات میں سے تھا کہ سات کے عدد کو مبارک سمجھتے آپکا عقیدہ تھا کہ آدم ہفتم ہوئے ہیں گر آدم یعنی اللہ کو سات ہزار برس ہوئے ہزار ہفتم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کتب مقدسہ انجیل وغیرہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق ہوا۔

سو لی ہیوے آمت سے ہویدا   دعاے خلیل اور نوید مسیحا

اپنی تفسیر میں سات باتیں لکھتے تھے ہر باب میں سات سات فصلیں ہیں۔

وفات حضرت عیسیٰ کے قائل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مسئلہ کے متعلق بعض دلائل آپ ہی کی تحریرات سے اخذ کیے۔ ظہور امام مہدی کے متعلق راسخ عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کی پیدایش اور ظہور کا حساب بھی لگا رکھا تھا۔ آپکے ساتھ امام مہدی کی پیدایش اس شب میں واقع ہوئی جس روز لارڈ میو انڈمان میں مارے گئے تھے۔

مدۃ العمر تصنیف کا شغل رہا۔ آپ کی تصانیف کی مختصر فہرست یہ ہے:-

تفسیر مقامات الاسرار معروف بہ تفسیر حضرت شاہی رفاہی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر مبرہ کشف الاسرار (۳) ترتیب ہوا (۴) قریبی مسئلہ (۵) عدید [illegible] رسالہ عید [illegible] (۶) تلخیص [illegible] (۷) حق مدین (۸) [illegible] (۹) [illegible] (۱۰) [illegible] (۱۱) شرح نصوص حکم (۱۲) تفسیر غائیہ [illegible] قرآن پاک کی تفسیر [illegible] مشکوۃ شریف کی بعض احادیث کی شرح [illegible] آفتاب و مہتاب [illegible]

[illegible]

[illegible] مباحثے کی نوبت جو لوگ سنتے ہیں انکو اپنے حق واضح ہو۔ [illegible] میں نہایت

درجہ سکینت اور تواضع تھی. متوسط قد، دوہرا بدن، ہلکا سانولا رنگ، سفید گول ڈاڑھی. سر گھٹا ہوا لباس میں دوکلیا ٹوپی ایک عرض کے پائچہ کا ڈھیلا پائجامہ اکثر نیچا کرتہ پہنتے، ایک بڑا رنگین رومال ہاتھ میں ہوتا خندہ پیشانی خوش مزاج خلیق اور حد درجہ بے تکلف بچے سے بوڑھے تک اور امیر غریب سب سے یکساں برتاؤ کرتے. رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا حضورؐ کے اسم مبارک کی تعظیم بجد کرتے لیٹے ہوتے اور نام مبارک سن لیتے فوراً اٹھ کے بیٹھ جاتے، بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے کھڑے ہوتے تو تعظیمی حالت پیدا ہو جاتی.

مطب بھی کرتے تھے، علاج معالجہ کے بہت سے واقعات مشہور ہیں. پاٹن پور سے اجمیر آتے وقت کسی جنگل میں رفع حاجت کے لیے سواری سے اترے سانپ نے ڈس لیا اس کا خود ہی علاج کیا اور چند روز میں تندرست ہو گئے. ایک مرتبہ مولوی واجد علی پنشنر منصف رئیس بھیجراوں کے علاج کو گئے مریض سن شخص تھے ستر سال کی عمر، کھانسی کا عارضہ بلغم میں خون آتا تھا. اطبائے مرض سل تشخیص کیا تھا آپ نے نزلہ حلیبی اور اس کا شیرہ دوا تجویز کی. علاج تیر بہدف ثابت ہوا تھوڑے دن ہی عرصہ کا مرض کافور ہو گیا. مولوی جہرہ کا خاکی رخوب کلاں سے جمیل علاج کرتے تھے اس کا پانی استعمال کراتے اور اسی کا ہار دلواتے ، وہ اسی کو بستر پر بکھرواتے. ۱۹۱۸ء میں ان کا قیام بھیجراوں میں تھا ہیضہ کا زور ہوا جب مومیائی سے علاج کرتے سو فیصدی کامیاب ہوتا ہیضہ کے موسم میں پیٹ بھر کے امرود کھلاتے مگر تاکید ہوتی کہ پھل تراشا نہ جائے.

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ کو بروز جمعہ ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی اپنے باغ متصل تکیہ ساتی میں مدفون ہوئے. آپ نے تین عقد کیے برادری کی زوجہ کے بطن سے دو فرزند حکیم عبدالملک اور منشی عبدالرب اور کئی بیٹیاں ہوئیں.

ایک دختر مولوی فضل احمد فاروقی کے عقد میں آئیں یہ اپنے خسر کے مرید و معتقد تھے بعد وفات ان ہی کے جوار مزار مدفون ہوئے. مولانا حکیم محمد حسن کے بنی اعمام میں پروفیسر عبدالجلیل،

ام پیں سی بن شیخ عبداللطیف بن شیخ عبدالقادر اپنے اقران و امثال میں نامور عرصہ تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں لکچرر رہے ۔

۶۱۔ مولوی سید احمد حسین

بن سید رحیم علی از احفاد سید عبدالجلیل بن سید مبارک۔ ابتدا میں مولوی سید علی حسین امروہوی سے پڑھا پھر لکھنؤ میں جناب مفتی محمد عباس لکھنوی سے تکمیل کی۔ استعداد بلند رکھتے تھے اکثر امروہہ سے باہر قیام رہا آخر میں سید المدارس امروہہ میں درس دیتے تھے۔ مناظرہ میں بھی دخل تھا کتاب ناصرالایمان جو حکیم احمد علی خاں امروہوی کے نام سے شایع ہوئی تھی اور جس پر ۱۳۱۲ھ امروہہ کے شیعہ اور سنیوں کے درمیان سخت ہنگامہ رہا اور بالآخر جسکے نسخے بحکم صاحب کلکٹر تلف کر دیے گئے' درحقیقت مولوی صاحب موصوف کی تالیف تھی اعظم المطالب فی آیت مناقب و مناقب الائمہ وغیرہ چند تصانیف اور بھی یادگار ہیں۔ ۱۳۲۲ھ میں وفات ہوئی۔ حکیم سید ابوجعفر اور مولوی سید محمد آپکے دو لایق فرزند ہوئے ۔

۶۲۔ مولوی سید سعید حسن

خلف سید حسین علی از اولاد سید مبارک بن سید منتجب۔ تاریخ ولادت ۹ ذیقعدہ ۱۲۹۶ھ مفتی محمد عباس اور مولانا سید حامد حسین و دیگر علمائے مذہب شیعہ سے لکھنؤ میں اخذ علوم کیا۔ امروہہ آکر درس و تدریس کا شغل رہا کچھ عرصہ بدایوں میں مدرس رہے ۱۳۰۹ھ میں عازم حج بیت اللہ ہوئے۔ مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا بمبئی واپس آکر پھر کربلائے معلی و نجف اشرف کا سفر اختیار کیا۔ عراق عرب میں کاظمین سر من رائے کوفہ وغیرہ میں بعض ائمہ او پیغمبرن نامدار کی زیارات سے بھی شرف اندوز سعادت ہوئے۔ عراق میں اکثر مجتہدین سے فوائد علم مذہب۔

کئی سال بعد وطن واپس آئے اور پھر درس و تدریس اور مناظرہ کا شغل رہا۔ مولوی سید رافت علی حنفی امروہوی کے جواب میں ایک رسالہ بزبان عربی بھی تصنیف کیا۔ بیالیس سال کی عمر میں ۵ شعبان ۱۳۰۵ھ کو انتقال ہوا۔ اولاد نرینہ کوئی نہیں رہی ٭

میاں شد سینہ رحمتش اے سلیم　　　شد مہر افلاک تقوی نہاں

۶۳۔ مولوی سید محمد احسن

خلف سید مردان علی ساکن محلہ شاہ علی سرائے از اولاد سید سراج الدین قادری ۱۲۵۸ھ میں ولادت ہوئی۔ ابتداءً امروہہ میں مولوی سید محمد حسین جعفری اور مولوی سید رافت علی نقوی سے علم حاصل کیا پھر دہلی میں مولوی عبدالتواب سے پڑھا اور شیخ حسین عرب سے حدیث کا درس لیا۔ مولانا حکیم محمد حسن ساکن محلہ مولانا سے طب و منطق کی کتابیں پڑھیں۔ بعد فراغت تعلیم امروہہ کے سرکاری مدرسہ میں مدرس رہے پھر انسپکٹر ڈپٹی گارڈ وغیرہ ایک عرصہ تک بیرون ملک کے عہدوں کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اسکے بعد ریاست بھوپال میں ملازمت کے تعلق سے قیام رہا اور نواب سید محمد صدیق حسن خاں مرحوم کی صحبت میں تقلید کا مسلک ترک کرکے اس باب میں چند رسائل تصنیف کئے۔ ایک کتاب اعلام الناس ... جس میں حرف ض کے مخرج سے بحث کی ہے ... مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے مسیحیت و مہدویت کی تصدیق کی اور حمایت ... قادیانی مذہب کی تبلیغ کرتے رہے اس مقصد میں چند کتب بھی تصنیف کیں مرزا صاحب کی وفات کے بعد جماعت میں دو فریق ہو گئے تھے۔ ایک تو قادیانی جماعت اور دوسری لاہوری جماعت۔ ... میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا منجملہ دیگر مسائل کے ایک مسئلہ یہ تھا کہ آیت قرآنی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں لفظ احمد سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے یا مرزا صاحب قادیانی کی۔ مولوی صاحب قادیانی جماعت کی ... کتاب القول المجدد تصنیف کی ... ریاست ... مولوی ... رہا۔

قادیانی کے قول کی تردید کی ہے اسکے علاوہ اور بہت سی کتابیں مناظرات میں لکھی ہیں آپ کی کل تصانیف کی تعداد تقریباً اسی بتائی جاتی ہے۔ آخر عمر میں قیام امروہہ میں رہا اس زمانہ میں خاکسار مولف کو بھی اتفاق ملاقات کا ہوا۔ باوجود کبر سنی اور ضعف قوی اور شدائد مرض میں مبتلا ہونے کے کتب بینی سے اس حالت میں دلچسپی تھی۔ قادیانی فتن کی جانب سے گھر بیٹھے تنخواہ برابر ملتی رہی ۴ محرم ۱۳۴۵ھ میں ایکسو پانچ برس کی طویل عمر پاکر انتقال ہوا۔ امروہہ میں آلہی بخش کتب فروش اور سید آل محمد ساکن محلہ دربار کلاں نے آپ ہی کی تبلیغ سے احمدی مشرب اختیار کیا۔ آپ کی دو بیویوں سے دو فرزند ہیں جن میں مولوی حکیم سید محمد اسمٰعیل عیش عالم فاضل رنگون میں مطب کرتے ہیں۔

۶۴۔ مولوی سید سخاوت حسین

بن سید منور حسین از اولاد سید منور بن سید چاند نبیرہ سید شاہ ابوالحسن بن سید محمد میر عدل ساکن محلہ سرائے کہنہ تقریباً ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عظیم اللہ بجنوری سے اخذ علوم کیا۔ عالم متبحر و فاضل خوش استعداد تھے۔ ابتداءً نرسنگھ پور ضلع جبلپور میں مدرس رہے یہیں مولوی علی رضا خاں جج عدالت العالیہ حیدر آباد دکن کو ام اے (عربی) کے امتحان کی تیاری میں مدد دی اسکے صلہ میں مولوی صاحب نے نواب مختار الملک سے سفارش کرکے انہیں تحصیلداری پر مقرر کرا دیا عرصہ تک اس عہدہ کے فرائض کو نہایت احتیاط اور تدین سے انجام دیتے رہے تصنیف و تالیف کا ذوق تھا۔ علم عروض میں ایک کتاب "ہدیہ فضا" ۱۳۰۱ھ میں بزبان فارسی تالیف کی تھی۔ اس میں یہ التزام ہے کہ مصنف کلام کی پوری تشریح کے ساتھ سند کے طور پر اشعار و امثال پیش کئے ہیں ۱۳۱۳ھ میں بزبان اردو ایک کتاب [illegible] کی جس میں توحید و رسالت کے متعلق دلائل عام فہم درج کئے ہیں اور جو مشرکانہ رسمیں اور بدعتیں جہال اہل اسلام میں

شائع ہوگئی ہیں ان کے ابطال کی کوشش کی ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

"بعض جہال اہل اسلام بھی اولیاء اللہ کی قبروں و چلوں کو پوجتے ہیں اور مثل تعظیم خدا تعالیٰ ان کی تعظیم کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور مشرک بنتے ہیں خصوصاً عورات کہ انکے عقیدے بسبب بے علمی و بے تعلیمی کے زیادہ خراب ہوتے ہیں پس مومن کامل کو چاہیئے کہ دلائل خدائے تعالیٰ دیکھ کر ان سب اعتقادوں سے بچے اور توحید کا یقین دل سے کرے"۔

اسکے متعلق آپکے استاد زادہ حکیم محمد رحیم اللہ بجنوری ایک مکتوب مرقومہ ۱۹ ر شوال ۱۳۱۲ھ میں لکھتے ہیں کہ:-

اے وجود تو بہ عالم مغتنم
ذاتت آمد مصدر فیض اتم

جندا تصنیف کردی ایں کتاب	در عقائد کو نبیدارد جواب
بحر زخار است در یک قطرہ اش	مہر تابانست در یک ذرہ اش
الحق ایں نادر کتاب بے مثال	ہادی خلق است سوئے ذوالجلال

از مخلصان قدیمی خود و در افتادہ خادم العلماء بندہ محمد رحیم اللہ سلام اشتیاق التیام عرض ساختہ عرض رساندعا است کہ پس از مدت مدید کہ بہ قربیا ماندنامہ نامی مع کتاب مصنف گرامی رسیدہ رہین منت ساخت در تحریر جوابش بجہۂ عدم فرصت کہ بسبب کثرت مرض و قلت صحت از لوازم اطباء است تاخیرے رو داد معاف فرمایند۔ کتاب موصوف را از اول تا آخر دیدم وخیلے پسندیدم آرے مطبوع شد لیکن در مطبع بد خط و سراپا غلط مطبوع طبعم نیفتاد و کتاب سابق نیز کہ در علم عروض تالیف نمودہ بودید ہم دراں مطبع ناموزوں محل عروض اغلاط گردیدہ الحق کہ دریں زمانہ ایں چنیں کتاب ضرورت شدید بید اشت کہ فرقہ اہل سنت وجماعت از مذہب خود چناں بے خبر ہستند کہ اگر کسے اصول مذہب نزد ایشاں بیان می نماید از قبول

قولش چوں از لاحول بعز سنگہا می گریزند بلکہ او را از دائرہ اسلام خارج می شمارند واکثرے از اہل سنت را در فرقہ تفضیلیہ کہ قسمے از روافض است داخل می یابیم و در شرک و بدعت و لذات نفسانی چناں منہمک اند کہ بوئے توحید کہ اصل الاصول دین است ہرگز بشام ایشاں نرسیدہ و فرقہ دیگر کہ مخالف ایشاں ہستند آنقدر از حد تجاوز نمودند کہ زمام تقلید اکابر دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین را یکبار از دست فروگذاشتہ کورانہ راہ سپر کردند کہ رفتہ رفتہ در چاہ نیچریت سرنگوں افتادہ اکثر احادیث را کہ مخالف نفس سرکش خود یافتند انکار صاف نمودند باقی ماند کلام آلہی با وجود دعوی اذعانش از اول تا آخر تحریف ساختہ از قسم متشابہات قرار دادہ در قبیل کلامے معنیش فی بطن قائل داخل نمودہ ظاہر است ایں چنیں اقرار بدتر از انکار است غرض ہر یکے در افراط و تفریط افتادہ از جادہ حقہ مستقیم پا بیروں نہادہ با ایں ہمہ ہر یکے بعقل خود آنقدر مغرور است کہ خود را ثانی عقل اول میداند ہر چند کہ درایں حالت امید ہدایت بغایت مستبعد است اما چونکہ بنا کارش بظاہر مبنی بر عدم اطلاع اصول مذہب است و بر تقدیر اطلاع مبنی بر قلت تدبیر پس دریں صورت می عجب کہ ایں چنیں کتاب سلیس العبارت و قلیل الحجم کہ جامع جمیع مسائل ضروریہ است وحاوی تردید مذاہب باطلہ از سبے بروئے کار آرد ورنہ از یں چہ کم کہ مولف کتاب بثمرۂ خلوص نیت داخل حسنات خواہد شد شکر خدا است کہ ہنوز از تعلیم والد ماجدم کہ روان ایشاں در جوار رحمت یزداں باد ہنوز در عالم باقی ست۔ خدا آنگاہی را تا دیر قائم دارد۔۔۔۔۔ فقط +

مولوی سید سخاوت حسین کو شعر سے بھی خاص مناسبت تھی اس فن میں کسی سے تلمذ حاصل نہ تھا اردو فارسی دونوں زبانوں میں کلام کا مختصر ذخیرہ موجود ہے۔ غزلیات و رباعیات و قصائد کے علاوہ مناجات حمد و نعت و منقبت ساقی نامہ و قطعات ہر صنف کلام میں طبع آزمائی کی ہے حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح میں ایک قصیدہ آپکا ہے اسکے چند بند بطور نمونہ درج کرتا ہوں +

قصیدہ در مدح محبوب سبحانی حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

دلا تاکے تو در مانی بقید نفس شیطانی ۔ نہ جوئی خوئے انسانی بجز اخلاق حیوانی
بامر نفس تارہ کنی تو کار نا کارہ ۔ زرفتی راہ ہموارہ بجز از راہ طغیانی
ہمیشہ ماندہ در عصیاں بعصیان آخرت نسیاں ۔ زلنیاں نیستی گریاں نہ یدانہ بجیہ ما نی
بدنیا آں چناں شاغل ز عقبیٰ ایں چنیں غافل ۔ بجز این کے کند عاقل کہ تو کردی بنادانی
تو جسم و تن بپروردی دل و جاں راتبہ کردی ۔ خطاکردی خطاکردی نہ بردی ہی پشیمانی
اگر زیں قید و غم شادی رضا دادی بہر بادی ۔ ہدایت چہ کند بادی کہ خود نوقاب ہوذانی
وگر زیں قید ناراضی شدہ مغلوب جاں بازی ۔ بنفس و دیو شو غازی باستمداد سلطانی
مرادم زانکہ سلطانی نہ مالک ملک سامانی ۔ بلے شاہ دل و جانی کہ شاہاں بندہ ش دانی
بہ بغدادش شدہ مرقد بگیلانش شدہ مولد ۔ ہمہ چانیکنامش زو بماہ و مہر پیشانی
جناب قامع بدعۃ محی الدین والملۃ ۔ ازو شد دین ہم زندہ پس آنکہ گشتست جانی
جناب سید حسنی سعادت زو شدہ حسینی ۔ نجابت اونبی حسب اوراست لا ثانی
جناب غوث اعظم شد جناب قطب عالم شد ۔ جناب پیر اکرم شد کہ شد محبوب سبحانی

آخر عمر میں حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ کی غرض سے حجاز تشریف لے گئے اور اپنے اس آخری شعر کے بموجب ہمیشہ کے لیئے مدینہ منورہ ہی میں رہ گئے۔ مولوی ابو القاسم وجد و عفار اور مولوی فضل ستار آپکے تین فرزند ہوئے +

۶۵۔ مولوی محمد حسین صدیقی نابینا

از اولاد قاضی نظام الدین قریشی الصدیقی باوجود مادر زاد نابینا ہونے کے علوم متداولہ

عربیہ میں استعداد کامل حاصل تھی۔ مدۃ العمر درس و تدریس کا شغل رہا۔ عرصہ تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلہ مولانا ، میں مدرس رہے۔ صاحب نخبۃ التواریخ لکھتے ہیں کہ :-

حافظ محمد حسین باوجود عذر بصارت در صرف و نحو ثانی رضی است و اکثر کتب درسیہ از تفسیر و فقہ و عقاید وغیر ذالک خواندہ باستعداد کامل حاصل کردہ صاحب ذوق و شوق است و در اجداد او حاجی اکبر شاہ مرید ملا آخوند فقیر رامپوری نسبت قوی سہ داشت و صاحب سجادہ بود

تقریباً ۱۳۲۰ھ میں وفات ہوئی ۔

۶۶- مولوی آل حسن نخشبی

نبیرہ مولانا امام الدین نخشبی جامع علوم و فنون متقی و پرہیزگار عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد عرصہ تک امروہہ میں اپنے عم بزرگوار مولوی کریم بخش نخشبی مولوی سید رافت علی اور مولوی سید محمد حسین جعفری الزینبی سے پڑھا ۱۲۸۰ھ میں تکمیل تعلیم کے لئے وطن سے باہر گئے اور نہایت عسرت کی حالت میں علم حاصل کیا تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کیں مگر ہمت نہ ہاری حوصلہ بلند رکھا۔ وجہ معاش میں کچھ آبائی جائیداد تھی جس میں دیگر اہل خاندان بھی شریک تھے تعطیل میں جب گھر آتے اور واپس جاتے تو مصارف سفر بھی مشکل دستیاب ہوتے با ایں ہمہ تحصیل علم میں بڑا انہماک رہا اور دستے ختم کئے بغیر تعلیم کو نہ چھوڑا اور اس تنگی سے علم حاصل کیا کہ اکثر معاصرین سے سبقت لے گئے ۔

امروہہ سے باہر جاکر مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑہی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور معقولات کی تکمیل کی۔ حدیث کا درس ابتداءً مولانا عالم علی محدث مرادآبادی سے لیا پھر دہلی میں مولانا نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث و کتب صحاح ختم کرکے سند حاصل کی ۱۲۹۰ھ میں دوبارہ دہلی گئے اور آخر میں کچھ کتابیں مولانا شاہ عبدالحق سے کان پور میں بھی پڑھیں ۔

تکمیل تحصیل علوم کے بعد ۱۲۹۰ھ میں وطن آئے۔ اسی درمیان میں امروہہ کے مختلف

خاندانوں کے حالات میں تحفۃ التواریخ نام ایک کتاب فارسی زبان میں تالیف کرکے شائع کی تاریخ اور علم الانساب پر نظر وسیع نہیں تھی اس لیے جابجا فاش غلطیاں کی ہیں طبعاً قناعت پسند تھے۔ زیادہ تر امروہہ میں درس و تدریس کا شغل رہا۔ کچھ عرصہ تک مدرسہ قاسم العلوم واقع جامع مسجد (محلہ مولانا) میں اور پھر مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس رہے آخر میں قاضی محمد عباس صاحب رئیس مرادآباد کے یہاں قیام رہا۔ ۱۳۰۹ھ میں تقریباً ۴۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اولاد نرینہ نہ تھی صرف دو بیٹیاں تھیں ان میں سے ایک مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی کے عقد میں آئیں۔ انکے چھوٹے بھائی مولوی سبط حسن بھی فارغ التحصیل تھے ۱۳۲۳ھ میں لاولد انتقال کیا۔

۶۷۔ مولوی محمد امانت اللہ نقشبندی مجددی

بن شیخ امان اللہ بن شیخ محمد فضل برادر حقیقی خلیفہ غلام غوث المعروف حیراں شاہ صدیقی ۱۲۶۳ھ میں پیدا ہوئے امروہہ میں مولانا سید رافت علی و مولانا آل حسن نخشبی سے تلمذ کا تعلق رہا۔ مولانا شاہ عبدالحق کانپوری سے علوم دینیہ اور معقول کا استفادہ کیا اور بالآخر شاہ صاحب کی معیت میں حجاز کا سفر اختیار کیا ایک سال مسلسل وہاں قیام رہا۔ دو حج ادا کرکے وطن واپس ہوئے زبان عربی مروجہ کے تکلم پر قادر تھے۔ زبان فارسی کے انشاء و نظم و نثر پر قدرت تھی درکتب فارسی کے درس کا ملکہ تامہ تھا۔ فارسی زبان کے مکتوبات منظوم و منثور یادگار ہیں۔ امانت تخلص کرتے تھے جذبہ دینی سے سرشار تھے تبع شریعت شعار رہتا روشن سادہ تھی دینداروں سے فدائیانہ ملتے۔ منشی جعفر علی و مولوی عبدالغفار ساکنان محلہ گنگوئی انکے یک جان دو قالب دوستوں میں تھے حولوں جذبہ دینی میں شیعیت ان سے ہمدردانہ معاملہ نہ رکھتے۔ حتی الوسع ملحدانہ روش پر جو یورپ کے مقلدین مسلمانوں میں پائی جاتی ہے خوب تنقید کرتے۔ حافظ عباس حسین سے بیعت تھے۔ مجددی طریقہ کے صوفی کو ترجیح دیتے اور غیر متشرع صوفیوں سے بیزاری کرتے اور گو

کو ان کی صحبت کے مضر اثرات سے آگاہ کرتے۔ قدیم زمانہ کے علماء کی سادہ روش کے نمونہ تھے۔ تشیع و رفض کے مباحث سے خوب واقف اور اس خاص مضمون کی معلومات پر حاوی تھے اور مناظرہ میں حاضر جواب۔ مذہب ہنود میں رسالہ داغ لالہ اور ردّ رفض چار بیت منظوم یادگار ہیں۔ وضع کے سخت پابند تھے۔ جو وقت جس کام کے لیے مقرر رہتا اس کو کبھی ناغہ نہ کرتے۔

تلاوت قرآن کریم کے عاشق تھے خصوصاً رمضان المبارک کثیر التلاوۃ۔ دلائل الخیرات کا وظیفہ کبھی ترک نہ فرماتے ۔

خاکسار مولف کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ اس تعلق سے ہمیشہ لطف و محبت و شفقت کا برتاؤ فرماتے ۔

۸ شوال ۱۳۲۲ھ یوم یکشنبہ شب دوشنبہ بعد مغرب واصل بحق ہوئے۔ صبح کو حضرت حافظ شاہ عبدالکریم حسن صاحب پنجابی مرادآبادی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ قبرستان موسومہ کٹھل والا میں مدفون ہوئے۔

اولاد میں دو لایق فرزند ہیں مولوی محمد حکمت اللہ و مولوی محمد نعمت اللہ۔ اول الذکر نے زیادہ حصہ علوم عربیہ عقلیہ و نقلیہ کا بمقام سنبھل مولانا محمد ہاشم صاحب سے حاصل کیا مدرسہ گذری میں مدرس ہیں اُنکے چھوٹے بھائی مولوی محمد نعمت اللہ نے حضرت مولانا سید احمد حسن محدث و مولانا عبدالرحمٰن سے تحصیل کرکر مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ سے سند اجازت حاصل کی۔ اور اس مدرسہ کے نائب ناظم اور مدرس بھی رہے۔ واعظ اور نیک سیرت مرنجان مرنج ہیں۔ اس وقت کلکتہ میں مدرس ہیں ۔

۶۸۔ مولوی سید باقر حسین

بن سید احمد حسین از احفاد مخدوم شیخ نصیر الدین تقی۔ عالم نیک سیرت با خلاق متقی پرہیزگار ہیں کتب معقول میں قاضی مبارک اور رسالہ میر زاہد تک مولانا آل حسن تقی اور مولوی عبدالعزیز

سے پڑھا۔ ہائی اسکول امروہہ میں عرصہ تک مدرس فارسی رہے پھر نور المدارس میں عربی کے ابتدائی مدرس رہے۔ خاکسار مولف کو بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ آخر میں مسجد اہد آل محمد میں چند سال پیش نماز بھی رہے۔ سنہ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اس وقت سن شریف ۷۰ سال ہے اپنے اکلوتے اور لایق فرزند مولوی سید جواد حسین کے مجنوں ہو جانے سے مولانا کی صحت پر بھی خراب اثر پڑا۔ خدا رحم کرے۔

۶۹- مولوی سید اعجاز حسن

بن سید علی حسن ساکن محلہ گذری۔ تاریخ ولادت ۱۹ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۶۶ھ صاحب تصانیف اور ذی استعداد عالم تھے۔ مولوی سید احمد حسین امروہوی سے منطق وعلم معانی، فقہ وحدیث کی ابتدائی کتابیں پڑھیں سنہ ۱۲۹۲ھ میں لکھنؤ جا کر جناب مفتی سید محمد عباس مجتہد سے اخذ علوم کیا۔ سنہ ۱۲۹۶ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ سے مشرف ہوئے۔ سنہ ۱۲۹۷ھ میں پھر لکھنؤ گئے اور مولانا حامد حسین سے بعض کتابیں پڑھیں۔ سنہ ۱۳۲۲ھ میں زیارات عتبات عالیات کی غرض سے عراق کا سفر کیا۔ اور شیخ حسین بن شیخ زین العابدین مجتہد سے اجازہ حاصل کیا۔ مدۃ العمر تصنیف و تالیف کا شغل رہا۔ تصانیف کی تعداد ۱۴ ہے جس کی فہرست یہ ہے۔ مفاتیح المطالب فی خلافۃ علی بن ابی طالب (فارسی) (۲) نہج الیقین لاعلاء کلمۃ الدین (فارسی) (۳) القام الحجر فی فم ابن الحجر المعروف بہ محرق الصواعق (فارسی) (۴) تفسیر آیہ لا ینال عہدی الظالمین (فارسی) (۵) جواہر سنیہ فی مصطلحات فقہیہ (فارسی) (۶) تفسیر الایات (فارسی) (۷) طریق الصلوٰۃ (فارسی) (۸) مدینۃ الاسلام (فارسی) (۹) معراج الفرقان فی علوم القرآن (فارسی) (۱۰) مرقع زینب (فارسی) (۱۱) معیار الفضائل (فارسی) (۱۲) دنبالہ ابن بطالہ (فارسی) (۱۳) فلاح دارین (اردو) (۱۴) تاریخ اصحاب (اردو) (۱۵) مذاہب العلماء فی یقین الخلفاء (اردو) (۱۶) الانابۃ بالاجابۃ فی فضائل صحابہ (اردو) (۱۷) ترجمہ کتاب الطہارۃ من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) رسالہ اصول دین (اردو) (۱۹) تنقید الاخیار و تعدیل الاخیار (اردو) (۲۰) تشقیق الاخیار و کشف الاستار (اردو) (۲۱) بادسموم بر مانع الخصوم (اردو) (۲۲) تثبیت الاحزان

فی خلیت القرآن (اردو) ۲۳ اصول السنۃ المعروف اجادہ بدیعہ (اردو) ۲۴ قداح السائل (اردو) نضارۃ البصارۃ (عربی) القرآنۃ والکتابۃ (عربی) معراج العباد فی صلوٰۃ حماد (عربی) الشہاب فی تجیم الصحابہ (عربی) احسن التقویم (عربی) صفۃ الافعال (عربی) نخبۃ المصادر در عربی و فارسی (اردو)۔

مولوی سید اعجاز حسن اپنے زمانہ میں فرقہ شیعہ کے ممتاز اکابر و عمائد میں سے تھے ۱۸۸۶ء میں فہرست درباریان میں انکا نام مندرج ہوا ۱۸۹۱ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ ۱۸ محرم ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۲ء کو امروہہ میں ہندو مسلمانوں میں جو بلوہ ہوا۔ دیگر عمائد سادات امروہہ کے ساتھ ان کی بھی گرفتاری ہوئی۔ عدالت سشن سے بریت ہوئی۔ ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ (جنوری ۱۹۲۲ء) کو سکون حرکت قلب سے انتقال ہوا۔ انکے فرزند اکبر سید ممتاز حسن نے تاریخ نکالی ؎

از غم مولوی اعجاز حسن ۔۔۔ پیر یثرب شدہ ممتاز حسن
۱۳۴۰ھ

سید ممتاز حسن پنشنر تحصیلدار، ڈاکٹر سید امتیاز حسن، سید محمد سبطین، سید احمد حسنین اور سید نسیم حسن پانچ لایق فرزند ہوئے۔ اول الذکر کے فرزند سید محمد رضا بی اے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں۔

۷۔ سید العلماء مولنا سید احمد حسن محدث روح اللہ روحہ

علامہ زمان افتخار زمانیان استاذ الاساتذہ افضل الفضلا امام المحدثین ذہین و فطین خوش رو خوش خو خوش تقریر صاحب وجاہت و بزرگ عہد تھے۔ شاہ ابو القاسم بن حضرت شاہ ابن حسن بدر چشتی کے پوتے پیر اکبر حسین کے بیٹے ۱۲۶۷ھ میں ولادت ہوئی۔ اوائل عمر میں مولنا سید رفعت علی مولوی کریم بخش نخشبی اور مولوی سید محمد حسین جعفری سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر دیوبند پہونچکر حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولنا محمد قاسم صدیقی نانوتوی سے اخذ علوم کیا۔ دوران تکمیل میں جب حضرت مولانا بعزیمت سفر حج حجاز تشریف لے گئے تو آپ وطن چلے آئے اور اس زمانہ

میں بعض کتب طبیہ حکیم امجد علی خاں سے پڑھیں۔ مولانا کی واپسی پر پھر دیوبند گئے۔ تکمیل تعلیم کے بعد سند حدیث حاصل کی کمالات وفضائل علمی کا ذخیرہ وافر فراہم کرکے تبحر علمی میں وہ درجہ پایا کہ محترم اُستاد کو اپنے شاگرد رشید بلکہ مرید وجانشین کی ذات گرامی پر بجا طور سے فخر و ناز تھا۔ حضرت مولانا نانوتوی کے علاوہ آپکے اساتذہ میں مولانا احمد علی سہارنپوری قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور مولوی عبدالقیوم دہلوی نزیل بھوپال جیسے علمائے ربانی ومحدثین شامل ہیں۔ حج بیت اللہ کی غرض سے جب حجاز تشریف لے گئے تو حضرت مولانا شاہ عبدالغنی دہلوی مجددی مہاجر مدنی سے بھی حدیث کی سند حاصل کی اور عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے نسبت بیعت وارادت درست کی۔

اکتساب علوم ومعارف کے بعد تاحیات شغل تبلیغ وتدریس جاری رکھا۔ ابتداً کچھ عرصہ خورجہ دہلی اور سنبھل سلسلہ تدریس قیام فرمایا پھر مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشنگان علم کو سیراب کیا۔ ۱۳۰۱ھ سے وطن مالوفہ میں قیام رہا۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع جامع مسجد محلہ مولانا کو جس کی بنیاد آپکے محترم اُستاد حضرت مولانا نانوتوی کے مبارک ہاتوں سے پڑی تھی آپ کی ذات مجمع صفات سے وہ استحکام اور عروج حاصل ہوا کہ آجتک اس درس گاہ کا فیض برابر جاری ہو آپ اس مدرسہ کے تاحیات عملاً خود ہی مہتمم اور خود ہی صدر مدرس رہے آپ کی علمی شہرت اور ذاتی کشش سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے طالبان علم جوق درجوق یہاں آتے اور علم سے بہرہ ور ہوتے ایک طرف سرحد وافغانستان بلکہ بخارا وترکستان سے دوسری طرف بہار وبنگال بلکہ سلہٹ وآسام اور برہما سے اور تیسری طرف دکن ومدراس سے طلبہ یہاں آتے اور سالہا سال تحصیل علم کرکے واپس جاتے رہے چنانچہ بحمد اللہ یہ سلسلہ اتبک جاری ہو۔

آپ کی توجہ زیادہ تر تدریس کی جانب مائل رہی تصنیف وتالیف کی آپکو نہ فرصت ملی اور نہ بڑی توجہ آپنے اس طرف مائل کی بعض مسائل کے متعلق آپکے مضامین کا مختصر سا مجموعہ موسومہ

افادات احمدیہ طبع ہو گیا ہے آپ ان جملہ علوم کی جو درس نظامیہ کے نظام تعلیم میں شامل ہیں تعلیم دیتے۔ لیکن زیادہ توغل حدیث و تفسیر و فقہ کی تدریس سے تھا۔ آپ کے تلامذہ سے اکثر سنا گیا کہ بیان ایسا واضح و جامع اور پر شوکت ہوتا کہ دقیق سے دقیق مسائل طلبہ کی سمجھ میں بہت سہولت سے آجاتے اور اسی کے ساتھ مضمون کی حلاوت بھی ذہن نشین ہو جاتی۔ شاگردوں کے ساتھ آپکا برتاؤ حلیمانہ ہوتا سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے وقت نرمی آپکے مستفیضین کی تعداد بہت کثیر ہے جن میں متعدد اشخاص نامور اور مشہور علماء اور احبار کے زمرہ میں شامل ہیں جن میں سے بعض کے اسماء یہاں درج کرنے مناسب ہونگے۔ جناب مولانا حافظ محمد عبدالرحمن صدیقی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ مولانا شاہ عبدالغنی ساکن پھلاوہ ضلع میرٹھ مولوی حکیم امین الدین خاں پروفیسر طبیہ کالج دہلی۔ مولوی حکیم سید فرید احمد عباسی ہاؤس فزیشن طبیہ کالج دہلی حکیم سید حامد حسن افسر الاطباء حیدرآباد دکن مولوی سید علی زینبی عربک لکچرر لکھنؤ یونیورسٹی حکیم مختار احمد صدیقی نزیل بریلی مولوی غلام یحیی صدر مدرس مدرسہ الٰہیات کانپور مولوی محمود حسن سہسوانی سابق صدر مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد مولوی حکیم ظہور الحق صدیقی مرحوم وغیرہم۔

تقریباً ہر جمعہ کو آپ جامع مسجد میں وعظ فرماتے تقریر نہایت دلکش اور انداز بیان ایسا دلآویز ہوتا کہ سامعین میں جو اشخاص علم سے بے بہرہ ہوتے وہ بھی مطلب کو عام طور سے سمجھ جاتے اور مجمع آخر تک برابر قائم رہتا۔ خاکسار مولف کو نوعمری میں آپ کے مواعظ میں شرکت کا اکثر موقع ملا آپ کی بارعب شخصیت آپکا نورانی چہرہ آپ کی دلکش آواز آپکا دل آویز طرز بیان اور آپ کی جاذبیت و کشش کا اثر اب تک قلب میں موجود ہے اور اب جب کبھی ایسے مواقع پر جامع مسجد میں حاضری کی نوبت ہوتی ہے۔ تقریریں بے اختیار دل کش خطوط بن کر ذہن میں مشاہدہ ہوتی ہیں آپ کے خیال میں ... ان کا حال ... تراز کرنے نہیں ضرورت کے وقت شرکت فرماتے نیز جبکہ دیگر مقامات پر آریوں اور دیگر مخالفین مذہب اسلام سے جو اہم اور زبردست مناظرے ہوئے اس میں آپنے معرکۃ الآرا تقریریں کیں بعض تقریریں

کیں بعض تقریریں جسے ہوگئی ہیں مطالب کو اس خوبی اور خوش اسلوبی سے بیان کرتے کہ حریف کا منہ صرف مکمل اور مسکت جواب ہو جاتا بلکہ وہ تسلیم کر لیتا اور راست گرانی بھی ہوتی۔

معاصر علماء میں آپکو درجہ امتیاز حاصل تھا علمی اور فقہی مسائل میں علماء کو جب شکوک و شبہات لاحق ہوتے حل مشکلات کی خاطر آپ ہی کی جانب رجوع کرتے آپ کی رائے اور آپکا فتویٰ علماء کے لیے سند ہوتا جلسوں کے موقعوں پر جہاں بڑے بڑے ذی کمال اور فضلا مجتمع ہوتے آپ کی شخصیت ان سب میں نمایاں اور بلند و بالا شخصیت نظر آتی اور ان اوقات پر جب بھی کسی دقیق علمی مسئلہ پر گفتگو فرماتے علماء ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور آپکے دقت نظر اور تبحر علمی کا اعتراف کرتے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات میں وہ تمام اوصاف ودیعت کئے تھے جو ایک دینی مقتدا اور مذہبی و ملی پیشوا کے لیے ضروری و لازمی ہیں صداقت و تقویٰ اور تبحر علمی کے ساتھ ساتھ دنیوی معاملات میں بھی آپ نہایت صائب الرائے صاحب فہم اور صاحب تدبر تھے۔ آپ کی شخصیت ایسی بارعب اور کشش و جاذبیت رکھنے والی شخصیت تھی کہ مسلمانان شہر و نیز دیگر معاملات میں بھی آپ کی قیادت کو باعث فخر و مباہات سمجھتے آپکے اثر و نفوذ اور قوت قیادت کا بین ثبوت یہ ہے کہ آپکے حین حیات امروہہ کے سنی باوجود اختلاف عقائد جماعت کی حیثیت سے متحد و متفق رہے تمام سنیوں کی ایک ہی متحدہ دینی درسگاہ تھی اور حضرت مولانا کل جماعت کے مسلمہ دینی پیشوا تھے آپکے حین حیات بلکہ وفات کے کچھ عرصہ بعد تک امروہہ کے کسی سنی کو افتراق پیدا کرنے کی جرأت نہ ہوئی ورنہ اس وقت تک امروہہ میں وہ مسموم فضا پیدا ہوئی تھی جو چند سال سے بعض ناہموں کی کم ظرفیوں کی بدولت پیدا ہوئی ہے کہ بجائے ایک متحدہ درسگاہ کے نو دستیوں کے تین تین مدرسے ہیں اور وہابی دیوبندی کی شرمناک ہنگامہ آرائیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔

مولانا مرحوم نے اپنی زندگی آسائش اور فراغت سے بسر کی احکام و رزعمار سے ملنے کا آپ کو خاص ملکہ تھا اہم امور میں یہ لوگ آپ ہی کی جانب رجوع کرتے اور آپ اپنے اثر کو

ہمیشہ امن و صلح قایم رکھنے میں صرف فرماتے طبعاً نہایت غیور اور بے طمع تھے. باوجود علو مرتبت بعض اوقات غریب مسکین طلبہ کے ساتھ محض ان کی دلدہی و حوصلہ افزائی کی خاطر معمولی کھانا تناول کرتے. آپ کی صاحبزادی کی شادی کے موقع پر آپ کے ایک متمول شاگرد نے کچھ زر نقد بطور نذر پیش کرنا چاہا مگر آپ نے یہ کہکر قبول نہ کیا کہ اپنے چھوٹوں سے زر نقد وصول کرنا میرے لیئے زیبا نہیں اپنے دوستوں کی اولاد کے ساتھ نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے. حضرت والد ماجد مرحوم و مغفور سے آپ کے تعلقات محبت و یگانگت کے تھے. میں نو عمری میں زیادہ تر باہر رہا اور ایسی فضا میں تعلیم و تربیت ہوئی کہ جب کبھی امروہہ آتا اپنے طرز لباس اور خیالات کے اعتبار سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے جھجکتا مگر آپ اس درجہ محبت و شفقت سے پیش آتے کہ وہ جھجک مطلق باقی نہ رہتی مختلف مسائل پر آزادانہ گفتگو کرتا آپ مسکرا مسکرا کر باتیں کرتے جاتے اور ایسے پیرایہ میں نصیحت فرماتے کہ قلب پر اثر محسوس ہوتا آپ کے مزاج میں نہ وہ سختی تھی اور نہ فروعات میں اس درجہ غلو اور تشدد تھا کہ ذرا ذرا سے اختلاف پر کفر و بدعت کے فتوے صادر کرتے. یہی وجہ تھی کہ صوفی مشرب اور اہل عقیدت کے لوگ بھی آپ کے گرویدہ تھے. آپ حقیقتاً اس دور آخر میں حضرت شاہ اسحٰق کے صحیح جانشین تھے. حضرت شاہ قیام الدین جعفری سے آپ کے تعلقات نہایت درجہ مخلصانہ تھے. شاہ صاحب جمعہ کی نماز ہمیشہ مسجد جامع میں جہاں کی امامت تاحیات آپ سے متعلق رہی آپ کے پیچھے ادا فرماتے. بیاہ شادی کی ان تمام رسوم پر جو قطعاً غیر مشروع ہوتیں آپ کبھی معترض ہوتے. مگر ان رسوم میں خوش دلی سے شرکت فرماتے.

اپنے اکلوتے فرزند عزیزی مولوی سید محمد عرف ننھے میاں کے تقریب نکاح میں جو خاکسار مولف کی بھتیجی سیدہ صاحبہ مرحومہ بنت ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب عباسی کے ساتھ آپ کی بڑی آرزو و خواہش سے ہوا تھا آپ موجود تھے. بعض عزیزوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ نکاح کی تقریب پر میٹھے چاولوں کا جو خوان بطور ایک رسم کے سجایا جاتا اور حاضرین کو تقسیم ہوتا ہے شاید مولانا کو اس رسم پر اعتراض ہو. استمزاج کے طور سے جب آپ سے دریافت کیا گیا آپ نے مزاحاً فرمایا کہ چاول اور میوہ جات

ہیں کوئی شے ایسی نہیں جس کا کہنا شرعاً ناجائز ہو۔ اسی طرح اور تمام رسوم ادا کی گئیں اور آپ نے خوشی کے ساتھ ان سب رسوم کو پورا کیا لیکن شادی کی تقریب آپ کی وفات کے بعد ہوئی اس میں ایک مولوی صاحب کے طرز عمل سے جو آپ کے عزیز شاگردوں میں سے تھے کچھ بے لطفی پیدا ہوئی انہوں نے معمولی رسم کو غیر مشروع قرار دیا۔ آپ کی ہر دلعزیزی کا یہی راز تھا کہ فروعات کو آپ کبھی اہمیت نہ دیتے اور تالیف قلوب کو مدنظر رکھتے۔ خدمت خلق اللہ آپکا بہترین شغل تھا۔ تحریرات میں ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ "خادم الطلبہ" لکھتے۔

عبادت بجز خدمت خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

سنہ ۱۳۲۳ھ کو علم و فضل کا یہ آفتاب جس نے اپنی ضو فشانی سے ایک عالم کو منور کر رکھا تھا غروب ہو گیا جسم خاکی مسجد جامع کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا جنازہ کے ساتھ وہ اژدہام خلائق تھا کہ قرد ہہ کی سرزمین پر چشم فلک نے بھی یہ منظر اس سے پہلے نہ دیکھا ہوگا ہر طبقہ اور فرقہ کے تقریباً دس ہزار افراد جنازہ کے ساتھ تھے۔ نماز جنازہ پانباڑی کے میدان میں ادا کی گئی۔ معتقدین نے پاڑ کے پارچوں کو تبرکاً اپنے پاس رکھنا چاہا اس کی تقسیم میں لوگوں کے چوٹیں آئیں علماء کی جماعت کو آپکے ارتحال سے جو صدمہ پہونچا اس کا اندازہ ان خیالات سے ہو سکتا ہے جو حضرت شیخ الہند مولنا محمود حسنؒ نے اپنے مصنفہ قطعہ تاریخ میں ظاہر کئے ہیں:

قطعہ تاریخ وفات

مصنفہ حضرت شیخ الہند مولنا محمود حسن علیہ الرحمہ

گم ہوئی ہائے صد حسرت ہمارے ہاتھ سے — حضرت قاسم نشانی دیگئے تھے ہم کو جو
سید العلما امام اہل عقل و اہل نقل — پاک صورت پاک سیرت صاحب خلق نکو
معدن علم و حکم سر دفتر اہل کمال — عازم خلد بریں ہے جس کو چلنا ہے چلو
جب شبیہ قاسمی سے بھی ہوئے محروم ہم — تم ہی بتلادو کہ پھر ہم کیا کریں آ و بستو!

درد یہ پہنچا ہے سب کو اس کا منکر کون ہے — ہاں مگر اک فرق ہے تھوڑا سا گر میری سنو
لوگ کہتے ہیں چلے علامۂ احمد حسن — اور میں کہتا ہوں وفات ذی سمی ہے ہو بہو
کامل و اکمل سبھی موجود ہیں پہ اس کو کیا — جو کہ مشتاق ادائے قاسم خیرات ہو
اپنی اپنی جائے پر قائم ہیں سب اہل کمال — پر جگہ استاد کی خالی پڑی ہے دیکھ لو
ہاں جنون اتحاد قاسمی میں بارہا — تم کو ہم کہتے تھے سن اور آپ کو کہتے تھے تو
مجمع حسرت قرین درد و غم میں میں بھی تھا — فکر میں تاریخ کے سب کیا سب سر فرو
یاد دل پر یاس آئی کان میں میرے صدا — مٹ ہوئی نمود قاسم صفحۂ دنیا سے تو
۱۳۱۲ھ

۷۱۔ مولانا سید اولاد حسن سلیم

خلف مولوی سید محمد حسن بنیرۂ سید محمد شفاعت۔ ۱۲۸۶ھ میں ولادت ہوئی ابتداءً اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی پھر جناب مفتی محمد عباس مجتہد سے لکھنؤ جا کر اخذ علوم کیا۔ ادیب کامل، جامع معقول و منقول نہایت درجہ منکسر مزاج نیک کردار پاکیزہ خصلت متقی و متورع اسلاف کا نمونہ تھے۔ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ مسجد جامع فرقۂ شیعہ (واقع محلہ ... پٹنہ) کی استرکاری میں جو تحریرات اور قرآن پاک کی آیات کندہ ہیں وہ آپ ہی کے قلم جادو رقم کی سحرکاری کا نتیجہ ہیں۔ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ چھت کی استرکاری میں بھی تحریر کی وہی خوبی نمایاں ہے۔ پایۂ پلنگ باندھ دیا جاتا پلنگ پر لیٹ جاتے اور لیٹے لیٹے چھت پر حروف کے نشان کرتے جاتے۔

مزاج میں سادگی حد سے تھی آبائی جائیداد کی آمدنی معقول تھی ایک دو ملازم بھی گھر پر رہتے تھے لیکن بازار کا ہر کام جو ان کو درپیش ہوتا بازار سے سودا سلف خود ہی خرید لاتے پاس پڑوس کی پردہ نشین مستورات بھی آپ سے سودا سلف منگوا لیتیں اور آپ خوشی خوشی لا دیتے۔ ایک دن حسب معمول بازار جا رہے تھے۔ کسی باغبانی کا ترکاری سے بھرا ٹوکرا اتفاقاً اس کے سر سے گر گیا۔ ترکاری سڑک پر بکھر گئی اس حالت کو دیکھ کر آپ بے تاب ہو گئے اس کی مدد کو بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ

سے ترکاری چن چن کر ٹوکرے میں رکھدی۔ آپ کی سادہ مزاجی نیکی اور نیکدلی کی وجہ سے ہندو مسلمان شیعہ و سنی ہر فرقہ کا شخص آپسے بادب احترام پیش آتا اتحاد بین المسلمین کے عملاً حامی تھے؛ عیدالفطر کی چاندرات کو اگر مطلع ابرآلود ہوتا اور بیرونجات سے چاند دیکھنے کی کوئی اطلاع آپکو ملتی توجب تک علما اہل سنت والجماعت بھی شاہدوں کے بیان کو قبول نہ کرلیتے آپ ازخود کوئی اعلان ہرگز نہ کراتے بشگفتہ مزاج موزوں طبیع شاعر شیریں مقال تھے تسلیم تخلص تھا۔ فارسی اور اردو میں کلام کا ذخیرہ یادگار ہے ہر صنف کلام پر پوری قدرت حاصل تھی قدیم رنگ کی غزلیات کے علاوہ اردو فارسی میں قصائد و قطعات و سلام و مراثی کا ذخیرہ موجود ہے۔ اردو میں ایک دیوان مرتب کرنا شروع کیا تھا جو مکمل نہ ہو سکا۔ اکثر دوسروں کی فرمائش پر غزلیں اور قطعے کہکر دیدیتے ان کی نقول بھی اپنے پاس نہ رکھتے اس طرح کلام کا بڑا حصہ منتشر حالت میں ہے۔ شہر کے متعدد اشخاص کو اس فن میں آپسے تلمذ تھا۔ شاعری کے علاوہ بایں ہمہ علم و فضل فن موسیقی میں بھی کامل دستگاہ تھی اور تاریخگوئی میں خاص ملکہ بہم پہنچایا تھا سید نورالحسن کے امام باڑہ محلہ دانشمندان میں جدید سائبان بننے لگا اور آپسے تاریخ کی فرمائش ہوئی بے ساختہ تاریخ کہی مصرعہ تاریخ بھی لاجواب ہے؎

فکر تھی تاریخ کی ہاتف پکارا ناگہاں ۔۔۔ رونے والوں کے سروں پہ نور کا ہے سائبان

۱۳۸۲ھ میں مدت کے بعد ایک مسلمان عبدالقادر خاں امروہہ کے تحصیلدار ہو کر آئے آپنے فارسی میں ان کی آمد کا قطعہ تاریخ کہا؎

مژدہ باد اے دل کہ آمد آمد فصل بہار ۔۔۔ کز نسیمش ہمچو گل خوشبو گل امروہہ شد
شد تر و تازہ نہال گلشن امید خلق ۔۔۔ عشرت و شادی و فرحت مائل امروہہ شد
غیرت افلاک گشت ایں بقعہ در نور و ضیا ۔۔۔ مطلع خورشید خاور منزل امروہہ شد
در حصول آمد بہ تفصیل جود و عدل و داد ۔۔۔ جملہ محصول عدالت حاصل امروہہ شد
ایں ہمہ عیش و سرور و نور میدانی ز چیست؟ ۔۔۔ در کجا ایں عشرہ خوبی داخل امروہہ شد

ای زہے تشریف قدوم خان عبدالقادر ست ۔۔۔ کز ورودش رحمت حق نازل امروہہ شد

یک بیک از چشم مردم کفر خود پوشیدہ گشت ۔۔۔ قوت اسلام پیدا در دل امروہہ شد

از نوازش غنچۂ خاطر برنگ گل شگفت ۔۔۔ چوں گرہ از لطف او حل مشکل امروہہ شد

از سر انصاف آں سال مقدمش برخواں سلیم ۔۔۔ خان عبدالقادر از حق عامل امروہہ شد

سنہ ۱۸۸۲ء

سجع اور معمے بھی کبھی کبھی احباب کی فرمایش پر کہدیتے۔ بانکے لعل تحصیلدار امروہہ کے نام کا معما ملاحظہ ہو ؎

یک شراب ناب در دو عکس باشد بے شراب ۔۔۔ لعل اگر می بیابی نام مدوم شتاب

مجموعہ کلام میں اشعار غیر منقوطہ و تحتانیہ بھی شامل ہیں مثلاً شعر غیر منقوطہ ؎

کلہ اس کا لا کلام ہو گر ۔۔۔ مال اہل کمال کو ہو کمک

یا اشعار تحتانیہ ؎

مجھکو یہ اُمید ہے آمنی ۔۔۔ حاصل ہو مری مراد جلدی

یارب چپک سے جس دل کو ۔۔۔ آئے وہ سبھے سواد جلدی

سید ابوالحسن فرقی کا دیوان چھپنے لگا تو آپنے ایک طویل نظم بطور قطعہ تاریخ لکھی ہیں شعر ہیں جن میں سے ہر شعر کے ہر مصرعہ سے تاریخ نکالی ہے۔ اور اس التزام کے ساتھ کہ شعر کے دونوں مصرعوں سے سنہ عیسوی برآمد ہوتا ہے یا سنہ فصلی یا ہجری یا سمت یا بنگلہ یا سنہ فارسی یا سنہ نوروز وغیرہ اور اسکے ساتھ جملہ اقسام بدایع کو بھی استعمال کیا ہے۔ آپکے کلام کا نمونہ زمرہ شعرا میں درج ہے یہاں سلام کا ایک بند نقل کرتا ہوں۔ یہ کل تین بند ہیں ''۲'' اشعار پر مشتمل ہیں مضمون آفرینی کا کمال دکھایا ہے خود فرماتے ہیں

سرزمین شعر میں اللہ رے مضموں کا ظہور ۔۔۔ ایک سے ہوتا ہے پیدا ایک سمت آفتاب

مجرئی ہے کس قمر کے غم میں مضطر آفتاب ۔۔۔ کس کے ماتم میں کھلتا ہے کھلے سر آفتاب

کیوں ضیا میں ہو نہ اسپر خجستہ برتر آفتاب ۔۔۔ رن میں تنہا قتل بیمرود کے تیغ بر آفتاب

کب اُٹھائے ہے وہ دورے اور چکر آفتاب — سیر ہو دیکھے رواقِ شہ میں پھر کر آفتاب

کیوں نہ کھوئے نور کے مجرائی شپہر آفتاب — صورتِ بلبل تھا عاشق فوجِ شہ پر آفتاب

دستِ فیضِ شاہ کو پہونچیگا کیونکر آفتاب — ہاتھ پھیلائے تو خود پھرتا ہے گھر گھر آفتاب

کب ہے لرزاں بے جہت بامِ فلک پر آفتاب — مانتا ہے رعبِ عباسِ دلاور آفتاب

ہے جو راہِ عشقِ حیدر کا سفر دور و دراز — ایک جا رکتا نہیں منزل میں بستر آفتاب

دھوپ میں پہونچیں جو لپٹیں بوئے زلفِ شاہ کی — ہو گیا کچھ تاب سی کہا کر معطر آفتاب

وہ رہے فیضِ بیاں مذکور ذروں کا تو کیا — ہو گیا تعلیمِ حیدر سے سخنور آفتاب

دیکھے ہیں فوجِ خدا میں جو کئی آئینہ رو — اب تلک حیرت میں ہے مثلِ سکندر آفتاب

دونوں خادم ہیں رواقِ روضۂ شبیر کے — رات بھر حاضر ہے در پر ماہ دن بھر آفتاب

آتا ہے رنگ چراغ صبح عاشورا جو یاد — جھلملاتا ہے شفق میں کچھ چمک کر آفتاب

ہیں جو عالی منزلت بیجا کبھی پھرتے نہیں — اپنے جادہ سے کہیں جاتا ہے باہر آفتاب

نصرتِ ابن ید اللہ میں بڑھا کر دستِ نور — کرتا تھا خم رایتِ فوجِ بد اختر آفتاب

کیسی ظلمت نور کا سورا وہاں حیدر جہاں — ہے حرامِ قدس کے باہر چاند اندر آفتاب

کہتی تھی زینب سرِ شہ سے یہ دھوپ اور منزلیں — آنے بھی دیتی نہ تھی اس رخ پہ مادر آفتاب

دور تھا کیا نہ رکتا اور بھی دستِ حسین — ماہ کے مانند ہو جاتا دو پیکر آفتاب

ہے یہ تاثیرِ غمِ شہ آتا ہے جب وقتِ ظہر — جاتا ہے گرتا ہی کچھ یاد کر کر آفتاب

کرتی تھی تیغِ علیؑ ٹکڑے تنِ اشرار کے — ہوتا تھا شامیوں کو شکلِ اخگر آفتاب

شام میں ایذا اٹھانے تھے عجب اہلِ حرم — رات بھر شبنم تھی سر پر اور دن بھر آفتاب

غل تھا گردوں پر کہ ہے خورشیدِ زہرا کے کفن — ہر سحر نکلے کفن خوں کا پہن کر آفتاب

ناریوں جب ہو کاشانۂ آلِ نبیؐ — سوزِ غم میں جلتا ہے مثلِ سمندر آفتاب

کہتی تہیں زینب زوال آئیگا یوں تیا کس کو دیں ۔۔۔ چھپ گیا کیا جلد اماں کا نخل کر آفتاب
گردن عابد میں جب ڈالیں طوق حدید ۔۔۔ کیوں نہ آجاتا گہن میں کہکے چہرا آفتاب
کہتے تھے شہ سایۂ حق کی حمایت میں رہیں ۔۔۔ گرم ہوتا ہے تو ہولے میرے سر پر آفتاب
نور کی جیبیں لکھی ہیں واہ تونے اے سلیم ۔۔۔ اس بیان کی داد دیگا روز اٹھکے آفتاب

علاوہ ذخیرہ کلام منظوم کے چند تصانیف بھی آپکے یادگار ہیں جنکے نام یہ ہیں:
دلائل حنفیہ، نیرنگ زمانہ (منظوم)، طرفۃ العین، چراغ ایمان، نجم الاشاعۃ فی شرح نہج البلاغۃ، انوار المومنین اور معلم الاطفال ۱۳۳۳ھ میں رحلت کی آپکے شاگرد مولوی سید مجتبیٰ حسن عرف مولوی چاند نے تاریخ کہی ہے

اولادِ حسن دائم در خلد بریں زیبد
۱۳۳۳ھ

مولوی سید محمد عبادت آپکے اکلوتے فرزند خصائل حمیدہ سے متصف، حلیم، ہونہار نوجوان موزوں طبع ہیں۔ نمونہ کلام زمرہ شعرا میں ملاحظہ ہو:

۲۰۷۔ مولوی حکیم خلیل الرحمٰن

بن شیخ الٰہی بخش بن شیخ منیر علی از اولاد شیخ داؤد بزرگ۔ بڑے نیک سیرت متقی و پرہیزگار خوش وضع و نفیس سے بہرہ ور، قیافہ و کشیدہ تھے۔ ابتدا آبائی وطن میں تحصیل علم کی پھر دیگر اساتذہ سے اخذ علم کیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم سے علم حدیث میں سند اجازت حاصل کی، عرصہ تک مشن اسکول دہرہ دون میں مدرس رہے اسکے بعد تا حیات امیر ایوب خاں مقیم دہرہ دون کے یہاں طبیب اور عالم کی حیثیت سے تعلق رہا۔ مسلمانان دہرہ دون کے مذہبی مقتدا تھے۔ وہیں سکونت اختیار کر لی تھی بڑے کنبہ پرور تھے، اپنے برادر زادگان مولوی محبوب الرحمن و جمیل الرحمن وغیرہ کو اپنے پاس رکھکر ان کی پرورش اور تعلیم کا بار اپنے اوپر لیا۔ کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ ۲۰ رجون ۱۳۲۲ھ بروز جمعہ

انتقال ہوا۔ شہاب ثاقب اور ظفر المبین دو تصانیف یادگار ہیں ۔

۷۳۔ مولوی قطب الدین صدیقی

خلف الصدق شاہ محمود بخش بن شاہ رحمٰن بخش قدس سرہٗ۔ فارغ التحصیل ذی استعداد عالم ہیں علم نحو و صرف اور فرائض میں خاص مہارت ہے۔ ابتداءً امروہہ میں مولوی سید محمد حسین جعفری اور مولانا آل حسن نجفی سے علم حاصل کیا۔ پھر کانپور جاکر مولانا شاہ عبدالحق کانپوری سے مستفیض ہوئے خود اُن کا بیان ہے کہ علاوہ دیگر علوم کے شاہ صاحب نے علم جفر بھی سکھایا۔ صاحب تصانیف ہیں پارہ عم کی تفسیر مراۃ القرآن کے نام سے لکھی ہے جس میں ترکیب نحوی سے زیادہ بحث کی ہے ایک اور تفسیر شیخ فیضی کی بے نقط تفسیر سواطع الالہام کے طرز پر لکھنی شروع کی تھی جس میں یہ التزام تھا کہ فوقانی و تحتانی حروف آئیں نہ آئیں مگر سورہ بقر ختم کرکے چھوڑ دی۔ تاتحریر ہذا بقید حیات ہیں لیکن نابینا اور ضعیف ہوکر عزلت اور خانہ نشینی پسند فرمائی ہے سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپکے صرف تین لڑکیاں ہیں ۔ افسوس وقت طباعت کتاب اس جہان فانی سے کوچ کیا ۔

۷۴۔ مولوی شیخ خادم حسین

بن شیخ حسین بخش۔ وطن آبائی مرادآباد ہے مگر امروہہ میں سکونت اختیار کرلی ہے مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی اور دیگر علماء سے اخذ علم کیا۔ نہایت ذی استعداد مانے جاتے ہیں حدیث و فقہ سے خاص مناسبت ہے نہایت منکسر المزاج پاکیزہ سیرت اسلاف کی یادگار اور علماء ربانی کا نمونہ ہیں تقریباً دس سال کی عمر سے برابر درس و تدریس کا شغل جاری ہے۔ اول مرادآباد میں پھر امروہہ میں ۔ اس کے بعد چند سال بدایوں میں مدرس رہے۔ اب خانہ نشین ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ ۔

۷۴- مولوی سید عبدالعزیز

بن حافظ سید خلیل اللہ نبیرہ مولانا شاہ ضیف اللہ نقشبندی صوفی منش نیک سیرت عاشق گو
راستباز اور خوش طبع عالم ہیں۔ ابتدا میں اپنے والد سے پڑھا جو مولوی سید بہادر علی گوالیاری کے
شاگرد تھے اور وہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے۔ پھر مولوی آل حسن نجیبی سے علم حاصل کیا اور ان کے
ساتھ کانپور اور مراد آباد میں رہے۔ مولانا شاہ عبدالحق کانپوری کی صحبت میں بھی فیض حاصل
کیا۔ ذہین و متین شخص ہیں۔ ہر بات کو سلجھا کر سمجھنے اور سمجھانے کے عادی ہیں ادبیات فارسی میں
خاص مہارت ہے صوفیہ اور فقرا کا مسلک پسند ہے منشی فضل رسول میرٹھی خلیفہ مولانا خوث علی شاہ
پانی پتی سے بیعت ہیں۔ عمر کا بیشتر حصہ خانہ نشینی اور قناعت میں بسر کیا سادہ مزاج بے تکلف
مزاح پسند ہیں۔ کوئی بات بے باکی اور مزاح سے خالی نہیں ہوتی۔ مولوی امانت اللہ صدیقی کے
انتقال کے روز جو انکے زمرہ احباب سے تھے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آج مولوی صاحب
مرحوم کے بیٹے نے غسل کے گھڑے نہیں توڑنے دیئے۔ کیا گھڑوں کا توڑنا ناجائز ہے؟ اور کیا پہلے
علماء کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا؟ مولوی صاحب موصوف نے جواب میں فرمایا کہ "بھئی! یہ کوئی شرعی
مسئلہ نہیں ہے پہلے لوگ دروازہ پر اس لیے گھڑے توڑ دیا کرتے تھے کہ دیکھکر لوگوں کو معلوم ہو جائے
کہ اس گھر میں موت ہوگئی ہے۔ اور اس زمانہ میں ایک پیسہ کے دو بلکہ چار گھڑے ملتے تھے۔ اب
گھڑے گراں ہوگئے ہیں۔ چار پیسے کو ایک گھڑا ملتا ہے۔ اس لیے توڑنا گراں گذرتا ہے"۔

مولانا کی عمر اس وقت کہ سہ ہجری ۱۳۵۳ ہے اسی برس کے قریب ہے مگر توانا و تندرست
ہیں۔ اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے ہیں پابند اوقات نہایت زندہ دل عالم ہیں۔
درس و افادہ کا شغل ہے۔ سلمہ اللہ تعالٰے آپکے اکلوتے فرزند حکیم سید عبدالرحیم طبیہ کالج دہلی
کے سند یافتہ ہیں۔

۷۵- مولوی میر محمد عبید اللہ فرحتی عباسی

خلف منشی عبد اللہ عباسی از اولاد ملا صدر الدین عباسی ۱۸۶۶ء میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم پشاور میں جہاں آپکے والد ماجد بخشی گری پولیس پر مامور تھے، مولوی صدر الدین سے نیز اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے امروہہ و دیگر مقامات پر حاصل کی۔ مولوی حکیم محمد حسن امروہوی مدرس اول گورنمنٹ اجمیر اور مولوی رحیم بخش نارنولی سے بھی اخذ علوم کیا۔ اور ادبیات فارسی میں خاص مہارت بہم پہونچائی۔ عرصہ تک درس و تدریس کا شغل رہا ابتداءً جودھپور اودے پور ہائی اسکول میں فارسی کے مدرس رہے۔ اسی دوران میں بعض ذی مرتبت انگریز افسروں کو فارسی کا درس دیا پھر چار سال تک انسپکٹر سائرات کل ریاست میواڑ کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۸۹۳ء ریاست اودے پور کے تاریخی مواد کی فراہمی اور مطبع ریاست کی نگرانی سپرد ہوئی اس سلسلہ میں علاوہ کتب تاریخی (مطبوعہ و قلمی) کے مطالعہ اور کتبات قدیم فارسی کو جو اکثر بخط طغرا دستیاب ہوئے پڑھنے اور مطالب کو اخذ کرنے کے بعد "تحفہ راجستان" ایک نادر کتاب تالیف کی جس میں مشہور مورخ کرنل ٹاڈ کے اکثر اغلاط تاریخی کو واضح کیا گیا ہے۔ اس تاریخی خدمت اور صداقت بیانی کا آپکو وہ ہی صلہ عمال ان ریاست کی جانب سے ملا جو ہر صاف گو مورخ کو ابنائے زماں سے ملتا رہا ہے۔ چنانچہ آپ ریاست کی ملازمت سے مستعفی ہوکر کچھ عرصہ تک راجہ سیتامئو (واقع ملک مالوہ) کے یہاں سکرٹری خاص یعنی دیوان رہے اسکے بعد بعض اور مقامات پر خدمات لائقہ انجام دیکر ۱۹۰۱ء سے عہدہ سب جسٹرار پر مقرر ہوئے اسی عہدہ سے پنشن لی اور اب خانہ نشین ہیں۔ عربی و فارسی کے علاوہ انگریزی و ہندی و گجراتی و مرہٹی وغیرہ زبانوں سے بھی واقفیت ہے، فضلائے عہد سے ہیں اسی لیئے آپکا تذکرہ زمرہ علما میں کیا جاتا ہے۔ ذوق علمی کی بنا پر باوجود پیرانہ سالی اکثر مضامین تاریخی تحریر کرتے رہتے ہیں جو مختلف رسائل میں شائع ہوتے ہیں۔ موزوں طبع ہیں فرحتی تخلص کرتے ہیں۔ نمونہ کلام کے طور سے ذیل ہیں

آپ کا کلام منظوم پیش کیا جاتا ہے۔ زوجہ اولیٰ سے آپکے دو صاحبزادیاں ہوئیں بڑی بیٹی پروفیسر عبدالجلیل ایم ایس سی سابق لکچرر مسلم یونیورسٹی کی اہلیہ ہیں۔ دوسری دختر نے بحالت ناکتخدائی انتقال کیا زوجہ ثانیہ سے ایک فرزند عزیزی عامر عباس عباسی سلمہٗ ہونہار نوجوان ہیں ؛

حیرت زدہ ام شد خال سیہ جلوہ گر آن خسار کجا   ہندوئے منعم الحال کجا و سلطنت تاتار کجا

گو بلبلِ باغِ ارم باشد کے با یارم ہمدم باشد   آن طائرِ ہمیقدار کجا وین شاہد خوش گفتار کجا

در راہِ وصالِ رشکِ قمر باشد ہائل آفات و خطر   مضطرب اشتلے دارم منتظر در دہر گل بے خار کجا

گر سرو کشد قامت بالاکے گردد با دلبر ہمتا   آن قائم در گل این بر دل معذور کجا مختار کجا

گو برق بود بر چرخ تپاں گاہے پیدا گاہے پنہاں   باشد ہر لحظہ شعلہ فشاں چوں آہ من آتشبار کجا

انی للقریب مجنون قلبی فی بعدک مسجون   پیدا شد در من زار چرا این خواہش دورازکار کجا

کے ماند حالت مرغ چمن با فرحتیؔ ویران مسکن
شاخ سبز گلزار کجا خاکِ دشتِ ادبار کجا ؛

حقائق تاریخی

محتاج وہ نہیں کسی فخرِ مزید کا   جس کو شرف ملا ہے محمدؐ کی دید کا

آدمؑ کی نسل سے ہیں سب انسان جو دیکھئے   اعمال سے ہے فرق شقی و سعید کا

گر وہ خلیلؑ کا تھا پدر نوحؑ کا پسر   یہ مسئلہ ہے صاف کلام مجید کا

بوبکرؓ کو امام بنایا نبیؐ نے خود   پھر کام کیا غدیر کی گفت و شنید کا

اوّل امیر نائب ثانی عمرؓ ہوئے   زیبا خطاب ہے جنہیں میر و شہید کا

مل جاتی گر علیؓ کو خلافت عمرؓ کے بعد   ہو جاتا سدباب فساد و شدید کا

ظالم تھے جو شریک تھے عثمانؓ کے قتل میں | قاتل ہر اک لعین تھا حسینؓ شہید کا
سب ہاشمی تہ تھے اُمیّہ کے ظلم سے | عباسیہ نے خون کیا آل یزید کا
اعراب کُل صحیفۂ قرآن پر لگا ئے | حجاج مرتکب تھا اُس امر مفید کا
عبدالملک کے نام کا سکہ رواں ہوا | بانی تھا ابن یوسف اس امر جدید کا
اسپین و ہند فتح ہوئے اسکے حکم سے | افسر تھا جبکہ لشکر شاہ ولید کا
عباسیہ نے کچھ نہ لیا علویہ سے کام | بدلا لیا حریفوں سے ظلم شدید کا
کرنے لگے جو رشک بنی عم سے علویہ | آغاز سلسلہ ہوا قطع و برید کا
دے کون اپنا ملک خداداد غیر کو | جب واسطہ نہیں کوئی پیر و مرید کا
اہل عرب کو جسنے سکھائے علوم دہر | یہ کام تھا خلیفہ ہارون رشیدؒ کا
باہم حسد نے کھوئی خلافت عرب کی حیف | صادق خدا نے قول کیا ما مرید کا
باہر رکھے نہ پاؤں رہِ مستقیم سے | ہے جس کو خوف نعرۂ ھل من مزید کا

رشک و حسد کا کوئی نہیں فرحتی علاج
بغی و فساد کام ہے مرتد مرید کا

۷۶۔ مولانا حافظ محمد عبدالرحمٰن صدیقی

بن مولوی عنایت اللہ بن چودہری غلام شاہ صدیقی از اولاد شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بزرگوں کا وطن سندیلہ ضلع ہردوئی ہو آبا و اجداد چودہرایت کا منصب اور مدد معاش میں معقول زمینداری رکھتے تھے۔ حافظ صاحب کے جد امجد چودہری غلام شاہ کے انتقال کے وقت انکے والد مولوی عنایت اللہ خورد سال تھے۔ اسلئے جائیداد کے منتظم انکے بڑے بھائی رہے۔ سن بلوغ کو پہنچکر مولوی عنایت اللہ نے لکھنؤ میں تحصیل علوم کی۔ پھر حج بیت اللہ کی غرض سے

حجاز کا سفر کیا، واپسی پر بمبئی میں قیام فرمایا وہیں سید خادم علی ساکن ڈیوہ کی دختر کو اپنے حبالۂ عقد میں لائے، ممدوح حاجی وارث علی شاہ رحمہ کے مرید اور قرابتدار تھے۔ بسنہ ۱۲۶۶ھ میں حافظ صاحب کی ولادت ہوئی، محمد عبد اللہ اور محمد عبد الرحیم آپکے دو حقیقی بھائی اور تھے۔ پانچ سال کی عمر میں والدین کے ساتھ مکہ معظمہ گئے، سات سال عرب میں قیام رہا۔ قرآن شریف وہیں حفظ کیا اور عربی کی ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ حجاز سے ہندوستان آکر بغرض تحصیل علوم دیوبند آئے اور مولینا محمد یعقوب حضرت مولینا محمد قاسم اور شیخ الہند مولینا محمود حسن سے اخذ علوم کیا۔ مولانا نانوتوی کی وفات کے بعد مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی سے بھی مرادآباد میں بعض کتابیں پڑھیں اور مولینا رشید احمد گنگوہی سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ فرغت تعلیم کے بعد کچھ عرصہ تک بمبئی اور پونا میں قیام رہا، مطبع مجتبائی دہلی میں تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا پھر مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد میں مدرس رہے، مرادآباد کے اثنائے قیام میں مطول پر حاشیہ لکھا اسکے بعد حضرت مولانا محدث امروہوی نے مدرسہ اسلامیہ کی خدمت کے لیئے طلب کیا، مولانا کی حیات میں مدرس دوم رہے اور ان کی وفات کے بعد سے صدر مدرس ہیں۔

آپکے درس سے بہت سے طلبہ فیضیاب ہوئے سلسلہ تقریر دلچسپ ہوتا ہے، ہر قسم کی معلومات کا ذخیرہ آپکے ذہن رسا میں موجود ہے، سوال کا جواب فی البدیہہ اور دلپسند دیتے ہیں، تفسیر و حدیث اور علم بلاغت و کلام سے خاص مناسبت اور ادبیات عربی میں کافی مہارت ہے۔ عربی عبارت لکھنے پر خاص قدرت رکھتے ہیں اور جلد لکھتے ہیں، نہایت نیک سیرت، نیک طینت، خوش خلق و خندہ جبیں عالم ربانی قدما۔ کا نمونہ ہیں۔ مسکین، متواضع، نہایت درجہ سادہ مزاج بزرگ ہیں سلمہ اللہ تعالےٰ۔

رامپور میں خاندان کی بی بی سے شادی ہوئی۔ مولوی عبد القیوم شفق مرحوم کے علاوہ جنکا تذکرہ زمرۂ شعرا ملاحظہ ہو منشی عبد الحی، مولوی عبد القدوس، عبد السلام اور عبد المعز چار فرزند اور ایک دختر اہلیہ حکیم عبد العزیز عباس ساکن نوساری آپ کی اولاد میں ہیں۔

۱۰۷۔ شمس العلماء مولانا سید نجم الحسن مجتہد

بدر آسمان کمال و سرآمد اقران و امثال علامہ موتمن مولانا سید نجم الحسن ۶ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ کو پیدا ہوئے آپکے والد ماجد سید اکبر حسین تخلص بہ عبرت سید العلماء مولانا سید اشرف دانشمند عہد جہانگیری کی نسل سے اور مولوی شیخ منیر علی صدیقی رئیس نجیراویوں کے نواسے ادبیات فارسی میں خوش استعداد تھے مولانا سید نجم الحسن نے ابتداءً مراد آباد کے سرکاری مدرسہ عربیہ میں مولوی سید تفضل حسین سنبھلی سے تحصیل علم کی۔ وہ جب مراد آباد سے تبدیل ہو کر کانپور گئے اپنے اس عزیز شاگرد کو بھی پاس بلا لیا مولانا موصوف جب کبھی جناب مفتی محمد عباس صاحب مجتہد سے ملنے لکھنؤ جاتے انکو بھی ساتھ لیجاتے مفتی صاحب نے جب اس نوجوان طالب علم کا حسب نسب اور شوق و ولولہ تحصیل علم کا حال مولوی تفضل حسین سے سنا اپنے حلقہ درس میں شامل کر کے علوم سے بہرہ ور کیا اور اپنی دامادی کا بھی شرف بخشا

مولانا سید نجم الحسن نے اکثر کتب درسیہ مفتی صاحب سے مطالعہ کیں سید آقو صاحب اور مولوی سید علی نقی سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں لیکن زیادہ تر مفتی صاحب سے اخذ علوم کیا۔ ۱۳۰۶ھ میں بعد وفات مفتی صاحب سے آپنے لکھنؤ میں مستقلاً قیام فرمایا اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ اپنے گوناگوں اوصاف اور تبحر علمی سے آپکو بہت جلد شیعیان ہند کی قیادت کا درجہ حاصل ہو گیا اپنے اثر سے مختلف مقامات پر مدارس جاری کرائے۔ مدرسہ شارع الشرائع کو جواب ناظمیہ کالج مشہور ہے ترقی دی ۱۳۳۸ھ میں مہاراجہ سر محمد علی محمد خاں مہاراجہ محمود آباد کو توجہ دلا کر مدرسۃ الواعظین جاری کرایا اور اسکے انتظامات کا بار اپنی ہمت عالی پر لیا۔ اس مدرسہ کا سالانہ اجلاس پچھلے سال امروہہ میں منعقد کرایا۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے سالانہ اجلاسوں کی تین سال متواتر صدارت فرمائی اور صدر نشین کی حیثیت سے جو کام کیا اس سے قدیم و جدید خیال کے شیعہ سب متفق رہے۔ نواب سر حامد علی خاں مرحوم والی ریاست رامپور کے اصرار سے چند ماہ کے لیے رامپور جانا اور ترویج امور دینیہ فرقہ شیعہ کا بار اٹھانا

قبول فرمایا اور ریاست کے مدارس علوم مشرقیہ کا نظم ونسق بھی آپ کے سپرد رہا لیکن رامپور کے قیام سے مدرسہ ناظمیہ کے کام میں سستی محسوس فرما کر دست کشی اختیار کی۔ سلسلہ روایت مولانا سید محمد کاظم طباطبائی کے ذریعہ سے قایم ہے۔ آقا سید اسمٰعیل صدر و آقا شیخ عباس آل شیخ جعفر نجفی و دیگر مجتہدین سے بھی اجازت روایت حاصل ہے۔ مشاغل تدریس وغیرہ سے تصنیف و تالیف کا وقت کم ملتا ہے۔ تاہم مختلف مباحث پر آپ کی چند تصانیف ہیں۔ مرزا محمد حسن شیرازی اور میرزا حبیب اللہ رشتی نے جو تقریظیں لکھی ہیں ان کا وزن غیر معمولی ہے۔ حکومت کی جانب سے آپ کو شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا ہے۔ حاضری عدالت سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱۳۲۹ھ میں زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوئے اور سال گذشتہ بھی عراق کا سفر کیا۔ بہت خلیق، صائب الرائے اور صاحب تدبیر ہیں۔ آپ کے دو فرزند مولوی سید محمد اور سید محمد کاظم جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ چند سال ہوئے یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے گئے۔

۷۸۔ مولوی قطب الدین صدیقی خوشنویس

بن خلیفہ امداد الدین بن خلیفہ بخش اللہ صدیقی ساکن محلہ قریشی۔ ولادت ۱۲۸۰ھ میں ہوئی حسب رواج زمانہ اردو فارسی کی تعلیم امروہہ میں حاصل کی۔ خوشنویسی کے فن میں مہارت حاصل کرنے کو لکھنؤ گئے اور منشی شمس الدین مولف کتاب نجم پروین سے خط نستعلیق کی مشق کی۔ لکھنؤ کے قیام میں اساتذہ لکھنؤ سے دیگر علوم بھی حاصل کرتے رہے۔ لکھنؤ سے دہلی آئے اور حافظ امیر الدین سے خط عربی میں مشق کی۔ خوشنویسی میں کمال حاصل کیا۔ اور اسی فن کو ذریعہ معاش بنایا۔ پیشہ کے اعتبار سے خوشنویس تھے لیکن حقیقتاً درویش پاک باطن عالم عامل اور شاعر شیریں مقال شگفتہ مزاج تھے۔ مذاق صوفیانہ تھا۔ عوام سے علوم معارف وحقایق و اسرار مخفی رکھتے۔ خواص و معتقدین سے مسائل تصوف پر مکالمہ فرماتے۔ طریق ملامتیہ کے مدارج تھے۔ ملامت کے یہ معنی بتاتے کہ ریاضات و مجاہدات کو مخفی رکھکر عوام الناس کی طرح رہنا ملامت ہے نہ کہ نماز روزہ ترک کرنا جیسا کہ بعض ناواقفوں کا گمان ہے۔ اسی

طریق پر آپ کا عمل بھی تھا غیوب نفس کے ماہر اور شاہ فضل رسول میرٹھی خلیفہ حضرت غوث علی شاہ قادری پانی پتی کے دست گرفتہ تھے۔ علاوہ علوم اسلامیہ یعنی قرآن و حدیث فقہ و تصوف وغیرہ کے جمیع علوم حکمت یعنی نجوم جفر رمل طب ریاضی عزایم و سحر و کیمیا و فن شعر پر کمال دستگاہ تھی مختلف فنون پر کتابیں تالیف کی تھیں جن کی اشاعت نہ ہو سکی اور بڑا حصہ تلف ہو گیا۔ رسالہ سلاح المومن اور مثنوی در المنظوم السنہ غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ کسب معاش کی وجہ سے اکثر باہر قیام رہتا جب کبھی امروہہ آتے اور کچھ زیادہ عرصہ یہاں رہتے۔ والدہ ماجدہ کے اصرار پر پھر باہر چلے جاتے چنانچہ اپنے مزاحیہ کلام میں فرماتے ہیں۔

مرا در شہر امروہہ چہ امن و عیش چوں ہر دم — جناب والدہ گوید کہ بربندید محملہا

کلام کا ذخیرہ بہت کچھ تھا جو ضائع ہو گیا۔ آخر عمر میں شاعرانہ طرز متروک کر دیا تھا صرف پند و نصائح کو منظوم فرما دیتے اور یہ شعر پڑھ دیتے ۔

آنچہ گفتم توبہ کردم زانکہ نیست — در سخن معنی و در معنی سخن

نعت فارسی کے چند شعر یہاں درج کرتا ہوں ۔

نعت خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اکرم الخلق احمد عربی — ہاشمی ابطحی و مطلبی

سید المرسلین امام ہدیٰ — مصطفیٰ مجتبیٰ حبیب خدا

صاحب التاج والبراق و علم — دافع القحط والوباء والالم

منبع علم و مظہر اسرار — مہبط وحی و مطلع انوار

آیت رحمت الٰہی اوست — در جہاں حجت خدائی اوست

افضل الخلق ورای البشر است — بعد حق از ہمہ بزرگ تر است

سببِ آفرینش عالم — خاتم الانبیاء شفیع امم

ہست جنت گلے ز بستانش — صد چو رضوان غلام دربانش

سیرش اسریٰ بعبدہٖ لیلاً — منزل قرب اوست او ادنیٰ

غاشیہ دار اوست جبرائیل — بر رکابش دوندہ اسرافیل

لامکان مکان برابش رسش — طالب خیر مقدم او عرشش

انبیار منتظر بہ دیدارش — سروراں بندۂ پرستارش

. . . . — . . . .

رحمتِ حق برو و اصحابش — ہمہ ذریات و احبابش

سیّدی قطب عاجز و رنجور

تا کجا از سگان کویت دور

صوفیانِ ہمزمان کی مذمت میں ایک طویل نظم "شکوہ صوفیان" کے عنوان سے لکھی ہے جسکے چند شعر ذیل میں درج کرتا ہوں ؎

اے دریغا کہ اندریں عالم — نیستند آدمی بنی آدم

از زن و مرد و از صغیر و کبیر — ہمہ در دامِ نفس گشتہ اسیر

تارک الصوم والصلوٰۃ شدند — فارغ از حج و از زکوٰۃ شدند

در ہمہ خانقاہ و مسجد و دیر — غیر شر ہیچگہ نہ بینی خیر

جمعے از زاہداں خانہ خراب — در گرفتند مسجد و محراب

قومے از مادر و پدر آزاد — خانہ بر دوش و خانماں برباد

ہمہ بے پیر و راندۂ اُستاد — ننگ آباد و غیرت اجداد

سر و ریش و بروت لبستردہ — نتوانند زندہ از مردہ

دین خود کردہ زندقہ الحاد — خویشتن را شمردہ از [illegible]

بو الفضولی بو شعبدہ فریب — دیدہ باشی بے بعید و قریب

ہمہ بے دین و دشمن دین اند — لعنۃ اللہ گر ولی این اند

بچہ قلتبان [illegible] — زر گرفتہ بچون بکس دادند

[illegible] گدائے مسکین [illegible] — زن پرست و زر پرست انیست

[illegible] زیست [illegible] — وآنکہ محتاج بدتر از کافر

[illegible] — لاجرم مرد پارسا باشد

[illegible] ثانی [illegible] وقت [illegible] اجل کو لبیک کہا باغ موسومہ حاجی والدین [illegible] درگاہ حضرت شاہ عبد الہادی [illegible] فرزند [illegible] نہ تھا فرزندان معنوی متعدد تھے [illegible] مولوی [illegible] اللہ قوم نوائی ساکن محلہ شاہی [illegible] مولوی محمد نعمت اللہ ساکن محلہ [illegible] آپ کے شاگرد تھے ۔

[illegible] مولوی تسلیم احمد کھنوہ

[illegible] علی [illegible] دوست علی [illegible] کتب متداولہ [illegible] تصنیف و تالیف کا شغل [illegible] جانب خاص رجحان [illegible] اور رسالت [illegible] المفردات [illegible] السفینہ والسفیہ [illegible] معروف [illegible] تالیف [illegible] کتاب المفردات [illegible] تسہیل [illegible]

لکھتے ہیں کہ:

اس زمانہ میں اہل بدعت کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے اہل سنت و جماعت میں بعض ایسے عقائد رائج ہوگئے ہیں جو عقائد سنت وجماعت کے خلاف ہیں اور یہ بات صرف جہلاء ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ بعض اہل علم بھی ان میں مبتلا نظر آتے ہیں ایک فریق ہے جو جناب مرتضیٰ کو خلفائے ثلاثہ پر تفضیل دیتا ہے، دوسرا فریق جو کہ دراصل مبعوض اللہ کی ایک شاخ ہے اس قدر حد اعتدال سے تجاوز کرگیا ہے کہ اس کو بعض صحابہ کی نسبت سوء ظن رکھنے اور گستاخانہ کلمات زبان سے نکالنے میں دریغ نہیں ہے اور اس پر یہ قیامت ہے کہ ہر دو فریق اپنے آپ کو فرقۂ صوفیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک جملہ صحابہ عادل متقی تھے، اور ان کو بارگاہ خداوندی میں وہ قرب حاصل تھا جو ان کے بعد والوں کو خواہ وہ کیسے ہی اعلیٰ مراتب پر کیوں نہ ہوں حاصل نہیں ہوسکتا ..... آجکل تو یہ حالت ہے کہ بعض اہل سنت وجماعت نے ایسا غلو اختیار کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اس کتاب کی بیز تصنیف میں پہلی فصل خلفاء کی [illegible]

۸۰ - مولوی سید ابوالقاسم

بن مولوی سید سخاوت حسین فاضل باکمال فرزند علوم مذہبی و ادبی سے بہرہ مند، صاحب تصانیف کثیرہ تھے تقریباً ۱۲۸۲ھ میں ولادت ہوئی [illegible] انہوں نے علی جماعت تک انگریزی [illegible] صوفی کے مرید و معتقد ہو کر انگریزی تعلیم ترک کرکے مولانا سید [illegible] علی [illegible] کی علوم [illegible] عربیہ و فارسیہ کی تکمیل کی [illegible]

نی کے مدرسہ میں درسیات کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں سند تکمیل حاصل کی عمر بھر تصنیف و تالیف کا شغل رہا ایک مرتبہ حصول ملازمت کے خیال سے حیدرآباد دکن گئے۔ ریاست کے کسی محکمہ کے امتحان کی تیاری کے لیے قانون کی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ دفعات قانون میں بعض امور خلاف شرع دیکھکر امتحان ترک کر دیا اور نہ تا حیات کوئی ملازمت کی نہایت صبر و قناعت سے زندگی بسر کی باوجود تنگدستی کے مشاغل علمیہ ترک نہ کیئے عربی و فارسی و اردو تینوں زبانوں میں تصنیف و تالیف کی پوری قدرت تھی۔ حافظہ نہایت قوی اور علم حاضر تھا جس مضمون پر خیال جماتے بے تکان لکھتے چلے جاتے۔ آپکے قلم کی تحریرات و بعض مسودات اس عاجز کی نظر سے گذرے ہیں۔ عبارت پرانے طرز کی گرشستہ اور انداز بیان صاف ہے تصانیف کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے جو زیادہ تر تصوف و حقایق و معارف و معالم وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ مذاہب شیعہ و قادیانی کے رد میں بھی چند مبسوط تصانیف ہیں بعض کتابوں کی ضخامت آٹھ آٹھ سو صفحات تک ہے اور اکثر کی سو صفحات سے زائد عربی زبان میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس میں اپنے واقعات اور حالات تحریر کیئے ہیں۔ کتب متذکرہ بالا کے علاوہ چودہ مختلف مسائل پر استفتے بھی تحریر کیئے ہیں لیکن سوائے ایک مختصر رسالہ معراج اور دو استفتوں کے تمام تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔

چند خاص تصانیف کے نام یہ ہیں:۔ [۱] کتاب السلوک یعنی بوستان حقیقت و معرفت بزبان فارسی۔ [۲] ریاض العلوم و حیاض العیون بزبان فارسی [۳] المتشابہات والمحکمات [۴] تائید الایمان والاسلام [۵] ہدایۃ الانبیار (تصوف و حقایق میں بزبان فارسی) [۶] کتاب المبشرات و المنامات [۷] محبوب الاذکار اولیاء اذکار [۸] کنز مخفی ملقب بمحبوب العارفین [۹] توحید الحروف (ہر حرف ہجا و تہجی سے توحید کو ثابت کیا ہے) [۱۰] مجازیج علیٰ اعجاز مسیح بزبان عربی (بہ رد اعجاز مسیح مرزا غلام احمد قادیانی) [۱۱] تذکیر الآیات در رد تسیر الآیات در رد مذہب شیعہ [۱۲] کشف الولایت رد کشف الخلافت [۱۳] جواہر الدنیہ ملقب بہ رداد انفراد ذ مسئلہ تفصیل کی تحقیق) [۱۴] حق کی کمسال ۲۰۰ صفحات (در مناظرہ شیعہ و سنی)

مولوی صاحب نے شروع ابتداء حضرت شاہ ولایت کے مزار پر چلہ کشی کی اسی حالت میں

کسی واقعہ سے خوف زدہ ہوکر قلب اور دماغ پر اثر پڑا لیکن عرصہ کے بعد زائل ہوگیا۔ آخر عمر میں پھر اس کا اثر کا ظہور ہوا۔ اس زمانہ کی تحریرات میں یہ حالت خاص طور پر نمایاں ہے۔ قید وقت ہونے کا دعوی بڑے شد و مد سے کرتے تھے' طبعاً نیک متقی و پرہیزگار صابر و شاکر تھے' ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ کو بوقت صبح صادق حیدرآباد دکن میں رحلت کی۔ دو شادیاں کی تھیں زوجہ اولی بنت مولوی محمد احسن امروہی کے بطن سے ایک فرزند لئیق احمد اور ایک دختر متولد ہوئیں۔ زوجہ ثانیہ بنت سید خادم حسین سے مولوی سید محبوب حسن آل حسن احمد بصیر شفیق احمد اور شہود احمد پانچ فرزند ہیں۔

۸۱ - مولوی فیاض علی

خلف شیخ امداد علی بن شیخ رمضان علی بن شیخ عبدالکریم بن الٰہ بخش بن محمد فاضل بن شیخ عبدالحکیم بن شیخ عبدالحفیظ بن شیخ محمد جعفر بن شیخ زید سلسلۂ نسب خواجہ جعفر مورث خاندان نخشی سے متصل ہوتا ہے۔ تقریباً ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے ابتداءً مدرسۂ شاہی مرادآباد میں تحصیل علم کی پھر مولانا محدث امروہوی سے امروہہ میں پڑھا علم رائض اور فقہ سے خاص مناسبت تھی۔ ذخیرہ کتب بھی فراہم کیا تھا جو انکے بعد ناگہانی حادثہ آتش زدگی میں ضائع ہوگیا۔ چند مدارس اسلامیہ میں عرصہ تک مدرس رہے عبدالغنی اور عبدالغنی دو فرزند ہوئے' اول الذکر لاولد فوت ہوئے۔ عبدالغنی کے صرف ایک فرزند عبدالسمیع ہے۔

۸۲ - مولوی حاجی سید مرتضی احسین

خلف الصدق سید قربان حسین از احفاد مولانا سید اشرف دانشمند شیعی المذہب با اخلاق نیک سیرت حیا شعار عالم تھے۔ سال پیدائش ۱۲۷۸ھ ہے۔ جوانی کے بعد علم کا شوق ہوا ابتداءً

مولوی محمد امین الدین خان سے پڑھا پھر مولوی محمد ہارون خان پوری کو امروہہ میں جا کر ان سے نہایت محنت و شوق سے اخذ علم کیا اور بموجب الحکمۃ ضالۃ المومن [illegible] کو اہل یا نا اہل سے استفادہ میں عار نہیں کیا۔ بالآخر اپنی ذاتی کوشش اور محنت سے علم کی صف میں [illegible] علوم و فنون میں علمی قابلیت پیدا کی [illegible] سفر میں قیمتی کتابوں کا ذخیرہ حاصل کیا اور بڑے شوق اور صرف زر سے ذاتی کتب خانہ فراہم کیا تھا۔ مدرسہ نور المدارس میں جو حاجی سید نور الحسن کے وقت سے قائم ہے مدت تک اعزازی پرنسپل اور منتظم رہے مگر کچھ دنوں سے باہمی نزاعات کے باعث کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ علم کے شیدائی اور پڑھانے کے شوقین تھے بہت سے طلبا کو آپ سے فیض پہونچا باوجودیکہ ساٹھ سال سے زائد عمر تھی اور قویٰ بھی ضعیف ہو گئے تھے مگر اپنے مکان پر اب تک درس دیتے رہے۔ موزوں طبع تھے کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے جو زیادہ تر مناجات [illegible] و منقبت میں ہیں۔ اس کتاب کے دوران کتابت میں بتاریخ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ انتقال کیا

۸۳ - مولوی احمد حسین خان

خلف حافظ عباس علی خان قوم کلال عالم باعمل اور کامل صوفی منش ہیں۔ علوم متداولہ فارسیہ و عربیہ کی تحصیل مدرسہ عربیہ [illegible] کی حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب محدث امروہوی کے درس سے فیضیاب ہوئے [illegible] دینیات کا ذوق ابتدائے عمر سے ہے۔ زمانہ طالب علمی میں [illegible] ذوق ادبی کی [illegible] ریاست حیدرآباد دکن میں ملازمت کی [illegible] تصوف [illegible] مشائخ [illegible] تصوف [illegible] کثرت [illegible]

پدر بزرگوار کے مزار پر مسجد وغیرہ کی بہت عمارات نو بنی اور باغات نصب کرائے ہیں عربی کے چند نعتیہ اشعار نمونۂ کلام کے طور سے نقل کئے جاتے ہیں اس وقت عمر تقریباً ۶۵ سال ہے بفضلہ تعالےٰ توانا وتندرست ہیں، دنیاوی معاملات میں نہایت صاحب اصابت رائے اور ذی تدبیر ہیں۔

لمآثر بفعالہ [illegible]	[illegible] و نعالہ
علیاۃ فی العالہ [illegible]	[illegible] وسوالہ

بلغ العلےٰ بکمالہ

النصر تحت ظلالہ والنور فوق رحالہ	والسعد تحت نعالہ
والیمن فی اقبالہ فی یوم حرب سبالہ	یری العدی شمالہ

بلغ العلےٰ بکمالہ

کملت معالی حالہ وعلت مکارم آلہ	والدین من اعمالہ
والنسک من اشغالہ والشرع من اقوالہ	بحرامہ وحلالہ

بلغ العلےٰ بکمالہ

فاقت مناقب آلہ بجمالہ وجلالہ	وخیارہ [illegible]
فی ذیلہ وخصالہ کل مقرب [illegible]	[illegible] مکیالہ

بلغ العلےٰ بکمالہ

۸۳۔ مولوی شوکت حسین

بن میر اقبال حسین بن میر تجمل حسین از اولادِ سید احمد بن حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ۔ [illegible]

[illegible]

بعض کتابیں مفتی عزیز الرحمن سے بھی پڑھیں جامع علوم نہایت نیک سیرت ذاکر و شاغل ہیں حضرت مولنا رشید احمد گنگوہی سے سلسلہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بیعت ہیں تقریباً دس سال تک مراتب سلوک طے کئے۔ جمیع تیرہویں سابقہ خاندانی سلسلہ کے تعلق کی بنا پر عرصہ سے قیام ہے تصنیف و تالیف کا بھی شغل رکھتے ہیں سلمہ اللہ تعالے۔

۸۴۔ مولوی محمد امین الدین خان

پٹھانوں کے خاندان سے ہیں ۱۲۹۶ھ میں وطن آبائی شاہ آباد علاقہ ریاست رامپور میں پیدا ہوئے عنفوان شباب میں امروہہ آئے اور مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ میں حضرت مولانا محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سے عربی علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی اور یہیں سکونت اختیار کرلی جامع فنون۔ صاحب فہم اور خوش استعداد عالم ہیں اپنی ذاتی کوشش اور خداداد قابلیت سے نامور فضلاء کی صف میں داخل ہوئے درس و تدریس میں خاص ملکہ بہم پہونچایا چند سال تک مدرسہ اسلامیہ امروہہ میں مدرس رہے اور کثیر التعداد طلبہ کو فیضیاب کیا۔ اسکے بعد طبیہ کالج دہلی میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ابتک عزت و وقار کیساتھ اسی کالج میں وائس پرنسپل ہیں۔ کلیات نفیسی کا اردو زبان میں بہترین ترجمہ کیا ہے جو شائع ہوگیا ہے +

۸۵۔ مولوی حافظ عبد الغنی انصاری

خلف حافظ نذر اللہ بن شیخ نیاز علی انصاری۔ نیک سیرت عبادت گذار ذی استعداد عالم مولانا محدث امروہوی کے آخری زمانہ کے شاگرد ہیں تھے مدرسہ اسلامیہ امروہہ میں جہاں تحصیل علم کی وہیں تا حیات بلا معاوضہ درس دیتے رہے علم حدیث اور فن تجوید سے مناسبت تھی۔ انکے بھی تلامذہ میں مولوی حافظ محمد یوسف انصاری مدرسہ اسلامیہ امروہہ کے مستند یافتہ اسی مدرسہ

میں مدرس ہیں۔ حافظ عبدالمغنی انصاری نے عمر کم پائی حافظ محمد طیب اور عبدالغنی ان سے دو فرزند یادگار ہیں۔

۸۷- مولوی سید علی زینبی

بن مولوی سید احمد حسین بن مولنا محمد حسین جعفری زینبی۔ ۲۲ رمضان ۱۲۹۴ھ کو پیدا ہوئے ابتدا میں اپنے والد ماجد سے پھر مدرسہ اسلامیہ امروہہ میں مولنا سید احمد حسن محدث امروہوی سے اور اسکے بعد سنبھل میں مولانا محمد ہاشم سنبھلی سے کتب متداولہ فارسی و عربی پڑھیں پھر مولنا غلام احمد لاہوری کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر نصاب درسیات ختم کیں اسکے بعد پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں نمایاں کامیابی حاصل کرکے اورینٹل کالج لاہور میں ٹریننگ کلاس کو عربی کی تعلیم دی۔ اس زمانہ میں اسکالرشپ ملتا رہا۔ اکمال کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بعہدۂ ادیب مقرر ہوا چودہ سال متواتر اس خدمت کو بخوبی انجام دینے کے بعد حضرت مولنا عین القضاۃ نے اپنے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں بعہدۂ صدارت طلب کیا۔ آٹھ سال تک اس مدرسہ میں تدریس کا مشغلہ رہا۔ مولانا موصوف کی وفات کے بعد پھر ارکان ندوۃ العلماء نے بعہدۂ نائب مہتمم دارالعلوم میں واپس بلا لیا۔ اب چند سال سے لکھنؤ یونیورسٹی میں ادبیات عربی کے لکچرر ہیں۔ عربی ادب سے آپکو خاص مناسبت ہے مختلف یونیورسٹیوں کے امتحانات عربی و فارسی میں ممتحن مقرر ہوتے ہیں آپ کی بعض تصانیف یہ ہیں یعنی حاشیہ امام رازی کی کتاب نہایۃ الایجاز پر شرح عقد الشعر و بیات میں متفرق حواشی دو دیوان جو عنیت پر مشتمل قصائد عربی انجیل مزامیر و ... نہایت سنجیدہ و متین پاکیزہ نفس و نیک کردار تصنع و نمایش سے نفور نہایت درجہ سادہ مزاج فدا کار ہیں۔ شعر و سخن کا ذوق ابتدائے عمر سے ہے۔ عربی و فارسی و اردو تینوں زبانوں میں مشق آزمائی کی ہے۔ تاریخ گوئی کا بھی ملکہ ہے۔ حضرت سید علی ہجویری لاہوری داتا گنج بخش کے مزار پر گنبد تعمیر ہوا، جو حاجی ... کی زیر نگرانی ... آپکے حسب ذیل قطعہ تاریخ در ... کیا ہے

چون غلام مصطفٰے تعمیر کرد | سجدے بر آستان گنج بخش
بہر تاریخ بنائیش ناگہاں | ہاتفے از عاکفان گنج بخش
گردن از سجدہ بروں آورد و گفت | سجدہ گاہے زائران گنج بخش

عربی فارسی دراُردو کا نمونہ کلام ذیل میں درج کرتا ہوں سے

بفقر فنا ریب المنون ولا ندری | وتلک امورٌ قد جرین علی قدر
لتضطرب الاحشاء منی حزازةٌ | وتغلی حمیا الشوق فی القلب والصدر
ففیم بنال الدھر ترمی قدینا | وتفعل بالاکباد فعل القنا السمر

اپنے لائق اور جوان مرگ فرزند مولوی سید آل نبی کے انتقال پر جو بعمر بست وپنج سالگی ۲۷ اگست سنہ ۱۹۲۳ء کو گنجینہ میں بعارضہ ہیضہ ہوا۔ فارسی اور اردو میں مرثیہ لکھے ہیں جو فغان دل نام سے طبع ہوکر احباب واعزہ میں تقسیم ہوچکے ہیں فارسی ترکیب بند کو یہاں درج کیا جاتا ہے ÷

ترکیب بند

اے دل بساط ناز بیفگن فغاں بیار | وقت بقاست ہم اے چشم اشکبار
از آب قطرۂ بتو باقی اگر نماند | دل موج خوں ہمیدہد اے دیدہ ہوشیار
دل چاک چاک گشت وجگر پارہ پارہ شد | تاب وتواں نماند بجسم نحیف و زار
شد سینہ ریش وپشت خمیدہ بفرط غم | دست جنوں دریدہ ہمہ جامہ تار تار
اے عقل وہوش کار شما نیست الوداع | تا ہم دو درد جائے بگیرید استوار
تاریک شد بچشم زمین وزماں ہمہ | افسردگی دو دیدہ ببر سمت در دیار
ویرانہ ایست خانہ آباد در نظر | آمد خزاں درد والم خصمت اے بہار

اے دل بنم بناز کہ لخت جگر نماند
شد دیدہ خوں بیا کہ نور بصر نماند

آں بنی کہ شمع فروزاں بخانہ بود　　بیروں خانہ رونق بزم زمانہ بود

آں خوش لقا بری و وفا دار و با حیا　　در خلق بے نظیر و بسیرت یگانہ بود

نور نگاہ و لخت دل مادر و پدر　　قصدش رضا رشاں ہمہ روز شبانہ بود

با دوستاں مصافی و با دشمناں حلیم　　[illegible] بود بوفا [illegible] اہل جفا نہ بود

رنجیدہ گر [illegible] نہ گذشتے بخاطرسے　　خوش طبع و با وقار و مزاجش شہانہ بود

با مخلصاں شمائل حسن کریم داشت　　پر [illegible] خصائل اہل دغا نہ بود

خوش رو و خوش [illegible] و خوش انداز و خوب　　اعضاش در تناسب قدش میانہ بود

دست اجل [illegible] چنانش کہ خاک کرد

مارا بہ تیغ تیز فراقش ہلاک کرد

بجان پدر بیاد [illegible] گذر [illegible]　　بر اضطراب آمت و بیاد [illegible] بکن

خرم [illegible] ز [illegible] مراحب [illegible]　　با [illegible] نظر بحال [illegible] پدر بکن

داروے درد و ہاے بدن [illegible]　　[illegible] مرہم [illegible] جگر بکن

[illegible]　　[illegible]

خاک [illegible] ہر چہ [illegible] افتاد　　[illegible] رساں خویشتن [illegible] خبر بکن

آں خستہ سفیر کہ از یں گذشتی　　[illegible] عقد [illegible] سفرش [illegible]

چوں [illegible] بس [illegible] ای استعا [illegible]　　[illegible] بکن

[illegible] دلنواز کجائی بحال [illegible]

[illegible] جگر [illegible] و مادر [illegible]

امروز [illegible] گریستن　　[illegible] بہ آنجا گریستن

گر [illegible] بود آہ [illegible] نیک　　[illegible] در [illegible]

زخم دل اندمال نگیرد بمرہمے — لازم بود مرا ابد الدہر گریستن
مانند شمع اشک نہ در بزم انجمن — خوشتر آنکہ بہ ہجر تو تنہا گریستن
ایں گریہا اگر نرساند بمن ترا — بے حاصلست آہ ببود اگریستن
شیرازی آن حکیم وسخنگوئے بے مثال — خوش گفتہ است درصفت ناگریستن
عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال — صد سال میتوان بہ تمنا گریستن

آن کہ داستان عشق را البسر کنم
امید مغفرت بدعائے سحر کنم

یارب کہ درگہت حرم ہر شہ وگداست — عفو تو ہر اثیم وگنہگار را رواست
شان تو لایزال قضائے تو کن فکاں — حکمت چناں اصیل کہ چون و چرا است
یارائے دم زدن نبود در قضائے تو — خواہی اگر و مار مجال اباکراست
بابندۂ تو ابد طلب گار فضل تو — ہر حاجتی کہ لطف تو باشد در رواست
رحمت تو گفتہ کہ سبق بردہ بر غضب — آنجا کہ عفو تست بہ اصل گناہ ماست
ایں نوجوان پسر کہ باسہال جان بداد — مبطون شہید ہست رسولت بریں گواست
زفضل عام خویش خطا بخشش مکن — خلد بریں بخش کہ ماوائے صفیاست

ایں سانحہ کہ از دل ما برد عقل وہوش
آمرز جرم ما و گناہان ما بپوش

۸۸- مولوی انوار الحق عباسی

بن مفتی عبدالحق عباسی از اولاد مولانا فضل حق بن مولانا رکن الدین عباسی ۱۳۱۰ھ میں ولادت ہوئی
مدرسہ اسلامیہ امروہہ کے فارغ التحصیل ہیں حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی اور حضرت

مولانا حافظ محمد عبدالرحمن صدیقی اور مولانا شاہ محمد حسین وغیرہ سے اخذ علوم کیا۔ اسی دوران میں قرآن شریف حفظ کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد سے درس و تدریس کا مشغلہ ہے۔ ابتداءً دو ایک سال بدایوں گنجینہ چند شہر میں مدرس رہے۔ پھر جے پور میں ایک رئیس کے یہاں متعلق خدمت کار رہے۔ اب مدرسہ اسلامیہ امروہہ میں مدرس ہیں۔ توضیح المسائل وغیرہ بعض رسائل آپ کی تالیف ہیں۔ متقی و پرہیزگار عالم ہیں۔

۸۹ - مولوی سید رضا حسن رضوی

بن پیر اصغر حسین و برادر زادہ مولانا محدث امروہوی ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اساتذہ مدرسہ اسلامیہ امروہہ اور اپنے عم محترم مولانا سید محمد حسن سے اخذ علوم کیا۔ فراغت تعلیم کے بعد سے یعنی تقریباً دس سال سے مدرسہ مذکور میں درس دیتے ہیں۔ نیک کردار عالم ہیں۔ آپ کے برادر حقیقی مولوی محمود حسن مرحوم بھی ذی علم اور ذہین و فطین جید تھے۔ عالم شباب میں وفات پائی۔

۹۰ - مولوی سید جواد حسین

بن مولوی سید باقر حسین [illegible] نیک [illegible] علوم و فنون ادبیات میں ماہر [illegible] حاصل تھی [illegible] میں پیدا ہوئے۔ مولوی [illegible] مولوی مصطفیٰ [illegible] سے [illegible] مولوی سید محمد حسن صاحب [illegible] سے [illegible] امروہہ میں مدرس [illegible] رہے [illegible] درس دیتے تھے [illegible] زندگی کا اب [illegible] درس [illegible] [illegible] ۱۳۲۳ھ میں [illegible] زندگی [illegible] ہے۔ خدا رحم فرمائے۔

۹۱ - مولوی محمد اختر شاہ خاں

خلف حبیب شاہ خاں بن محمد شاہ خاں بن سید شاہ خاں قوم افغان ساکن محلہ گھیر بدر علی بزرگوں کا وطن مالوف علاقہ جنیر میں کوئی مقام گڑھ تھا انکے جد اعلیٰ سید شاہ خاں ترک وطن کرکے بزمانہ نواب احمد علی خاں رامپور میں بعہدہ کوتوالی مامور ہوئے امروہہ کے روہیلہ خاندان سے تعلق ازدواج ہوا جس کی بنا پر انکے فرزند محمد شاہ خاں امروہہ میں سکونت گزین ہوئے۔ مولوی محمد اختر شاہ خاں کے والد حبیب شاہ خاں ریاست رامپور میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ اس لئے ان کی ابتدائی تعلیم وہاں کے سرکاری اسکول میں حاصل کی پھر امروہہ میں مولانا سید شبیر علی سے فارسی و عربی کی درسیات پڑھیں اسکے بعد سہارنپور و دیوبند میں مولانا احمد علی اغوانپوری و حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند و مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی و دیگر اساتذہ سے اخذ علوم کیا۔ اور درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد حدیث کی سند اجازت حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سے درس و تدریس کا شغل ہے۔ تقریباً تیس سال سے میرٹھ میں مقیم اور عرصہ سے مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ میں مدرس اعلیٰ ہیں شاعری کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ وہ اس فن میں خلیفہ مرزا علی مرزا امروہوی سے تلمذ حاصل کیا ادبیات فارسی میں خاص مہارت ہے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں ذخیرہ کلام موجود ہے نعت گوئی میں خوب ملکہ پیدا کیا ہے بطور نمونہ چند اشعار اور رباعیات درج کرتا ہوں دیگر اصناف سخن کے نمونے کے لئے تذکرہ شعرائے عصر سوید ملاحظہ ہو۔

رباعی

دین تو شہا ناسخ ہر دین باشد   طلعت حبیب مبین باشد

لولاک لما خلقت بندعز   تعلیل تو خاتم النبیین باشد

تاکہ کئی طاعت دیو پڑ ریو   رباعی   تاکے کند از نفس تو منع تو عبد یو
شرے بکن اے تاج خلافت بر سر   مسجود ملائک و معبودیت دیو

رُباعی

ہے دار فنا کی آنی جانی ہر شے   اور دار بقا کی جاودانی ہر شے
باقی کے لیے ہوگی جو فانی آخر   باقی ہے وہی باقی ہے فانی ہر شے

حضرت شیخ الہند مولنا محمود حسنؒ اسیر مالٹا جب مالٹا سے ہندوستان تشریف لائے تھے تو بطریق خیر مقدم ۳۲ شعر کی ایک نظم لکھی تھی جسکے چند شعر یہ ہیں ؎

پھر بہار گلشن اسلامیاں آنے کو ہے   یعنی شیخ علم دیں کا باغباں آنے کو ہے
آب جوئے رفتۂ باغ علوم دیوبند   مالٹا سے جانب ہندوستاں آنے کو ہے
تک رہی تھیں جسکو آنکھیں دیدۂ شوق صدف   وہ سحاب لطف و ابر دُر فشاں آنے کو ہے
جسکے اخلاق حسن کا شہرہ ہے آفاق گیر   وہ جہان فقر کا صاحبقراں آنے کو ہے
جسنے دستار کو رکھا بالائے طاق   وہ رضا کے ملک کا نوشیرواں آنے کو ہے
زال دنیا کا چلا جس پر نہ ہرگز داؤ پیچ   عرصۂ تسلیم کا وہ پہلواں آنے کو ہے
آندھیوں سے جو حوادث کی کبھی ہلتا نہیں   وہ وقار و حلم کا کوہ گراں آنے کو ہے
جسکے پروانوں کے لگتے پر بچھاتے ہیں ملک   وہ چراغ محفل دانشوراں آنے کو ہے

۹۲۔ مولانا حافظ محمد اعزاز علی

بن منشی محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ بن مبارک علی قوم کنبوہ آباؤاجداد امروہہ کے قدیم باشندے نواب وقار الملک کے خاندان سے قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ مولانا موصوف کے والد منشی مزاج علی ۱۸۵۷ء سے قبل لکھنؤ کے شاہی خاندان کی ایک شہزادی کے یہاں جو چھوٹی

شہزادی مشہور تھیں ملازم تھے۔ اسکے بعد انہوں نے محکمہ جنگلات میں ملازمت اختیار کی اور اس ملازمت کے تعلق سے بدایوں میں قیام رہا جہاں چودہویں صدی ہجری کی پہلی رات کو غروب شمس کے بعد مولانا محمد اعزاز علی پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور مدرسہ عین العلم شاہجہانپور میں جہاں اس زمانہ میں مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صدر جمعیۃ علماء ہند مدرس دوم تھے عربی و فارسی کی ابتدائی درسیات ختم کیں اسکے بعد تقریباً ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر ایکسال تک تعلیم حاصل کی پھر کچھ مدت تک میرٹھ میں پڑھا وہاں سے پھر دیوبند جا کر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے استفاضہ کیا بیضاوی توضیح تلویح وغیرہ کا درس لیا اور یہیں فنی ادب کی کتابیں پڑھیں۔

فراغت تعلیم کے بعد چند مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگلپور میں تقریباً تین سال تک مدرس اول کی حیثیت سے کام کیا خانگی ضروریات کی بنا پر شاہجہانپور چلے آئے وہیں مدرسہ افضل المدارس میں تین سال تک نائب مدرس اول رہے ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں ملازمت کا تعلق ہو گیا ۱۳۴۳ھ میں جب دارالعلوم کے مہتمم مفتی ہائی کورٹ ہو کر حیدرآباد دکن جانے لگے تو مولانا محمد اعزاز علی کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے اس طرح تقریباً ایک سال تک آپ کو ہائی کورٹ کے ہر قسم کے مقدمات کو فقہی معیار پر جانچنے کا موقع ملا۔

خسرو دکن کی قدر دانی

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم کو جب سلطان العلوم اعلیحضرت خسرو دکن کی بارگاہ میں باریابی کا موقع ملا تو انکے ساتھ مولانا محمد اعزاز علی بھی اعلیحضرت کے سامنے پیش ہوئے اس ملاقات سے متعلق مولانا ایک موقع پر لکھتے ہیں:

> اعلیحضرت جس اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں خندہ کے ساتھ زمانہ سابق میں سلاطین علماء اور مقتدایان دین سے ساتھ پیش آتے ہونگے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی ملاقات ان ہی اسی ملاقات میں حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم سے قدیم کی تاریخ میں وہ کتابیں بھی تھیں جن کا

حاشیہ میں سے لکھا ہے"۔

اعلحضرت خسرو دکن نے اس علمی خدمت پر ۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۳ھ سے پچاس روپیہ ماہانہ کا وظیفہ مولوی صاحب کے نام تاحیات مقرر فرمادیا جو ماہ بماہ ملتا رہتا ہے۔

دارالافتا کی صدارت سنہ ۱۳۴۷ھ میں دارالعلم دیوبند کے مہتمم مولانا حافظ محمد احمد مرحوم کی وفات پر مولانا محمد حبیب الرحمن نائب مہتمم جب مہتمم مقرر ہوئے جلسہ شوریٰ نے مولانا محمد اعزاز علی کو صدر مفتی بنایا۔ قضائے الٰہی سے اسی سال مولانا محمد حبیب الرحمن مرحوم نے وفات پائی اس لیئے مولوی محمد طیب نبیرہ حضرت مولانا محمد قاسم مہتمم مقرر ہوئے اور مولوی محمد اعزاز علی نائب مہتمم چنانچہ اس وقت تک آپ دارالعلم کی ان خدمات کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں

تصانیف آپ کی تصانیف اگرچہ کوئی جداگانہ کتاب نہیں ہے تاہم درسیات کی بعض کتب پر آپ نے حاشیے لکھے ہیں اور بعض کا ترجمہ کیا ہے جن کی مختصر فہرست یہ ہے۔

(۱) حاشیہ نورالایضاح بزبان فارسی (۲) حاشیہ دیوان حماسہ (۳) حاشیہ دیوان متنبی (۴) حاشیہ عروض المفتاح للسکاکی (۵) حاشیہ نورالایضاح بزبان عربی (۶) حاشیہ قدوری (۷) حاشیہ تلخیص المفتاح (غیر مطبوعہ ہے) (۸) حاشیہ کنزالدقائق (۹) حاشیہ نفایہ مصنفہ ملا علی قاری (یہ کتاب کیاب ہے اورآجکل آپ اس کا تحشیہ کر رہے ہیں) (۱۰) رد الزجر فی النہی عن اقتراف الکبائر مصنفہ ابن حجر ہیتمی کی کا اردو ترجمہ (۱۱) مفید الطالبین (۱۲) قصیدہ خلافیہ عربیہ مصنفہ مولانا محمد حبیب الرحمن کا اردو ترجمہ (۱۳) قصیدہ لامیہ مصنفہ مولانا موصوف کا اردو ترجمہ۔

مندرجہ بالا تصانیف کے متعلق یہ امر قابل تذکرہ ہے کہ آپ نے کسی کتاب کے حاشیہ کی اجرت نہیں لی۔ ورنہ کسی کو حق تصنیف دیا بعض اہل مطابع نے خود ہی اشاعت کردی اور حق تصنیف بھی بنام مطبع محفوظ کرالیا آپ نے اس کی تردید بھی نہ کی۔

ادبیات عربی سے آپکو خاص مناسبت ہے اور اس علم کے آپ ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں لیکن خود اپنے متعلق آپ ایک موقع پر جس انکساری کا اظہار فرماتے ہیں وہ آپکے فضل وکمال کی دلیل ہے:

"میں نے دارالعلوم دیوبند میں ہر قسم کی کتابیں پڑھائیں مگر خدا جانے کیا بات ہے لوگ مجھکو علم ادب کا ماہر کہنے لگے اور نوبت باینجا رسید کہ دارالعلوم دیوبند کے مستفیضین کی کثرت کی وجہ سے ادیب مشہور ہوگیا اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً غلط ہے کیونکہ میرے خیال میں مجھکو ادب سے وہ نسبت بھی نہیں جو زمین کو آسمان سے ہے"۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ اور اسکے ملحقہ مدارس نیز بہار و پنجاب کی یونیورسٹیوں کے امتحانات مولوی عالم و مولوی فاضل کے آپ عرصہ سے ممتحن مقرر ہوتے ہیں۔ عمر تقریباً پچاس سال ہے۔ سلمہ اللہ تعالےٰ۔

۹۳۔ مولوی سید احمد امین

خلف شاہ روح الامین بن شاہ محمد امین غازی تقریباً ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ نو عمری میں تحصیل تکمیل تعلیم کے لئے باہر چلے گئے۔ دس بارہ سال تک گلاوٹھی وانپور سکندرہ باد و مراد آباد و دہلی میں مختلف اساتذہ سے پڑھتے رہے۔ مولانا محمد حسین مرادآبادی، مولانا محمد الدین پنجابی، مولانا ماجد علی سے نیز مولوی دوست محمد خاں شاگرد مفتی لطف اللہ علی گڈھی سے علم حاصل کیا بالآخر دارالعلوم دیوبند میں پہنچکر درس نظامیہ کی تکمیل کی مولانا محدث امروہوی سے بھی بعض کتابیں پڑھیں۔

تحصیل علم میں جو محنت شاقہ برداشت کی اس کی مثالیں موجودہ زمانہ میں کمیاب ہیں فراغت تعلیم کے بعد مدرسہ عربیہ مرادیہ مظفر نگر، دارالعلوم دیوبند، مدرسہ ریاست دان پور، مدرسہ عالیہ میرٹھ، مدرسہ منظور، در مدرسہ نعمانیہ لاہور میں مدرس رہے اب تقریباً تین سال سے مدرسہ شمس العلماء مولانا عبدالحمید فرنگی محل میں درس دیتے ہیں۔ نیک نہاد خوش طبع جفاشعار مسلم

ہیں طبیعت موزوں پائی ہے کبھی کبھی فارسی اور اردو میں شعر موزوں کرتے ہیں۔ اردو کے چند شعر جو اُن کی زبانی سنے درج کرتا ہوں ؀

دیئے دیتا ہوں انہیں دل سی شے ذرا نیک بد پہ نظر نہیں
ابھی ابتدا تو مزے کی ہے جو نتیجہ کیا خبر نہیں

مرا سر ہے زانوئے یار پر غم اضطراب جگر نہیں
کوئی کہدے موت سے لوٹ جا ابھی مرنا مدنظر نہیں

یہ اندھیری رات یہ طول غم مجھے تاب درد جگر نہیں
بجھلا رہا ہے چراغ دل اور ابھی اُمید سحر نہیں

ارے باغباں ذرا رحم کر مرے آشیاں کو نہ تو جلا
میں غریب ہوں مجھے نہ ستا تجھے کچھ خدا کا بھی ڈر نہیں

کئی تیر اوروں کے مارے ہیں مری باری آئی تو چکے ہیں
یوں نگاہ پھیر کے بیٹھے ہیں مرے پاس جیسے جگر نہیں

یہ کرشمے سب ہیں نصیب کے کریں نیکی اور بدی سلے
انہیں دل بھی دے دیا ہے مگر ابھی سیدھی نظر نہیں

یہ رہائی قید سے ہو سوا وہی بے بسی کا ہے سامنا
ہے چمن میں بلبل خوشنوا مگر آشیاں میں گذر نہیں

گئے قبر پر جو پکارنے تو نہ بولنے کے ہیں کیوں گلے
یہ تو قاعدہ ہی وہاں کا ہے کسی کو کسی کی خبر نہیں

غم زلف یار کا مبتلا غم درد جب نہ اٹھا سکا
تو یہ کہہ کے ہجر میں اٹھ گیا مری دل کیا تھا گذر نہیں

نہ ہے دوستی نہ ہے دشمنی یہ تو ہے حسینوں کی دل لگی

جو ہیں خوش تو باتیں ہیں پیار کی ہیں خفا تو سیدھی طرح نہیں

انکے فرزند مولوی محمد صلح بھی جوان صالح اور ذیعلم فارغ التحصیل ہیں

۹۴- مولوی سید یوسف حسین مجتہد

خلف الصدق مولوی حاجی سید مرتضیٰ حسین، عالم جید، صاحب اجتہاد و مذہب امامیہ کے روشن خیال مجتہد ہیں۔ ابتدا میں اپنے والد سے پھر مولوی محمد امین الدین خاں سے علم حاصل کیا اسکے بعد عراق گئے اور تقریباً آٹھ سال تک وہاں کے علماے علوم و فنون کی تحصیل کی ۱۳۲۱ھ میں سند اجتہاد لیکر وطن کو واپس آئے چار پانچ سال تک نورالمدارس میں درس دیتے رہے پھر مدرسہ منصبیہ میرٹھ میں پرنسپل مقرر ہوئے اور اب چند سال سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر ہیں چالیس سال کے قریب عمر ہے اصول فقہ میں خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کے بڑے حامی ہیں ۱۹۲۱ء میں جب خلافت کی تحریک زور شور پر تھی آپنے ترک موالات میں علمائے اہل سنت وجماعت کے فتاویٰ کی تائید کی تھی ذہین، وطباع، خلیق و متواضع ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۵- مولوی سید محمد مجتہد

بن مولوی سید احمد حسین ۱۳۰۹ھ میں ولادت ہوئی تاریخی نام "نظیر احسن" ہے ابتداءً امروہہ اور پھر لکھنؤ میں تحصیل علوم کی ۱۳۳۲ھ میں صدر الافاضل کی سند حاصل کی اور سید المدارس امروہہ میں صدر مدرس رہے اسکے ایک سال بعد عراق جاکر مرزا محمد تقی شیرازی اور آقا شیخ حسین مازندرانی اور آقا محمد کاظم شیرازی کے درس میں شریک رہے ۱۳۳۹ھ میں اجازت اجتہاد حاصل کرکے وطن آئے اس وقت سے سید المدارس میں صدر مدرس اور فرقہ شیعیان امروہہ کے یک

گروہ کے پیش نماز ہیں۔ منکسر المزاج، با اخلاق، ذکی و ذہین عالم ہیں۔ آپ کی بعض تصانیف بھی ہیں۔

۹۶۔ مولوی سید حبیب احمد اُفق کاظمی نقشبندی مجددی

خلف اصغر حافظ سید یوسف علی بن حاجی سید وصی اللہ ابن حضرت مولانا شاہ عفیف اللہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ٢٣ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ میں بوقت صبح صادق ولادت ہوئی، تاریخی نام "سید محمد محفوظ علی" ہے جو طویل ہونے کے باعث استعمال نہیں کیا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں سایہ پدری سر سے اٹھ گیا، ان کی والدہ رنی بی فاطمہ، مولوی سید عبدالقادر دہلوی مرحوم خوشنویس نسخ برادر زادہ مولانا سید عبدالحی دہلوی مہاجر امروہہ کی صاحبزادی اردو کی خاصی تعلیم یافتہ اور تحریر پر قادر تھیں۔ انہوں نے بچپن ہی سے عمدہ تربیت کے ساتھ قرآن کریم اور اردو کی ابتدائی تعلیم دی۔ سات سال کی عمر میں اپنے عم محترم حافظ حاجی سید یعقوب علی شاہ کی خدمت میں صحت قرأت کے ساتھ قرآن مجید مع پارۂ اول چند پارے حفظ کیے۔ فارسی کی ابتدا مولوی سید عبدالعزیز و مولوی ولایت حسین عارف و مولوی سید شبیر علی سے ہوئی۔ پھر مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں مولوی سید اصغر علی ثابت رامپوری سے منشی درسیات فارسی کی تحصیل کے ساتھ ہی تبرکاً و تیمناً فخر المحدثین حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی سے عربی کا آغاز کیا۔ والدہ کے انتقال کے بعد میرٹھ میں مولوی اختر شاہ خاں اختر امروہوی سے فارسی کی تکمیل اور صرف و نحو عربی کی تحصیل کی۔ قیام میرٹھ کے دوران میں منشی عبدالرحمن معجز رقم امروہوی مشہور خوشنویس سے خوشنویسی حاصل کی۔ پھر مدرسہ رحمانیہ رڑکی ضلع سہارنپور میں مولانا ظہور محمد خاں شاگرد و مرید خاص حضرت مولانا شیخ الہند سے، دہلی و نگینہ میں مولانا بشیر احمد بدایونی سے اور مراد آباد میں مولانا محمود الحسن سہسوانی و مولانا فخر الدین رامپوری و مولانا حکیم سید رضوان علی و مولانا محمد حسن مراد آبادی مہتمم مدرسہ قاسم العلوم شاہی مسجد سے عربی درسیات پڑھیں۔ آخر میں امروہہ آکر حضرت

مولانا حافظ عبدالرحمٰن بالخصوص مولانا محمد امین الدین خاں مدرس دوم سے بقیہ کتب فلسفہ و حکمت
اور تفسیر و حدیث پوری کیں دہلی میں مولانا عبدالعلی محدث کے درس حدیث میں بھی حدیث کی سماعت
کی لیکن مکمل سند فراغ کہیں سے حاصل نہیں کی۔ قاری حاجی ظہور الدین مظفر نگری شاگرد قاری محمد
صاحب مدنی سے قرأت کی بھی مشق کی تحصیل علم کے بعد دہلی مرادآباد کانپور و امروہہ میں فارسی عربی
کا درس دیا زمانہ طالب علمی میں ہر زبان کی ادبیات سے فطری ذوق تھا اس لئے شاعری و مضمون
نگاری کی طرف متوجہ ہو گئے عرصہ تک مدیر رسالہ "اسوۂ حسنہ" دہلی و شعبۂ تالیفات خواجہ حسن نظامی
دہلوی میں عربی فارسی کتب کے ترجمے کئے اکثر مولفین کی تالیفات پر اصلاح کی مصر کے مشہور علامہ مفتی محمد
عبدہ سید توفیق بکری علامہ طنطاوی جوہری۔ علامہ سید جمال الدین افغانی۔ علامہ سید محمود طرزی
کی عربی فارسی تصنیفات کا مطالعہ اور بعض کا ترجمہ کیا ہے۔ آپکا بیان ہے کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی
کے کتب خانہ کی علمی فہرست مرتب کرتے وقت اور دیگر کتب خانوں میں تقریباً ایکہزار کتابوں کا
سرسری مطالعہ کیا ہے چنانچہ کثرت مطالعہ کے باعث صحت پر بہت برا اثر پڑا اکثر مریض رہتے ہیں
اس پر بھی کتب بینی کے عاشق ہیں شب و روز مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں محو رہتے ہیں روشن
خیال اور اصلاح اور جدت پسند شخص ہیں تقریر اور تحریر میں ایک خاص انداز اور ملکہ رکھتے ہیں
عربی فارسی تکلم پر قادر ہیں عربی مدارس اسلامی کے طرز تعلیم اور مروجہ نصاب کے سخت خلاف ہیں
آپکا خیال ہے کہ صرف و نحو کی مختصر تعلیم کے بعد ادب تاریخ و جغرافیہ اور عربی زبان حاصل کرنے پر
زیادہ زور دیا جائے۔ طلبہ کو شروع ہی سے انگریزی طرز تعلیم کے مطابق عربی بولنے کی مشق کرائی جائے
اور جب عربی تکلم و تفہیم میں کافی ملکہ پیدا ہو جائے تو قرآن حکیم کا سبقاً سبقاً درس دیا جائے اور سلیس
و معنی خیز ترجمہ زبانی سمجھایا جائے اسکے بعد تفاسیر متقدمین میں سے کوئی جامع اور صحیح ترین تفسیر درس
حدیث شریف و فقہ علم کلام اور فلسفہ و ہیئت وغیرہ کی تعلیم ہو۔ اساتذہ اور منتہی طلبہ تقریر و تحریر میں
لازمی طور پر عربی زبان استعمال کریں۔ مغربی زبانیں بھی ضرور سیکھی جائیں آپ عامی و جاہل امام و

خطیب اور چھوٹی مساجد میں نماز ہائے عیدین و جمعہ قایم کرنیکے سخت خلاف ہیں آپکا خیال ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں شہر کی چند بڑی بڑی مساجد میں ہونی چاہئیں جہاں روشن خیال و باخبر ذیعلم و عمل امام و خطیب عربی کے مختصر خطبہ یا توبہ کے بعد دینی و دنیوی حالات حاضرہ پر اردو زبان میں بہترین و موثر خطبہ دیں تاکہ مسلمانوں کی اصلاح و تنظیم ہوسکے۔ فروعی مسائل پر مناظرہ بازی اور اختلافات سے آپکو سخت نفرت ہے حقیقی تصوف کے حامی اور اولیاء و صوفیائے کرام کے سچے معتقد ہیں مگر دور موجودہ کے جاہل اور رسمی پیروں کے خلاف ہیں۔ حضرت مولانا حافظ حاجی حکیم جمیع الدین خاں بقائی دہلوی مرید خاص و خلیفہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ پانچ دواوین اشعار کے علاوہ مندرجہ ذیل علمی تصانیف ہیں:

(۱) محاکمہ۔ دس مسائل اختلافی کا حل (۲) اخلاق حبیبی اخلاق محسنی و اخلاق جلالی و داستان گلستاں وغیرہ کے مفید اقتباسات کا سلیس ترجمہ (۳) حسن التقریر فی مسئلۃ التقدیر (۴) سلام اور شادی (۵) سیر امروہہ (۶) شعرائے امروہہ (۷) صحیفہ حنفی (۸) قرآن اور نئی روشنی علامہ طنطاوی مصری کی کتاب القرآن والعلوم العصریہ کا سلیس ترجمہ (۹) گلشن مضامین (۱۰) برکات حنیفیہ (۱۱) مخزن الجواہرات (۱۲) سیادت۔ سیادت پر فخر و غرور کرنے والوں کے لئے عبرت آموز حالات۔

۹۷۔ مولوی سراج احمد خاںؔ

سال پیدائش تقریباً ۱۸۹۰ء ہے مدرسہ اسلامیہ امروہہ واقع محلہ دربار کلاں کے تعلیم یافتہ مولانا حافظ محمد عبدالرحمن کے شاگرد ہیں فراغت تعلیم کے بعد کچھ عرصہ تک اسی مدرسہ میں پھر نہٹور میں درس دیا۔ اور اب مدرسہ عربیہ کنڑہ موسیٰ خاں میں عربی کے مدرس دوم ہیں۔

۹۸- مولوی انوار الحق

خلف شیخ فضل حق ساکن محلہ بنوال پیدائش ۱۳۱۲ھ کی ہے مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے تعلیم یافتہ ہیں شیخ الہند مولنا محمود حسن کے درس میں بھی شامل ہوئے اور مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ سے مدرسہ اسلامیہ واقع محلہ جلّہ میں مدرس ہیں۔

۹۹- مولوی سید اظہار الحق عباسی

خواہرزادہ مؤلف و خلف الصدق مولوی عبدالحق عباسی ۱۳۱۶ھ میں پیدائش ہوئی۔ امروہہ دیوبند و مراد آباد کے مدارس اسلامیہ میں درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کی سند حاصل کی ابتداءً اسلامیہ ہائی اسکول میں گجرانوالہ میں عربی اور دینیات کے معلم رہے اسی زمانہ میں رسالہ معلم کی ادارت بھی کرتے رہے پھر دیگر مدارس میں عربی و فارسی کے مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ ترک ملازمت کے بعد ضلع گجرات میں ایک دینی درسگاہ قائم کی کچھ عرصہ واندیر میں قیام رہا۔ درس و تدریس کا شغل ہے جوان صالح واعظ اور عالم باعمل ہیں شعر سے بھی مناسبت ہے عربی و فارسی و اردو میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ فارسی میں قدما کا رنگ اختیار کیا ہے۔ اردو میں اکثر آج کل کی پیروی نہیں کرتے بے ردیف و قافیہ بھی نظمیں لکھتے ہیں۔ فارسی نعت (فارسی) کے چند شعر یہاں درج کرتا ہوں۔ اردو کا نمونہ کلام زمرہ شعراء میں ملاحظہ ہو۔

نعت فارسی

نسیم نرم و نرمک می وزد از جانب دریا — عبیر آمیز و عنبر بیز و مشک انگیز و صندل سا
بہار آمد ہزار آمد برونق شاخسار آمد — ہوائے عطر بار آمد ز سمت غنچہ دلکشا
مشام جاں زبوئے آں شمیم روضۂ رضواں — شریک حصۂ عثماں سہیم قسمت حوّا

زنگہتہائے ریحانی زطلعتہائے کنعانی ‌‌‌‌ ‌ زرحمتہائے یزدانی چمن چوں جنت الماویٰ

گل داؤدی وعباسی برنگ چشم شماسی ‌ ‌ مثال نور پیراسی بہر جانب چمن آرا

برنگ روئے دل جوئے وخوش خوئے کج ابروئے ‌ ‌ بہ بوئے موئے گیسوئے چمن چوں شاہد رعنا

بہر سو در بہار گل بگوشش چوں فتد غلغل ‌ ‌ چہ غلغل قلقل قاقل چہ قلقل قلقل مینا

عجائب نغمہا ہر سو بگوید فاختہ "حق ہو" ‌ ‌ بگیجے قمری کند "کو کو" بگیجے بلبل کشد نالہ

طیور اندر طرب آمد ترنم ہا بلب آمد ‌ ‌ بہ مردم ہا عجب آمد ز رنگ لالہ حمرا

صدائے نغمہ پرجوش است وبلبل سخت مدہوش ست ‌ ‌ بجز سوسن کہ خاموش ست با ایں صد زبانہا

دگر یک سنبل ہمی بینیم کہ سر را می افگند ہیہم ‌ ‌ سوم حیرت ہمی نگرم بچشم نرگس شہلا

سکوت وغیرت وحیرت ازیں با کہ گم کردہ عشق ‌ ‌ مجال وصف ودید یار بوسی شہ لبہا

خلیفہ الٰہی بخش

بن خلیفہ عبداللہ بن خلیفہ ہدایت اللہ صدیقی ساکن محلہ گنگوئی ابتداءً اپنے والد ماجد سے پھر دیگر اساتذہ سے اخذ علوم کیا۔ ادبیات فارسی میں خاص مہارت تھی، اپنے زمانہ میں فارسی کے مسلم الثبوت اُستاد سمجھے جاتے اور امراء رامپور کے اکثر و بیشتر معزز خاندانوں میں تعلیم دیتے تھے۔ امروہہ کے علاوہ کچھ عرصہ تک ہوشنگ آباد، افضل گڑھ اور کانٹھ میں بسلسلہ تدریس قیام رہا۔ فارسی کے علاوہ علوم عربیہ متداولہ سے واقفیت تھی اور جفر رمل اور نجوم بھی جانتے تھے۔ خط نسخ و تعلیق بھی اچھا لکھتے تھے، متعدد کتابیں آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہیں طبیعت موزوں پائی تھی، اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے، تاریخ اور چیستاں گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ مسماۃ صفورا نے محلہ گنگوئی کی مسجد کا دروازہ تعمیر کرایا خلیفہ جی نے مادہ تاریخ نکالا "باب صفا" ۱۲۶۰

اسی طرح جب سید علی مظفر خاں نے بساون گنج کی مسجد کا شامیانہ بنوایا انہوں نے مادہ تاریخ نکالا۔

"جزاک اللہ فی الدارین خیرا" سید علی عظیم خان (گھڑیال والے) کے عالیشان دروازہ کی تاریخ "دز عظیم" اور انکے وفات کی تاریخ "دز عظیم" آپ کی بہترین تاریخوں کا نمونہ ہیں۔ اپنے چھوٹے بیٹے منور احمد کے انتقال پر قطعہ تاریخ با مادہ تاریخ ملاحظہ ہو:-

بے سرو پا شد ز مرگ آن پسر عقل و ذرک نظم و صبر و ہم بصر

اسی قبیل کی دو تاریخیں اور بھی ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کس شخص سے متعلق ہیں ۔

بے سرو پا شد بفوت آں کہ بید الیش غریب مغز و ہوش و حکمت و علم و خرد و عرش عجیب

دیگر

بے سرو پا شد بفوت آں طبیب آں لبیب مغز و عقل حکمت و علم و ہوش دیگر نصیب

سماۃ سردار دولت دختر سید علی احسن خاں اور زوجہ سید علی منتظم خاں کی تاریخ وفات کیا خوب کہی ہے قطعہ تاریخ کے ہر مصرعہ سے مختلف سنہ نکلتا ہے ۔

۱۲۶۹ شد دل گزا آمدہ ناگہم بر سردار دولت بشد از جہان ۱۲۶۹

۱۲۷۰ دعاے بتاریخ گفتم ز کد زخلد بریں خدا دہ مکان ۱۲۷۰

الہی دہ ایں را تو جنت مکان

نواب امیر خاں والی ریاست ٹونک کسی واقعہ کے متعلق تاریخ کہی "ماں شہر بود نصیب میر ایک" اس میں کس خوبی سے نواب میر خاں کے نام کی مناسبت کو ملحوظ رکھا ہے۔

صوفی منش متشرع اور پرہیزگار بزرگ تھے سنہ ۱۳۰۱ھ میں رحلت کی۔ مولوی صدیق حسن خاں صاحب نے تاریخ کہی ع حیف رفت از دنیائے دون پاک

خلیفہ احمد بخش آپکے دو فرزند ہوے۔ اول الذکر کے فرزند منشی سلطان احمد صاحب خلیفہ الہی بخش کے برادر اصغر مولوی عبد الرحمٰن بھی ذی علم عربی کے عالم تھے۔ ان دونوں کے بیٹے مولوی عبد الغنی اور مولوی عبد الغفار بھی علوم سے بہرہ ور تھے۔ آخر الذکر مولوی عبد الحق کے

شاگرد اور مولانا شاہ عبد الغفور شاہجہانپوری سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے عرصہ تک مدرسہ میرٹھ میں معلم رہے مسجد کی امامت بھی ان ہی سے متعلق تھی ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی بعنوان لوح انکے ایک فرزند ہیں انکے بھائی مولوی عبد الغنی کی اولاد میں مولوی مظہر الاحد و نظر الاحد وغیرہ ہیں

مولوی حاجی سید معظم حسین

خلف سید اعزاز حسین از اولاد سید مبارک۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع محلہ مولانا کے فارغ التحصیل اور مدت سے اس مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ اگرچہ درس و تدریس کا شغل نہیں ہے لیکن علوم دینیہ کی اشاعت و ترویج سے خاص دلچسپی ہے اور اپنے وقت کا کافی حصہ اس میں خالصاً لوجہ اللہ صرف فرماتے ہیں مذہباً سنی حنفی ہیں اور عقائد باطلہ کے ابطال و تردید میں سرگرم۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مولوی سید محبوب الحسن

خلف مولانا سید محمد ابو القاسم۔ دو شوال ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے درس نظامیہ کی ابتدائی والد صاحب سے حاصل کی پھر مدرسہ حسینیہ دہلی میں درسیات کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں طب کی تعلیم بھی حاصل کی ۱۳۲۵ھ میں مدرسہ نظامیہ حیدرآباد سے پنجاب یونیورسٹی کے امتحان منشی فاضل میں کامیابی حاصل کی ۱۳۲۷ھ میں سررشتہ تعلیمات حیدرآباد دکن کے امتحانات عربیہ کا بھی امتحان مولوی کامل رشتہ حدیث میں کامیاب ہو کر مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں خدمت مدرسی پر مقرر ہوئے اور تحریر و تقریر پر قادر ہیں۔ خوش بیان و خوش طبع ہیں سیرۃ اور روشن خیال ہیں سلمہ تعالیٰ۔

نظم در وصفِ امروہہ

(از خامہ مولانا محمد اختر شاہ خاں صاحب اختر امروہوی نزیل میرٹھ)

خوشا فضائے سعادت فزائے امروہہ
کہ جز ہما نپرد در ہوائے امروہہ

دماغ اہلِ جنوں را کند شگفتہ تر
دمِ شمال و نسیم و صبائے امروہہ

بگیرد آہوئے دشتِ تتار شام و سحر
شمیمِ دشتِ ختن ، ونمائے امروہہ

ز کثرتِ ثمرات و فواکہ الوان
بود نمونۂ جنت فضائے امروہہ

درونِ سدرہ بُتد شاخ شاخ از غیرت
چو دید کثرتِ نشو و نمائے امروہہ

ارم بہشت پلیدے کہ ہشت باغ بہشت
بہشتِ پاک سرشتان فضائے امروہہ

سراب چشمۂ ہر ست آب خضر آسا
سراسر آبِ زچاہ بقائے امروہہ

ہمیشہ ساق بمالد بساق ساق عروس
بشوقِ نوشِ شیریں ادائے امروہہ

برشش بابا بخندد ببید ار کشمیر
ثمر بہشتِ لطافت بنائے امروہہ

عروس نزہت اسکندریہ دو عارزد
چو بیند آئنہ آئینِ صفائے امروہہ

ز باغ وادیِ ہم آز روے بلبلِ شیراز
بدیدے از چمن دل کشائے امروہہ

حزیں حزیں شدے از اصفہان گردید
سوادِ اعظمِ کلفت زدائے امروہہ

نمود فستہ جود و سخائے حاتم طے
مروت و کرم اغنیائے امروہہ

چرا نہ غیرت یونان بود کہ روز ازل
سرشتہ اند بحکمت ثرائے امروہہ

شود چہ سبز در ینجا فنونِ افلاطون
کہ ہست فلسفہ خود رو گیائے امروہہ

۱ بمعنی عیب ۲ بمعنی پارہ پارہ ۳ بمعنی شمار ۴ چاہ بقا چاہیست در امروہہ و محلہ چاہ بقا مشہور است

۵ ساق بساق المہدین بجزا شدن ۶ نام شیریں است ۷ ثمر بنابیت ۸ قسمیت از انگور ۹ نزہت ۱۰ شرمندہ شود ۱۱ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کہ از شیراز ناخوش شدہ بہ بغداد رفتہ بود چنانچہ فرماید

شود پیالۂ چینی تنگ چو مرد شتی　　زکات سنگ خوش نمائے امروہہ

کند تجمّل اہل تموّل عالم　　ثروت بے بدل وبے بہائے امروہہ

چو حسنہ متحیر شود حسنہ حیراں　　زہیچ نتیجہ ششدر نمائے امروہہ

پلنگ بچہ ندیدہ بخواب ہم عبقر　　زہے قناعت اہل ذکائے امروہہ

کنند رودہ نادر جدا ز دست جنین　　معالجان مسیحا لقائے امروہہ

علاج طفل عزیزے کند بتدبیرے　　حکیم حاذق نامی ضیائے امروہہ

زہے شرف کہ بود آب خضر بانی پت　　زبحر علم و عمل آشنائے امروہہ

رشید و قاسم و امداد و نور سر شدند　　ز خوان نعمت اہل ولائے امروہہ

نور و نجف تمید را ید بیضا　　زفیض گنج رواں ذرہائے امروہہ

زپرتو شرف الدین شہ ولایت شد　　بر آفتاب نہاری ہمائے امروہہ

زہے جلالت شیخ زمن شہ چاہن　　کہ بود خسرہ و دار بیائے امروہہ

زنور روضۂ ابن کہ بدر چشتی بود　　بنور بدر بنا ز دستائے امروہہ

جمال گنبد عبد المجید را دیدہ　　بگشت گنبد گردوں فدائے امروہہ

ز نور سید عبد الحکیم مہر فلک　　شدہ آفتاب پرست ضیائے امروہہ

زند بدولت شاہ و علاول چشتی　　دولت بدولت دنیا گدائے امروہہ

ز روضۂ شہ گباہی کہ بود مست الست　　ریاض خلد برد ہوائے امروہہ

بود شہ حسن الدین جعفری چشتی　　بفقر قدوۂ وحش آشنائے امروہہ

خضر و الیاس

سه ذوالنون

بقیہ حاشیہ دلم زصحبت شیراز بجی بگرفت وقت ۲ آنست کہ پرسی خبر زبغدادم: سعدیا حب وطن گرچہ حدیث است صحیح: نتواں مرد بسختی کہ من اینجا زادم ۱۲ سه وہ دشت مقامے است نزدیک بغداد بیابان آنجا بیاد ارزاں می باشد ۱۲ سه ایک بارپائی کا نام ہے ایک چارپائی میں سے پانچ چارپائیاں نکلتی ہیں ۱۲ سه چارپائی کا نام جیسکوٹ کہ کے مثل بچے کے کپڑے میں باندھ لیتے ہیں ۱۲ سه عبقر ایک موضع ہے کہ عقل کے نزدیک جنات کی طرف منسوب کرواتے ہیں وہیں چیز کو عبقری کہا کرتے تھے سه پچھوں میں یہ واقعہ ہوا تھا سه حکیم ضیاء الغنی صاحب مراد ہیں میرٹھ کا واقعہ ہے ۱۲

بعد هادی شیخ شیوخ سلے کردند — طریق رشد و هدی انقیائے امروهه

ز دستیاری اقبال شاه رحمن بخش — بگشت بخشش همایون برائے امروهه

گزیده سید امانت علی حسینی بود — شیوخ امانت گرائے امروهه

به فیض خواجه احمد علی عباسی — بیافتند عروج اصفیائے امروهه

بود سالک مجذوب قیام الدین — امیر طائفه ازکیائے امروهه

نظام دین قریشی سراپا فاضل کرد — نظام مسند دارالقضائے امروهه

برکت از نشر قاضی امیر علی — به روئے قاضی گردون علائے امروهه

وجود سعی محمود بخشی هم بود — بدین تاقیش[١] ابن عطائے امروهه

بقدوة الفضلا رکن دین عباسی — زکی شده همه ز تقائے امروهه

امیر عدل که در فضل خود عدیل نداشت — نهاد پیر فلک سرپائے امروهه

اله داد ز عباسیان ذی شان بود — نور ذهن ذکاییش ذکائے امروهه

گذشت سیادت شرف که بود دانشمند — بدستش شرف مقتدائے امروهه

رفعة العلما صمد دین عباسی — طلبد رشد حسینی امروهه

بحر علم جمیل بخشی امام الدین — فلک [illegible] کثرت سنائے امروهه

زنوان نعمت از رشاد و فیضت [illegible] — شنید گوشش بانگ صفائے امروهه

بیافت بحر علوم و فنون چو عبدالعزیز — [illegible] بلندی [illegible] رسائے امروهه

یگانه زمن احمد حسن محدث بود — رئیس طائفه [illegible] امروهه

بود فائده فوج علاء دین حنبلی — [illegible] امروهه

[illegible] — [illegible] زمانے امروهه

عبد اکبر ازین [illegible] سالاران — [illegible] امروهه

بروت [illegible] کردن

١ . [illegible]

بدید چوں شرفِ رتبہ و وقارِ ملک — وقار و دولت و شوکت نوائے امروہہ

بگفت خادمِ خلدِ بریں چہ خوش بودے — اگر بہشت بودے بجائے امروہہ

بود تربیتِ میرِ ریختہ گویاں (میر تقی میر) — زہے سعادتِ معجز نمائے امروہہ (سعادت امروہوی)

قرآں نبود ولے بود سربسر اعجاز — کلامِ مصحفی نکتہ زائے امروہہ

بود ابنِ بطوطہ رئیسِ سیاحاں — ثنائے حسن و جمال و بہائے امروہہ

بکرد طوطیِ شکر مقالِ گلشنِ ہند — مدیحِ خاکِ بصیرت جلائے امروہہ (سرمہ)

نداشت حاجتِ مشاطہ دائی کسے ہرگز — عروسِ عشوہ گرِ دلربائے امروہہ

مگر بحکمِ جلیل المناقبِ آخستہ — بود مدیحِ عزیزاں ثنائے امروہہ

توصیف امروہہ

(از خامہ مولوی سید حبیب احمد صاحب اُفق امروہوی)

اگرچہ ایک شہرِ مختصر ہے شہر امروہہ — بہت آباد و خوش منظر مگر ہے شہر امروہہ

یہ ہے سادات کا مسکن یہ ہے اشراف کا مخزن — صداقت کا نجابت کا تو گھر ہے شہر امروہہ

یہ معدن عالموں کا ہے یہ مخزن ہے حکیموں کا — مقام اولیا سے نامور ہے شہر امروہہ

امیروں کا یہ ملجا ہے وزیروں کا یہ ماوا ہے — رئیسوں حاکموں کا مستقر ہے شہر امروہہ

بہت نامی گرامی خانداں سادات کے لئے — بجا ہے گر کہوں سید نگر ہے شہر امروہہ

گہر ہائے گرانمایہ کا ہے اک بحرِ بے پایاں — نمائش گاہ صد عالی گہر ہے شہر امروہہ

یہاں جنبہ اگر ہے سید سالار غازی کا — مقامِ ابنِ حیدر کی سپر ہے شہر امروہہ

شہدا

یہاں مرقد براہیمِ شہید دشت سیتاں کے — بنا فتح مسلم و ظفر ہے شہر امروہہ

زیارت شہیداں ہے یہ اک گنج شہیداں ہے — مسلمانوں کا میدانِ ظفر ہے شہر امروہہ

مشائخ

اقامت گاہ سید احمد گنج رواں یعنی — امام الصوفیہ کا مستقر ہے شہر امروہہ
ولایت گاہ سید شرف الدین حسن یہ ہے — اسی سے تو شرف میں نامور ہے شہر امروہہ
ادھر سید اعز الدین ادھر شاہ نصیر الدین — انہیں سے عزت و نصرت کا گھر ہے شہر امروہہ
ادھر ہیں قاضی عبد اللطیف و شہ معین الدین — مقام سید آبدال ادھر ہے شہر امروہہ
شہ اشرف جہانگیر و شہ چا ئیلدہ فاروقی — یہاں آسودہ ہیں ان کا مقر ہے شہر امروہہ
شہ ابن شہ عبد المجید و شاہ گھاسی کا — اقامت گاہ مولد اور گھر ہے شہر امروہہ
شہ عبد الکریم نامور آں گوہر یکتا — کہ یکتائی سے جن کی باخبر ہے شہر امروہہ
جناب شہ گدائے قادری و شاہ شکر اللہ — بزرگ ایسے ہیں جن سے مشتہر ہے شہر امروہہ
جناب شاہ عضد الدین و عبد الہادی چشتی — وہ نامی ہیں کہ جن سے نامور ہے شہر امروہہ
امام الاتقیا مولانا سید شاہ حنیف اللہ — کہ نازاں جنکے علم و فقر پہ ہے شہر امروہہ
وہ مولانا امانت اور شاہ قیام الدین — کہ جن سے فیضیاب بہرہ ور ہے شہر امروہہ

علماء

وہ ملائے نظام الدین قریشی صاحب فطنت — کہ جنکے علم و فن سے بہرہ ور ہے شہر امروہہ
وہ قاضی میر علی قاضی کبیر و قاضی سالار — کہ جن کا مظہر علم و اثر ہے شہر امروہہ
گرامی مرتبت مولانا رکن الدین عباسی — وہ عالم تھے کہ جن سے مفتخر ہے شہر امروہہ
وہ میر عدل وہ سید محمد عالم و حاکم — کہ جنکے عدل سے عادل نگر ہے شہر امروہہ
وہ ملائے الہداد وحید العصر عباسی — کہ جنکے علم سے بغداد دیگر ہے شہر امروہہ
اگر مسکن ہے یہ مولانا فتح اللہ غازی کا — تو ملائے امان اللہ کا گھر ہے شہر امروہہ
وہ دانشمند یکتا یعنی سید اشرف نامی — کہ دانشمندیوں کا جن سے گھر ہے شہر امروہہ
شہ عبد العزیز آں شیخ وقت و عالم یکتا — کہ جنکے علم سے مشہور تر ہے شہر امروہہ

حکیم و عالم یکتا محمد باحق فاضل　　کہ نازاں آپ کی تفسیر پہ ہے شہرۂ امروہہ
محدث بے بدل علامہ احمد حسن صاحب　　کہ جن سے علم دیں میں نامور ہے شہرۂ امروہہ
وہ اہل علم و دانش مولوی اولاد حسن صاحب　　کہ جنکے علم و فن سے با خبر ہے شہرۂ امروہہ
فریدالعصر نجم الملت آں نجم الحسن صاحب　　کہ جن کی ذات سے مشہور تر ہے شہرۂ امروہہ

اُمرار

امیر ابوالمعالی و ابوالفضل و ابوالقاسم　　وہ ہیں تیغ آزما جن کی سپر ہے شہرۂ امروہہ
وہ صدر صوبہ سنبھل جناب شاہ نورالدین　　کہ جن کی ذات سے ذی فخر ہے شہرۂ امروہہ
وہ سید عبد وارث فوجدار عہد مغلیہ　　کہ فاخر اب بھی جنکے نام پر ہے شہرۂ امروہہ
وہ دیوان سید محمود و عبدالماجد ذیشاں　　کہ جنکے مایہ دار زیب و فر ہے شہرۂ امروہہ
جناب میر کلّو اور وہ سید علی اعظم　　کہ جن کی عظمتوں سے باخبر ہے شہرۂ امروہہ
وہ درویش علی خاں ذی وجاہت صاحب منصب　　کہ جن کی منزلت سے باخبر ہے شہرۂ امروہہ
زعیم الہند نواب وقارالملک ثانی　　وہ لیڈر تھے کہ جن پر مفتخر ہے شہرۂ امروہہ

اطبار

حکیم برکت اللہ وہ معالج شاہ و غازی کے　　دکن میں جن سے اب تک نامور شہرۂ امروہہ
مصنف وہ قرابادین کے یعنی جلال الدین　　کہ فن طب میں جن سے ذی شرف شہرۂ امروہہ
حکیم عسکری امجد علی خاں و کفایت خاں　　جہاں طب میں [illegible] شہرۂ امروہہ
حکیم احمد سعید اپنے زمانہ کے ارسطو تھے　　ثناخواں جن کا اب [illegible] شہرۂ امروہہ
حکیم عبدالسلام و عبدقیوم قریشی سے　　اطبا اور طب کا [illegible] شہرۂ امروہہ
حکیم نامور حامد حسن افسر اطبار کے　　دکن میں جنکے [illegible] شہرۂ امروہہ

شعرار

سعادت مصحفی عارف عطا احسن صفی اسات　　وہ شاعر ہیں کہ جن سے [illegible] شہرۂ امروہہ

سلیم و حامد و داؤد شاعر اور شمیم اختر — کہ نازاں جن کے حسنِ شعر پہ ہے شہر امروہہ

کہاں تک میں بزرگانِ وطن کا تذکرہ لکھوں — ہزاروں نامیوں کا مستقر ہے شہر امروہہ
یہاں صوفی یہاں واعظ یہاں ناظم یہاں ناثر — غرض ہر فن کے اُستادوں کا گھر ہے شہر امروہہ
یہ معدن خوش نویسوں کا یہ مخزن باکمالوں کا — سراپا مرکزِ اہلِ ہنر ہے شہر امروہہ
یہاں آب و ہوا خرم بہت دلکش یہاں موسم — مناظر میں عجب فرحت اثر ہے شہر امروہہ
یہاں ابنِ بطوطہ اور بہت سیاح آئے ہیں — تماشاگاہِ صد اہلِ سفر ہے شہر امروہہ
ہمیشہ سے یہ ہے اہلِ سادات وغیرہ کا حامی — ہمیشہ سے عدوئے اہلِ شر ہے شہر امروہہ
زمانہ بھر سے کیوں اچھا نہ سمجھوں بھلا اسکو — مرا پیارا وطن ہے میرا گھر ہے شہر امروہہ

(تصویر کا دوسرا رُخ)

یہ تم نے سن لیا خوش ہو کے اب کچھ اور بھی سن لو — کہ ان اوصاف سے اب دور تر ہے شہر امروہہ
یہ سچ اسلاف کے جوہر مگر اخلاف میں بدتر — بس اب تو جہل و نادانی کا گھر ہے شہر امروہہ
نہ فقر و زہد و عرفاں ہے نہ علم و فضل و تقویٰ ہے — طریقِ شرع سے اب بے خبر ہے شہر امروہہ
نہ وہ شانیں نہ وہ آنیں نہ وہ عظمت نہ وہ شوکت — کہ اب بیگانۂ علم و ہنر ہے شہر امروہہ
تنزل ہو رہا ہے رات دن ہر ایک شعبے میں — ترقی سے نہایت بے خبر ہے شہر امروہہ
یہاں کی شان ہے اب غفلت و سستی و بیکاری — تماشاگاہِ جہل و شور و شر ہے شہر امروہہ
نفاق و کینہ و بغض و حسد ہے خاندانوں میں — تعصب اور کج خلقی کا گھر ہے شہر امروہہ
ہوا افسوس مفقود آج ہم سے جوہرِ آبا — اسی باعث تو ہم پر چشم تر ہے شہر امروہہ
مکیں زیرِ زمیں ہیں اور یہ نقشہ ہے مکانوں کا — کہ گویا کوئی بابل کا کھنڈر ہے شہر امروہہ
یہ ہی شامتِ اعمال اپنا رنگ لائی ہے — کہ ہمکو آج اک بئس المقر ہے شہر امروہہ
خدارا اٹھو اے اہلِ وطن! تم خواب سے چونکو — ذرا دیکھو تو اب کس ڈھنگ پر ہے شہر امروہہ
ذرا سر در گریباں ہو کے اپنے دل میں سوچو تو — کہ تم پر کس لیے اب نوحہ گر ہے شہر امروہہ

زمانہ ہوگیا بیدار دُنیا ہوش میں آئی — مگر افسوس ابتک بے خبر ہے شہر امروہہ
چلو اسلاف امروہہ کے آثار نمایاں پر — تہیں محبوب اور پیارا اگر ہے شہر امروہہ
توقع اس نظم سے اہل وطن اچھا سبق لینگے — کہ آخر شہر ارباب نظر ہے شہر امروہہ

مشائخ امروہہ

(از صوفی نور اللہ صاحب عیش امروہوی)

چھا رہی تھی شرک کی کالی گھٹا امروہہ میں — اولیائے نورِ حق چمکا دیا امروہہ میں
آگ پانی سونا چاندی سنگ خورشید و قمر — سیکڑوں معبود تھے اک اک تھا امروہہ میں
بتکدے آباد تھے گھر گھر تھا پیپل دیوتا — نام حق بھولے ہوئے ہر شخص تھا امروہہ میں
شرک کی ظلمت مٹادی نقش باطل کی طرح — چاندنی پھیلا گئے ہادی ہُدیٰ امروہہ میں
بُت پرستوں نے پرستش خود بتوں کی چھوڑ دی — آگئے دو چار جب مردِ خدا امروہہ میں
حضرت گنج رواں قاضی نظام الدین نے — کلمۂ توحید کی ڈالی بنا امروہہ میں
شاہ شرف الدین معین الدین نصیر الدین سے — مذہب اسلام کا ڈنکا بجا امروہہ میں
دل میں عظمت کیوں نہو مولانا رکن الدین کی — علم کے موتی لٹائے بے بہا امروہہ میں
شیخ چاہن شاہ ابن رحمت و فیاض نے — چار سو چمکا دیا نور خدا امروہہ میں
شاہ عضد الدین بنے ہادی و موج و بدر نے — خاندان چشت کو دیدی جِلا امروہہ میں
آستاں بوسی کا شاہوں کو بھی جنکے فخر تھا — تھے کبھی [illegible] شاہ [illegible] امروہہ میں
ذرہ ذرہ ہے یہاں کا آفتاب معرفت — ہے نمایاں [illegible] امروہہ میں
جا بجا اللہ والے دفن ہیں اس شہر میں — [illegible] امروہہ میں
نسل سے [illegible] نفوس کے ہے یہ بستی بسی — خاندان [illegible] امروہہ میں
عیش اک تو ہی نہیں شیدا قیام الدین کا — [illegible] شیفتہ حق [illegible] امروہہ میں

(۱) شاہ رحمت اللہ [illegible] شاہ محمدی فیاض [illegible]

راقم الحروف بندہ محمود

وطن کے ارباب کمال کی محفل میں، راقم الحروف جیسے ہیچمدان و ہیچ مداں کو باریابی کا موقع کہاں، پائیں مجلس تو کجا صف نعال میں کھڑے ہونے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا، سبب تالیف کے سلسلہ میں چند الفاظ لکھنے ضروری ہیں اس لیے آخر کے یہ ورق نامۂ اعمال میں سیاہ کرتا ہوں ۔

ولادت و عہد طفولیت صغر سنی سے صوفیہ و مشائخ کی مقدس جماعت کے ساتھ مجھے قلبی مؤانست اور بزرگان دین کے ذکر اذکار سے خاص دلچسپی رہی ہے نفسیاتی حیثیت سے دیکھئے تو اس رجحان طبیع کا اصلی سبب وہ ماحول ہے جس میں عمر کا ابتدائی حصہ بسر ہوا۔ تو لد خاندان عباسیہ کے ایسے گھرانے میں ہوا جہاں علمی فضا کے ساتھ ساتھ پاکیزگی اور مذہبیت ہمیشہ غالب رہی بچپن ان بزرگوں کے آغوش تربیت میں گذرا جو اتباع شریعت، پاکی و طہارت میں ممتاز تھے میرے جد امجد حضرت شاہ احمد علی عباسی طیب اللہ ثراہ دور گذشتہ کے صاحب عرفان اور کاشف الحقیقت بزرگ تھے۔ ممدوح کے جمال ظاہری سے مستفیض ہونا مقسوم نہ تھا۔ آپکے وصال کے چند سال بعد یعنی ۱۶ر جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ یوم سہ شنبہ کو بوقت صبح صادق میں نے لباس ہستی پہنا تاہم حضرت ممدوح کی عابدانہ و مرتاضانہ زندگی خرق عادت واردات کے حالات و واقعات اپنے بڑوں کی زبانی شوق اور دلچسپی سے سُناکرتا مکان کے ان حصوں کو جو آپکے مراقبہ اور ذکر و شغل کی وجہ سے متبرک سمجھے جاتے عقیدت کی نظروں سے دیکھتا۔ میرے والد ماجد مولوی سید علی محمد عباسی وجہ معیشت کے لیے وکالت پیشہ تھے مگر اجداد کی پیروی و تقلید میں جو کار بزرگان کا ہر علم و فضل کے حامل ہوئے۔ علوم دینیہ کی تکمیل

وتکمیل کی، عالم فاضل، متورع اور عبادت گذار تھے۔ گھر میں اور سب عزیز اعمال مذہبی کے شدت سے
پابند تھے۔ صوفیائے کرام کے حالات سے رغبت اور دلچسپی کا خاص سبب میرے نانا صوفی غلام محمد
صدیقی مرحوم کی ذات گرامی تھی جنکے آغوش محبت میں ایام خورد سالگی بسر کرنیکا خوش قسمتی سے
مجھے موقع ملا۔ خاندان صدیقیان سکنہ محلہ قریشی کے تذکرہ میں ان کا ذکر نہایت مجمل طور پر ہوا
ہے اس لیے چند الفاظ اس موقع پر لکھنے ضروری ہیں۔ نانا مرحوم رسالدار قادر بخش صدیقی کے بھانجے
اور خاندان محلہ قریشی کی اس شاخ سے تھے جو بڑے دادا کے پوتوں سے معروف اور باعتبار
اثر و اقتدار برادری میں ممتاز تھی۔ عمر کا بڑا حصہ انہوں نے فارغ البالی اور مرفہ الحالی میں بسر کیا۔
ذی مقدرت اور صاحب جائیداد تھے۔ وہ سب حویلیات و اراضیات سکنائی جہاں حکیم
عبدالقیوم وغیرہ کی اولاد سکن گزین ہے ان کی ملوکہ تھیں۔ ابتداً اپنے ماموں رسالدار قادر بخش
کے توسل سے محکمۂ فوج اور پولیس میں ملازمت بھی کی لیکن آزادی پسند طبیعت قیود ملازمت
کی زیادہ متحمل نہ ہوئی۔ بادشاہ مجازی کی غلامی و تابعداری کا طوق بالآخر گردن سے اتار ڈالا
اور بقیہ عمر طاعت الٰہی و عبادت حق سبحانہٗ تعالیٰ میں بسر کی۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت تھے،
حضرت شاہ رحمٰن بخش سے بھی استفاضہ کیا تھا، صد درجہ رقیق القلب، ذاکر و شاغل بات کے
پکے اصول کے پابند تھے۔ انکے اکلوتے فرزند میرے ماموں شیخ نیاز علی نے جن کی اولاد پسری
کا سلسلہ عرصہ ہوا منقطع ہوگیا اپنی شادی انکے خلاف مرضی کر لی تھی، اس پر اس درجہ ناراض
ہوئے کہ مرتے مرگئے پھر کبھی بیٹے کی صورت دیکھنے کے روادار نہ ہوئے حتی کہ گھر بار چھوڑ کے
ننہیال میں اٹھ گئے وہاں سے جناب والد مرحوم باصرار تمام اپنے یہاں لے آئے۔ آخر وقت
تک یہیں قیام رہا۔ اسی وجہ سے عہد طفولیت اور ابتدائے ایام صبا میں شب و روز ان کے
پاس رہنے کا مجھے موقع ملا۔ بچپن کی سب باتیں کسے یاد رہتی ہیں، مجھے بھی اکثر واقعات فراموش
ہوگئے، البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ اولیا کی کرامتوں کے دلچسپ قصے اور حکایتیں وہ مجھے سنایا
کرتے، درویشوں کی ملاقات یا مزارات پر فاتحہ خوانی کو جاتے تو اکثر ساتھ لے جاتے، ان

باتوں کا کچھ دھندلا سا خاکہ آئینہ دماغ میں محفوظ رہ گیا ہے لیکن ان کے نورانی چہرے، عابدی لباس اور قد و قامت کی تصویر خیال آتے ہی نظروں میں پھر جاتی ہے بلکہ اب جبکہ عمر کا بہترین زمانہ ختم ہوئے مدت گذری ہے جوانی ڈھل چکی شام پیری ہونے آئی اُن کی وہ دلکش آواز جو ذکر کرتے وقت قلب کی گہرائیوں سے خاص اثر اور ترنم سے بھری ہوئی اُن کے مُنہ سے نکلتی آج بھی اسی طرح کان میں آ رہی ہے جس طرح بچپن میں سُنکر محسوس ہوتا تھا۔ غرضیکہ یہی وہ ماحول تھا جس نے شروع ہی سے قلب میں وہ کیفیت پیدا کر دی تھی کہ مذہب کی عظمت کا خیال دل سے کبھی محو نہ ہوا سوسائٹی کے اثرات اور سن و سال کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ خیالات میں بھی کچھ نہ کچھ تغیر ضرور ہوتا رہا لیکن بزرگوں کی تربیت سے جو اثر ذہنیت پر پڑ چکا تھا وہ نہ چرخ بوقلموں کی نیرنگیوں کے مٹائے مٹ سکا اور نہ انقلاب دوران و امتداد زمان سے زائل ہوا۔ گذشتہ لوگوں کے حالات اور بزرگان دین کے قصص و حکایات سے جو رغبت بچپن میں پیدا ہوئی بالآخر اس نے علم تاریخ و سیر سے خاص دلچسپی کی شکل اختیار کر لی۔

زمانۂ طالب علمی طالب علمی کا زمانہ باعتبار نظام تعلیم یوں کہنے کو تو اکیس بائیس برس کی عمر تک رہا لیکن شوق مطالعہ نے جو بعد میں طبیعت ثانیہ بن گیا یہ حیثیت ہمیشہ قائم رہی۔ باایں ہمہ نہ کسی علم میں درجۂ تبحر و فضیلت حاصل ہوا اور نہ فنون و کمالات علمی سے نفس کو آراستہ کر سکا عمر کا وہ پُرجوش حصہ جو کام کرنے کا اصلی وقت تھا غفلت میں ضائع ہو گیا۔ زندگی کی وہ منزلیں جہاں مرادوں اور آرزوؤں کے شاداب چمن لہلہا رہے تھے ارادوں اور ہمتوں کے خوشنما پھول کھل رہے تھے خوشی اور امید کے خوبصورت درخت خوشگوار پھلوں سے لدے ہوئے تھے جذبات و تخیلات کی روح بخش نسیم تازگی و شگفتگی کی روح پھونک رہی تھی گویا آنکھ جھپکتے ہی طے ہو گئیں جس منزل ہستی میں اب گامزن ہوں وہ ایک وادی پُرخار ہے جہاں مصائب و آلام کی آندھیوں اور حوادث روزگار کے تھپیڑوں سے صبر و استقلال کے قدم ڈگمگائے جاتے ہیں گذشتہ منزلوں کی دلآویزیوں اور دل فریبیوں کی یاد اور ان سے پورا تمتع حاصل نہ کرنے اور بے نیل و مرام

چھوڑ آنے کی حسرت رہی سہی طاقت بھی سلب کیے دیتی ہے ؎

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے ز پا مانم   بسرعت میروی اے عمر! ای ترسم کہ وا مانم

بہر کیف یہ مختصر سی روداد اور آپ بیتی بے مزہ کہانی آپکو سنانی ہے اس لیے لکھتا ہوں کہ [illegible]ء میں مروجہ ہائی اسکول میں پڑھ رہا تھا کہ والد ماجد مرحوم کا سایہ سر سے اٹھ گیا برادر معظم ڈاکٹر سید محمد احسن صاحب عباسی کے پاس باہر چلا گیا چند سال تک اضلاع [illegible] اور بریلی میں ثانوی تعلیم حاصل کرتا رہا بالآخر اعلیٰ جماعتوں کی تعلیم کے لیے لکھنؤ گیا۔ ایک نوجوان طالب علم کے لیے لکھنؤ جیسے بڑے شہر میں ہوسٹل سے باہر بغیر کسی نگرانی و سرپرستی کے قیام کرنا خطرے سے خالی نہ تھا نواب وقار الملک مرحوم و مغفور جو بوجہ والد مرحوم سے تعلقات محبت و یگانگت میری تعلیمی ترقی سے دلچسپی رکھتے تھے لکھنؤ کے ایک صاحب کو میرے حالات کی نگرانی کے لیے خاص طور پر متوجہ کیا۔ مکتوب الیہ نے پوری توجہ کی جس کے ذریعہ سے مجھے شہر کے اہل علم اور سربرآوردہ اصحاب سے تعارف حاصل ہو گیا جو ایک طالب علم کے لیے آسان نہ تھا مگر یہ تعارف ان آئندہ علمی ترقیوں کے اسباب کا باعث ہوا۔ اپنے ساتھیوں اور ہم عمر نوجوانوں کے برخلاف میری طبیعت تفریحی مشاغل کھیل وغیرہ کی طرف [illegible] رہنماؤں و ذی علم حضرات سے فیض صحبت حاصل کرنے کا شروع ہی سے شوق تھا مولانا شبلی نعمانی کی خدمت میں جن کا قیام اس زمانہ میں مستقل طور پر لکھنؤ میں تھا اکثر حاضری کا موقع ملتا۔ میرے [illegible] صاحب مرحوم کے تعلق سے مولانا خاص شفقت فرماتے۔ مولانا کی تعلیم و تربیت سے [illegible] پیدا ہو گئے، ارباب کمال سے یہ ملاقاتیں دوسری چیزوں سے [illegible] صحبتوں میں کتب تاریخ و سیر خصوصاً قومی لٹریچر کے مطالعہ [illegible] شوق پیدا [illegible] درسیات کی طرف توجہ کم ہوئی۔ تاریخ کا مضمون [illegible] ادبیات [illegible] اپنے ساتھیوں بلکہ معاصروں سے بمراتب فائق تسلیم کیا جاتا ریاضی سے طبیعت کو مناسبت نہ تھی اس لیے یونیورسٹی کے امتحانات میں بار بار ناکام رہا۔ طبیعت [illegible]

لٹریچر کا مطالعہ رنگ لائے بغیر نہ رہا، قومی کاموں میں عملی حصہ لینے لگا۔ کوئی ایسا مربی اور سرپرست نہ تھا جو صحیح مشورہ دیتا اور قومی کاموں کے اس نا وقت انہماک سے بچاتا، اپنی ہی مرضی اور اپنی ہی سمجھ سے بغیر کسی رہنما یا کمپاس کے اپنی کشتی کو کھیتا رہا، ساتھیوں کی کشتیاں تو بحر ہستی کی غیر محدود سطح پر تیرتی اور خطرات سے بچتی ساحل مقصود کی جانب تیزی سے چلتی رہیں۔ میری ناؤ تو حیات کے بے سود مشاغل کے بھنور میں پھنسی رہی۔ کام کا وقت غیر مفید کتب بینی، قومی جلسوں کی لاحاصل شرکت اور انجمن سازی کی مضرت رساں دلچسپیوں میں ضائع ہوتا رہا۔ تضیع اوقات کا ذرا بھی خیال ہوتا تو صدہا چیزیں تھیں جن سے سبق لیتا۔ جیبی گھڑی جس کا مجھے شوق تھا اور جو ہر وقت جیب میں رہتی، ہر منٹ بلکہ ہر سیکنڈ کی پرواز سے خبر دیتی۔ میں اس کی آواز پر کان نہ دھرتا۔ صبح کا سورج نیلگوں آسمان پر اپنا دورہ ختم کر کے روپوش ہو جاتا۔ مجھے اس کا مطلق خیال نہ ہوتا لاحاصل کتب بینی میں مصروف رہتا۔ چاند کبھی ہلال کبھی بدر بنتا رہا۔ مجھے اس عروج و زوال، اس انقلاب سے بھی کچھ تنبیہ نہ ہوا۔ بہار اپنے وقت پر آئی اور دنیا والوں کے لیے الوان نعمت کے خوان بچھا کر چلی گئی۔ میں نے اس کی پروا نہ کی کہ عمر کا ایک سال تو حیات کے بے سود مشغلہ میں ختم ہو گیا، آندھیاں بھی زور شور سے آئیں، کالی کالی گھٹائیں اٹھیں، بجلی نے چمک چمک میری آنکھیں کھولنی چاہیں، رعد نے بھی شور مچایا مگر میں نہ چیتا اور دن کم رہا۔ سرسید کی تصانیف، تہذیب الاخلاق اور علی گڑھ لٹریچر کا ایک ایک صفحہ ازبر تھا، قومی نظمیں نوک زبان تھیں۔ لکھنؤ کے بعد بریلی کے قیام میں کئی سال اسی قومی خدمت کے خبط میں ضائع ہوئے۔ بریلی کا مسلم اسکول جو اب ہائی اسکول ہے، میری اسی زمانہ کی جد و جہد کی یادگار ہے۔ یہیں کے قیام میں خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم و مغفور سے جو اپنے ایک نواسہ کے معالجہ کے سلسلہ میں مقیم تھے، مہینوں شب و روز یکجائی رہی۔ مولانا شبلی نعمانی کی طرح مولانا حالی بھی اس درجہ محبت و شفقت سے پیش آتے کہ آج تک ان کے بزرگانہ لطف و عنایت کی یاد باقی ہے۔ مضمون نویسی کا شوق بھی اسی زمانہ میں پیدا ہوا، مولانا حالی جیسے بلند پایہ ادیب و انشا پرداز کی حوصلہ افزائی اور ستائش

نے اس خبط کو اور بڑھا دیا۔

آخر کار جب ہوش آیا وقت بہت کچھ نکل چکا تھا تکمیل تعلیم کے ولولے پھر گدگدایا علی گڑھ میں داخلہ کرایا مگر حصول معیشت کی ضرورتوں نے اسی ضلع کے ایک اسکول میں مدرسی کی خدمت قبول کرنے پر مجبور کر دیا تھوڑے ہی عرصہ بعد مولانا حالی مرحوم کی خاص عنایتیں جو قومی اور تعلیمی کاموں میں میرے انہماک اور سرگرمیوں کو برابر بچشم خود دیکھ چکے تھے اور جن کی خدمت میں گاہے حاضری اور کثر و بیشتر خط و کتابت[۵] کا سلسلہ آخر تک قائم رہا، سنہ ۱۹۰۸ء سے ملازمت کا تعلق آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس سے ہو گیا جہاں مسلسل چودہ برس تک پرسنل اسسٹنٹ سکرٹری اسسٹنٹ، اسسٹنٹ سکریٹری، اور بالآخر سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر وغیرہ عہدوں پر کام کیا اس کام سے طبعاً مناسبت اور رغبت تھی صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم، جن کی ماتحتی میں تقریباً دس سال متواتر کام کرنیکا موقع ملا، برادرانہ وعزیزانہ برتاؤ فرماتے۔ کانفرنس اور مسلمانوں کے تعلیمی کاموں کے سلسلہ میں مسلمانان ہند کی بڑی سے بڑی شخصیتوں سے ملنے، زعماء ملت کے دوش بدوش کام کرنے اور بعض اعیان و اکابرین قوم سے مراسم اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کے نادر مواقع ملے مگر خدا بخشے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم کے پرجوش قلب میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے متعلق جس خلوص، جس درد اور جس جذبہ ہمدردی کا خزانہ پنہاں تھا جس مستعدی و انہماک سے وہ کام کرتے اور جو مقناطیسی ترغیبی شان سے دوسروں پر ڈالتے وہ کسی دوسرے میں نہ دیکھا، مرحوم کے ساتھ شب و روز کام کرنے سے مجھے خاص فائدہ پہونچا کام کرنے کا حوصلہ اور ولولہ پیدا ہوا مختلف صوبوں میں کانفرنس و اس کی ماتحت شاخوں کے جو عظیم الشان اور کامیاب اجلاس میری اور میرے رفقائے کار کی جدوجہد اور اہتمام سے سالہا سال تک منعقد ہوتے اُنکے بعد جلسوں کی وہ حالت اور وہ شان باقی نہ رہی مسلمانان ہند کی تعلیمی ضروریات کے سلسلہ میں اطراف و اکناف ملک میں طویل

---

۵ مکتوبات حالی (حصہ اول) صفحہ ۱۱۹-۱۲۰ پر چند خطوط میرے موسومہ بھی درج ہیں۔

سفر اختیار کیے جن سے معلومات میں قیمتی اضافہ ہوا ہندوستان کی شمال و مغربی سرحد آسام و برما تک، پنجاب سے دکن تک مختلف شہروں و بستیوں میں بارہا گذر ہوا سندھ و گجرات کے تاریخی مقامات کی خوب سیر کی جہاں پہونچا "در و دیوار شکستہ" اور "کھنڈر" قدیم کی ایک ایک اینٹ کو دلچسپی سے دیکھا، ویران کھنڈروں کے پھرنے میں جو لطف آتا وہ شہر کی آباد گلیوں اور پُر رونق بازاروں کی سیر میں ہرگز نہ آتا۔ قلمی کتابوں اور کہنہ کاغذات کی تلاش و جستجو کا شوق اسی زمانہ سے ہے غرضیکہ جس حصۂ ملک اور جس صوبہ میں جانا ہوا ہر جگہ اور ہر مقام پر مسلمانوں کی تعلیمی و اقتصادی پستی کے جو عبرتناک رقتے پیش نظر ہوتے قدیم اور تاریخی خاندانوں کی تباہی اور بربادی کی جو دردناک داستانیں سنتا بڑے بڑے شریف گھرانوں کے نونہالوں کو عدم استطاعت کی وجہ سے جس طرح تعلیم ادھوری چھوڑنے پر مجبور ہوتے دیکھتا، ہر حصۂ ملک سے غیر مستطیع طلبہ کی جو درخواستیں مالی امداد اور وظیفہ کے لیے آتیں انکا جو انبار میری میز پر لگتا، خاندانوں کی تباہی کے جو حالات ان میں درج ہوتے، جو نادار طلبہ کو کتب درسی خریدنے کے لیے جس طرح پریشان پھرتے اور جس الحاح سے امداد طلب کرتے دیکھتا ان حالات کا خاص اثر میری حساس طبیعت پر پڑتا برخلاف اسکے جب برادران وطن کو تعلیمی دوڑ میں اپنی زبوں طالع قوم سے منزلوں آگے تیز رفتاری سے گامزن پاتا تو اذیت قلبی اور بڑھ جاتی ان تمام واقعات نے کام کرنے کا وہ جوش اور وہ ولولہ پیدا کر دیا تھا کہ کانفرنس کے مقاصد کی بجا آوری میں اپنی صحت کو بھی مطلق بھول جاتا نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سکریٹری نے ایک موقع پر ۱۶ مارچ ۱۹۳۵ء میں تحریر فرمایا تھا کہ:-

مولوی محمد راشد صاحب نے متعدد موقعوں پر کانفرنس کی خدمت کے مقابلہ میں اپنی صحت تک کی پروا نہیں کی اور مرض کی خطرناک حالت میں بھی اپنے بابت سفر کانفرنس کے مقاصد کی خاطر کیے ہیں . . . .

صد ہا نوجوان جو آج کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں محض میری توجہ اور اس جوش ہمدردی کی بنا پر تعلیم پوری کر سکے جو غیر مستطیع طلبہ کی امداد و اعانت کا میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا اس لیے

طلبہ کو کانفرنس فنڈ سے امداد دلانا میں نے اپنا ضروری فرض قرار دے لیا تھا۔

کام چور اور آرام طلب تو کبھی نہ تھا محنت اور تندہی سے کام کرنے کا عادی ہوں حسن خدمات کے صلہ میں جس کا عام ملازمت پیشہ لوگوں کی طرح خواہشمند نہ ہوا برابر ترقیاں ملتی رہیں ۵۰ ماہانہ سے ۳۰۰ روپیہ ماہوار کے مختلف عہدوں پر کام کیا گو سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ کا انتہائی مشاہرہ حاصل نہ کر سکا تھا تحسین و ستائش کے صلے بھی کافی ملے لیکن سب سے بڑا صلہ خود میرا ضمیر اور میرا کانشنس تھا جو فرائض منصبی کے مقررہ پیمانہ سے بدرجہا زائد انہماک سے مصروف کار رہنے پر ہمیشہ مطمئن رہا۔ رفقاء کار اور ماتحت عملہ سے تعلقات عزیزانہ اور برادرانہ تھے بایں ہمہ ضرورت سے زیادہ اعتماد کرنے کی عادت نے بعض اوقات مشکلات بھی پیدا کیں ۱۹۱۲ء میں ایک ماتحت نے میرے اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھایا، کانفرنس کے مال میں تغلب و تصرف کیا، ذمہ دار افسر کی حیثیت سے مجھے اسکے خلاف عدالت فوجداری میں استغاثہ دائر کرنا پڑا، ملزم سزایاب ہوا اپیل سے بھی سزا بحال رہی، اس شخص نے اپنی بریت کی خاطر مجھے بھی متہم کیا، عدالتی اور محکمہ کی خفیہ تحقیقات سے یہ الزامات محض بے بنیاد اور غلط ثابت ہوئے جس سے میرے افسروں کو میری دیانت اور امانت پر پہلے سے بھی زیادہ اعتماد اور بھروسہ ہو گیا۔

باوجود حفظ مراتب کا پاس و لحاظ اور بزرگوں کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کے میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے کبھی مرعوب نہیں ہوا میرے زمانہ میں علی گڑھ کالج کے آنریری سکریٹری جو باعتبار عہدہ کانفرنس کے بھی آنریری سکریٹری تھے یکے بعد دیگرے نواب وقار الملک، نواب محمد اسحٰق خاں، آنریبل نواب سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر بالقابہ اور نواب سید محمد علی ہوئے۔ آخر الذکر اپنے مزاج کی درشتی اور رعونت کی وجہ سے بدنام تھے ضابطہ کے لحاظ سے ان کا ماتحت ضرور تھا لیکن محکمہ کے کام کے اعتبار سے زیادہ تعلق ان سے نہ تھا تاہم بعض واقعات نے مجھے بھی ان کی مخالف پارٹی میں شامل کر دیا اردو اور انگریزی میں چند پمفلٹ ان کے خلاف لکھکر اپنے نام "سید محمود" سے شائع کیے جن کا اس زمانہ میں خوب چرچا ہوا اور بعض اعلےٰ مرتبہ کے لوگوں نے میری

اخلاقی جرأت اور تحریر کی داد دی۔ نواب موصوف اس وقت سے علانیہ طور پر میرے دشمن بن گئے ایک موقع پر ان سے دو دفعہ [illegible] کی بھی نوبت پہونچی مگر اپنے کام پر میں اس درجہ عادی تھا کہ ان کی مخالفت اور نقصان رسانی کا خطرہ کبھی دل میں نہ لاتا۔ مگر آخر کار وہ انتقام لینے میں کامیاب ہوئے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

علی گڑھ کے دوران قیام میں مطالعہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا کالج سے جو وقت بچتا وہ تصنیف کا سارا وقت مطالعہ کی نذر ہوتا [illegible] اب تک میں جو زیادہ تر تاریخ و سیر و سوانح و ادبیات کے علاوہ علوم نفسیات و فلسفۂ الٰہیات پر مستقل نہیں رہا مطالعہ رہی۔ جناب مولانا سید طفیل احمد صاحب کی صحبت میں [illegible] منطقی ملازمت علی گڑھ میں تھا عقلیات یعنی منطق و علم کی باقاعدہ استادی کا شوق پیدا ہوا اس فن کی عمدہ کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جس اوقات [illegible] پر بحث کرتے وقت بے احتیاطی و شوخ طبعی سے بیسیوں کلمات بھی زبان سے نکل جاتے جن کی مدد سے [illegible] کرکے مخالفوں کو مجھے دہریت اور لامذہبی سے متہم کرنے کا موقع ملتا اس قسم کے اتہامات اور واہی مہملات کی تردید یا ان پر توجہ کرنے کا میں عادی نہیں اس لیے وہ گروہ جس کا سرمایہ نازش و افتخار تنگ خیالی تنگ دلی اور تقشف فی الدین ہے میرا سخت مخالف بن گیا اسی زمانہ میں مہاتما گاندھی کی قیادت میں نان کوآپریشن یعنی عدم تعاون کی تحریک اور شورش انگیز خلافت کا ہنگامہ برپا ہوا علی برادران نے علی گڑھ پر دھاوا کیا اور اس قوت اور شدت سے کیا کہ بڑے بڑے لوگ مرعوب ہو گئے۔ مہاتما گاندھی کے [illegible] کام میں شروع سے [illegible] اخبار ینگ انڈیا کا مستقل خریدار ان کے مضامین کا پابندی سے مطالعہ کرتے اور ان کی بے نظیر انشا پردازی کا معترف تھا لیکن ملکی سیاسات کی خاطر درسگاہوں کے بند کر دینے کا میں کبھی قائل نہ تھا۔ [illegible] یونیورسٹی کو اس صدمہ سے بچانے [illegible] علی برادران نے [illegible] باوجودیکہ خدام کعبہ کی انجمن کا میں بھی [illegible] رکن تھا با اعانت مولانا [illegible] صاحب اور جناب مولوی محمد مقتدیٰ خاں صاحب شروانی میں نے [illegible] شروع کی [illegible]

اشاعتوں میں زیادہ تر سیکرٹری کے لکھے ہوئے مضامین شائع ہوتے جو بعض حلقوں میں اس درجہ مقبول ہوئے کہ ان کے اقتباسات، انگریزی اخبارات و رسالوں میں نقل ہوتے رہے۔ اس سے میرے مخالفین کی ایک اور جماعت تھی۔ جو [illegible] دہلی کی خلافت کمیٹی کے صدر و سیکرٹری سے مجھے طرح طرح سے بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا میں نے حسب عادت ان کی ہرزہ سرائی کی جانب ادنیٰ توجہ بھی مبذول نہ کی کچھ دن شور و غوغا مچا کر بالآخر وہ خود ہی تھک کر بیٹھ گئے

سفر انگلستان کی تیاری اور وظیفہ کی منظوری یہ وہ زمانہ تھا جبکہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم ممبر انڈیا کونسل کی رکنیت کی حیثیت سے انگلستان پہنچ گئے تھے۔ اور نواب مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نواب صدر یار جنگ بہادر نے اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی خواہش پر صدر الصدور امور مذہبی ممالک محروسہ سرکار عالی کی خدمات کے تعلق سے حیدرآباد دکن جانا قبول کر لیا تھا۔ صاحبزادہ صاحب مرحوم نے انگلستان جانے سے پیشتر فن تعلیم اور مختلف ممالک کے تعلیمی نظام کے متعلق بصرف کثیر ایک کتب خانہ [illegible] دفتر کانفرنس میں قائم کیا تھا جس سے مجھے اس فن کے متعلق معلومات میں اضافہ کرنے کا پورا موقع ملا۔ انگلستان کے دوران قیام میں مرحوم سے برابر خط و کتابت رہی وہاں کے تعلیمی اداروں درسگاہوں اور تعلیمی انتظامات کے دلچسپ حالات سے متعلق وہ باقاعدہ معلومات حاصل کرتے مجھے برابر مطلع فرماتے۔ مرحوم ہی کی تحریک پر میں نے یہ قصد کیا کہ انگلستان جا کر فن تعلیم کی اعلیٰ ڈگری حاصل کروں اس کے لیے دو سال کا قیام ضروری تھا اس مقصد کے حصول کے لیے کانفرنس سے جس کی چودہ برس تک پورے انہماک اور دیانت سے خدمت کی تھی اعانت کی درخواست کی چنانچہ کانفرنس کمیٹی نے اپنے جلسہ منعقدہ ۹ فروری ۱۹۲۶ء میں مبلغ تین سو روپیہ ماہوار بطور وظیفہ میرے لیے منظور کیا صاحبزادہ صاحب ممدوح [illegible] اس کا مختصر اقتباس کمیٹی مذکور کے رجسٹر سے نقل کرتا ہوں۔

[illegible]

سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر کانفرنس سنہ ۱۹۲۰ء سے سنہ ۱۹۳۰ء تک میری ماتحتی میں کام کیا۔ ہندوستان
کے مختلف صوبوں کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت اور ضرورتوں کے متعلق معلومات حاصل کرنیکا
ان کو پورا پورا موقع ملا ہے اور جب سے صدر دفتر میں معقول تعلیم کے متعلق کتب خانہ فراہم کیا
گیا ہے اس وقت سے ان کو تعلیمی معلومات کے اضافہ کا اور بھی موقع ملا ہے ۔ ۔ ۔ ۔
میں مولوی محمود احمد صاحب کو اس کا اہل سمجھتا ہوں کہ وہ خاص طور پر اس غرض کے لیے
انگلستان بھیجے جاویں اور مجھکو پوری توقع ہے کہ وہاں کی تعلیم اور تجربہ سے مستفید ہو کر اپنے
ملک اور قوم کی تعلیمی خدمت کے لیے وہ مفید ثابت ہوں گے ۔

کانفرنس کے آنریری سکریٹری نواب صدر یار جنگ بہادر نے بالفاظ ذیل سفارش فرمائی:

"میری رائے میں جو رقم مولوی محمود احمد صاحب کی تعلیم ولایت میں صرف کی جائے گی وہ ایک
عمدہ سرمایہ ہوگی جس کا نفع قوم اور ملک کو انشاء اللہ تعالیٰ کثیر پہونچے گا۔ مولوی صاحب کو فن
تعلیم سے دلی مناسبت ہے اور ان کی معلومات بہت وسیع ہیں اس لیے پوری توقع کی جا سکتی ہے
کہ ولایت کی تعلیم سے وہ بخوبی نفع حاصل کریں گے ۔ ۔

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب نے جن کے ساتھ تعلقات بحالت کے علاوہ اکثر کام کرنے کا موقع
ملتا رہا لکھا تھا کہ:-

"میں مولوی محمود احمد صاحب سے خوب واقف ہوں ان کو تعلیم و تعلیمی مسائل سے خاص طور پر
دلچسپی ہے۔ کئی مضامین اور کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی آپ نے کیا ہے۔ آپ کا ولایت جانا
کانفرنس اور قوم کی تعلیمی ضرورتوں کے لیے نہایت مفید ہوگا"

جناب مولانا سید طفیل احمد صاحب موجودہ آنریری جائنٹ سکریٹری نے اس تجویز کے متعلق
اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا:-

"مولوی محمود احمد صاحب گریجویٹ نہیں ہیں مگر میری رائے میں قوم میں صرف اونچا بی گریجویٹ
بے مدرسہ ہونے نہ ہو بلکہ علم دوست رفیق الطاف و تحقیق مضمون میں تعلیم نہ ہوں رہنا ہے

کہ ہماری قوم میں عمدہ دماغ رکھنے والے لوگ نہیں، وہ جو ہیں انہیں ترقی کے مواقع نہیں۔ مولوی محمود احمد صاحب یورپ سے واپسی پر اگر کانفرنس کا کام نہ کر سکیں گے تو کسی دوسری صورت میں اپنی ذات اور اپنی قوم کے لیے زیادہ کارآمد ہوں گے۔ . . . . . . "

وظیفہ کی منظوری کے بعد انگلستان کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ یکم مارچ ۱۹۲۱ء کو مجسٹریٹ ضلع کی خاص تحریر پر دوسرے ہی ہفتہ مسٹر لیمبرٹ چیف سیکرٹری گورنمنٹ صوبجات ممالک متحدہ نے پروانہ راہداری (پاسپورٹ نمبر ۳۱۴) دیدیا۔ مصارف سفر کی رقم چونکہ خود ہی مہیا کرنی تھی اس میں قدرے تعویق ہوئی۔ ۵ مئی کو رقم وظیفہ کے متعلق اقرارنامہ کی باضابطہ تکمیل ہو گئی۔ کانفرنس کے آڈیٹر نے سہ سالہ حسابات کانفرنس کی جانچ پڑتال بھی کر لی اور رپورٹ مرقومہ ۲۲ جون میں حسابات کو "قابل اطمینان" "باقاعدہ" "صاف و ستھرا" اور اہلکاران دفتر کے کام کو "قابل تعریف" بتایا۔ آنریری سیکرٹری نے اپنے ریمارک مرقومہ ۲۹ جون میں شکریہ دفتر کے منجملہ میری خدمات کی ستائش بھی کی۔ پی اینڈ او جہاز راں کمپنی سے خط و کتابت کے بعد موسم باراں گزرنے پر ماہ ستمبر کے جہاز میں روانگی کا انتظام کر لیا اور معمولی فیس بھی داخل کر دی۔ چند روز بعد سفر کی تیاری کے لیے میں بحصول رخصت علی گڑھ سے باہر چلا گیا۔ میرے مخالفین کو جن کے ساتھ بعض حُسّاد بے بنیاد بھی شامل تھے، کانفرنس کے وظیفہ سے میرا انگلستان جانا اور تعلیم پانا سخت ناگوار تھا۔ علی گڑھ سے میری غیر موجودگی کو اس جماعت نے غنیمت جانا۔ سازشی کارروائیوں سے بددیانتی کا الزام مجھ پر عائد کیا گیا یعنی یہ کہ روپیہ کا حساب جو کسی ادنیٰ فروگذاشت کے میری نگرانی میں ... ثابت ہوئی تھی ... ایک حقیر رقم سے متعلق تھا جو ماتحت عملہ کی غفلت سے پیدا ہوا اور ایسی فروگذاشتوں پر مبنی تھا جو معمولی حالات میں قابل گرفت نہیں سمجھے جاتے لیکن مخالفین نے کوششوں سے رائی کا پہاڑ بنا کر مجھے نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔ کمیٹی میں جس کے سامنے یہ معاملہ بالآخر پیش ہوا مخالفین کے مؤیدین کو نواب سید محمد علی کے شخصی اثرات سے غلبہ حاصل ہو گیا۔ ان کا عمل مستوجب تھا۔ وظیفہ جو ایک سال کا

مبلغ تین ہزار روپیہ میں باضابطہ صورت منظوری آنریری سیکرٹری ۲۳ مئی ۱۹۲۱ء کو خزانہ سے برآمد کرچکا تھا واپس کرانا تھا بالآخر اس مقصد میں انہیں کامیابی ہوئی۔ اس واقعہ کے متعلق مولانا سید طفیل احمد صاحب سابق ممبر ایل سی و موجودہ آنریری جائنٹ سیکرٹری کانفرنس اپنی تحریر مرقومہ ۸ مئی ۱۹۳۰ء میں جو ایک صرورقہ بطور سرٹیفکٹ تحریر فرمائی تھی لکھتے ہیں کہ:-

"انہیں (یعنی راقم الحروف کو) ادبیات سے خاص ذوق ہے کانفرنس نے انگلستان میں فن تعلیم کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے اسکالرشپ بھی دیا تھا جس سے وہ چند مخالفانہ کار کی معاندانہ کارروائیوں کی بنا پر استفادہ نہ کر سکے اور ایک بے حقیقت الزام کی بدولت ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔"

سازشی کارروائیوں کی بنا پر جو ظلم میرے ساتھ کیا گیا اسکے جواب میں جس صبر اور شریفانہ طرز عمل کا اظہار میری جانب سے ہوا اس کا اثر ان حضرات پر پڑے بغیر نہ رہا جو محض خاص اثرات اور غلط فہمیوں کی بنا پر اسکے روح رواں بن گئے تھے۔ خان بہادر شیخ عبداللہ صاحب سابق ٹرسٹی مسلم یونیورسٹی نے جو اس معاملہ میں پیش پیش تھے ۱۹۳۰ء کے اجلاس کانفرنس منعقدہ بنارس کے موقع پر جہاں کانفرنس نے سفر خرچ بھیجکر "قلمی کتب و فرامین" پر لکچر دینے کے لیے[1] مجھے خاص طور پر مدعو کیا تھا متاثر ہوکر پبلک مجمع میں خود اپنی ندامت کا اظہار کیا جس سے ثابت ہوتا تھا کہ میرے متعلق حضرات ورکا کانفرنس کے شکوک محض بے بنیاد تھے۔ ... جو کہ سب ... کانفرنس کی رسم وظیفہ واپس ہو جانے اور بعض نقصانات کے باوجود انگلستان میں تعلیم حاصل کرنے کا خیال ترک نہیں کیا تھا مگر مشیت ایزدی سے مخالف واقعات کا ایسا ہجوم ہوا کہ اس ارادہ

[1] علامہ سید سلیمان صاحب ندوی نے جو کانفرنس کے اجلاس میں تشریف لائے تھے جنوری ۱۹۳۰ء کے معارف میں کارروائی اجلاس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ "جناب محمود احمد صاحب عباسی کی تقریر سلاطین ہند کے فرامین اور یادگاروں کے تحفظ پر دلچسپ معلومات رکھتی تھی"۔

کو پورا نہ کر سکا میرے عزیز بھائی سید مسعود احمد صاحب عباسی کو بھی بہرہ سو پیپ کچھ کیا تھا تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی کثیر اور گرانقدر رقم کا نقصان اٹھانا پڑا میرے مختصر سے خاندان کے لئے یہ زمانہ سخت تاریک تھا صحت پہلے سے خراب تھی ان حالات میں اور زیادہ خراب ہوگئی۔ عرصہ تک دہرہ دون میں مقیم رہا۔ وطن کی آب ہوا موافق مزاج تھی اسی وجہ سے امروہہ چلا آیا۔

وطن میں قیام عمر کا بڑا حصہ وطن سے باہر بسر ہوا تھا ابنائے وطن کے حالات اور خیالات سے بیگانگی تھی ۔ ۱۹۱۳ء میں البتہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم کی معیت میں ایک تعلیمی جلسہ کی شرکت کی غرض سے جب حاضری کا اتفاق ہوا مسلمانان امروہہ کی تعلیمی ضروریات کے متعلق ایک پمفلٹ لکھا جو کانفرنس نے طبع کرا کے عام طور سے تقسیم کیا۔ اسی سلسلہ میں امام المدارس کو "مسلم ہائی اسکول" کے درجہ تک ترقی دینے کی کوشش کی مگر کارکنوں کی تنگ دلی اور تنگ خیالی کی وجہ سے جو دوسرے مسلمانوں کو اسکول کے انتظامات میں شریک کرنے پر رضامند نہ ہوئے ناکام رہا۔ اسی زمانہ میں باعانت بھی سید حسین الدین احمد صاحب وقارالملک اسکول جاری کیا جو چند سال تک اچھے پیمانہ پر چلتا رہا علی گڈھ کے قیام کی وجہ سے اسکول کے انتظامات میں عملی حصہ لینے کا موقع بہت کم ملا کچھ عرصہ بعد مقامی حضرات کی باہمی رقابتوں نے بالآخر اسکول ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اس مرتبہ جب وطن میں رہنے کا اتفاق ہوا یہاں کے مسلم فرقوں کی مذہبی منافرت گروہی اختلافات باہمی رنجشوں لایعنی تعصبات اور بغض و حسد کی وجہ سے جو ایک تنزل پذیر بستی میں عام طور سے پائے جاتے اور جہالت و افلاس کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں قومی فلاح و بہبود کے کسی ایسے کام میں کامیابی کی توقع نہ تھی جس میں جمہور کی دلچسپی اور اعانت شامل ہو اس لیے تعلیم یافتہ اشخاص کے مجمع بنانے اور ان کے باہمی میل جول کے لیے ایک دارالمطالعہ قائم کیا بعض احباب نے کچھ کتابیں مستعار دیں لیکن زیادہ ذخیرہ کتب اور فرنیچر خود پیش کیا۔ یہ عام مذاق کی چیز نہ تھی اخراجات کا جب زیادہ بار خود ہی اٹھانا پڑا اور لوگوں کی توجہ کم ہوئی تو مجبوراً بند کرنا پڑا۔ اسی اثنا میں مولانا محمد علی مرحوم کی خاص خواہش پر ان کے روزنامہ "ہمدرد" کی ادارت کے سلسلہ

میں تقریباً ایک سال تک دہلی میں قیام رہا۔ مولانا مرحوم اپنی عادت کے خلاف میرے مضامین کی ستائش فرماتے اور غیر متوقع داد دیتے۔ ان کی صحبتوں سے علمی اور سیاسی معلومات میں اضافہ ہوا۔

تاریخ امروہہ جلد اوّل کے دیباچہ میں بصراحت بیان کرچکا ہوں کہ وطن کے ارباب کمال در سلف صالحین کے سوانح حیات کی ترتیب تدوین کے سلسلہ میں جب ان کتابوں کو غور سے پڑھنے کا موقع ملا جو امروہہ و اہل امروہہ کے تاریخی اور خاندانی حالات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئی ہیں ان کو اکثر سراپا لغو مہمل مضحکہ خیز اور وضعی روایتوں سے جو زیادہ تر خاندانی تعلیوں اور نسبی تفاخر کے خود ساختہ قصص و حکایات سے متعلق ہیں مملو پایا اس وقت یہ خیال ہوا کہ "تذکرۃ الکرام" کی تدوین سے قبل شہر کے تاریخی حالات میں ایسی کتاب تالیف ہو جو تحقیق و تنقید درایت، روایت صدق و دیانت کے اعتبار سے علم تاریخ کے مسلمہ اصول پر مبنی ہو اس مرکا صحیح اندازہ کریں یہ کہ میں کہاں تک کامیاب ہوا مشاہیر قوم نامور مصنفین مشہور اہل قلم اور خود امروہہ کے بعض ذی علم اور فاضل حضرات کی تحریرات کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے جو کتاب کی اشاعت کے بعد بطور تبصرہ و تنقید و ریویو موصول ہوئیں نیز جداگانہ پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع کیا گیا تھا اور ان میں سے چند تحریرات کا نہایت مختصر اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں:

مولوی سید نہال احمد صاحب نقوی ایم۔اے ال ال بی سب ڈویژنل مجسٹریٹ ریاست حیدرآباد دکن نے جو امروہہ کے مشہور خاندان سادات کے نامور اور ذی علم رکن اپنی نظم اور نثر میں مشہور ہیں اُن میں ایک موقع پر حسب ذیل الفاظ میں اظہار خیال کرتے ہیں:

> سب سے نمایاں اور جلی خصوصیت جو اس کتاب میں مجھے نظر آئی وہ یہ ہے کہ واقعات نویسی میں بلا خوف و مدحت و بلا شائبہ تعصبات ذاتی و صفاتی حقیقت نگاری کی گئی ہے یہ ایک ایسی نمایاں خصوصیت اس کتاب کی ہے جس نے بڑی حد تک مصنف کی کمال میں کا اعتبار کیا جاچکا ہے میں اپنے ذاتی علم و یقین کی بنا پر تصدیق کرسکتا ہوں کہ اس موضوع پر اس درجہ کی جامع خصوصیات کی کوئی کتاب اب تک معرض ظہور و معرض طبع میں نہیں آئی"

مسٹر سید حسن صاحب برنی بی۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ بلند شہر و مصنف "البیرونی" لکھتے ہیں کہ:-

"ہمارے ملک میں ابھی تک تاریخی تحقیقات کا معیار عام طور پر بہت زیادہ بلند نہیں ہے لیکن جن اصول کو پیش نظر رکھ کر آپ نے تاریخ امروہہ لکھی ہے وہ ہر آئینہ قابل ستائش ہیں حق الامر آپ نے ایک مورخ کے حقیقی فرائض کو جن میں صداقت غیر جانبداری اور حریت سب سے مقدم ہیں نظر انداز نہیں کیا۔"

مصور فطرت عالیجناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"میرا خیال یہ ہے کہ موجودہ سال کی محققانہ تاریخوں میں سب سے اعلیٰ تاریخ آپ کی لکھی ہوئی امروہہ کی تاریخ ہے اگرچہ نسب کے بعض حالات سے مجھے اطمینان نہیں ہوا جن کے متعلق آپ نے وضاحت کے ساتھ بحث کی ہے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ پوری کتاب آپ نے نہایت محنت و نہایت تلاش اور پوری دیانت داری کے ساتھ لکھی ہے سب سے بڑی خوبی اس کتاب میں یہ ہے کہ اس کتاب میں آپ کے بعض دوستوں[1] کی طرح فضول طوالت نہیں ہے بلکہ مختصر نویسی کا کمال ہے کہ جو بات پانچ صفحے میں بیان ہونے کے قابل تھی اس کو آپ نے پانچ سطروں میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے طرز تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی طبیعت میں خوشامد اور آورد نہیں ہے بلکہ محض واقعہ نویسی ہے۔ آپ نے امروہہ کی تاریخوں پر جو تنقید کی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تنقید لکھنے کے وقت تعصب و تنگ نظری یا کسی فریق کی جنبہ داری یا مخالفت آپ پر مسلط تھی اگر کسی جگہ ایک طرح کی سالک سی مشتبہ کی سی ہو بھی گئی تو آگے چل کر آپ کی معقول دلیلوں نے اس کو صاف کر دیا۔ مجھے آپ کی پوری کتاب پڑھنے کا موقع نہ ملا کیونکہ میں اس قدر کم فرصت ہوں کہ اتنی بڑی کتابیں پوری نہیں پڑھ سکتا۔ ۔ ۔ ۔ مسلمان فخر کر سکتے ہیں کہ ان میں آپ جیسے لائق محقق مورخ موجود ہیں حق تو یہ

---

[1] مولانا محمد علی مرحوم مراد ہیں جو [illegible] میں لکھتے تھے

آپ کی تاریخ امروہہ پیش کی جا سکتی ہے ...."

ان حضرات کے علاوہ عالیجناب نواب سر محمد مزمل اللہ خاں صاحب بالقابہ نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سیکرٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب ایم اے پی ایچ ڈی ڈی فل پروفیسر مسلم یونیورسٹی، مولانا سید طفیل احمد صاحب آنریری جائنٹ سکریٹری کانفرنس اور بعض دیگر اکابر قوم و زعمائے ملت کی داد تحسین حوصلہ افزائی کا موجب ہوئی اخبارات و رسائل نے بھی مدہ ریویو کیے۔ مولانا سید علی زینبی صاحب نوبک لکچرر لکھنؤ یونیورسٹی، مولوی سید حبیب محمد صاحب حق امروہوی اور وطن کے دوسرے اہل علم نے کتاب پر تبصرے اور تنقیدیں کیں جن میں مولف کی عرق ریزی محنت اور تلاش و جستجو کے اعتراف اور ستائش کے ساتھ نمایاں طور سے داد بھی دی گئی ہے یہ سب کچھ ہوا لیکن وطن کی اس خدمت کا حوصلہ عام ابنائے وطن کی جانب سے ملنا تھا اس کا اظہار بھی ضروری ہے۔

ہجوم مشکلات مواد کی فراہمی میں جو دشواریاں پیش آئیں اور جو مشکلات سد راہ ہوئیں ان کا اندازہ ان ہی حضرات کو بخوبی ہو سکتا ہے جنہیں اس قسم کی تاریخی اور علمی کتاب پر قلم اٹھانے کا موقع ملا ہو یکہ و تنہا بغیر کسی معاون و مددگار کے اس کٹھن اور صبر آزما کام کا کل بار اپنے ہی ضعیف کاندھوں پر اٹھایا، مزار با نہایت قدیم اور کہنہ کاغذات فراہم کیے، مواد جات کے لیے راقم کے پاس قدیم کاغذات کا جو ذخیرہ ہے اس کا زیادہ حصہ قیمتاً حاصل کیا گیا ہے، جزوی حصہ ان دستاویزات کا ہے جو مستعار لی گئیں یا بعض حضرات نے بلا قیمت دیں ان کی تاریخی حیثیت اہمیت کا صحیح اندازہ ماہرین فن کو ہو سکتا ہے تاہم پچھلے دنوں میں انسپکٹر صاحب تعلیمات کی توجہ سے جو تعلیمی نمائش امروہہ میں منعقد ہوئی تھی اس میں انسپکٹر صاحب کے سخت اصرار اور بار بار کے تقاضے سے اس ذخیرہ میں سے چند فرامین و پروانجات اور دوسرے کاغذات نمائش گاہ میں آویزاں کرا دیے تھے، ذی علم حضرات کو ان کے مطالعے سے خاص دلچسپی ہوئی تھی کہ مرادآباد ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیرمین پنڈت جگت سنگھ صاحب انہیں دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ راقم کو ایک سلور میڈل اپنی جانب سے عنایت کیا اور انسپکٹر صاحب نے تاریخی کاغذات کے ایسے قیمتی ذخیرہ

تاریخ کی بیسوں کتابیں خریدیں بعض نایاب اور قلمی کتابوں کے مطالعہ اور اخذ مطالب کے لئے رامپور، علی گڈھ، دہلی، لاہور، کراچی وغیرہ کے سفر کئے۔ خریداری کتب، کاغذات، مصارف سفر میں نیز عمارتوں کے فوٹو لینے، بلاک بنوانے، دستاویزات کے عکس اور چار سو صفحات کی کتابت و طباعت وغیرہ میں علاوہ ان تین بلاکس کے جو بعض احباب نے اپنے خرچ سے بنوائے سات سو سے زائد رقم صرف ہوئی۔ کتاب کی تالیف سے نہ کوئی تجارتی مقصد پیش نظر ہو سکتا تھا اور نہ امروہہ جیسے چھوٹے شہر کے باشندوں سے بوجہ عام افلاس اور فقدان علم یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ مولف کو سالہا سال کی دماغ سوزی و جانکاہی کا معاوضہ ابیض منقوش کی شکل میں مل سکے گا تاہم یہ خیال ضرور تھا کہ مصارف کی پوری رقم نہیں تو اس کا جزو کثیر کتاب کی فروخت سے حاصل ہو جائے گا لیکن ابھی کتاب مطبع سے بھی باہر نہیں نکلی تھی کہ مخالفت میں پروپیگنڈا شروع ہو گیا۔

ایک صاحب محض اس لئے ناراض تھے کہ باوجود انکے ارشاد اور دیرینہ تعلقات یگانگت انکے خاندانی وقف کو جو ان کی معاش کا واحد ذریعہ ہے، اوقاف امروہہ کے تذکرہ میں خلاف واقعہ وقف علی الاولاد کیوں نہ ظاہر کیا۔ دوسرے صاحب جو خاندان پیرزادگان سے ہیں غیر معمولی بدگمانی سے اس کا قوی شبہ رکھتے تھے کہ انکے خاندان کی سیادت نسبی کے اظہار و اقرار کے بجائے عمداً و قصداً کتمان حق کیا جائے گا۔ یہ دونوں حضرات جمعیۃ العلماء ہند کے اس کامیاب و شاندار اجلاس کی مجلس استقبالیہ کے ذمہ دار اراکین تھے جو زیادہ تر اس عاجز ہی کی تحریک پر امروہہ میں منعقد ہوا تھا لیکن جسکے انتظامات میں ابتداءً بسلسلہ طباعت کتاب جو دہلی میں زیر طبع تھی امروہہ سے باہر رہنے کی وجہ سے کوئی حصہ نہ لے سکا تھا اور بعد میں محض اس احتیاط سے کہ ان حضرات کو اور ان کی وجہ سے انکے بعض رفقاء کار کو جو ناراضی و ناگواری مجھ سے اس طرح پیدا ہو گئی تھی اس کا کوئی مضرت رساں اثر اس قومی کام پر نہ پڑنے پائے میں الگ تھلگ رہا۔ بایں ہمہ مجلس مذکور کے خطبہ صدارت کی آخری سطور میں مجھ ناچیز کا ذکر کھینچ تان کر محض اس لئے کیا گیا کہ بارگاہ صدارت سے "ایک قابل مگر متعصب مورخ" کا خطاب عطا کیا جائے۔ اسی کے ساتھ بعض اشخاص نے مالی ضرر پہنچانے کے لئے

کتاب کے بائیکاٹ کی کوشش شروع کی جو صرف چند مخصوص خاندانوں تک محدود رہی۔ البتہ بعض حضرات نے جن میں زیادہ تعداد تعلیم یافتہ شیعوں کی ہے، باوجود تقاضوں کے اس وقت تک کتاب کی قیمت ادا نہیں کی، ان میں چند لوگ وہی ہیں جنہوں نے دھوکہ و فریب سے چار چار پانچ پانچ جلدیں حاصل کیں اور قیمت وصول کر کے شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ نا انصافی ہوگی اگر اس موقع پر میں وطن کے چند علم دوست اصحاب کا تذکرہ نہ کروں جنہوں نے ان حالات کو پیش نظر رکھکر ایک ایک نسخے کے ہدیہ کتاب میں [illegible] و [illegible] و [illegible] کی رقوم عنایت کیں ان میں حکیم سید محمد صاحب مرحوم صاحبزادہ مشتاق احمد صاحب، حافظ ممتاز الرحمن صاحب اور سید ظہیر حسن صاحب قابل تذکرہ ہیں مگر اس سے بھی اس نقصان کی پوری تلافی نہ ہو سکی، یہاں تک بھی خیر مضایقہ نہ تھا لیکن اسکے علاوہ جو ناشائستہ اور سوقیانہ حرکات دعویداران سیادت و شرافت نے، جن کی نسبی اور خاندانی تقلیل اور خود ساختہ روایتوں کو آزادانہ و مورخانہ تحقیق سے میں نے قبول نہیں کیا تھا، مخالفت میں سرزد ہوئیں وہ ان کے دعوئے سیادت و شرافت تہذیب شائستگی کا عبرتناک مرقع ہیں۔ اس جرم میں کہ تاریخ امروہہ کے مولف نے امروہہ میں مذہب امامیہ کے شیوع کے تاریخی حالات کیوں لکھے، بعض غلاۃ شیعوں نے ناٹک اور ڈرامہ بنا کر خاکسار مولف نیز میرے آبائے کرام اور خلفائے عباسیہ کی تضحیک آمیز تمثیلوں کے ذریعہ خبث اور [illegible] کے جوہر دکھائے اور سفاہت و خبث باطنی کا یہاں تک مظاہرہ کیا کہ بعض اجلاف اقوام کو جن کے دعوئے شرافت و انصاریت کی تاریخی شواہد کی بنا پر تردید کی تھی مخالفت پر ابھارا، جولاہوں کے ایک جلسہ میں اہانت آمیز مضامین شائع کرائے، تحریروں میں خلفائے عباسی پر تبرا کیا، غرضکہ سب و شتم، دشنام دہی اور تہمت تراشی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس سلسلہ میں مجھے قانونی چارہ جوئی بھی کرنی پڑی اس کا تفصیلی ذکر ضمیمہ تحقیق الانساب میں ملاحظہ ہو۔

مخالفین کی مخالفت بھی کسی وجہ معقول یا کسی اصول پر نہ تھی بعض شیعوں نے اسی کو وجہ مخاصمت قرار دے لیا کہ آپ جد بزرگوار کا نام [illegible] سادات کے منکر [illegible] کیوں

درج کیا گیا جو ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ غدر کے امروہہ میں شروع کیے جانے کے متعلق منعقد ہوئی تھی، نام درج کیا گیا تھا تو ان کا مشہور و معروف عرف "عقرب" جو ان کے ہمنام سے امتیاز کی خاطر مستند سرکاری کاغذات میں تحریر تھا بجنسہٖ کیوں نقل کیا گیا ۱۸۵۷ء کا ہنگامۂ غدر ہندوستان کی تاریخ کا اہم واقعہ ہے حسنِ اتفاق سے ایسے مستند کاغذات دستیاب ہوگئے جن سے ان واقعات پر جو امروہہ میں رونما ہوئے خاص روشنی پڑی اہل علم کے لیے یہ تفصیلات خاص دلچسپی کا باعث ہوئیں. جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اپنے مکتوب میں جس کا اقتباس اوپر نقل ہو چکا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق جو معلومات آپ کی اس کتاب میں درج ہیں ان میں سے بعض چیزیں میرے لیے بالکل نئی ہیں. آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے بارہ کتابیں غدر کے حالات میں لکھی ہیں بارہواں حصہ زیر طبع ہے اور میں آپ کی اجازت سے اس بارہویں حصہ میں آپ کی کتاب کا تھوڑا سا اقتباس لینا چاہتا ہوں"

مولانا محمد تقی مرحوم نے توسیع نظام علماء کے سالانہ اجلاس منعقدہ امروہہ میں تاریخ امروہہ کا نسخہ ہاتھ میں لیکر جو تقریر کی تھی اس میں اس امر واقعہ کا فخریہ لہجہ میں اظہار کرتے ہوئے کہ ان کا ننہیال درویش علی کے خاندان میں ہے جس کے اکثر افراد نے ہنگامۂ غدر میں نمایاں حصہ لیا تھا خاکسار مولف کو خاص طور پر داد دی تھی کہ اس ہنگامہ کے مخفی حالات کو اپنی کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کر سکا لیکن جو بات ان زعماء ملت اور اہل بصیرت کے نزدیک قابل ستائش تھی مخالفین نے اسی کو جرم قرار دیا اور شد و مد کے ساتھ اس کی تشہیر کی کہ ہنگامہ غدر کے حالات اس تفصیل کے ساتھ بیان کرنے سے تاریخ امروہہ کے مولف کا مقصد یہ تھا کہ دربار کلاں کے ان سیدوں کی اولاد کو جنہوں نے شیوخ کلاں کی طرح اس ہنگامہ میں نمایاں حصہ لیا تھا حکام کی نظروں میں معتوب بنائے بلکہ امروہہ کے شیعہ سیدوں کے دامن وفاداری میں رخنہ ڈالے بعض سادہ مزاج اس غوغا اور جھوٹے پروپگنڈے سے متاثر ہوئے، مولف کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کیا حتی کہ پیمان وفا کی تجدید میں بزرگوں

کے پروانے لیکر دوڑے حالانکہ ان کا یہ واہمہ ہی واہمہ تھا' کون صحیح العقل باور کر سکتا ہے کہ واداگیر جرم بغاوت کی باز پرس چوتے سے کی جائے گی ۱۸۵۷ء غدر میں دربار کلاں کے سادات کا نمایاں حصہ لیا' ان میں سے بعض کی جائیدادوں کا ضبط ہونا' مکانات کا مسمار کیا جانا' حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا پانا ایسے واقعات نہیں جن کا علم کسی کو نہ ہو' اس موقع پر نواب محمد یوسف علی خان بہادر والی ریاست رامپور کی ایک تحریر نقل کرتا ہوں جو خاکسار مولف کے پھوپا مولوی سید محمد نذر اور حکیم سید نثار علی' اکابر خاندان سادات رضوی' اولاد حضرت شاہ ابنؒ قدس سرہٗ کے موسومہ ہے ایام غدر میں نواب صاحب موصوف اس ضلع کے منتظم تھے' یہاں کے حالات کا انہیں پورا علم تھا وہ بھی سادات دربار کلاں کی خودسری کے شاکی ہیں ؞

نقل مکتوب نواب محمد یوسف علی خان بہادر والی ریاست رامپور

مرقومہ ۸ رمضان ۱۲۷۵ قبل فتح کالی چاڑی

سید صاحبان شفیق مہربان دوستان سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد شوق ملاقات بہجت آیات کہ مزیدے برآں متصور است واضح خواطر محبت مآثر باد مکاتبہ خلوصیت طراز بملاحظہ حال ارادت و اختصاص قدیمہ خود دریں سرکار و ہم یلیع و منقاد بودن خود با از یوم انتظام اہالی این سرکار در ضلع مرادآباد الی الآن و عدم شارکت از سادات دربار کلاں کہ ہوائے خودسری در سر دارند با دیگر مراتب صداقت و وداد وصول شادمانی آوردہ بما فیہا مطلع نمود و بدریافت مضامین صداقت و مودت آگیش سرور خاطر فزود از انجا کہ طریق اتحاد و سلوک متر فانے آں اندیش در وسائے کیاست کیش است و لفضل الٰہی آں مشفقان از سادات کرام درہ سائے آں مقام ہستند و دوستداراں نیز پاس رتباط قدیمہ آں مہربان بدل منظور ازیں تقویض نامہ محبت نگاری شود کہ خاطر دوستدار را از خلوص اخلاص خود بود خوشنود و مطمئن ساختہ و روابط مواسات را پوئے فزا اندازہ انگاشتہ

باطمینان خواطر بہ ہمیں ہیچ اکثر بہ ترسیل مکاتبات خیریت آیات مسرور و مطمئن می نمودہ باشند تاآں
خیریت نہاد جمعیت و نشاط باد۔ دستخط۔ محمد یوسف علی خاں

شیعیان امروہہ کی نئی پود کے ہاتھ میں اب ہر شے کے حسن و قبح کی جانچ اور وزن کے لیے شیعیت کی ترازو رہتی ہے تاریخ امروہہ کے مولف کا مذہباً سنّی نسباً عباسی اور سیاسی عقائد کے اعتبار سے کانگریسی ہونا اس جماعت کے نزدیک جس میں علی گڈھ کے بعض تعلیم یافتہ شیعہ بھی شامل ہیں نہایت درجہ مکروہ تھا اس پر مستزاد یہ ہوا کہ میونسپل الکشن اور شہری معاملات میں اس بات سے جس کا رویہ کچھ عرصہ سے جارحانہ ہوگیا ہے اختلاف پیدا ہوا جسے انکے تعصب اور تنگ دلی نے مخالفت میں تبدیل کردیا تاریخ امروہہ کو ان لوگوں نے انتقام جوئی کا بہانہ بنایا طرح طرح کی غلط بیانیوں سے تہمتیں تراشی گئیں حتیٰ کہ ایک جماعت نے بعض افراد کے ذریعہ اس زمانہ میں جبکہ سول نافرمانی کے سلسلہ میں مقامی کانگریس کمیٹی نے ٹاؤن ہال پر قومی جھنڈا نصب کرنے کی جدوجہد کی تھی میونسپل آفس کو نقصان پہونچایا آتش زدگی کرلی اور اس کا سارا الزام کانگریس کمیٹی کے عہدہ دارو پر لگایا خاکسار مولف کو جو نہ کانگریس کمیٹی کا عہدہ دار تھا اور نہ رکن بلکہ اپنے مشاغل علمی کی مصروفیت کی وجہ سے بجز جلسوں اور جلوس کی شرکت کے علاوہ عملی حصہ لے سکتا تھا ڈاکہ زنی اور آتش زدگی کے ارتکاب جرائم میں پھانسنے کی پوری کوشش کی گئی مخالفین کا یہ حربہ ضرور کارگر ہوجاتا اگر ایک شریف الطبع اور نصفت شعار یورپین آفیسر نے شیطنت کے دسیسہ مخفی کا راز معلوم کرکے اس سازش کا بھانڈا نہ پھوڑ دیا ہوتا چیرمین میونسپل بورڈ کے پچھلے انتخاب میں ایک درجن سے زیادہ امیدوار تھے جن میں بعض اہل تھے، وبعض نااہل پبلک کاموں کے لئے موجودہ دور قحط الرجال میں ایسے لوگ بھی پیش پیش ہوجاتے ہیں جو بظاہر تو مہذب و معقول معزز و متقی سمجھے جاتے ہیں لیکن عام ذاتی راستے میں انکے تہ دامن اخلاقی اور تمدنی رذائل کی ایک دنیا پوشیدہ ہوتی ہے ان کا ہر قدم ہزاروں خودغرضیوں اور نفع جوئیوں کی غلاظت سے لتھڑا ہوا اور ان کی ہر حرکت اغراض پستی کی کثافت سے آلودہ ہوتی ہے۔ امیدواروں میں ایسے لوگ بھی شامل تھے کیونکہ کسی وجہ سے پبلک

اور پبلک کے نمائندوں کے نزدیک ساقط الاعتبار ہو چکے تھے اور اس وجہ سے انتخاب میں ناکام رہے لیکن انہوں نے اپنی ناکامی کا ذمہ دار ممبران بورڈ کے بجائے خاکسار مولف کو ٹھہرایا اور اس جھنجھلاہٹ میں سوقیانہ حملے کیے جس میں تاریخ امروہہ کا بھی رونا رو دیا گیا۔ ان میں ایک وہ مہربان بھی تھے جنہیں ایک زمانہ میں جبکہ وہ ضیق معاش کی وجہ سے تنگ و پریشان تھے متعلق ہو طنی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں چندہ وصول کرنے کے کام پر ملازم کرا دیا تھا عرصہ تک میری ماتحتی میں کام کرتے رہے۔ ترک ملازمت کے بعد بھی مراسم اتحاد رہے اور بقدر استطاعت کبھی کبھی بوقت ضرورت میں ان کی امداد و اعانت بھی کرتا رہا لیکن وہ بھی اپنی ناکامی و نامرادی کا ذمہ دار مجھے سمجھکر معاندین کی صف میں جا کھڑے ہوئے۔ تاریخ امروہہ کے بعض مباحث انہیں پہلے ہی سے شدید اختلاف بلکہ ملال تھا جیرمی کا قضیہ ممند نازیہ تازیانہ کا کام کر گیا اس جماعت نے دشنام دہی اور تہمت تراشی کا جو وطیرہ اختیار کیا۔ اس نے غنڈوں اور لفنگوں کو بھی مات کر دیا۔

حاسدوں کے ہدف ملامت سے دنیا میں کس کو مفر ملا ہے لیکن مجھ ناچیز میں تو کوئی بات بھی ایسی نہیں کہ لوگ حسد کریں، فاسفر گوئٹے کے الفاظ میں نہ میں جاہ و منزلت رکھتا ہوں نہ ملک و سلطنت، نہ مال و دولت۔ علم و ہنر میں کوئی درجہ امتیاز حاصل نہیں البتہ خلوص اور صداقت کا جذبہ قوی دل میں ضرور موجود ہے۔ اس تالیف میں یہی جذبہ کار فرما تھا پس اگر اسی وجہ سے لوگ حسد کریں لغو روایتوں کی تردید یا امروہہ کے دوسرے مولفین کے بیانات سے اختلاف کرنے پر لوگ مخالفت کریں تجاہل مہنسی اڑائیں اور دشمن طعنہ زن ہوں تو وہ مجبور ہیں تقلید جامد کرنے والوں سے البتہ اتنی گزارش ہے کہ

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی　　　مباش منکر غالب کہ در زمانۂ تست

خلوص کبھی ضائع نہیں ہوتا اور صداقت کبھی نہیں مٹتی۔ بزرگان دین کے حالات ہم جیسے عامیوں کے لیے موجب تسکین ہیں۔ ابنائے زمان انکو بھی اذیت دینے سے باز نہ رہے، امام

غزالی نے ایک دوست سے کیا سچی بات کہی تھی فرماتے ہیں کہ "اے یارِ عزیز! ذلیل جان اس آدمی کو جس کا لوگ حسد نہ کریں اور حقیر سمجھ اس شخص کو جس کی طرف کفر و گمراہی کی نسبت نہ کی جائے" ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب کے ساتھ زمانہ کا یہی سلوک رہا ہے ؎

در کلیسا ابن مریم را بدار آویختند　　　مصطفیٰ از کعبہ ہجرت کردہ با امّ الکتاب

جاہلوں کے ساتھ جس برتاؤ کی صحیفۂ ربانی تعلیم دیتا ہے توفیق الٰہی اسی پر میرا عمل ہے

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا | جب جاہل ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں

تاریخ امروہہ کی مخالفت کا حال دیکھ کر ایک موقع شناس نے جلبِ منفعت کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس کی تردید میں ایک کتاب لکھنے کا اعلان کر دیا۔ تاریخ امروہہ میں کتابت کی جو اغلاط رہ گئی تھیں جن کا مکمل صحت نامہ اس کتاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، ان کی خوب تشہیر کی اور کچھ عرصہ تک شہر کے ہر گلی کوچہ میں کام تلاش کرنے والے ٹرہی کی آوازوں کے بجائے اس قسم کی صدائیں عام طور سے سننے میں آتی رہیں "کام مورخ کا" "کام مورخ کا"۔ آواز لگانے والے کو کچھ کام بھی ملا اور ساتھ ہی کچھ دام بھی۔ مصنوعی شجرے بنائے، لوگوں کے یہاں سے کچھ قلمی کتابیں اور فرامین وغیرہ فراہم کیے۔ طبقہ اجلاف میں سے ایک گروہ سے کچھ معقول رقم بھی وصول کی مگر دو سال کی مدت گذرنے پر بھی نہ کوئی کتاب شائع ہوئی نہ تالیف ہوئی اور نہ اب کچھ عرصے سے انکے گاہکوں کو ان کا پتہ نشان معلوم ہے۔ سنا جاتا ہے کہ وہ اپنا کام بنا کر فرار ہو گئے۔

انکے علاوہ بعض اور اشخاص کے متعلق بھی یہ شہرت ہے کہ لایعنی تعصبات اور معاندانہ جذبات سے متاثر و مغلوب ہو کر خاکسار مؤلف کی تنقیص ہی کو کتاب کا اصلی جواب سمجھ رہے ہیں۔ انکے ایک معاون جو قوم کمبوہ کے تعلیم یافتہ فرد اور اپنی افتادِ طبیعت کے لحاظ سے امروہہ میں خاص قسم کی شہرت رکھتے ہیں اس قسم کا مواد جمع کر رہے ہیں ان کی تحریرات خاکسار مؤلف کو دستیاب ہوئی ہیں جو مناسب موقع پر شائع ہوں گی۔ حریت وطن کی اس علمی خدمت کا جو صلہ اربابِ وطن کی اکثریت کے ہاتھوں ملا وہ محبت شکن ضرور تھا بزرگان دین کے حالات مرتب کرنے کا قصد

مصمم نہ ہوتا اور برادر عزیز سید مسعود احمد صاحب جیسے فاضل اور شیدائے علم کی جو بفضلِ ایزدی اپنے مرتبہ و منزلت اور اعلیٰ پوزیشن کے اعتبار سے فخرِ امروہہ ہیں اعانت اور ہمت افزائی شاملِ حال نہ ہوتی تو اس کام کا سرانجام ہونا سخت دشوار تھا۔ جذباتِ تشکر نے نظم کا پیرایہ اختیار کیا ہے جیسے ؎

لکھی میں نے تاریخ اپنے وطن کی — ہوئی جس سے حق کی طرف رہنمائی
صداقت جرأت کی اس میں ظاہر — سب اہلِ وطن کی برائی بھلائی
ہوا میں نہ مرعوب ہرگز کسی سے — نہیں کی رعایت کچھ اپنی پرائی
جو ہے ایک سچے مورخ کا مسلک — اُدھر راہِ بے محابہ کی باگ اٹھائی
ہوئے حائلِ راہ پتھر ہزاروں — مگر شکر ہے میں نے ٹھوکر نہ کھائی
ثبات و اولوالعزمی مدعا سے — بس اک آگ سی حاسدوں میں لگائی
بنایا مرے دوستوں کو بھی دشمن — گھٹا سر پہ میرے مصائب کی چھائی
کیا شہر والوں کو میرا مخالف — مقابل مرے اک جماعت بنائی
ہوا ہر طرف شور و غل ایک برپا — غرض مجھ سے منسوب کی ہر برائی
ہوئے کتنے در پردہ مدِ مقابل — مگر میں نے ہر ایک پر فتح پائی
اگرچہ زمانہ مخالف تھا میرا — خدا نے مگر شان اپنی دکھائی
کہ ایسے بُرے وقت میں ایک ہستی — مری ذات پر کرمہ کار آئی
خداوند عالم نے اپنے کرم سے — عنایت کیا ہے جو مسعود؎ بھائی
وہ بھائی بجا جو ہمیشہ معاون — اگر کوئی آفت مرے سر پہ آئی
وہ دلدادۂ خدمتِ قوم و ملت — وہ تاریخ و علم و ادب کا فدائی
وہ میری حمایت رفاقت کو اٹھا — ہوئی جب خلاف اپنے ساری خدائی

؎ سید مسعود احمد صاحب سول انجینئر۔ نئی دہلی۔

یہ سب اُس کی امداد کا ہے نتیجہ ۔۔۔ اُسی نے مری اتنی ہمت بڑھائی
کریں اپنی تاریخ کے سلسلہ میں ۔۔۔ دُرِ صدق پر کر سکا جب رسائی
درایت کے تحقیق کے موتیوں سے ۔۔۔ عروسِ نگارش کی صورت سجائی
قلم نے جو تصویر کھینچی وطن کی ۔۔۔ عیاں اُس میں ہر کیفیت کر دکھائی
نہ مالی ہی نقصان کا کچھ ہوا غم ۔۔۔ نہ فکرِ معیشت مرے پاس آئی
رہا مجھ کو تالیف سے اُس کی مطلب ۔۔۔ میں کیا جانوں کیسی لکھائی چھپائی
غرض میں نے اخلاقی علمی و مالی ۔۔۔ ہر اک قسم کی اُس سے امداد پائی
نہ کیونکر ہوں میں اُس کا ممنونِ احساں ۔۔۔ کہ اُس نے مری بات بگڑی بنائی
بجا لاؤں کس منہ سے شکر اُس خدا کا ۔۔۔ مری جس نے یوں پار کشتی لگائی

کہ اک اپنے مسعود بندے کے ہاتھوں
تمنائے محمود پوری کرائی

قطعات تاریخ اختتام تذکرة الکرام

(۱)

(از خامهٔ جناب مولانا سید علی زینبی امروہوی لکچرر لکھنؤ یونیورسٹی)

چو محمود عباسی نکته دان | کتابے بیاورد از باستان
بتاریخ امروہہ جہدے نمود | زہے مشکلے عقدہا برگشود
ز احوال و انساب ہر خاندان | عیان کرد بود آنچہ راز نہان
ز آثار ایوانہائے کہن | بساطے بیفگند در انجمن
بناہائے پیشین و ذکر مہان | بیاراست از ہر یکے داستان
وزین بر نقش و نگار مہین | تو گفتی کہ آورد ارژنگ چین
نیفزود چیزے نہ چیزے نہفت | ز ہر واقعہ آنچہ حق بود گفت
در احوال اسلاف گردون قباب | نہ بینی کتابے بدین آب و تاب
نہ ترسید از رد و کد و جواب | مورخ چنان باید و ہم کتاب

پے سال بردم بحق التجا
بیامد کہ تاریخ محمود ما
۱۳

۲۔ دیگر

(از مولانا محمد فخر شاہ خان صاحب اختر امروہوی مدرس مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ)

ہست عجبے بہا تذکرۂ طیبہ | آئینۂ حق نما تذکرۂ طیبہ
حضرت محمود باز زندہ کرد بہ | آیت بصیرت فزا تذکرۂ طیبہ
اہل سند اگر اہل زمنہ را نگر | ہست گران چون دُکا تذکرۂ طیبہ
لیک بہ پیشِ کرام ہست گرام | تحفۂ دلکش تذکرۂ طیبہ

کردست طبع ہم اختر کج مج رقم
۱۳ ۳ ۵۱

رنگ بہار بقا تذکرۂ طیبہ
۱۹ ع ۳۲

۳- دیگر

حضرت محمود احمد نے لکھی تاریخ کیا — جس کا ہر فقرہ ہے بیش و بہا عقد گہر
کاوش طبع رسا پر آپ کی صد آفریں — جس نے کی جلوہ نما یہ دلربا عقد گہر
جدول بحرِ حقیقت ہے ہر اک اس کا بیاں — اور ہر اک مضمون ہے اس کا دلکشا عقد گہر
ہے محقق تذکرہ اسلاف کا یہ کیا عجب — گر کریں اہل ذکا اس پر فدا عقد گہر

لکھ دیا اختر نے سال اختتام اس کا عجیب

واہ وا تاریخ امروہہ ہے کیا عقد گہر
۱۹ ۶ ۳۲

۴- دیگر

(از خامہ جناب مولوی سید حبیب احمد صاحب تقی کاظمی امروہوی)

مرحبا اے اثر نگار وطن — یعنی محمود احمد علام
حبذا اے گل بہار چمن — کہ ز بویت معطر است مشام
چہ کتابے نوشتہ لاریب — فیہ ذکر لسابق الایام
بری از نقص پاک ہست از عیب — قلت ھذا کتاب لا لہام
ہر عبارت چہ عبرت آموزست — ہر مقالت چہ پند گوئے انام
گاہ دمساز و گاہ دلسوزست — چہ سباق ست وچہ سیاق کلام
حال اہل وطن بیاں کردی — از زبان قلم بشرح تمام
رازہائے چمن عیاں کردی — مایہ خاص را نمودی عام

از حد خود قدم برون ننهد — قلمت را بدست تست زمام
شهسواریست چارسو بجهد — نکند خوف لغزش اقدام

ای زہے ہمت جزاک اللہ — وہ چہ کار بزرگ کرد تمام
ای سخی جرأت جاک اللہ — شاد باشد دلت بہ نیل مرام

چوں بریں مصرعہ نظر کردم — "کار دنیا کسے نہ کرد تمام"
پس دریں قطعہ مختصر کردم — بیشتر زیں مرا اگرچہ کلام

بہر مرا فکر سال طبع نفیس — کہ سرچشم زیب داد پیام
خامہ بردار و اے افق بنویس — آفتاب سپہر ذکر کرام

۱۹ ۶ ۳۲

۵۔ دیگر

ولہ

(مولف تاریخ امروہہ کی زبانی)

مری زباں سے سنو داستانِ امروہہ — کہ میں ہوں ایک فصیح اللسانِ امروہہ
مرے جگر میں ہے نقشِ نشانِ امروہہ — مری نظر میں ہے تصویرِ شانِ امروہہ
مرا بیان ہے عمدہ بیانِ امروہہ — مری زبان ہے گویا زبانِ امروہہ
مجھی سے کہنہ روایات ہونگی اب تازہ — کہ میں ہوں محرمِ رازِ نہانِ امروہہ
ہر ایک کوچہ و برزن کی خاک چھانی ہے — ملا ہے جب اثرِ رفتگانِ امروہہ
خوشی ہے ایک طرف دوسری طرف افسوس — جو دیکھے مرد و تاریخِ داستانِ امروہہ
جھلک بھی شانِ سلف کی کہیں خلف میں نہیں — بدن تو باقی ہے نکلی ہے جانِ امروہہ
اٹھو! اٹھو! کہ زمانہ بدل گیا بالکل — سنو! سنو! کہ نہیں اب وہ شانِ امروہہ
خدا کے واسطے حتیٰ یغیروا پڑھ کر — بجوشِ ہوش اٹھو! ساکنانِ امروہہ

نہیں تم اہل وطن سے اگر رہے غافل — ملے گی خاک میں سب عزّ و شانِ امروہہ

جو زندہ رہنا ہے تجھکو تو سن بگوشِ ہوش — میں تجھ سے کہتا ہوں اے نوجوانِ امروہہ

تو اپنے حال کو خود عزمِ مستقل سے بدل — رہے گا تا بہ کجا نوحہ خوانِ امروہہ

اگر ہے دعوے اسلام تجھکو اے مسلم — تو دیکھ حالتِ اسلامیانِ امروہہ

سلف پہ فخر نہ کر حالتِ خلف کو دیکھ — کہ پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے شانِ امروہہ

سوے ترقی و اصلاح زود مائل شو — بگیر دستِ فسردہ ماندگانِ امروہہ

میں اسکے بعد یہ مژدہ تجھے سناتا ہوں

کہ زیبِ بزم ہوئی داستانِ امروہہ

(قطعہ تاریخ)

ادیبِ کامل محمود احمد عباسی — کہ شانِ اوست تجلّی شانِ امروہہ

بدل بداشت خیالِ فروغِ اہلِ وطن — چراکہ اوست ہم از قاندانِ امروہہ

نوشت تذکرۂ اہلِ علم و فضلِ وطن — ز ہر قبیلہ و ہر خاندانِ امروہہ

کتاب ہست کہ لبریز جامِ آبِ حیات — شدند زندہ ازو مُردگانِ امروہہ

کتاب نیست نہ زمزم پیامِ بیداریست — بخدمتِ ہمہ خوابیدگانِ امروہہ

بچشمِ فکر و بصیرت مطالعہ بکنند — بہ لُبشنوند ہمہ ساکنانِ امروہہ

نوشتم از سرِ الحمد این سنِ ہجری — عجب عقدہ کشا داستانِ امروہہ

سنین عیسوی طبع این کتاب افق

بگو چہ تذکرۂ کاملانِ امروہہ

ولہٗ

امروہہ آنکہ در جہاں بلدۂ نیک نام ہست — مرکزِ اہلِ علم ہست مرجعِ خاص و عام ہست

آمدہ از جوانب و ہر اعاظمِ کرام — گرد وطن درین مقام زانکہ خوش این مقام ہست

زآلِ نبی ہاشمی وز شرفائے اہلِ دیں — در ہمہ فارس و عرب مشتہر از دوام ہست
آنکہ محقق است در تذکرہائے و در سیر — مژدہ کہ او مبیّنِ حالت ایں مقام ہست
تذکرۃ الکرام شد نام شریف ایں کتاب — زانکہ دریں کتاب ثبت تذکرۂ کرام ہست
مدح مصنفِ کتاب نیست چو در خورِ بیاں — قطع کلام کردہ ام گرچہ مرا کلام ہست

سال طباعتش اُفق گو بحروف نقطہ دار
واہ چہ زیبِ بزمِ دہر تذکرۃ الکرام ہست
۳۱ ۲ ۱۹

۷۔ دیگر

(از خامہ جناب مولوی سید محمد عبادت صاحب نقوی کلیم خلف جناب مولوی سید اولاد حسن صاحب مجتہد متخلص بہ سلیم)

واہ کیا کہنا لکھا خوب ہی حالِ اسلاف — حسنِ تالیف ہوا آپکا ظاہر جس سے
ایسے پیرایہ میں کی پیش عروسِ تاریخ — اب تک اربابِ حقایق رہے قاصر جس سے
کس کی قدرت کہ لکھے وصف کتابِ محمودؔ — ہوگئے ہیچ زمانے کے نوادر جس سے
روحِ نو جس نے سیادت کے جسد میں پھونکی — ہوگئے جمع شرافت کے عناصر جس سے

الغرض ہے وہ گرانقدر یہ تالیف کلیمؔ
منکشف ہوگئے اسرار اکابر جس سے
۱۳ ۵

۸۔ دیگر

(از طبع جناب سید سالم حسین صاحب قمر نقوی از اولاد دیوان سید محمود)

جہانِ فانی میں کسی کو نہ ایسا صاحبِ کمال دیکھا — کہ جیسا محمودؔ احمد ہم نے مورخ بے مثال دیکھا
لکھی ہے تاریخ وہ انہوں نے کہ جسکا ہر باب ہے حقیقت — جہانِ امروز کے لیے ایک نسخۂ بے مثال دیکھا
بلا کدورت بلا عداوت بلا رعایت بلا مروت — بلا تعصب لکھی گئی ہے جو ہم نے کرکے خیال دیکھا
جو شجرہ ازبر تھا ایک مورخ کو صاف صاف اسمیں لکھ دیا ہے — نہ خوفِ کنبہ کچھ کیا ہے نہ رنجِ قوم کا ملال دیکھا
زراہِ سچ زیادہ میں لکھ سکونگا ہی مجھکو افسوس اسکا قمرؔ — کہاں تخیل کی جانچ کی ہے کہاں یہ حسنِ کمال دیکھا

میں فکر تاریخ میں تھا بیٹھا کہا یہ ہاتف نے لکھ یہ سالمؔ
کبھی نہ دیکھا تھا ایسا نسخہ وہ نسخہ بے مثال دیکھا

۹۔ ولہٗ

درایت کا، روایت کا، طریقت کا، شریعت کا　　یہ منبع ہے، یہ مصدر ہے، یہ معدن ہے، یہ مخزن ہے
کہیں ہیں حال کے جلسے، کہیں ہے قال کی محفل　　کہیں بزم سخنداں ہے، کہیں رزم تہمتن ہے
نسب کے سلسلے عالی، حسب کے ہیں بیاں اعلیٰ　　کہیں فخر مراتب ہے، کہیں ذکر نشیمن ہے
مقابر کے مرقعے ہیں کہیں نقشے مساجد کے　　کہیں قلعہ کا فوٹو اور کہیں قصر مزین ہے
عجب طرز بیاں لطف سخن سبکی سے مملو ہے　　کہیں اہل سخن کے واسطے تصنیف گلشن ہے
مصنف اس کا ہے محمود احمد فاضل عباسی　　محقق ہے، مدقق ہے، مورخ صاحب فن ہے

ہوئی تاریخ کی جب مجھکو بولا یہ ہاتف
لکھو سالمؔ یہ کیسی بے بہا تاریخ احسن ہے

۱۰۔ دیگر

(از خامہ جناب صوفی نور اللہ صاحب صدیقی تخلص عیش امروہوی)

چھپیں تاریخیں امروہہ میں کیا کیا　　لکھا بھی لکھنے والوں نے سب اچھا
ہمارے رنگ کی تاریخ لیکن　　نہیں نکلی بہت ہی دیکھا بھالا
نسب کا کچھ تفاخر تھا کسی میں　　کسی میں رطب یابس بھر رہا تھا
کسی میں دولت و حشمت کا اظہار　　کسی میں شیخ اور سید کا چرچا
خدا والی جماعت کا کسی میں　　نہ چرچا تھا نہ کوئی تذکرہ تھا
اگر کچھ حال لکھا تھا کسی میں　　تو وہ لکھنا نہ لکھنا ایک سا تھا
تمناؤں سے دل کی یہ تھی　　کہ ہو کوئی مورخ ایسا پیدا
کہ جو سوتے ہیں یاں شیخ و مشائخ　　کیے ہیں ظاہرا دنیا سے پردا

لکھے تحقیق سے سب اُنکے حالات | ادب ملحوظ رکھے دل بیا رکا
خدا کا شکر اب حسرت بر آئی | ہمارا چہن گیا گلشن تمنا
شرف محمود احمد کو ملا یہ | خدا نے انکے سر پر باندھا سہرا
بڑی خوبی بڑی تحقیق کے ساتھ | محبان خدا کا حال لکھا
لب و لہجہ ملایم اور زباں صاف | بیاں ہر اک تعصب سے مبرا
ہمارا آئینہ ماضی کی تصویر | کھنچا ہے صاف امروہہ کا نقشا
جو باتیں ہیں وہ ہیں موتی کی لڑیاں | جواب اس کا کوئی کیا لکھ سکے گا
وہ نادر تذکرہ ہے جس کو پڑھکر | زبانِ مدعی ہے بند گویا

دعا مانگو خدا سے عشق تم بھی
کہ اس تاریخ یا محمود بارا
۱۴ ۱۴۳
۱۱۰ دیگر

(طبعزاد شاعر خوش بیان منشی محمد شبیر خاں شبیر امروہوی)

یہ تاریخ امروہہ فی الواقعی | جو محمود احمد نے تالیف کی
بصد جہد و کوشش بصد انتظام | بصد صرف خویش و دریا دلی
دیا شہر کا اپنے نقشہ اتار | پرانی عمارت دکھا دی نئی
قلم سے وہ مردوں کو زندہ کیا | کہ زندوں کی زندہ ہوئی زندگی
زمانہ پہ ہے قابلیت عیاں | وہ کی جس کی ہم کو توقع نہ تھی
وہ تاریخ لکھی عجیب و غریب | کہ ہر یہ وہ دشمن نے بھی داد دی
ہوئے پڑھ کے ششدر عقیل و فہیم | تحیر میں آئے فصیح و ذکی
لیا جو شرافت صداقت سے کام | ہوئی جنس معلوم کھوٹی کھری
جو کہانے تھے وقت اور چھپانے تھے عیب | ہوئی ان کی جب اس میں پردہ دری

تو جل جل کے کیا کیا نہ جلے کیے
کہ تصدیق اصل شرافت ہوئی

حسد نے عداوت سے یا بغض سے
مقابل پہ آئے اگر مدعی

تو تصدیق دعوی کی کر کے دکھائے
وگرنہ یہ ڈگری نہ ہوگا کبھی

کرے بے خطا کو خطا وار جو
خطا اصل کی یا خطا نسل کی

کہیں خاک ڈالے وہ چھپتا ہو چاند
ہو جس چاند کی ملک پر روشنی

نہیں گو ہزاروں کی لاکھوں مگر
جواب اس کا تہا ہیں یہی خامشی

یہ تاریخ امروہہ نادر کتاب
نہ مٹے سے ہرگز مٹے گی کبھی

یہ وہ شے ہے جو قدر دانوں کے گھر
تبرک کی صورت رکھی جائے گی

نہ ہو گی اب اور اس سے بڑھکر کتاب
لقب ہے لکھا کردیں کوئی

یہ کارِ نمایاں، یہ سعی بلیغ
ہر اک شخص کی اتنی ہمت نہ تھی

یہ محمود احمد رہی یادگار
بفضل خدا حشر تک آپ کی

خدا اُس کی محنت کا دے تم کو پھل
رہے شاخ اُمید پھولی پھلی

کیا غور میں نے جو تاریخ پر
تو شبیر ہاتف نے آواز دی

کہ تیرہ سو پنچاس ۱۳۵۰ ہجری ہیں سال
اور انیس سو بتیس ۱۹۳۲ ہیں عیسوی

۱۲ دیگر

(از تاریخ افکار جریدی تو ری سید محمد جل خاں نقوی تجلی امروہوی بنیرہ سید علی اعظم خاں کٹہریاں والے)

لائق و فائق دفتر بد العصر
وہ محقق مورخوں کے امام

یعنی محمود احمد عباسی
جن کا ہے نامی وگرامی نام

آپ نے خدمتِ وطن کے لیے
مرحبا کیا کیا ہے نادر کام

کی وہ تالیف لاجواب کتاب
جس نے بخشی انھیں حیاتِ دوام

یعنی تاریخ شہر امروہہ
ہے جو ہر طرح واجب الاکرام

جس کے مضمونِ پاک کی شرحیں ۔۔۔ علما و مشائخ اسلام
بحرِ تحقیق کا دُرِ یکتا ۔۔۔ حرف حرف اُس کا اور کلام کلام
ہیں مضامین قاطعِ شبہات ۔۔۔ اور عبارات دافعِ اوہام
سطر ہر ایک پیکِ بیداری ۔۔۔ لفظ ہر ایک آگہی کا پیام
حرف ہر ایک رشکِ مہرِ مبیں ۔۔۔ نقطہ ہر ایک مثلِ ماہِ تمام
نثر جس کی سلیس و معنی خیز ۔۔۔ ردکشِ نظم، صاف بے ابہام
ہے مولف کے ہاتھ میں گویا ۔۔۔ فرسِ معنی و ادب کی زمام
چونکہ اس بے بہا کتاب میں ہے ۔۔۔ ذکرِ اسلاف درج نام بنام
اس لیے اس یمِ معانی کا ۔۔۔ نام رکھا ہے "تذکراتِ کرام"
ماشاء اللہ یادگارِ سلف ۔۔۔ حبذا نادر و عجیب کلام
کیا تعجب رکھیں جو اہلِ نظر ۔۔۔ نام اس کا صحیفۂ الہام
سعی کی حضرتِ مولف نے ۔۔۔ خوب لیل و نہار و صبح و شام
کر دیا خدمتِ وطن کے لیے ۔۔۔ وقف سب اپنا راحت و آرام
مگر افسوس! شہر والوں سے ۔۔۔ کچھ نہ پایا صلہ بجز دشنام
سچ ہے "سچ بات تلخ ہوتی ہے" ۔۔۔ راستی کا بجا ہے حنظل نام
متعصب کہا کبھی اُن کو ۔۔۔ کبھی حق پوش و کا ذب و خودکام
بددیانت کبھی کبھی طماع ۔۔۔ الغرض ہر طرح کیا بدنام
باوجود ان تمام باتوں کے ۔۔۔ تھا مورخ کو اپنے کام سے کام
مرحبا ہمتِ فلک فرسا ۔۔۔ حبذا جزم و عزمِ بحر آشام
تھا وہ انسان کہ کوہِ استقلال ۔۔۔ خامشی ہی رکھا شعار مدام
دشمنوں کے مقابلہ کے لیے ۔۔۔ صبر اور خامشی کی تھی صمصام

صبر کا پھل وہی رہا میٹھا　　نہ بنا کچھ مخالفوں کا کام
چاند پر خاک ڈالنے والے　　اپنی ہرزسی میں رہے ناکام
حق تو یہ ہے کہ ہو کے حق کے خلاف　　پا نہیں سکتے اہلِ باطل نام
الغرض جو ضرر رسانی کا　　حاسدوں نے بچھا رکھا تھا دام
اسکے پھندے تمام ٹوٹ گئے　　نہ چھپنا کچھ شکار جبر الزام
کردئے حامیانِ باطل نے　　اپنے حالات آپ طشت ازبام
بال بیکا نہ کرسکا کوئی　　ہوگئے اُلٹے آپ ہی بدنام
رنگ لاتی نہ کیوں بداعمالی　　ہے بُرے کام کا بُرا انجام
الغرض چھپ چکا یہ تذکرہ جب　　بکمالِ سعادت و فرجام
طالبِ سال دیکھ کر مجھ کو　　مُلہمِ غیب نے دیا پیغام

اے تجمل بلا تامل لکھ

ہے جو تن یہ تذکرہ الہام

۱۳ - دیگر

(نتیجۂ افکار گرامی جناب منشی ببے خاں صاحب سرخوش رامپوری استاذ فارسی گورنمنٹ ہائی سکول آگرہ)

میر محمود احمد عباسی　　ہیں زمانہ میں آپ اپنی مثال
فاضلِ بے بدل ادیب اریب　　صافی المشرب آئینہ تمثال
یکہ تازِ جہان یگانۂ عصر　　کوئی ان کا نہیں نظیر و ہمال
غیر مرعوب اک مورخ ہیں　　صادق القول و صادق الاعمال
آدمیوں سے پٹ رہے یوں تو جہاں　　لیکن ایسے ہیں لوگ خال ہی خال
لکھی تاریخ اہلِ امر و جہد　　پوست کندہ لکھا ہے سب کا حال
رہنمایانِ راہِ عرفان کا　　ایسے انداز سے لکھا احوال

کہ ہزاروں برس کے مُردوں کو — از سرِ نو دیا جلال و جمال

پھونکی بوسیدہ استخواں میں روح — کیا مستغنی از فنا و زوال

بد تمیزی سے ہم زمانہ کی — کیا نہ کہاری کا ایک سا تھا حال

سب تھے مخلوط ادنیٰ اور اعلیٰ — کچھ نہ کھلتا واقعی احوال

ایک ناؤ پہ تھے وضیع و شریف — تھے برابر اکاس اور پاتال

شیر بکری کی ایک حالت تھی — پہن لی تھی گدھوں نے شیر کی کھال

بعض اجلاف شہر اور شریف — شیخ سید مغل پٹھان کلال

عربیت کے مدعی بن کر — دوڑتے تھے یہاں چہار نعال

آپ نے یہ بڑا کیا احساں — چھیل ڈالی تمام باغ کی چھال

دودھ پانی کی سعی پیہم سے — کر دی ازہم دگر جدا پنسال

کر دیا ایک ایک بند جدا — مکر کا جو پھیلا رکھا تھا جال

خلط ملط اب ہو گا نسلوں میں — اب کوے چلیں گے ہنس کی چال

ہے یہ تاریخ قلعۂ سنگین — بہرِ اقوام ہے مبارک فال

اپنی حد پر رہیں گے سب قائم — پیش قدمی کی اب نہ ہو گی مجال

دے نہ سرخوش سروش کو زحمت — کہ شمارہ کی تو سبیل نکال

کی ہے حد بندی جو کہ قوموں کی

کہہ دے۔ تاریخ حسب حال کمال

۱۳۱۰ھ دیگر

منجانب شیخ مفتاح الدین احمد صاحب صدیقی ستمرا دہلوی

مولوی محمود احمد صاحب نیکو سیر — مخزنِ ادب حسن ہے جنکا قلبِ صفا

خوب ہی تحقیق سے تاریخ امروہہ لکھی — واہ کیا کہنا ہے ان کا مرحبا صد مرحبا

خواب غفلت سے ذرا اہل وطن بیدار ہو
دو نہیں سنت میں عبرت سے بچے چونک پڑو

چشم عبرت کھول کر دیکھیں یہ رنگ انقلاب
کیسے تھے اسلاف اور اخلاف کا کیا حال کیا

مجھکو یہ امید ہے اے نوجوانان وطن!
موجب تذکیر ہوگا آپ کو یہ تذکرہ

دوسرا حصہ چھپ گیا ہے حصۂ اول کے بعد
تیسرا حصہ بھی جلدی طبع ہو یہ تذکرہ

ہے یہ سال طبع بھی عنوان بھی مسلم کہ اب
چھپ گیا تاریخ امروہہ کا حصہ دوسرا
۳۱ ۲ ۱۹

دیگر

از جناب حبیب احمد خاں صاحب عشق امروہوی برحصہ دوم

شان امروہہ چوں گشتہ عیاں
کہ عجب ز جہانبانی داشت

بجگر سوزی محمود احمد
کہ باخبار فراوانی داشت

کرد تاریخ وطن روشن بود
کز جہاں جلوۂ پنہانی داشت

سال طبعش بخضر گفت
گفت تذکرہ بزر بانی داشت
۲۲ ۴ ۱۹

دیگر

از طبعزاد عزیزی محمد فاروق صاحب فاروق صدیقی امروہوی

حاوی فخر زماں مولوی محمود احمد
جوہر قابل و سرمایۂ صد علم و ہنر

حق سے تھا جذب نہیں حق کی حمایت کیلیے
آستیں میں گل فاروق کے معنی مضمر

ہی نظر آتے جب امروہہ کی تاریخ پہ جب
آگیا سامنے اک قابل نفریں منظر

نور حق ظلمت باطل نے چھپا رکھا تھا
شہر کی کیفیت اصلی تھی مفقود نظر

جرم سیمیں پہ تھا سونے کا ملمع گویا
زاغ کی دم میں رکھی تھی طاؤس کے پر

بحر احساس میں یک لخت تلاطم اٹھا
کشتی خاطر ناشاد ہوئی زیر و زبر

دستگیری ہوئی توفیق خدا سے ایسی
باندھ لی آپ نے تاریخ کے لکھنے پہ کمر

مدتوں شہر کے حالات بہم پہونچائے　　نسب اہل کی تحقیق رہی پیش نظر

حق کو باطل سے کیا آپ نے اس طرح جدا　　تیغ کر دیتی ہے جس طرح جدا جسم سے سر

دور کی آپ نے زرگر کی طمع سازی　　مدروشن کو کیا ابر سیہ سے باہر

نہ کیا خوف کوئی بحر کی طغیانی کا　　طبع غواص نے چن چن کے نکالے گوہر

خوب تالیف کیا تذکرہ اہل کمال　　اہل امروہہ کے حالات بہم پہنچا کر

انہیں حالات نے اب پائی کتابی صورت　　سامنے آئے طباعت کا پہن کر زیور

مرحبا شان تفقہ کہ نہیں جس کی نظیر　　جیّد ارنگ تجسس کہ ہے دنیا ششدر

بات اصلی کوئی پردے میں رہے باقی　　کھل گئے شہر کی تاریخ کے اصلی جوہر

قدر کی چیز ہے یہ قدر کرے گی دنیا　　سر تسلیم جھکائینگے تمام اہل نظر

ایسی تحقیق سے لکھی نہ گئی کوئی کتاب　　ایسی تدقیق کسی کو نہ ہوئی یہ نظر

ہر سخن ساز کو ہے دعوت اظہار کمال　　آئے اور اپنی بصیرت کے دکھائے جوہر

ہاں حسد کے لیے میدان عمل ہے خالی　　آج تک اہل صفا کو نہ ہوا جس سے مفر

جستجو یوں ہوئی تاریخ کی جب صادق کو

دل میں آیا ”دورِ ہے تذکرۂ اہل ہنر“

دیگر

(از مولوی منشی یسین احمد صاحب صدیقی متخلص بہ عطا امروہوی)

جب اب یکتے ہیں آپ اُجڑا　　یہ امروہہ گلستان علم کا تب

یہاں کے رہنے والے صاحب فہم　　یہاں گھر گھر تھا علم و فن کا چرچا

یکایک چل گئی باد جہالت　　کہ جس سے بگڑا امروہہ کا نقشا

ہوئی یہ اہل امروہہ کی حالت　　نہیں معلوم ہم ہیں کون اور کیا

وہ اک امروہہ کے فاضل محقق　　کہ ہے محمود احمد نام جن کا

یہی ہیں صاحب تعلیم تحقیق ؎ انہیں کا ایک عالم میں ہے شہرہ
وہ اہل علم بھی اہل عمل بھی زبان شیریں سخاوت اُن کا پیشہ
غرض مالک کے ہیں حسن خلق کے وہ مروت اُن کی آنکھوں سے ہے پیدا
ہے درد قوم کا بھی انکو احساس کیا کرتے بھی ہیں فکر مداوا
تردد اُن کو جب آٹھوں پہر ہو نہ مٹ جائے شرافت کا نتیجہ
بہت کرنی پڑی گو اُن کو محنت رکہا باقی نہ کوشش کا دقیقہ
نسب محفوظ سب کے ہو گئے اب لکھی وہ آپنے تاریخ اعلےٰ
دُرِ مضمون کی اللہ رے تابش نگاہیں پڑتے ہی ہوتی ہیں خیرہ
ہوئی مجکو صبا جب فکر تاریخ کہا ہاتف نے لکھدے فکر ہے کیا

بفضل حق صبا ہر عیب سے یہ
ہوئی تاریخ امروہہ مبرا
۱۹ ۴۶ ۳۱

دیگر

(از جناب منشی احمد حسن صاحب واصل امروہوی)

ہے تاریخ امروہہ کان حقیقت حقیقت شناس اسکی رکہتے ہیں لفت
وہ جسکے مولف ہیں محمود احمد جو بے شبہ ہیں رازدان حقیقت
جو اہل نظر کو ہے بستان فرحت شگفتہ ہے مانند گلزار جنت
کہیں عالموں کی لکھی شان و عظمت کہیں عارفوں کی دکہائی کرامت
مشرح دکہائی شریعت کی محفل کہیں صوفیوں کی ہے بزم طریقت
بزرگان اقوام آئے کہاں سے مدلل بیان کی ہے اس کی حقیقت
کہیں شان عباسیوں کی دکہائی رقم کی بنی فاطمہ کی بھی عظمت
کسی جا پہ صدیقیوں کی صداقت کسی جا پہ فاروقیوں کی عدالت

جو دل میں [illegible] جو اعلیٰ ہیں علی — لکھا من وعن سب کو بے رد و رعایت

وہ سید تھے جو حقیقت میں سید — عیاں کر دکھائی سب انکی حقیقت

بہت شاق گذری انہیں حق بیانی — کہ رخصت ہوئی ان کی ساری سیادت

نتیجہ کا جس نے بھی تہا روپ بدلا — نتیجہ میں اس نے اٹھائی ندامت

تعصب کو ہرگز نہ دل میں جگہ دی — مولف کی ہر بہت بازی کی نیت

مولف کے مداح ہیں پاک باطن — تہ دل سے کرتے ہیں سب ان کی عزت

جو مفسد ہیں کرتے ہیں شکوہ شکایت — جو [illegible] ہیں [illegible] ہیں سب [illegible]

نسب نامے ہر قوم کے ہیں مہیا — [illegible] کے [illegible] کی [illegible]

کہوں کیا میں تاریخ آمرو ہہ کیا ہے — [illegible] بیاں [illegible]

ہے انیس سو سال بتیس کا دوراں — کہ جس میں ہوئی ختم [illegible] کتابت

دعا ہے یہی لب پہ [illegible] ہر دم

خدا دے مولف کو عیش و مسرت

دیگر

[illegible] جناب [illegible] سید [illegible] آمرو ہوی [illegible]

[illegible]

[illegible] — [illegible] گشت [illegible]

[illegible] کو یہ [illegible] — [illegible] کی [illegible] حقیقت

[illegible] تاریخ امروہہ [illegible] — [illegible] حقیقت

[illegible] — [illegible] حقیقت

[illegible] کی ہوئی [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible] حقیقت

وہ نغمہ وہ دربت کی وشو [illegible]   جو ہے منزل مقصد خواب حقیقت

کیا تم نے ملے اسکو ان خوبیوں سے   کہ ہے مرحبا بر زبان حقیقت

بجا ہے کہ تم نے نسب کے شجر کی   بنائی ہے اک ترجمان حقیقت

فلک اس کا ہفت آسمان معارف   زمیں اس کی ہے آسمان حقیقت

جو الفاظ دُر ہیں تو معنی جواہر   یہ تاریخ ہے بحر و کان حقیقت

ہراک اس کا نقطہ ہے نجم ہدایت   ہراک سطر ہے کہکشان حقیقت

وہ اقروبہ جو معدن علم و فن تھا   وہ سب مرقد کاملان حقیقت

مرقع ہے عبرت کا اب سربسر یہ   ہراک قبر ہے نوحہ خوان حقیقت

کسی وقت یاں مجمع اولیاء تھا   بنا تھا یہ جنت نشان حقیقت

کہیں جمع تھے یاں شجاعان غازی   مثبت یہ کشورستان حقیقت

قصص اُن کے تحریر ایسے کئے ہیں   نہیں ہو یہ عبرت نشان حقیقت

رفعانہ بہار (۱۳۲۹) اس کو کہئے مجازاً   کہ ہے ماجرائے قران حقیقت

بزرگوں کو اپنے بھلا دینے والو!   [illegible] ہے نشان حقیقت

فلاں اور ابن فلاں کا ہے   [illegible] نشان حقیقت

کسوٹی ہے یہ نیک و بد کی نسب میں   [illegible] حقیقت

نسب جن کے مجہول ہیں یا در لیں   [illegible]

وہ قطاع راہ نسب ابکاں ہیں   [illegible] حقیقت

کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا   [illegible] نقد و جان حقیقت

قلم کی وہ آزاد و بیباک جنبش   [illegible] حقیقت

قلم [illegible] اسفار سے ہیں   [illegible] ترجمان حقیقت

[illegible]   [illegible] حقیقت

زمیں نظم سنگین، قافیہ تنگ اور بہ تقرا لیط — مضیق شعر میں ہر اب دُرستی کی سندوی

جو سال ہجرت نبوی پہ عدلی نے توجہ کی

ندا ہاتف نے دی فوراً یہ ہے "تاریخ محمودی"

دیگر

(حضرت مولوی حیات احمد صاحب عشرت خلف و تلمیذ خان بہادر صدیقی امروہوی)

کروشکر بس کا جو معبود ہے — چھپی اب وہ تاریخ محمود ہے

غرض ہے نہ کچھ خواہش سود ہے — مئے دو وطن صرف مقصود ہے

سے سخت دل پڑھ کے ہوتا ہے نرم — نہاں اس میں کیا لحن داؤد ہے

زمانہ کی نظروں میں محمود ہے — لکھی ایسی تاریخ مسعود ہے

خیالِ بشر سے جو مفقود ہے — وہ تاریخ میں حال موجود ہے

مثال اس کی لکھنا کٹھن ہے بہت — ارے مدعی رشک بے سود ہے

بری ہے تعصب سے یہ — جو حالِ سلف اس میں موجود ہے

وہ بے عیب تاریخ لکھی ہے یہ — زباں نکتہ چینوں کی مسدود ہے

مجھے فکر تاریخ تھی کیا لکھوں — صفت اس کی تو غیر محدود ہے

یہ آئی ندا ہاتفِ غیب کی

بہت خوب تاریخ محمود ہے

۱۹ ۶ ۳۲

دیگر

(نتیجۂ فکر مولوی عبدالحق صاحب حقی خلف حکیم اسرارالحق صاحب شوقی صدیقی مرحوم)

تمنا تھی کوئی ہو ایسا مخزن — کہ جس سے ہاتھ آئے دُرِ مقصود

ہو جس سے موجزن دریائے غیرت — ہو جس سے گم گشتہ احساس موجود

زباں وہ کہ ہے "کنز مخفی" کی کنجی   قلم وہ کہ ہے راز دانِ حقیقت

قلم کا وہ اعجاز! اللہ اکبر   زباں کا وہ سحر بیانِ حقیقت

کہیں ذکر ہے بزم عیش و طرب کا   کہیں جلوہ گر شاہدانِ حقیقت

کہیں گرم عشرت کدے قال کے ہیں   کہیں حال ہے قصہ خوانِ حقیقت

وہ کیا ہے یہ تصنیف جس سے مملو   فصاحت، بلاغت، بیانِ حقیقت

وہ کیا ہے جو موجود اس میں نہیں ہے   وہ بس ایک ہی ہے بیانِ حقیقت

مصنف ہے نیکو سیر کون اس کا   وہ محمود ہے نکتہ دانِ حقیقت

لکھا ہے یہ "سالم" کے مصرعہ پہ میں نے   کہ وہ بھی ہیں تاریخ دانِ حقیقت

۱۳۴۹ .... ۱۹۳۰

(تلاشِ حقیقت) جو تم نے بہت کی   بنا دے بہار ارمغانِ حقیقت)

یہ ہے دبستانِ تاریخ امروہہ عالی (۱۹۳۰)   کھلا جس سے بندِ زبانِ حقیقت

ایضاً بطرز دیگر

تعالی اللہ! کیا تاریخ امروہہ لکھی ہے یہ   ہم آہنگ جناب جبری و قاضی مسعودی

ہماک اللہ اے محمود عباسی صاحب دل   بہت ہی شائق حالات سلف کی [illegible]

جزاک اللہ اے صاحب کمال خوش سیر خوش گو   کہ ہے مد نظر اہل وطن کی تم کو بہبودی

حیات تازہ بخشی ہے تم نے ان بزرگوں کو   جو غائب خلقت کی تھے غریق قعر نابودی

چھپی گرد گمنامی میں ہی تھی بزرگوں کی   [illegible] ان کا دامن ہو کہ جیسے نوح کو جودی

عجب زور قلم ہے ان کا اظہار حقائق میں   خوشامد ہے کسی کی اور نہ ہے منظور خوشنودی

مجالس لشکر ہے سبق الحق مرؒ کا   کہ آتی ہے نظر کا شمش ہیں ان کی مردودی

قبائی اور دعوائے قریشیت! یہ کیا معنی؟   نظر آتی ہے اے اللہ تیری شان معبودی

سبق ہے دوسرا انساں کے بیجا تفاخر پر   کہ جس سے ہے عیاں شان محمدی کی مسعودی

ہوں جس میں عالموں کے کارنامے　　ہو جس میں اولیا کا حال مسعود

یکایک غیب سے ہاتف نے لے ذوق

ندا دی یہ سبب کی تاریخ محمود

۵۰　۵　۱۳

دیگر

از نتائج افکار عزیزی دلی محمد صاحب عاقل صدیقی برادر زادہ جناب حافظ شاہ ممتاز حسن صاحب

یہ ہے محسن ہیں حضرت محمود　　خوش بیان خوش خصال ماہر فن

ذکر انساب لکھا ہے مشکل　　ہو گئے شاد سب دل اہل زمن

فکر تاریخ جب ہوئی عاقل کو

بولا ہاتف کہ لکھ فروغ وطن

صحت نامہ

تاریخ امروہہ (حصہ اوّل)

پتھر کی چھپائی میں اغلاط کا ہونا ایک عام بات ہے، جو کتابیں خاص اہتمام سے طبع ہوتی ہیں ان میں بھی کثر غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ تاریخ امروہہ (حصہ اوّل) کے مسودہ کا بڑا اجزو قلم برداشتہ لکھا گیا تھا۔ عجلت میں اس کے صاف کرنے کی بھی نوبت نہ آئی۔ اسی مسودہ سے کتابت ہوئی کاپیوں کی تصحیح کا بھی خاص انتظام نہ ہوسکا اس لیے کتاب میں جا بجا غلطیاں رہ گئیں طباعت کے وقت سرسری مطالعہ سے جو اغلاط معلوم ہوئیں ان کی تصحیح فی الوقت کی گئی اور کتاب کے آخر میں ایک نامکمل صحت نامہ بھی شائع کیا گیا مگر نظرثانی کے بعد جو مزید غلطیاں نظر آئیں ان کا صحت نامہ باردگر طبع کر کے تقسیم کیا گیا وہ شاید سب خریداران کتاب کو نہ پہنچ سکا اس لیے اس کتاب تذکرۃ الکرام یعنی تاریخ امروہہ (حصہ دوم) کے آخر میں حصہ اوّل کے صحت نامہ کا شائع کرنا اس وجہ سے اور بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حصہ اوّل کے ناظرین جب اس حصہ کو بھی مطالعہ کریں گے وہ بآسانی حصہ اوّل کی اغلاط کی بآسانی تصحیح کرسکیں گے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
(مقدمہ) ۵	۱۹	انبیولین	بیبیولن
۲	۲۰	دو برس بعد	کئی برس بعد
۲	۲۱	سنہ ۱۸۰۲ء میں بھیجی گئی	سنہ ۱۸۰۹ء میں شائع ہوئی
۵	۲۱	تغلیہ	تعلقیہ
۸	۳	شوزش	شورش
(کتاب) ۱	۴	جمنا کے کنارے	گنگا کے کنارے
۱	۴	کئی کوس دور	بہت دور
۳	۲	سنہ ۲۰۴ قبل مسیح	سنہ ۳۰۴ قبل مسیح
۴	۲۰	علم ریاضی کی الخ	×
۵	۱	سنہ ۵۰	سنہ ۱۲۹
۶	۴	جناب رسالتمآب علیہ وآلہ وسلم	جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم
۶	۵	ن صلی کیں ۵ھ	خلفائے بنی عباس میں خلیفہ المہدی؛ سنہ ۱۶۵ھ
۶	حاشیہ	بلاذی	بلاذری
۶	۲	سیلین	سبتین
۸	۹	سنہ ۱۱۱	سنہ ۲۱۱
۶	حاشیہ	کتاب الانساب	کتب انساب
۱۳	۲ ۸	حسن عبد اللہ	[illegible] عبد اللہ اکبر
۱۳	۴	[illegible] بن محمد	[illegible] بن محمد
۱۳	[illegible]	[illegible] ہیں	[illegible] ہوتے ہیں ماخوذ از حاشیہ ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ
۱۴	۱	قدیم	[illegible]

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۰	حفیه	خفیه
۱۶	۱۰	[illegible]	[illegible]
۱۹	۲ حاشیه	تصرت وهم اگر بعد ازین	نصرت وهم . . . . . . اگر بعد ازین
۲۰	۶	خوننده بخشش	خوننده . . . . بخشش
۲۱	۹	قوش	[illegible]
۲۱	حاشیه	[illegible]	[illegible]
۲۲	۶	[illegible]	[illegible]
۲۳	۱۲	[illegible]	[illegible]
۲۴	۱۷	[illegible]	[illegible]
۲۵	۱۶	[illegible]	[illegible]
۲۶	۱۸	[illegible]	[illegible]
۲۷	۲	[illegible]	[illegible]
۲۸	حاشیه	[illegible]	[illegible]
۲۹	۹	[illegible]	[illegible]
۲۹	حاشیه	[illegible]	[illegible]
۳۳	۱	[illegible]	[illegible]
۳۵	۳	[illegible]	[illegible]
۳۶	۱۲	[illegible]	[illegible]
۳۷	حاشیه	[illegible]	[illegible]
۳۸	۷	[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۸	مصمانیانہ	ضیافۃ
۳۸	۳ حاشیہ	صفحہ ۳۸	۔
۳۹	۵	سنہ ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء	سنہ ۶۵۲ھ / ۱۲۵۱ء
۳۹	۱۰	اور نیو	اور پٹن
۳۹	۱ حاشیہ	صفحہ ۳۹	۔
۳۹	۲ "	حداوت	عداوت
۳۹	۵ "	از معاملا	از معاملات
۴۱	۷	سنہ ۶۹۱ھ / ۱۲۹۴ء	سنہ ۶۹۱ھ / ۱۲۸۹ء
۴۱	۱۴	سنہ ۸۱۲ھ / ۱۴۲۲ء	سنہ ۸۱۵ھ / ۱۴۱۲ء
۴۳	۲	سنہ ۹۳۳ھ	سنہ ۹۲۳ھ
۴۳	۵	خمس وتسمانہ	خمس وتسعمائۃ
۴۴	۱۲	سنہ ۹۳۶ھ / ۱۵۲۹ء	سنہ ۹۳۲ھ / ۱۵۲۶ء
۴۴	۱۹	بہد	بعہد
۴۵	۶	حاکموں کے برسر مقابلہ	حاکموں سے برسر مقابلہ
۴۵	۲ حاشیہ	بطور سیور غال و	بطور سیور غال و مدد معاش لئے ہوئے تھے
۴۶	۱ "	صفحہ ۴۶	۔
۴۷	۲	مولنا عبد الملک بخی	مولنا عبد الملک بخشی
۴۷	۳	دانشمند مولنا سید شرف بن سید خاں	دانشمند بن سید سعید خاں
۴۷	۳ حاشیہ	تعنیات	تعین
۴۷	۸	سنہ ۱۰۲۹ھ	سنہ ۱۰۶۰ھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸	۹ و ۱۰	سنہ ۱۱۲۶ھ / ۱۶۱۴	سنہ ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۵ء
۴۸	۲ حاشیہ	زمیداں جود	زمیداں وجود
۵۰	۱۰	قمرالدین خاں چین بہادر	قمرالدین خاں چین بہادر
۵۰	۲ و ۵	نعینات	متعین
۵۱	۳ حاشیہ	مرفع الحال	مرفہ الحال
۵۱	۴ "	بحقیقۃ حال	بحقیقۃ الحال
۵۲	۱۰	فیض اللہ خاں پسر نواب محمد خاں	فیض اللہ خاں پسر نواب علی محمد خاں
۵۴	۳	سنہ ۱۱۹۳ھ / ۱۷۰۵ء	سنہ ۱۱۹۳ھ / ۱۷۸۰ء
۵۶	۱۴	تعینات	متعین
۷۴	۷	بشارت علیخاں گول	بشارت علی خاں کلال
۷۷	۰	اعبان	اعیان
۷۷	۱۵	کوچ	کوچ کیا
۷۹	۴	آزاد نہ رہیں	آزاد نہ رہے
۷۹	۸	شیخ کلاں بیگ درویش علیخاں مرحوم	شیخ ول میں سے بزرگان درویش علی خاں مرحوم
۸۰	۱	سعد اللہ خاں	سعد اللہ خاں
۹۱	۹	بغض عناد	بغض وعناد
۹۲	۹	البتہ عرصہ تک	البتہ ایک عرصہ تک
۹۲	۱۲	یک دوزخ	ایک دوزخ
۹۲	۳ حاشیہ	یکم ودی بہشت	یکم اردی بہشت
۹۳	۲ "	حال	الحال

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۳	۲ حاشیہ	بائیں	بائیں یا دائیں
۹۳	۵ حاشیہ	زینہ دارد	زینہ وارد
۹۴	۱	جوتہ بر	جوتہ پر
۹۴	۲	المبارکۃ	المبارک
۱۰۲	۷	انہدام	ہدم
۱۰۴	۹	خدمت	خدمہ
۱۰۴	۱۰	شعت بنت	شکست وخت
۱۰۵	۱ حاشیہ	ہرگز صحیح	ہرگز صحیح نہیں
۱۰۶	۳	کتبہ	کتبے
۱۰۷	۱	سنہ ۱۱۸ھ	سنہ
۱۰۷	۸	اس مسجد کو	اس مسجد پر
۱۰۷	۹	[illegible]	
۱۰۸	۴	نے بنا جو حیات خاں حاکم سنبھل کے خسر تھے	حیات خاں جو تتے خاں حاکم سنبھل کے سسر تھے
۱۰۸	۹	انہوں نے تعمیر کریا تھا	انھوں نے اپنے داد کے نام سے تعمیر کرایا تھا
۱۰۹	۱۲	جانب غریب	بجانب غرب
۱۱۳	۱۵	سید اعجاز حسین	سید اعزاز حسین
۱۱۴	۱۲	آرضی	اراضی
۱۲۰	۵	کہ مقام سے	کہ ایک مقام سے
۱۲۲	۱۹	عبدلمنات	عبد منات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۰	۱ حاشیہ	تاریخ اصغری میں انکے منصب کی تعداد چہار صدی لکھی ہے انخ	تاریخ اصغری کے حاشیہ صفحہ ۴۲ پر انکے منصب کی تعداد شش صدی چہار صد سوار لکھی ہے لیکن یہ صحیح نہیں، انکا منصب ہزاری تھا۔
۱۳۱	۹	عالمگیری واقعاً	عالمگیری میں واقعاً
۱۳۲	۱	چو کچھ	جو کچھ
۱۳۲	۲	دُ دکہلے	دو کہلے
۳۲	۷	شگوفۂ گل	شگوفہ و گل
۱۳۲	۳ حاشیہ	شیخ غلام محمد	شیخ غلام احمد
۱۳۲	۴ "	بہت پیشتر سے	بہت پیشتر
۱۳۴	۴	بہ حالت	بہ حالت
۱۳۵	۱۹	چیزوں کی قیمت	چیزیں چڑھانے ہیں جن کی
۳۷	۱۵	انہوں غفلت	انہوں نے غفلت
۱۳۸	۲۱	حقہ بندہ جاتا	حقہ بندھ جاتا
۱۴۳	۱	۱۳۰۱ھ جب	۱۳۰۱ھ میں جب
۱۴۵	۱۸	درس تدریس	درس و تدریس
۱۵۲	۹	۹۲۶ و ۷۱	۹۹۶ و ۶۲
۱۵۳	۳	۴۹۴ و ۲۰	۴۰۳ و ۲۰
۱۵۲	۱۱	چیربن	دامن جیب تن
۱۶۳	۱۸	یہ خطاب	بہ خطاب
۱۹۹	۱۰	البیراز موشی	المیر ق موتی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۸	۱۸	۴۴۴۰۵۰۴ تھی	۴۴۴۰۵۰۴ کل باشندوں کی تعداد میں ۲۹۱۵۶۰ تھی
۱۷۱	۵	اھل البیت	اہل بیت
۱۷۱	حاشیہ	؎۵ خصائص کبریٰ صفحہ ۳	؎۵ حبیب السیر
۱۷۲	۵	والممالك	والمالك
۱۷۲	۱۴	السود والشرف	التودد والشرف
۱۷۲	۱۴	ملزادف المعنی	معروف المعنی
۱۷۲	۱۷	ضاجبۃ الطرب	ضاجبۃ الطرب
۱۷۲	۱۸	المحضر الشریف	المحضر الشرف
۱۷۳	۸	حسنًا ام حسینا	حسینًا ام حسینًا
۱۷۴	۱	(عقلانی)	(عسقلانی)
۱۷۴	۱۷	سید الثاب	سید الشاب
۱۷۴	حاشیہ	ینابع المودۃ	ینابیع المودۃ
۱۷۵	۳	وضوابیہ	وصنوابیہ
۱۷۵	۱۰	فی دوحۃ العلیاء	فی دوحۃ علیاء
۱۷۵	۱۱	الخلافت میرتك	الخلافۃ میزتك
۱۷۶	۱۴	عُلوی	عَلوی
۱۸۱	۱۹	بوونڈ	بودیم
۱۸۴	۶	خرُودہ	جرُودہ
۱۸۴	۱۷	تباجو	قبیلہ تباجو
۱۸۴	۱۸	ہوتی ہیں	ہوتی تھیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱۶	ملقب یہ	ملقب بہ
۱۹۱	۳	انکے فرزند مولنا رکن الدین	انکے پوتے مولنا رکن الدین
۱۹۳	۲	شیخ قطب الدین بن شیخ عطاء اللہ بن شیخ محمد	شیخ قطب الدین بن شیخ نور محمد
۱۹۶	۱۲	وہ قربالا	وہ قد بالا
۱۹۷	۱	جو قوم	جو اُسارا
۱۹۸	۲۰	سبط علی	سبط نبی
۲۰۰	۱۵	خیاط (فارسی)	خیاطا (عربی)
۲۰۶	حاشیہ	قسیٰ سے	قساوۃ
۲۰۸	۱۰	خدمت	خدمۃ
۲۱۵	۱۵	غورسے انہیں	غورسے
۲۱۷	۵	یہی ہے کہ	یہی ہے
۲۲۲	۱۱	اونٹکے گوشت فروش	اونٹکے ذبح کرنے والے
۲۲۷	۲	صفا	ضفا
۲۲۷	۳	ومشی	وشی
۲۳۰	۶	ربیع سکون	ربع سکون
۲۳۳	۲۱	اسطباخ	اصطباخ
۲۴۶	۲۰	برہموں	برہمنوں کے
۲۴۷	۱۱	کس حد مماثلت	کس حد تک مماثلت
۲۴۹	۲۰	تحفۃ الاکرام	تحفۃ الکرام
۲۵۳	۹	لکھی	کبھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۳	۱۵	جزیہ	ترزیہ
۲۵۴	۱	یا قریشی ست	یا قریشی
۲۶۱	۱۷	سید اشرف بن سید خاں	+
۲۶۳	۱۸	اتہام	ایتام
۲۶۳	۴ حاشیہ	زبجۃ المرجان	سبحۃ المرجان
۲۶۴	۸	صوبہ داری الہ آباد نیز	صوبہ داری الہ آباد بجزیہ
۲۷۶	۲ و ۹	شیعت	شیعیت
۲۷۸	۲	مرقوم	مرحوم
۲۸۲	۱۱	شیعت	شیعیت
۲۸۸	۵	الغ خاں الماس بیگ دیتمیوں	الغ خاں الماس بیگ ملک معز الدین دیتمیوں
۲۸۹	۱۴	سنہ ۶۴۲ھ	سنہ ۶۴۱ھ
۲۸۹	۲۰	بارہ برس پہلے	دو ایک برس پہلے
۲۹۲	۳ حاشیہ	اسکے باغات	اسکے علاوہ باغات
۲۹۴	۴	طبعاً	طبعا
۲۹۶	۱۸	زمین معزوزہ	زمین مفروزہ
۲۹۷	۱ حاشیہ	سنہ تاریخ فیروز شاہی	سنہ سراج عفیف
۲۹۸	۱۷	ان پشت در پشت	ان میں پشت در پشت
۲۹۹	۱۳	آئین اکبری سیورغال	آئین اکبری بہ سیورغال
۳۰۱	۱	آراضیات	اراضیات
۳۰۵	۳	آراضیات	"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۸	۵	صدیقیان. ،	صدیقیان
۳۰۳	۴	حاصل ہے	حاصل ہے
۳۱۴	۱۷	سید حید الباری	سید عبد الباری
۳۱۷	۱	سید اعظم علی خاں	سید علی اعظم خاں
۳۱۸	۲۱	تبدیل وتمیر ہوگیا	تبدیل وتغیر ہوگیا
۳۱۹	۱۱	کتابت کے آخر	کتبے آخر
۳۲۳	۱۵ و ۱۶	صدورحکام سابق	صدور وحکام سابق
۳۲۵	۵	گھڑیاے والے	گھڑیال والے
۳۳۰	۲	ان نزاع ہوا	ان کا نزاع ہوا
۳۴۱	۴	گھوسنے	گھٹنے
۳۴۱	۶	فاعبرو	فاعتبروا
۳۴۳	۳	تترخت	تترفت
۳۴۴	۷	دوزخ	دوزش
۳۵۰	۹	اونہک	اندوہناک
۳۷۰	۲، حاشیہ	خوش سے یہ مکان	یہ مکان ہے
۳۷۱	۱۲، ۷	فروخت کر دیا	فروخت ہوگیا ہے
۳۷۵	۲۰	مشہو سیاح	مشہور سیاح
۳۸۸	۸	خویش قاضی احمد علی	خسر قاضی احمد علی

صحت نامہ تذکرۃ الکرام (جلد اول)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱	جبفر	جعفر
۵	۲ حاشیہ	شه	شه
۶	۱۱	داخنی ہندوستان	(داخنی ہندوستان)
۲۰	۹	اُن کی اولاد	اُن کی اولادیں
۲۷	۱۸	راہ راگمان زد	راراہ گمان زد
۳۰	۱ حاشیہ	سید خواجہ جو	سید خواجہ جو
۳۱	۱۳	نہتبوری	رنتھبوری
۳۵	۷	آراضیات	اراضیات
ایضاً	۱۴	از قاضی وقاضی طاہر	از قاضی تاج وقاضی طاہر
۳۶	۱	کب کس سنہ میں	کب اور کس سنہ میں
۳۹	۹	نسب بیعت	نسبت بیعت
۴۷	۹	آراضی	اراضی
۴۸	۱۰	وقائع نگارے	وقائع نگاری
۵۹	۱۱	کسان فستح متوطن اند	کسان شیخ متوطن اند
۶۳	۱	سـه	
۷۰	۵	امام باڑہ کالی گڑی موسوم ہے	امام باڑہ کالی گڑی سے موسوم ہے
۷۳	۱۹	پیر محمد بنا	پیر محمد بنا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۷	۱۴	روضۂ مطہرہ رسول اکرم صلعم شوق	روضۂ مطہرہ رسول اکرم صلعم کا شوق
۷۸	۷	وہ کوئی خوش قسمت	وہ کوئی اور خوش قسمت
۸۱	۱۳	ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر	ملاحظہ ہو تحقیق الانساب
۸۸	۱۶	۳۶۔ منتہوشاہ	۳۸۔ منتہوشاہ
۸۹	۲	۳۷۔ سنم شاہ	۳۹۔ سنم شاہ
۸۹	۱۰	۳۸۔ عارف باللہ شیخ فیض اللہ علوی	۴۰۔ عارف باللہ شیخ فیض اللہ علویؒ
۸۹	۱ حاشیہ	مسکن گزین	مسکن گزین ہوکر
۹۰	۴	آتے ہو	آئے ہو
۱۰۰	۱۲	مدتنا	مدنتا
۱۰۲	۳ حاشیہ	میرازمد	میراند
۱۰۷	۱	کال شناخت	کال کی شناخت
۱۰۸	۱۷	بہرہ دو	بہرہ ور
۱۰۹	۹	بدمستان حسب	بدمستان خُب
۱۰۹	۱۱	بہرہ و اے	بہرہ ولطفراے
۱۲۳	۱۸	سنہ ھ	سنہ ۱۱۳۳ ہجری
۱۲۴	۱ حاشیہ	سلہ	سلہ تذکرہ رفیع الدین خاں
۱۳۱	۱۰	مشہور	مشہود
۱۴۸	۱۵	آمدنی بہت ہی کم تھی	آمدنی بہت کچھ تھی مگر اپنی ذات پر
۲۱۷	۲	مراد و مرید	مراد و مرید
۲۲۳	۱	اس شکل میں قائم ہے	قائم ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۶	۱۱	ظاہر ان کی	ظاہرا انکی
۲۲۷	۱۳	برس گئے	بسر کئے
۲۳۵	۱۵	معافیات ہوئیں	معافیات عطا ہوئیں۔
۲۴۰	۳	محض مولینا	محل مولانا
۲۴۱	۹	قلت مبالدة	قلت مبالاة
۲۴۲	۵	رافغان	رافعی ن
۲۴۲	حاشیہ ۵	نہ تعمیر کرانے	نہ تعمیر کرائیے
۲۴۴	۱۲	درمسجد لی	
۲۴۵	۱	جہدی حص	مہدوی ہیں
۲۴۵	۷	لانے کے	لانے کے ان کو
۲۴۵	۱۷	ہم	ہم
۲۴۶	۳	برسابر مرقع	برسائر مروم
۲۴۶	۵	المقتقر	المفتقر
۲۵۲	۱۴	بمدد معاش	مدد معاش
۲۵۳	۱۰	سلسلہ	سلسلہ نسب
۲۵۴	۱۱	سزوان	سزاون
۲۵۵	۱	بہرہ وافتر	بہرہ وافر
۲۵۷	۱۸	زیادہ قرین قیاس	زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ جامع مسجد اکبری سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا اور اگر تھا تو ۹۰۳ھ سے قبل ہوگا اور وہ تعلق بھی آپ کے حالات کے لحاظ سے امامت یا خطابت کا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۸	۵	ریاست رامپور	ریاست رامپور سے
۲۶۳	۲	الادِ	الامر
۲۶۴	۷	یتر	بتہ
۲۶۴	۱۲	شیخ سعد لقد شیخ بٹے	شیخ سعد اللہ بن شیخ بٹے
۲۶۴	۱۹	صحبت اثر	صحبت کا اثر
۲۸۲	۱۴	امرو	امروہہ
۲۹۵	۲	احقاد	احفاد
۳۰۷	۱۶	فوائد جہلم	فوائد جہلم
۳۰۹	۷	دو بیویوں ۵ فرزند	دو بیویوں سے ۵ فرزند
۳۱۲	۱۱	جنال قاسم	جناب قاسم
۳۴۱	۱۶	احقاد	احفاد
۳۴۳	۷	المنصر	المقصر
۳۴۳	۱۰	وسلت	وعدت
۳۴۳	۱۳	بجماله	بجماله
۳۵۰	۶	اسے ان کی	اسطے
۳۶۳	۱۱	ابتدائی	ابتدائی تعلیم
۳۶۹	۱۴	حکیم برکت اللہ وہ معالج شاہ غازی	طبیب خاص فیض اللہ معالج شاہ غازی کے
۳۷۵	۴	۱۹۹۷ء	۱۹۹۷ء
۳۷۸	۱	مغربی سے سرحد	مغربی سرحد سے
۳۹۲	۲	۱۸۵۷ء غدر	۱۸۵۷ء کے غدر
۴۱۱	۳	مالک کے ہیں	مالک ہیں

دیباچہ صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲		سال	×
یادِ ایام ۴۳	حاشیہ ۱	چاپدہ	چاپلیدہ
” ۴۵	حاشیہ ۱	بابر، ہمایوں محمد اکبر شہنشاہانِ ہند	بابر و ہمایوں شہنشاہانِ ہند

تذکرہ علمائے میں بعض حضرات کا ذکر غلطی سے درج نہ ہو سکا منجملہ اُن کے مولوی فضلِ احمد صاحب صدیقی مدرسۂ اسلامیہ امروہہ کے فارغ التحصیل نیک کردار عالم مدرسہ چلّہ میں مدرس ہیں۔

ماخذ تالیف

نمبر شمار	نام کتاب	علم وفن	زبان	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱	غنیۃ الطالبین	تصوف	عربی	مطبوعہ	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح
۲	ثمرات القدس من شجرات الانس	تذکرۂ مشائخ	فارسی	قلمی	مرزا لال بیگ
۳	اسراریہ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	سید کمال بن سید لال
۴	گلزار ابرار	"	"	"	محمد غوثی بن حسن بن موسی شطاری
۵	جواہر فریدی	"	"	مطبوعہ	
۶	جام جہاں نما	"	"	قلمی	مولوی قدرت اللہ صدیقی
۷	اخبار الاخیار	"	"	مطبوعہ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۸	مآثر الکرام	"	"	"	سید غلام علی آزاد بلگرامی
۹	تحفۃ الکرام	"	"	"	سید علی شیر قانع
۱۰	مراۃ الخیال	"	"	قلمی	شیر خان بن علی امجد خان لودی
۱۱	انوار العارفین	"	"	مطبوعہ	مولانا محمد حسین چشتی
۱۲	مقاصد العارفین	تصوف	"	قلمی	حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفری
۱۳	اقتباس الانوار	"	"	"	
۱۴	تواریخ الاولیا		"	"	
۱۵	کلمات طیبات	"	"	مطبوعہ	ملفوظات حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح
۱۶	مکتوبات	"	"	"	حضرت مجدد الف ثانی رح
۱۷	تذکرہ		"	قلمی	حاجی رفیع الدین خان مراد آبادی

نمبر شمار	نام کتاب	علم وفن	زبان	قلمی یا مطبوعہ	نام مصنف
۱۸	منتخب التواریخ	تاریخ	فارسی	مطبوعہ	ملا عبدالقادر بدایونی
۱۹	فرشتہ	"		"	محمد قاسم فرشتہ
۲۰	تاریخ فیروز شاہی	"		"	ضیاء الدین برنی
۲۱	مآثر جہانگیری	"	"	قلمی	سید کامگار حسینی
۲۲	تاریخ معصومی	"	"	"	میر معصوم بن سید صفائی الحسینی
۲۳	اکبرنامہ	"	"	مطبوعہ	علامہ ابوالفضل
۲۴	دربار اکبری	"	اردو	"	مولنا محمد حسین آزاد دہلوی
۲۵	تاریخ عالمگیری	"	فارسی	قلمی	احمد قلی صفوی
۲۶	آئین اکبری	"	"	مطبوعہ	علامہ ابوالفضل
۲۷	تاریخ دکن	"	"	"	مولوی ظفر اللہ خاں
۲۸	گلزار آصفیہ	"	"	"	
۲۹	آئینہ عباسی	"	اردو	"	مولوی محب علی خان عباسی
۳۰	تاریخ اصغری	"	"	"	سید اصغر حسین نقوی
۳۱	نخبۃ التواریخ	"	فارسی	"	مولوی آل حسن نخشبی
۳۲	ڈسٹرکٹ گزیٹیر مراد آباد	"	انگریزی	"	مسٹر ایچ۔ اے۔ نیول۔ آئی۔ سی۔ ایس
۳۳	مخزن نکات	تذکرہ شعرا	فارسی	"	قائم چاندپوری
۳۴	تذکرہ شعرا	"	"	"	شیخ مصحفی امروہوی
۳۴	"	"	"	اردو ترجمہ	گارسن دی تاسی
۳۵	مثنوی نگار محمود	"	"	"	مولوی سالم علی فریدی
۳۶	عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب	انساب	عربی	"	سید جمال الدین احمد

مؤلف تذکرۃ الکرام کی دیگر تالیفات

تاریخ امروہہ (حصہ اول)

مصور فطرت جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اپنی طویل تنقید میں اس کتاب کے فاضل مصنف کو لکھتے ہیں۔

"موجودہ سال کی محققانہ لکھی ہوئی کتابوں میں سب سے اعلیٰ لکھی ہوئی
تاریخ امروہہ ہے مسلمان فخر کرسکتے ہیں کہ ان میں آپ جیسے لائق محقق
مورخ موجود ہیں جس کا نمونہ آپ کی تاریخ امروہہ پیش کیجا سکتی ہے"

کہنے کو یہ تاریخ امروہہ ہے مگر حقیقتاً فاضل اور محقق مورخ نے عہد اسلامی کے تاریخی حالات قلمبند کرتے وقت گویا دریا کوزہ میں بند کردیا ہے۔ بقول خواجہ صاحب موصوف "بڑی خوبی اس کتاب میں یہ ہے کہ فضول طوالت نہیں بلکہ مختصر نویسی کا کمال ہے جو بات پانچ صفحوں میں بیان ہونے کے قابل تھی اسکو پانچ سطروں میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے" تاریخی واقعات کے علاوہ انساب پر بھی دلچسپ اور محققانہ بحثیں کیگئی ہیں نسابیوں اور جاہلوں کے ادعائے قریشیت و انصاریت کی مسکت دلائل و براہین سے پرزور تردید کی ہے۔ یہی ... کتاب ہے جس کے سلسلہ میں جوش میں آکر ایک اخبار "الانصار" امرتسر نے فاضل مولف کے خلاف توہین آمیز الفاظ لکھے تھے جس پر ممدوح نے ازالہ کیس دائر کیا تھا جس کے بالآخر ملزم کو غیر مشروط معافی مانگ لینے سے چھٹکارا ملا تھا۔ تعداد صفحات ۳۱۴ سائز ۲۰×۲۶ عمارات کی ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ قدیم کاغذات کے عکس بھی شامل ہیں۔ کاغذ سفید طباعت عمدہ باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف [illegible]

تحقیق الانساب

ہاشمی و قریشی و عجمی النسل خاندانوں کے علاوہ بعض ہندی اقوام کمبوہ و کلال کے نسب پر تاریخ و علم الانساب کی روشنی میں مفصل بحث کیگئی ہے۔ شرفائے امروہہ کے قدیم خاندانوں کے شجرے بھی شامل ہیں اجلاف اقوام کے ادعائے شرافت پر بھی دلچسپ بحث ہے۔ علم انساب اور تحفظ نسب پر عالمانہ مضمون دیباچہ کے طور سے شامل ہے کتاب زیر طبع ہے حجم تقریباً ۵۰۰ صفحات۔

سائز ۲۰×۲۶

المشتہر

سعید احمد عباسی - داؤد منزل - امروہہ (یو۔پی)